#

Done

#

Done

سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ یونانِ قدیم

جلد چہارم

تالیف

پروفیسر اڈولف ہولم

ترجمہ

پروفیسر محمد ہارون خاں شروانی، ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ۔ رفیق (فیلو) جامعۂ عثمانیہ

ممتحن جامعات علیگڈھ، پنجاب، ناگپور، بمبئی، مدراس

۱۳۵۵ھ م ۱۳۴۶ف م ۱۹۳۶ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسرز میکملن اینڈ کمپنی پبلشرز کی اجازت سے
جن کو حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں ترجمہ کرکے
طبع و شایع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین

تاریخ یونان قدیم (جلد چہارم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اس جلد میں سکندر کی وفات سے جنگ اکتیوم تک یورپ کی اور بحیرۂ روم کے دوسری جانب کی یونانی زندگی اور یونانی فکر کا حال بیان کیا گیا ہے، اور میری دانست میں یہ پہلی مرتبہ ہے کہ کسی جلد میں اس کا مفصل ذکر کیا گیا ہو۔ اگر غور کیا جائے تو یہ اُس خیال کا گویا بدیہی نتیجہ ہے جس کے تحت سکندر کو تاریخ یونان ہی کا فرد قرار دیا گیا ہے، اور میری رائے یہ ہے کہ اگر گروٹ اس عظیم الشان فرمانروا کے ساتھ معاندانہ سلوک نہ کرتا اور اس کا ذکر اس قدر تامل کے ساتھ نہ کرتا تو وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچتا۔ ابتدا میں میں نے چاہا تھا کہ میں ۱۴۶ سنہ ق م پر اپنے بیان کو ختم کر دوں لیکن خود میرے پیش کردہ حالات سے معلوم ہو جائے گا کہ میں اس سنہ سے آگے کیوں بڑھ گیا۔ زمانے اور فاصلے کی وسعت ہی کی وجہ سے ایک نہایت اہم نتیجہ برآمد ہوا، وہ یہ کہ اُس عہد کی دُنیائے یونان، بالخصوص اُس زمانے کے آزاد بلدیات کی شہری زندگی کا صحیح اندازہ ممکن ہو گیا۔ ساتھ ہی، جہاں تک میرے معلومات کا تعلق ہے، اس وقت تک کسی نے روما اور یونانیوں

کے باہمی تعلقات کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ یہاں مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس موضوع پر میں اپنی رائے کی توثیق بعض نہایت ممتاز علمار کی آرار کی مخالفت کے بغیر نہیں کر سکا۔

اس کے علاوہ دوسرے امور کے اعتبار سے بھی اس جلد میں بہت سی نئی باتیں ملیں گی۔ میں نے ایشیائے کوچک کے معاملات پر خاص توجہ کی ہے، اور یہ زمانۂ حال کے خیالات کے عین مطابق ہے۔ پچیسویں باب سے ستائیسویں باب تک کے لئے رائناش Th. Reinach کی کتاب متھری داتیس یوپاتور "Mithridate Eupator" نے گویا میری رہبری کی ہے اس لئے کہ یہ کتاب تاریخ قدیم کی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو صحیح معیار پر پوری اترتی ہوں، اور نہ صرف علمیت کے اعتبار سے ہی بلکہ سلاست بیان کے لحاظ سے بھی ایک ممتاز کتاب ہے۔ اس کے برخلاف میں نے اسکندریہ کی اہمیت کو مناسب حدود کے اندر محدود کر دیا ہے۔ آخر میں یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ بادشاہوں اور رومنوں کی ماتحتی میں یونانیوں کو سوارا جی اختیارات حاصل ہونا ایک اہم تاریخی واقعہ ہے، چنانچہ اس عہد قدیم کی مفصل تاریخ کا مطالعہ میرے نزدیک نہایت سودمند ثابت ہوگا۔

بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن پر ذرا زیادہ مفصل تبصرہ کیا جا سکتا تھا، لیکن میری دانست میں سکندر کی وفات کے بعد کا زمانہ عروج یونان کے عہد سے زیادہ تفصیل کا مستحق نہیں تھا۔

تمہید

تاریخ یونان کی اس چوتھی اور آخری جلد میں یونانی مقدونوی عہد کا ذکر ہے جس میں ایک طرف تو بادشاہ اور دوسری طرف یونانی لیگیں ممتاز ہیں، اور یہ عہد سکندر کی وفات سے لے کر آخری مقدونوی ملوکیت کے الحاق سلطنت روما تک جاری رہتا ہے۔ یہ عہد وہ ہے جسے تاریخ یونان میں شامل کر کے کبھی بھی تبصرہ نہیں کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی ہمارے نزدیک اس کا مفصل تذکرہ ہر آئین مناسب ہے۔ بلاشبہہ اس مضمون کو تاریخی اعتبار سے بیان کرنا کچھ آسان کام نہیں اسلئے کہ اس میں ہم ایسی سلطنتوں اور ملتوں سے دوچار ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے بالکلیہ آزاد تھیں اور ہمیں ایسے ممالک بھی ملتے ہیں جن میں یونانیوں کی آبادی صرف جزوی ہی تھی۔ خوش قسمتی سے یونانی تمدن نے، جس کا ان سب پر کم و بیش گہرا اثر پڑا تھا، ان میں ایک اندرونی توحد کی کیفیت پیدا کر دی تھی، اور دراصل اسی تمدن کے تدریجی انتشار کا تسلسل بیان کرنے میں عہد زیر بحث کی خوبصورتی نظر آتی ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہمارا واحد نصب العین

یہ ہوگا کہ اس عہد کے تہذیب وتمدن کی تاریخ بیان کریں اس لئے کہ تاریخ یونان کا تخیل اس اصول کے بالکل منافی ہے، اور واقعاً اس عہد میں بھی دُنیا ئے یونان کی سیاسی حیثیت برابر برقرار رہتی ہے۔ زمانۂ مابعد میں ایک عہد ایسا ضرور آیا جب اس مُلک کی سیاسی اہمیت کا آخر کار خاتمہ ہوگیا اور یونانیت صرف ایک سطحی قوت کا نام رہگیا، لیکن یہ عہد ہمارے حدود سے باہر ہوگا، چنانچہ سنہ ۳۰ قم میں ہم نے اپنی کتاب ختم کردی ہے۔ بلاشبہہ اس کے بعد بھی بعض یونانی جمہوریتوں نے اپنی آزادی محفوظ رکھی، جن میں جزیرہ رھوڈز سب سے نمایاں ہے، لیکن ایسے خطے مستثنیات سے ہیں، اور حقیقت میں ممالک عالم کی سیاسی کیفیت ایسی ریاست کے وجود کی وجہ سے شمہ بھر بھی متاثر نہیں ہوئی جس کا سلطنت روما سے بجنسہ ویسا ہی تعلق تھا جیسا آجکل سان مارینو کا سلطنت اٹلی سے ہے۔ محض اسی قسم کے اسباب کی بناء پر ہم اس عہد کے آخری حصے پر زیادہ وقت صرف نہیں کریں گے۔ جب پومپی خاندان سلیوکوس کی لرزہ براندام سلطنت پر آخری کاری زخم لگاتا ہے تو ہماری تاریخی دلچسپی کا مرکز خود رومن سپہ سالار کے ذاتی خصائص رہجاتے ہیں، اور ان خصائص کا نہایت مشترح وبسیط تذکرہ کسی بھی تاریخ روما میں کافی وضاحت سے لکھا ہوا ملے گا۔ ہمارے نزدیک آخری کلیوپاترا کی حکومت کی اہمیت اس سے بھی کم ہے اور اس پر مفصل تبصرہ کرنا محض تضیع اوقات ہوگی۔ اس کے برعکس گو متھری ڈاٹیس یوپاتور ایرانی الاصل تھا، لیکن تاریخ یونان کے مقاصد کے لئے اُس کا تمدن اور اُس کے حوصلے نہایت درجہ دلچسپ ہیں اسی لئے ہم نے اُس کے سوانح حیات کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہم اس تصفیئے کو دوسروں پر چھوڑتے ہیں کہ ہم نے ۳۲۳ قم سے ۳۰ قم تک کی اُن مملکتوں کے ارتقاء کا حال، جن میں یونانی

تمدن سرایت کئے ہوئے تھا، اور جو فتوحات مقدونیہ کی وجہ سے
عدم سے وجود میں آئی تھیں، یا اُن فتوحات کے باوجود برابر اپنی اپنی
جگہ قائم رہنے میں کامیاب ہوئی تھیں، اور اُن کے مختلف مسائل
کا ذکر صحیح انداز سے کیا گیا ہے یا نہیں، کم از کم ہم تو یہ ضرور کہیں گے
کہ ہم نے جس قسم کی کوشش کی ہے وہ ضرور کئے جانے کے
قابل تھی۔

میں چاہتا ہوں کہ میں ناظرین کے سامنے اُن مدارج کا ذکر کروں
جو میری دانست میں دُنیائے یونان کے ارتقاء میں پیش آئے ہوں گے۔
میدان میں اُترتے ہی ہمارے سامنے سیاسی، قومی اور مرکزی قوتوں
اور لہروں کا ایک بحرِ زخار آجاتا ہے۔ سیاسیات میں ہمیں ملوکی اور
جمہوری اصولوں کے مابین کشمکش کی کیفیت نظر آتی ہے، قومی
آزادی اور حوصلوں کے سلسلے میں مشرق و مغرب دست و گریبان
دکھائی دیتے ہیں، اور یہ تباین اس باہمی آویزش کے بالکل مطابق ہے
جو میدانِ تہذیب و تمدن میں علی العموم نظر آتا ہے۔ پھر بہت سے
اضلاع و رقبہ جات میں یونانی عناصر بالکل مرکب ہیں۔ یہ سب
باتیں ہمیں ملحوظ رکھنا پڑیں گی۔ گو مختلف ممالک کے کسی ایک عہد
میں ان سب باتوں میں یکسانی نہیں پائی جاتی، تاہم بعض قطعی اور معین
لہریں ایسی ہیں جو عالمگیر طور پر نظر آتی ہیں اور ان کی وجہ سے ہر ایک
تاریخی دور میں چند ایسے مخصوص امتیازات پائے جاتے ہیں جو سسلی
سے دریائے سندھ تک تمام دُنیائے یونان میں ملتے ہیں۔ ان مشترک
کیفیات کو پیش نظر رکھ کر میں نے سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کی
تاریخ کو تین مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے:۔

(۱) یونانیوں کی بڑھتی ہوئی اہمیت، خصوصاً بین الاقوامی نقطۂ نظر سے
سنہ ۳۲۳ ق م تا سنہ ۲۲۰ ق م۔ یہ عہد دیادوخی، پرصوس، اراتوس،
اور کلیومنیس کا عہد ہے، اور اس کا ذکر پہلے باب سے چودھویں

باب تک کیا گیا ہے۔

(۲) یونانی امور میں رومنوں کی فیصلہ کُن مداخلت، ۲۲۰ سنہ ق م سے۔ یہاں ہم تیتوس کوئنکتیوس، فلوپوئے مَن، ایمیلیوس پولوس اور اور پولی بیوس جیسی ہستیوں سے دو چار ہوتے ہیں۔ باب ۱۵ تا باب ۲۴۔

(۳) ۱۴۹ سنہ ق م سے مشرق کی اہمیت کا احیاء۔ اس زمانے کا ممتاز ترین شخص متھری داتیس ہے' باب ۲۵ تا باب ۲۹۔

ذرا نظر غائر ڈالی جائے تو ہر عہد مفصلۂ بالا کے دو دو حصے کئے جا سکتے ہیں:۔

عہد (۱):۔ ۱۔ سکندر کے کارناموں کے باعث ملوکی اُصول کی اہمیت، از ۳۲۲ سنہ ق م تا ۲۸۰ سنہ ق م۔ سکندر کی وفات کے بعد یہ اُصول یونانیت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ابواب ۱ تا ۳۔

۲۔ یونانی اصول آزادی کی طرف ردِّ عمل۔ ایشیا میں غالویوں کے چھاپوں اور یورپی یونان میں لیگوں کے قیام کی وجہ سے اُسے فروغ پہنچتا ہے۔ تاہم یورپی یونان میں آزادی کی طرف جو میلان تھا اُس میں رُکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اور مقدونیہ اس کا ایک حد تک خاتمہ کر دیتا ہے۔ ۲۸۰ سنہ ق م تا ۲۲۰ سنہ ق م۔ ابواب ۴ تا ۱۴۔

عہد (۲):۔ ۳۔ میدان سیاسیات میں رومن قوم مقدونیہ کے خلاف اُترتی ہے اور اپنے اثرات سے اُسے بے دخل کر کے یونانیوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہے ۲۲۰ سنہ ق م تا ۱۹۷ سنہ ق م۔ انطاکوس سوم ایشیائے کوچک اور یونان میں مقدونوی ملوکی اصول کا احیاء کرنا چاہتا ہے

لیکن ناکام ہوتا ہے۔ اب رومن ایشیائے کوچک میں بھی اپنے قدم جما لیتے ہیں۔ ۱۹۷ سنہ ق م تا ۱۸۹ سنہ ق م۔ ابواب ۱۵ تا ۱۷۔

۴۔ مقدونیہ کے خلاف کشمکش کی وجہ سے رومنوں کو خود مختار یونانی ریاستوں کے خلاف بھی اُترنا پڑتا ہے، اور یہ ریاستیں فطرۃً ایسی قوم کے خلاف ہو جاتی ہیں جو انکی دانست میں مقدونیہ کا جانشین بننا چاہتی ہے۔ مشرق میں انطاکوس چہارم تمدن یونان کو پھیلاتا ہے لیکن اسے کہیں بھی زیادہ کامیابی نہیں ہوتی۔ ۱۸۹ سنہ ق م تا ۱۴۶ سنہ ق م۔ ابواب ۱۸ تا ۲۴۔

عہد (۳) :- ۵۔ سب سے پہلے تو مشرق میں ایک طرح کا سیاسی ردّ عمل رونما ہوتا ہے، لیکن یہ وہ مشرق ہے جو اس وقت تک برابر یونانی تہذیب و تمدن سے متاثر ہو رہا ہے اور دراصل صرف روما ہی کا مخالف ہے۔ لیکن فتح و نصرت کا سہرا آخرکار روما ہی کے سر رہتا ہے۔ ۱۴۶ سنہ ق م تا ۶۳ سنہ ق م۔ ابواب ۲۵ تا ۲۷۔

۶۔ یولیوس قیصر کے عالی شان کارہائے نمایاں کے بعد انتونی یہ کوشش کرتا ہے کہ یونانی دلدل کی متزلزل بنیادوں پر ایک یونانی مشرقی اور زاں بعد ایک رومانی مشرقی سلطنت قائم کرے۔ لیکن آگسٹس کے زمانے میں روما از سر نو تمام متمدن مغربی دنیا کا مالک بن جاتا ہے اور عرصۂ دراز تک یونان محض معیار تمدن کے طور پر باقی رہتا ہے۔ ۶۳ سنہ ق م تا ۳۰ سنہ ق م۔ ابواب ۲۸ و ۲۹۔

الغرض جس زمانے کا اس جلد میں ذکر کیا گیا ہے اُس میں مختلف

قوّتوں کے عمل ورد عمل سے دوچار ہوتے ہیں اور ہمیں باہمی مناقشوں اور آویزشوں کے نتائج قلمبند کرنے پڑتے ہیں۔ پہلے، یعنی بالکلیہ یونانی عہد میں ملوکی اُصول کے عمل (حصّہ ۱، ابواب ۱تا۳) اور آزادی کے ردِ عمل (حصّہ ۲، ابواب ۴ تا ۱۴) کا سامنا ہوتا ہے؛ دوسرے یعنی رومن عہد روما کے عمل (حصّہ ۳، ابواب ۱۵ تا ۱۷) اور یونان کے ردّ عمل کی وجہ سے ممتاز ہے (حصّہ ۴ جس میں سیاسی نقطۂ نظر سے ابواب ۱۸ و ۱۹ میں اور ذہنی نقطۂ نظر سے ابواب ۲۰ تا ۲۴ میں بحث کی گئی ہے)؛ تیسرے یعنی مشرقی عہد میں مشرق کی کوششیں (حصّہ ۵ ابواب ۲۵ تا ۲۷) اور روما کی فاتحانہ مخالف کوشش نمایاں ہیں (حصّہ ۶ ابواب ۲۸ تا ۲۹۔)

اس دور میں ذہنی تمدّن کے ارتقاء کی روش ذرا زیادہ پیچیدہ ہے یعنی موضوع زیر بحث اور اُس کی ذہنی پیداوار کی شکلوں میں ہمیشہ تطابق نہیں ہوتا۔ سنہ ۲۰۰ ق م تک تو ادبیات ترقی پذیر ہیں، لیکن اُس وقت سے اس میں تنزّل کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور صُوَرِ ظاہری میں خاص طور پر بے ربطی نظر آتی ہے۔ جہاں تک ہم حکم لگانے کے اہل ہیں، پولی بیوس کی جو دوسری صدی ق م کے یونانی ادیبوں میں بہترین سمجھا جاتا ہے، زبان بھی ایسی اچھی نہیں ہے۔ بعض ادبی شاخوں میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ ہر شعبۂ زندگی کے لئے نہایت ہی کشمکش کا زمانہ تھا۔ لیکن جب آخر کار مُہر لگ جاتی ہے، جب ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یونانی شہروں کی سیاسی اہمیت ہمیشہ کے لئے فنا ہو گئی ہے تو پھر یونانیوں کی ادبی زندگی کا از سر نو احیاء ہوتا ہے جس کے ساتھ ہی ظاہر صُوَرِ ادبی میں بھی یونانی کمال حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن ہم اس احیاء کا صرف سرسری ذکر ہی کریں گے اس لئے کہ یونانی ادبیات کی نئی بہار کا زمانہ در اصل

سلطنت روما کے عروج کا زمانہ ہے۔ سکندر کی وفات کے بعد فنون لطیفہ میں بڑی بھاری ترقی ہوئی اور اس میں ایشیائی یورپی یونان تک سے بازی لے گیا، تاآنکہ آخری صدی ق م میں یونان کے پرانے مرکز کو پھر وہی قدیم فوقیت حاصل ہو گئی۔ ان سب میدانوں میں ۳۲۳ق م سے ۳۰ق م تک کے مکمل عہد میں خطۂ یونان میں بڑی بھاری جلت پھرت نمایاں ہوتی ہے۔ اس مکمل دور کے نام کی بابت اس تمہید کے سلسلے میں جو یادداشت ناظرین کے سامنے پیش کی گئی ہے اُسے دیکھنا چاہیئے۔

اب ہم مختلف واقعات کا ذکر کریں گے۔ ابتدا ہی میں ہمارے سامنے جو منظر آتا ہے اُس میں تقریباً غیر محدود افراتفری نظر آتی ہے جو رفتہ رفتہ مستقلانہ صورت حال میں تبدیل ہوتی جاتی ہے۔

یادداشت متعلق تمہید

۳۲۳ سنہ ق م سے ۳۰ سنہ ق م تک کے مکمل عہد کا نام

کچھ عرصے تک الفاظ "ہیلے نسٹک" ("مائل بیونانیت") اور "ہیلے نزم" (یونانیت) عام طور پر استعمال کئے جاتے تھے، لیکن آجکل "عہد اسکندریہ" زیادہ مقبول معلوم ہوتا ہے۔ اوّل الذکر الفاظ ڈرواسئے سن کے استناد کی وجہ سے مروّج ہوئے تھے، لیکن گروٹ اپنی کتاب کے باب ۹۴ میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور اسی طرح سے بعض دوسرے مصنّف، مثلاً پوتیئے Pottier بھی اُسے پسند نہیں کرتے ("پختہ مٹّی کے مجسّمے" 'Sta tuettes de terre cuite' پیرس سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۱۵) ہمارے نزدیک "ہیلے نسٹک" اور "ہیلے نزم" کے الفاظ درست نہیں ہیں اس لئے کہ Hellenistikos سرے سے یونانی زبان کا لفظ ہی نہیں، اور Hellenismos کے معنے تمدّن یونانی کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہیلے نزم یعنی "یونانیت" کی تاریخ سے محض اُس زمانے کی تاریخ مراد نہیں ہوسکتی جس سے پہلے بھی صدی ہا صدی تک یونانیت اپنی مکمل حالت میں مروّج تھی۔ الغرض اب اس عہد کے لئے "ہیلے نزم" کا لفظ جو صرف ونحو کے اعتبار سے درست ہے،

استعمال نہیں کیا جاتا، لیکن دوسرا لفظ یعنی "ہیلے نسٹک" جس کا یونانی زبان میں پتا نہیں، قائم رکھا گیا ہے، اور اس سے مراد اُن عناصر سے لی جاتی ہے جو اصل میں یونانی ہیں لیکن جن پر بربری اثرات پڑے ہیں، چنانچہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے سکندر کے بعد کا یونانی تمدن مراد لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اس لفظ کی غلط تشکیل کو نظرانداز بھی کیا جائے تاہم اس کے مفروضہ معنے اُس زمانے کی زندگی کے مظاہروں کے مطابق نہیں۔ سکندر کے بعد یونانی ادبیات پر تو بربری اثرات بہت کم پڑے، فنون لطیفہ پر اس سے بھی کم اور ایتھنز کی زندگی اور خصائص بالکلیہ ان اثرات سے آزاد رہے۔ الغرض سکندر کے بعد کے یونانی تمدن کو "یونانی کے بجائے" "مائل بہ یونانیت" کہنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اور صحیح معنے میں دیکھا جائے تو "ہیلے نسٹک" کے لفظ کا انطباق صرف ایسے ممالک کے تمدن پر کیا جاسکتا ہے (جیسے ملک شام) جن میں ایسا یونانی تمدن رائج تھا جو بربری کھوٹ سے بھرا ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ دمشق کے کسی باشندے کا تمدن اُس کے زمانے میں یونانی تمدن کا معیار نہیں قرار دیا جاسکتا شیورر Schueret اپنی کتاب "تاریخ قوم یہود" Geschichte des juedischer Volkes ۲، ۲۶ میں بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ "مائل بہ یونانیت" "تمدن یونانی تمدن کے خلاف اس لا ملکی تمدن کا نام ہے جس نے جملہ غیر ملکی تمدنوں کے عملی عناصر کو جذب کرلیا ہو۔ اس خیال کے مطابق اراتوس یا پولی بیوس، ابی قوروس یا مناندر، یا پرگاموم کے حاشیے کا تعمیر کار ان میں سے کوئی بھی محض "مائل بہ یونانیت" نہیں کہا جاسکتا اسلئے کہ ان میں سے ہر ایک کامل یونانی ہے۔ ان باتوں کے تحت لفظ "ہیلے نسٹک" کی ساخت پر اُس کی تردید یا تائید کا دارومدار ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح یونانی زبان میں لفظ "اٹیکس تیکوس" Attikistikos ("مائل بہ اٹیکائیت") یا "آرخائستیکوس" Archaistikos

("مائل بہ قدامت") نہیں ملتے اسی طرح اس میں لفظ ہیلے نستکوس Hellenistikos کا بھی پتا نہیں، حالانکہ اس زبان میں الفاظ "ہیلے نستی" Hellenisti "یونانی روش کے مطابق") "اٹیکستی" Attikisti ("اٹیکائی زبان میں") اور "آرخائستی" Archaisti ملتے ہیں، اور اگر لفظ "آرخائسٹک" سے اس چیز کا مفہوم ادا ہو سکتا ہے جو جدید ہو سکیگی جس میں قدامت کا بھی کوئی پہلو ہو تو پھر جس وقت لفظ ہیلے نسٹک یہ صرف یونانی انجیل Septuagint کے لئے جس کے الفاظ اور موضوع دونوں نیم بربری ہیں، صحیح معنے میں استعمال نہیں کیا جاتا اسلئے کہ تھیوکرتیوس جیسے "مائل بہ یونانیت" سمجھا جاتا ہے اتنا ہی یونانی تھا جیسے یوری پڑیس، اور فنون لطیفہ، ادبیات اور سیاسی زندگی میں جتنی بھی ممتاز ہستیاں ہو گزری ہیں سب کی یہی کیفیت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "ہیلے نستی کوس" ایک دوسرے لفظ "ہیلے نستیز" Hellenistes سے بنا ہے جس سے مراد ایک ایسی یہودی سے لی جاتی ہے جو یونانی بولتا ہو، لیکن متناسب یہی ہوتا کہ یہ لفظ مستشرقین کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے کہ کم از کم تاریخ یونان میں یہ نہایت ہی مغالطہ آمیز ہے۔ ڈروائےسن کی کتاب میں لفظ "ہیلے نسموس" اور جلد ۲ و ۳ کے مخصوص ابواب کے ناموں کے مابین باہمی تضاد معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ان ابواب کی سرخیاں اور نفس مضمون ایک دوسرے کے بالکل مطابق ہیں اور ڈروائےسن محض غرباز و ایان عہد کے حالات بیان کرتا ہے؛ لیکن اس نے اپنے موضوع کا عام نام جو "یونانیت" Hellenismus رکھا ہے اس کے بموجب اُسے اس زمانے کے تمدّن (یا کم از کم اسکندریہ کی تہذیب) کا حال بیان کرنا چاہئیے تھا، لیکن اس کی تاریخ سے اور اس لفظ کے مفہوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لفظ "ہیلے نزم" کے معانی میں جو تنوّع پایا جاتا ہے وہ اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے

کہ شہنشاہ یولیان اسے اور بت پرستی کو مترادف سمجھتا تھا۔ دیکھو بواسی اے
"بت پرستی کا خاتمہ" Boissier : Le fin du Paganisme ۱/ ۹۳۔

بعض مورخوں کی رائے یہ ہے کہ ۳۲۳ سنہ ق م کے بعد کے واقعات کی توہین لفظ "ہیلے نسٹک" سے نہیں کرنی چاہیئے، چنانچہ ایسے لوگ جیسے کرسٹ Chrish و سوزے میل Susemihl اس عہد کو "اسکندر ری" کا لقب دیتے ہیں۔ منجملہ دوسروں کے فولکمان Volkman نے پاؤلی کی "محیط المحیط" Pauly's R. E. ۱/ ۴۴، میں اس کے سبب پر بحث کی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ اسکندریہ نے اس عہد کی ذہنی ترقی میں ایک خاص امتیاز حاصل کیا۔ لیکن ہمارے نزدیک اس استدلال میں ایک بڑا بھاری مغالطہ ہے؛ اور خود فولکمان تسلیم کرتا ہے کہ اسکندریہ نے فلسفہ، خطابت اور تاریخ نویسی میں ترقی نہیں کی اور علی العموم عروض و قافیہ کی صرف ایک شاخ میں اس نے مہارت پیدا کی تھی، اور اس کے علاوہ صرف علوم فطری اور صرف و نحو کے میدان میں کچھ کمال نظر آتا تھا۔ الغرض اگر دوسرے مقامات کے لوگوں نے بعض ایسے شعبہ جات علوم میں کمال حاصل کیا تھا جن کا اسکندریہ میں نشو و نما نہیں ہو سکا تو پھر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسکندریہ رہبر تھا اور اس عہد کو اسی کے ساتھ منسوب ہونا چاہیئے؟ سر دری تاٹک کا اسکندریہ سے اس قدر کم لگاؤ ہے کہ سنوی تسلسل کے برخلاف کرسٹ اس کا ذکر "عہد اسکندرری" کے بعد کرتا ہے۔ اسی طرح پولی بیوس کے پاس کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جسے "اسکندرری" کہا جا سکے، اور اسکندریہ کے اہم ترین شاعر یعنی تھیوکریتوس کا اس شہر سے بہت کم اندرونی تعلق نظر آتا ہے۔ الغرض ہم اس خیال پر قائم ہیں کہ اسکندریہ کی اہمیت میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے، اور اس شہر میں جس شاخ علمی میں ترقی کی گئی وہ خالص حکمیات کی شاخ تھی۔ ظاہر ہے کہ ۳۲۳ ق م سے ۳۰ سنہ ق م تک

حکمیات ہی یونانی زندگی کا واحد معیار نہیں قرار دیا جا سکتا، چنانچہ اس عہد کو "عہد اسکندروی" قرار دینا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا ہمارے نزدیک اس لفظ کے استرداد کی ایک خاص وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ عہد زیر بحث کے جو خصائص تھے اُن کا اس کی وجہ سے صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اسکندریہ صرف حکمیات ہی کا نہیں بلکہ ملوکی اُصول کا بھی گویا قائم مقام ہے اور اس اُصول کی ترویج کا گویا مرکز ہے۔ اگر اُس عہد میں اس اُصول کا ہر جگہ بول بالا ہوتا اور طور ہمرہی میں نہیں بلکہ اندرونی کیفیات میں بھی ملوکی اُصول کو فروغ ہوتا تو بھی ہم اس عہد کو اسکندروی کہہ سکتے تھے۔ لیکن واقعہ اس سے مختلف ہے۔ عین اسی زمانے میں جمہوری اور ملوکی اصول کے مابین مناقشے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس میں جمہوری اُصول کو تھوڑی بہت کامیابی حاصل ہوتی ہے تا آنکہ آخر کار یہی ملوکیت کو مغلوب کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں اُس زمانے میں ملوکی اُصول کا راستہ دُنیا کی مادّی حیثیت کی طرف یعنی قوّت و اقتدار اور عیش و آرام کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر جمہوریتوں کا بھی میلان اسی طرف ہوتا تو پھر ہم شائد اس عہد کو "اسکندروی" کا لقب دیتے، اور فو لکمان کو تو یقین ہے کہ ہر جگہ مادّیت ہی غالب تھی۔ لیکن یہ بھی مغالطہ ہے، اور اصلی واقعہ یہ ہے کہ آزادی کی عالی منشی جو جمہوری یونانیوں میں پائی جاتی تھی وہ اسکندریہ کے ملوکی میلانات کا مقابلہ کرتی ہے، اور ان میلانات کا سنہ ۲۰۰ ق م جیسے بعید زمانے میں ہی خاتمہ ہو جاتا ہے، چنانچہ اس نقطۂ نظر سے بھی اس عہد کو اسکندریہ کی طرف منسوب کرنا کسی طرح ٹھیک نہیں اور اس سے غلط انتاج ہونا یقینی اور لابدی ہے۔ نیز دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۴، حاشیہ ۱۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس عہد کا کیا نام رکھا جائے۔ ہم اسے "عہد متقدم و نوی" کہیں تو مناسب ہو گا۔ ہم اس امر سے

واقف ہیں کہ سکندر کے جانشینوں کی عین خواہش تھی کہ وہ مقدونوی بن کر رہیں۔ انتی گونوس سوم اپنے آپ کو مقدونوی کہتا ہے (دیکھو ڈٹن برگر ۲۰۵) اور یہی کیفیت بطالسہ کی بھی تھی (پوسانیاس ۱۰،۷)۔ ہمارے نزدیک یہ نام اس نام سے جس پر ابھی بحث کی گئی ہے بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ہم قابل دفریس سلیوکو سیون کو شامل کر سکتے ہیں؛ لیکن یہاں بھی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اس سے بھی صرف ایک ہی میلان یعنی ملوکیت سے مراد لی جاسکتی ہے درآنحالیکہ اس عہد کی خصوصیات سے یہ ہے کہ اس میں یونان میں وقتی اور مستقل لیگیں قائم ہوئیں، چنانچہ اس عہد کا نام بادشاہوں اور لیگوں کا عہد قرار دیا جاسکتا ہے، یا ہم اسے "یونانی مقدونوی سلسلۂ ممالک" کا عہد کہہ سکتے ہیں۔ بہرحال جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اُسے میں چند الفاظ میں یوں ادا کروں گا:- اگر ۳۲۳ قم سے ۳۰ قم تک کے زمانے کی یونانی زندگی کی خصوصیات میں حکمیات، درباری شاعری، فنون صنعتی، مطلق العنانی، اور بدکاری ممتاز و نمایاں سمجھی جائیں تو اس کو "اسکندریہ" کہنا بیجا نہ ہوگا؛ لیکن اگر اس جلد کے استدلال کے مطابق اُس عہد کے یونانیوں میں اب بھی فلسفہ، قومی شاعری، فنون واقعی، محنت وکاوش، سواراج، اور اخلاق کی بہتری کی کوشش پائی جاتی ہے تو پھر اسے "یونانی مقدونوی" عہد یا "بادشاہوں اور لیگوں کا عہد کہا جانا چاہیئے۔

مہافی اپنی کتاب "مسائل تاریخ یونان" Mahaffy: Problems in Greek History (لندن، ۱۸۹۲ء) اسے "یونان بعد عہد سکندری" کہتا ہے لیکن یہ نام جرمن زبان میں بڑا انوکھا معلوم ہوتا ہے۔

۱۴۶ قم سے ایک ارتقائی دور کا آغاز ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے بعد روما جلد جلد یونانی مقدونوی ریاستوں کو ہضم

کرلیتا ہے۔

میں ابواب ۱ و ۲ کے اسناد تفصیل سے بیان نہیں کرسکتا، اور ناظرین کو ڈرواے سن اور نیزے Niese کی کتابوں کو دیکھنا چاہیئے جو اپنی صحت اور تکمیل کے لئے ممتاز ہیں، بلکہ اس کی بجائے میں نے صرف چند اہم واقعات کے انتخاب پر اکتفا کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ یونان قدیم

جلد چہارم

باب اوّل

سکندر کے جانشینوں کے حالات یومنیس کی وفات تک

سکندر کی موت اُس کی ساختہ پرداختہ سلطنت کے لئے نہایت ہی بے وقت ثابت ہوئی۔ اُس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی تھی کہ اُس کے مختلف حصّوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بالکل مربوط و مخلوط کردے، لیکن اس میں کامیابی کے لئے وقت اور محنت دونوں درکار تھے، اور اگر بالفرض اُس کی عمر اُس کے ساتھ وفا بھی کرتی تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اُسے پوری کامیابی حاصل ہو ہی جائیگی۔ پہلے یورپ کو دیکھیئے: یہاں اگر یونانی قوم کو نظر انداز کردیا جائے جو مجبوراً سکندر کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی تھی، تو مقدونیہ باقی رہ جاتا ہے جس میں تھریس کے مختلف النوع باشندوں کا اضافہ کردیا گیا تھا۔ اب ایشیا اور افریقہ آئیے جہاں ایک چھوڑ پانچ ایسے مرکز موجود تھے جنھیں اپنی اپنی تہذیب و تمدن میں کمال حاصل تھا، یعنی ایشیائے کوچک، جس کے بیشتر حصّے میں یونانی تمدن رائج تھا،

باب ۱

فنیقیہ، شام، بابل و اشور جو سامی تمدن کے گہوارے تھے، مدیہ ایران اور باختر جو آریائی تمدن کے مولد و مسکن تھے، پنجاب جو ہندی تمدن سے متاثر تھا اور مصر جہاں خود اُس کا تمدن سرایت کئے ہوئے تھا۔ ان سب مرکزوں کے علاوہ ایسی قومیں بھی نظر آتی تھیں جو یونانیوں، سامیوں اور آریائیوں سے ملتی جلتی ضرور تھیں لیکن جن کا اُن سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، جیسے لیکیہ، لیدیہ، افروجیہ اور کلیکیہ کے باشندے۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ اندرونی توحد، جس کے بدون اس وسیع سلطنت کا استحکام ناممکن تھا، کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سلطنت جو اتنے مختلف النوع حصوں سے مرکب ہو، محض بیرونی اثرات کی بنا پر قائم نہیں رہ سکتی بلکہ اس کے لئے بعض اخلاقی عناصر کا وجود لازمی تھا۔ پھر دوسرا سوال یہ تھا کہ آیا ان سب مختلف النوع تمدنوں میں سے کسی ایک کا بول بالا ہونے والا ہے یا ہر ایک اپنے اپنے حلقے میں انفرادی طور پر اثر پذیر رہیگا؛ پھر کیا یہ ممکن تھا کہ ان میں چند تمدنوں کو ایک دوسرے کیساتھ بالکلیہ مخلوط کر دیا جائے؟ اگر سکندر زندہ رہتا تو شائد وہ ارسطا طالیس اور اپنے دوسرے یونانی صلاح کاروں کے مشورے سے عملی سیاسیات کے اُن پیچیدہ مسائل کو حل کر لیتا، بشرطیکہ انھیں اُن کے سلجھاؤ کا خیال ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس کے ہمنشینوں میں صرف سلیوکوس ہی ایسا شخص تھا جسے ان کی اہمیت کا اندازہ تھا، اور اُس کے جانشینوں میں سب سے کم عمر اور خود اُسکے برابر تھا۔

لیکن سکندر کی وفات کے بعد ہی بہت جلد اُس کی سلطنت کے حصے بگڑے ہو گئے اور اس کے حل کی مطلق کوشش نہیں کی گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس سلطنت کی تقسیم اندرونی بغاوتوں اور شورشوں کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کا شیرازہ محض اُن لوگوں کی باہمی نزاعات اور خود غرضانہ کارروائیوں کی وجہ سے بکھرا جو

باب ۱

اُس کی سلطنت کے گویا مالک بن بیٹھے تھے۔ اس کے مرنے پر نہ تو کوئی اسکا رشتہ دار ایسا تھا جو ہر دلعزیز ہوا اور نہ تخت و تاج کا کوئی مناسب وارث ہی تھا، چنانچہ اُس کی تمام میراث اُس کے سپہ سالاروں ہی کے ہاتھ لگی۔ روشنک حاملہ ضرور تھی، لیکن اگر اُس کے اولاد نرینہ بھی ہوئی تاہم اُس بچے کی تخت نشینی تک ایک بڑا زمانہ گزر جائے گا، اور اس دوران میں انتظامات کا تعین کرنے کا بار سپہ سالاروں کے کندھوں پر پڑا۔ ان سپہ سالاروں کی کیفیت یہ تھی کہ پچھلی مہمات میں لاثانی فتح حاصل ہونے کے باعث وہ اپنی قابلیت میں بہت کچھ مبالغہ کرنے لگے تھے اور اُن کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کرنا بالکل ناممکن ہو گیا تھا؛ دوسرے کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ سکندر اس قدر جلد مر جائے گا، چنانچہ وہ خود بھی اس کام کی تکمیل کرنے کے لئے تیار نہ تھے جسے اتمام کو پہنچانا اس درجہ ضروری تھا۔ بلاشبہہ ابتداء میں تو ان میں سے کسی سلطنت کے ٹکڑے کرنے کا خیال بھی نہ ہوا ہوگا، لیکن جو چیز اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس تھی وہ یہ کہ اُسے خود سکندر کے اُصول پر چلایا جائے۔ گو ان سپہ سالاروں میں سے بعض ضرور ایسے تھے جو مرنے والے بادشاہ کے اُصول کو خوب سمجھے ہوئے تھے، لیکن کوئی ایسا نہ تھا جس کا دوسروں پر اثر ہوتا۔ سکندر فاتح بھی تھا اور منتظم بھی؛ اب علاوہ چند مستثنیات کے فتح کا دروازہ تو بالکل بند ہو گیا، لیکن تنظیم کا سوال، جو ابھی آدھا ہی سلجھنے پایا تھا، وہاں کا وہیں رہنے دیا گیا، بلکہ اس کے برعکس ہر سپہ سالار کا فوری اور مخصوص مقصد یہ ہو گیا کہ خود اپنا حلقۂ اقتدار پیدا کرے اور اُسے خود اپنی تدبیروں کا آماجگاہ بنائے۔

لیکن جو مسئلہ فوری توجہ کے قابل تھا اور جو ہر شخص کے پیش نظر تھا وہ یہی تھا کہ سلطنت کا کام کیسے انصرام کو پہنچے گا، اور اس

بارے میں جو امور قرار پائے اُن کے نفاذ میں بے حد تعجیل سے کام لیا گیا۔ اعیانیت پسند سوار سے کے ساتھ متفق ہو کر چھ سربرآوردہ سپہ سالاروں یعنی پردکاس، لیوناتوس، بطلیموس، لیسی ماخوس، فیثون اور ارسطونوئس نے یہ طے کیا کہ اگر روشنک کے بیٹا پیدا ہوا تو اُس کی تولیت کے فرائض کو ایشیا میں پردکاس اور لیوناتوس، اور یورپ میں انتی پاتر اور کراتیروس ادا کریں گے، لیکن انھوں نے غالباً کسی فوری انتظام کی بابت اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو کسی دوسرے کی ماتحتی اختیار کرنا پسند کرتا، اور ہر ایک سمجھتا تھا کہ بالآخر اُسی کا اثر دوسروں کے اثرات پر فائق ہو جائے گا۔ پھر سوال یہ تھا کہ آیا مذکورۂ بالا تصفیہ آئندہ کے لئے کافی ہو گا؟ ممکن ہے کہ آئندہ سرے سے کوئی بادشاہ نہ ہو، اور ہو بھی تو کسی قسم کی متحدہ حکومت کے انتظام کا ذکر بھی نہیں تھا بلکہ اندازہ یہی تھا کہ اس کی بجائے سپہ سالاروں کی ایک اعیانی جماعت برسر اقتدار ہو گی اور یہ بھی ممکن تھا شائد خود سلطنت ہی کے حصّے بخرے کر دئے جائیں۔ اس آخری طرز کار کی مخالفت مقدونوی پیدل جتھے نے کی جو نسبتہً کم تر اعیانیت پسند اور زیادہ تر ملوکیت پرست تھے، اور انکی خواہش تھی کہ خانوادۂ فیلقوس کا کوئی رکن فوراً تخت نشین ہو جائے۔ انکی نظر فی الحال سکندر کے ایک علاّتی بھائی ارھیدائیوس پر پڑتی تھی جو نیم خبطی سا تھا اور جس نے سکندر کی تخت نشینی سے پہلے کی سیاسی گروہ بندیوں میں تھوڑا بہت حصّہ لیا تھا۔ نیم خبطی ہی سہی لیکن ارھیدائیوس کے تخت پر بیٹھنے سے ایک طرح کا امکان تھا کہ تمام سلطنت متفق رہیگی۔ بہر حال ان مختلف النّوع خیالات و دعاوی کی وجہ سے سکندر کی لاش پر ایک نہایت ہی بدنما جھگڑا پیدا ہو گیا۔ سپہ سالاروں نے ایک سربرآوردہ مقدونوی مسمی میلیاگروس کو جتھے سے بات چیت

باب ۱

کرنے کے لئے بھیجا، لیکن وہ خود اُس کا ہمنوا بن گیا اور اگر یومنیس مفاہمت نہ کرا دیتا تو ایک شدید جنگ ہو جاتی۔ یومنیس سکندر کا وزیر رہ چکا تھا جس کی وجہ سے اُس کے ذہن میں تو حدِ سلطنت کا خیال دوسروں کی بہ نسبت زیادہ تھا اور اپنے ساتھیوں کے برخلاف وہ خود کسی رتبے کا خواہاں نہیں تھا۔ بلاشبہ اِس چالاک یونانی سے مقدونوی دِل سے نفرت کرتے تھے، لیکن وہ وقتی طور پر اُس کی تحریک سے متفق ہو گئے۔ جس قرارداد پر فریقین متفق ہوئے اُس میں جتھے کی خواہشات کا لحاظ رکھا گیا۔ چنانچہ ارھیدایوس فیلقوس کے خطاب سے سریر آرائے مسندِ شاہی ہو گیا اور پرِدکاس کو خلیارخ کی حیثیت سے اعلیٰ ترین سیاسی وفوجی اختیارات حاصل ہوئے۔ عوام کا خیال تھا کہ اپنے بسترِ مرگ پر سکندر نے اپنی مہر کی انگوٹھی اُسے دے کر انصرامِ سلطنت گویا اُس کے سُپرد کر دیا ہے۔ چونکہ زمامِ حکومت اِس طرح ایک شخصِ واحد کے قبضے میں آ گئی اس طرح یہ قرارداد فی الجملہ سپہ سالاروں کی تحریک سے بہتر تھی۔ نئے خلیارخ نے سب سے پہلے تومیلیاگروس کا کام تمام کیا اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو نئے انتظام سے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔[۱] اُس نے

---

[۱] بیتادیوس کی ایک غلطی کی وجہ سے سکندر اصغر کو بھی ائے گوس کہتے تھے۔ دیکھو ڈرو اسے سن ۲، ۱/۱۳۱۔

پردکاس نے سکندر کی یادداشتوں سے اُس کی تجاویز متعلق جنگ، مذہب و تمدّن کا اعلان کیا لیکن فوج نے اُسے منظور نہیں کیا۔ دیودوروس ۱۸/۴۔

سکندر کی موت سے تھوڑے عرصے پہلے ارسطاطالیس نے اُس کے سیاسی خیالات پر اثر ڈالنے کی کوشش کی، اور نِسّن Nissen کا خیال ہے

باب | "محافظ سلطنت" کا خطاب ـ لے کر جس سے اعلیٰ ترین اختیارات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ("ارسطاطالیس کی سیاسی تحریریں" Die Staatsschriften des Aristoteles; Rhein. Mus. سنہ ۱۸۹۲ء ص ۱۶۱/۲۰۶) کہ یہ کتاب "ایتھنزی دولت عامہ" Athenaion politeia سے ظاہر ہوتا ہے جو ۳۲۳ ق م کے اوائل میں شائع ہوئی تھی۔ گمان کیا جاتا ہے کہ ارسطاطالیس کی خواہش تھی کہ سکندر یونانی "پولس" یا شہری مملکت کو ایک عظیم الشان آزاد مملکت کا مرکز بنا دے۔

عہدوں اور صوبوں کی تقسیم:۔ ڈرواسے سن ۲، ۱، ۱۳ وغیرہ؛ رائیخے: "سکندر کی موت کے بعد واقعات بابل" Aem Reiche: De rebus post Al. Mortis Babyl. gestis سنہ ۱۸۸۷ء؛ بالخصوص سانتو: "صوبوں کی تقسیم سکندر کی وفات کے بعد" Szanto: Die Ueberlieferung der Satrapienviertel nach Al. Tode جریدہ آثاریات وغیرہ آسٹریا Arch.-epig. Mittheil aus Desterreich ۱۵، ۱۔ باوجودیکہ ہمارے پاس اس واقعے کے چھ بیانات دیودوروس، جسٹن، کرتیوس، آرین، دیکسی پوس اور اوروزیوس کے قلم سے موجود ہیں، تاہم بہت سے امور ایسے ہیں جن میں ابھی تک وضاحت کی ضرورت ہے، اور ان میں پر دکاس کا خطاب "محافظ سلطنت" بھی شامل ہے۔ ڈرواسے سن (۲، ۱، ۲۳) کا خیال ہے کہ اس کا خطاب "منتظم مطلق العنان" تھا اور یہ وہی خطاب ہے جو اس کے جانشین انتی پاتر کو دیا گیا (دیودوروس ۱۸، ۳۹)۔ دیودوروس (۱۸، ۲) اسے "منتظم سلطنت" کہتا ہے، اور دیکسی پوس "سرپرستی سلطنت" اور "قیادت سلطنت" کراتیروس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس لقب کا صحیح مطلب ظاہر کرنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بطلیموس چہارم کی صغر سنی کے ایام میں اگاتھوکلیس اور سوسی بیوس، جو اس کی جگہ مصر پر حکومت کرتے ہیں، انھیں پولی بیوس (۵، ۶۳) "قائدین سلطنت" کا لقب دیتا ہے۔ دیودوروس ۱۸، ۳ میں پردکاس کی طرف "سیادت کُلی"

باب ا
کی طرف ایک قسم کا اشارہ تھا) اپنی جگہ سلیو کوس کو خیلیارخی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ منسوب کی جاتی ہے، جس سے وضاحت نہیں ہوتی۔ ان سب باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نہ صرف لقب بلکہ پردکاس کے مناصب کا بھی پورے طور پر تعین نہیں ہوا تھا، اور یہ کیفیت حالات و واقعات کے بالکل مطابق تھی۔ واقعی بادشاہ بھی اپنے اقتدار کا مظاہرہ حتی الامکان اپنے افعال سے کرتے تھے اور یہی حالت اُن کے قائم مقاموں کی تھی۔ لیکن اس موقع پر ابہام کے دو اسباب تھے۔ اوّل تو ایسے عہدہ داروں کے اختیارات کا تعین کرنا مشکل تھا جن میں آپس میں اختلاف ہو اس لئے کہ یہ سب عہدہ دار ایک ایسے نظام کے تحت مقرر کئے گئے تھے جس کا نفاذ اب ہونے والا تھا؛ دوسرے فریقین میں سے کسی کی خواہش نہ تھی کہ ابھی فی الفور اختیارات و مناصب کا صحیح تعین ہو جائے۔ یہ بمنزلہ ایک عارضی صلح کے تھا جسے ہر شخص جلد از جلد موقع پا کر توڑنے کے لئے تیار تھا، اور اسی لئے اہم ترین امور کو تاریکی میں رکھا گیا تھا، چنانچہ یہ بالکل ممکن تھا کہ مقدونوی لشکر کی سپہ سالاری کی بابت تنازعات پیدا ہو جائیں چونکہ اقتدارِ اعلیٰ کا دار و مدار مقدونوی لشکر پر تھا، ہر ایک سپہ سالار، "ایپی ملی تیس"، استراتے گوس یا صوبہ دار صرف اسی حد تک صاحبِ اقتدار تھا جس حد تک فوج اُس کے احکام کی تابع تھی۔ صورتِ حال تقریباً ویسی ہی تھی جیسی جرمانیوں کے ترکِ وطن کے زمانے میں۔

انتی گونوس کی حیثیت بہت اہم اس لئے تھی کہ وہ ایسے صوبے پر حکمران تھا جہاں پہنچ کر راستے پھٹتے تھے اور اندرونِ ایشیا کو جاتے تھے، اور اس طرح ایشیا اور مقدونیہ کے باہمی رسل و رسائل کی کنجی اُسی کے قبضے میں تھی۔ یہ طے پایا تھا کہ فیلقوس ارھیدایوس اپنی شادی پکسودار وس والیٔ کاریہ کی بیٹی سے کرے گا، لیکن پھر سکندر کی نگاہ اُس پر پڑ گئی، اور بالآخر اُس نے ایک ایرانی سے نکاح کر لیا؛ ڈروائسے سن ا، ا، ۹۶۔

باب ۱

عہدے پر فائز کیا جس کا جائزہ لیتے ہی موخّر الذکر نے انتی پاتر کے بیٹے کاساندر کو اپنا شریک مقرر کیا۔ اسی طرح دوسرے سرداروں کو مختلف صوبے سپرد کر کے خوش کیا گیا، اور وہ نہ صرف پہلے کی بہ نسبت زیادہ آزاد ہو گئے بلکہ کم از کم فی الوقت پردکاس ان کا سدراہ بھی نہیں رہا۔ بطلیموس نے مصر مانگا اور یہ صوبہ اُسے مل گیا۔ اُس نے پردکاس کی تحریک تقسیم صوبہ جات کی اسی لئے تائید کی تھی کہ یہ صوبہ جس کا انتظام نسبتہً آسان تھا، اُسے مل جائے۔ وہ اپنے اکثر ساتھیوں سے زیادہ عقلمند تھا، چنانچہ اُس نے کبھی تمام سلطنت یا اُس کے بیشتر حصّے پر دانت نہیں جمائے۔ اسی طرح شام پر لاؤمیدون، کلیکیہ پر فلوتاس، افریقۂ عظمیٰ پر انتی گونوس (جو اس حصّے پر پہلے ہی سے قابض تھا) ہیلیس پونتی افرو جیہ پر لیوناتوس، تھریس پر لیزی ماخوس، اور کاپادوسیہ و پفلاگونیہ پر یومنیس (جو پردکاس کے ساتھیوں میں سے تھا) فائز ہوئے۔ ابھی تک مُلک کاپادوسیہ وہاں کے ملکی حکمران آریاراتھیس ہی کے قبضے میں تھا، اور سلطنت میں اُس کا الحاق کرنا ابھی باقی تھا۔ مقدونیہ خاص انتی پاتر کو دیا گیا، نیز یونان کی نگرانی کا کام بھی سپرد کیا گیا اور کراتیروس کو "محافظ سلطنت" کا خطاب دیا گیا۔ سلطنت کا مشرقی حصّہ پہلے کی طرح پرانے صوبہ داروں ہی کے متعلق رہا۔ سکندر کی موت پر جو کچھ لشکر میدان میں تھا وہ سب پردکاس کی اعلیٰ ترین کمان میں دے دیا گیا، لیکن ساتھ ہی مختلف مقدونوی سپہ سالاروں کو بھی فوجی دستے حوالے کئے گئے، اور وہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ عہدوں کی تقسیم کے لئے دیکھو نیز ۱۹۵/۱۹۹۔ نوآبادیوں کے قیام اور بت خانوں کی تعمیر کا خیال سکندر کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اب اسے بر آئندہ کر دیا گیا؛ (دیکھو ڈرواسےسن، ۱۹۸)۔

باب ۱

اس قدر تعداد میں کہ شائد خود سکندر اس کا روادار نہ ہوتا۔ ان دستوں کے قیام کی وجہ سے وہ قدیم ایرانی صوبہ داروں کے مماثل ہو گئے، لیکن اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو توحد کے اُصول سے گریز اس سے بھی زائد تھا اس لئے کہ یہ صوبہ دار مقدونوی تھے جو مقدونوی سپاہیوں کی گویا افسری کرتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ مقدونوی لشکر کی کمیان کی تقسیم گویا سلطنت ہی کی تقسیم کا پیش خیمہ تھا، اور اس میں کسی قسم کا توحد قائم کرنے سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ نئے صوبہ داروں کے اختیارات میں کمی کی جائے۔

اسی دوران میں روشنک کے بطن سے (جس نے اس سے پہلے سکندر کی دوسری بیوی یعنی دارا کی بیٹی استاتیرہ کو جان سے مروا ڈالا تھا) ایک فرزند تولد ہوا جس کی بادشاہی کا فوراً اعلان کر دیا گیا، اور جسے سکندر کے نام سے شاہ فیلقوس کے بازو میں جگہ ملی۔ یہ بالکل بین تھا کہ ایک نیم خبطی اور ایک شیر خوار بچہ ایسی سلطنت پر کسی طرح حکومت نہیں کر سکتے تھے جس میں سیکڑوں مختلف عناصر پائے جاتے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کے جنازے کے آخری رسوم میں ان ہی سب واقعات کے باعث سخت تعویق ہوئی تھی۔

سکندر کی وفات سے یونانیوں کو موقع ہاتھ آیا اور اُنھوں نے مشرق اور مغرب دونوں میں بغاوت کر دی۔ سب سے پہلے تو مشرق میں اُن بیس ہزار پیدل سپاہ نے، جسے سکندر نے جیحون و سیحون کے کنارے پر آباد کیا تھا، علم بلند کر دیا اور مغرب کی طرف اپنے وطن مالوف کی طرف چل دیئے۔ اس پر پردکاس نے اُن کے مقابلے کے لئے فیثون کو روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اُن میں سے ہر ایک متنفس کو قتل کر دے۔ اُس نے باغیوں کو

باب ۲

شکست تو دے دی لیکن اُن کے قتل عام سے باز آیا۔ تاہم اسی اثنا میں جب وہ اُن کی جان بچانے والا ہی تھا، مقدونوی سپاہی اُن پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک ایک کو قتل کر ڈالا تاکہ مال غنیمت پر حسب دلخواہ قبضہ ہو سکے ۔[۲]

اس سے بھی زیادہ خطرناک خود دیار یونان میں یونانیوں کی بغاوت تھی، جس میں ایتھنز اور ایتولیہ نے بےچین عناصر کی سرکردگی کی۔ سکندر کے حکم سے جو جلاوطن شہری واپس آئے تھے اُنکی واپسی کی وجہ سے انھیں دو مملکتوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچتا تھا، اور یہی دو ایسی تھیں جنھیں آزادی کا احساس نسبتہً زیادہ تھا، گو اس احساس کے اسباب جداگانہ تھے۔ ایتھنز تو اس لئے آزادی کا دلدادہ تھا کہ ابھی تک اُسے اپنی پرانی عظمت کی یاد تازہ تھی اور وہی یونان میں سب سے زیادہ متمدن مملکت گنی جاتی تھی، اور ایتولی ابھی تک نیم بربری سے تھے، چنانچہ وہ کسی کا دست نگر رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ الغرض سکندر کی موت کے بعد یونانیوں کی عام حالت کچھ ایسی مایوس کن نہیں تھی، اور ایتھنز کے پاس جو وسائل جنگی تھے وہ پچھلے چند سال سے کہیں بہتر تھے۔ ایک ایتھنزی مسمی لیوس تھنیس یونانی اجیر سپاہیوں کے ایک بڑے لشکر کو ایشیا سے یورپ لایا اور راستے میں اُسے راس تینے نارو م لے گیا جو اس قسم کے جانبازوں کا ہمیشہ سے آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے اپنی خدمات اپنے وطن مالوف کے سامنے مقدونیہ کے خلاف فوج کشی کے لئے پیش کیں۔ اُدھر ایتھنز ہارپالوس کے پسماندہ روپے کے ذریعے سے، جس کی واپسی کا

---

[۲] باختر میں یونانیوں کی بغاوت؛ ڈرواسے سن ۲، ۱، ۲۲۴؛ ہیز ے، ۱، ۱۹۹، ۲۰۰۔

باب

ابھی تک کوئی سوال نہیں اُٹھایا گیا تھا، اجیر سپاہی با آسانی مہیا کر سکتا تھا، گو اس رقم کی مقدار کچھ ایسی زیادہ نہ تھی۔ الغرض آٹھ ہزار تجربہ کار سپاہی فوج میں بھرتی ہو گئے جنھیں لیوس تھنیس ایتولیہ ہو کر لے گیا۔ ایتولیہ میں اُسے سات ہزار اور مل گئے اور اب متحدہ افواج نے مقدونیہ کے خلاف تھرموپلی کا رُخ کیا۔ اس کے علاوہ ایتھنزیوں نے تمام یونانیوں کو دعوت دی کہ وہ مسلح ہو کر آزادی کے علم کے نیچے جمع ہوں۔ ابتدا میں تو بہت سے شمالی یونانیوں نے اس کے جواب میں لبیک کہا۔ چونکہ انتی پاتر کے لشکر کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی اس لئے یونانیوں کو کامیابی کی تھوڑی بہت امید تھی، اور یہی وجہ تھی کہ اس جنگ کو "جنگ یونان" کہنا کچھ ایسا نامناسب نہیں تھا۔ انتی پاتر کو امید تھی کہ اُسے کراتیروس کی پوری مدد ملے گی، لیکن موخر الذکر ابھی تک ایشیا ہی میں تھا (جلد ۳، باب ۲۶)۔ انتی پاتر کی قوت کا تمام و کمال دار و مدار اُس کے بیڑے اور وافر خزانہ و وسائل پر تھا، بہر حال ابتدا میں تو سب باتیں حسب دلخواہ طے پائیں۔ بیوتی مقدونیہ کے ہمنوا تھے، چنانچہ اُنھوں نے ساڑھے پانچ ہزار شہریوں اور دو ہزار اجیر سپاہیوں کی فوج کو لے کر اُن کی مدد سے ایتھنزیوں کو شمال کی طرف پیشقدمی کرنے سے روک دیا۔ لیکن لیوس تھنیس فوراً تھرموپلی سے نکل کر اُن پر ٹوٹ پڑا اور انھیں پلاٹیہ کے میدان میں شکست دے دی۔ اس کے بعد تھرموپلی کے درے پر انتی پاتر کی مختصر فوج کو تھسالوی سواروں کی دغا کی وجہ سے ایتھنزیوں کے ہاتھوں پھر شکست پہنچی اور انتی پاتر کو قلعۂ لامیہ میں، جو سپرخیوس کی وادی میں واقع تھا، پناہ گزین ہونا پڑا۔ اُس نے اس قلعے کی نہایت ہی قابلیت کے ساتھ حفاظت کی اور ابتداء میں اپنے حریفوں کو شمال کی طرف بڑھنے سے روک دیا۔ اسوقت

تک یونانیوں کو ہر جگہ کامیابی ہی کامیابی ہوئی تھی، اور اب اُنھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے اُن ہموطنوں کو بھی بغاوت میں شمول کی ترغیب دی جائے جنھوں نے اس وقت تک اس تحریک میں کوئی حصّہ نہیں لیا ہے۔ اوّل تو ایتھنزی سفیروں نے کوشش کی کہ پیلوپونیزی ان کے ساتھ مل جائیں، اور جلاوطن دیموس تھنیس کی تائید سے اُنھیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ لیکن پیلوپونیزیوں نے زبانی جمع وخرچ کے علاوہ عملاً کچھ نہیں کیا، اور جنگ خیئرونیہ کی طرح اُنھوں نے اپنی شکل بھی نہیں دکھائی۔ شائد اس کی وجہ یہ بھی کہ اکروکورنتھوس کا مقدونوی دستہ اُنھیں ایک خوفناک سدِّ راہ معلوم ہوتا تھا۔ لیوس تھنیس نے متواتر چھاپوں کے ذریعے سے لامیہ پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن نہ صرف اُسے کامیابی ہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ وہ خود بھی میدان کارزار میں کام آیا۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ ایتھنزی فوکیون کو، جو واقعاً اس عہدے کے لئے مناسب ترین شخص تھا، اُس کا جانشین مقرر کرتے، اُنھوں نے ایک دوسرے شہری مسمّی انتی فلیوس کو سپہ سالار مقرر کیا اور ساتھ ہی دیموس تھنیس کو بھی جلاوطنی سے واپس بُلا لیا۔ جس وقت یہ خطاب ساحل ایتھنز پر اُترا ہے تو اسے نہایت ہی جوش وخروش سے خوش آمدید کیا گیا، اور چونکہ ابھی تک اُس کا جرمانہ ادا نہیں ہوا تھا اس لئے قرار پایا کہ زیوس سوتر کی قربان گاہ کی تزئین پر جو روپیہ خرچ ہوا ہے وہ اسی کے متعلق قرار دیا جائے۔ لیکن اس کے بعد یونانیوں کو جنگ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ انتی پاتر نے پروکاس کی ہدایت کے بموجب کاپادوسیہ یومنیس کے لئے فتح کرنے کے بجائے لامیہ پر حربہ کرنا مناسب سمجھا، اور اب اُس کی مدد کے لئے لیوناتوس بھی آگیا۔ لیکن وہ پہلے ہی حملے میں

باب ۱

مقتول ہوا۔ اب انتی پاتر نے فوراً ہی اُس کے سپاہیوں کو اپنی ماتحتی میں لے لیا، اور اپنی قوت میں اس جدید اضافے کی وجہ سے وہ خیال کرنے لگا کہ وہ لامیہ کے محاصرے اور تھسلی و مقدونیہ کے میدانوں دونوں کے لئے تیار ہے۔ اب کراتیروس بھی انتی پاتر کے کیمپ میں آگیا، چنانچہ متحدہ افواج کی تعداد دشمن کے لشکر سے بڑھ گئی، اور یہ سب مل کر کرانون کے مقام پر یونانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس لڑائی میں یونانیوں کے طرفدار تھسالوی سواروں نے مقدونوی سواروں کو شکست دی، لیکن آخر کار مقدونوی جتھے نے یونانیوں کو نیچا دکھا دیا (سنہ ۳۲۲ ق م)۔ اس میں شبہہ نہیں کہ یونانیوں کے لئے یہ ایک بڑی روک تھی۔ لیکن اس کا بدل ناممکن نہیں تھا، اور یونانیوں کی مایوسی کی اب بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ لیکن اُنھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ فریق ثانی سے صلح کے لئے گفت و شنود کی ابتدا کریں، اور جب انتی پاتر نے کمال ہوشیاری سے یہ اعلان کیا کہ وہ یونانیوں کی کسی لیگ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کی بجائے وہ ہر یونانی ریاست سے فرداً فرداً گفتگو کرنے کے لئے تیار ہے، تو لیگ کا خاتمہ کر دیا گیا اور مختلف دستوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ الغرض تھسلی کا مقدونیہ میں الحاق کر دیا گیا، اور ایتھنز نے بھی دوسری ریاستوں کی طرح علٰحدہ گفتگو شروع کر دی۔

اسی دوران میں مقدونوی بیڑے نے دریائے اخے لاؤس کے دہانے پر ایخی نادائے کے قریب شکست دی اور رھامنوس آکر لنگر ڈال دیا جس کی وجہ سے ایتھنزی اور بھی زیادہ خوف زدہ ہو گئے۔ الغرض ایتھنزیوں نے فوکیون کو سفارت پر روانہ کیا، اور دوسری سفارت میں اکادمی کے صدر زینوکراتیس ساکن خالکدون نے بھی، جس کی عزت مقدونوی بھی

کرتے تھے، حصہ لیا۔ انتی پاتر کی شرائط نہایت سخت تھیں، یعنی یہ کہ ایتھنز ہی مقدونیہ کے مخالف فریق کے رہبروں کو مقدونیہ کے حوالے کردیں اور اپنے دستور میں مقدونیہ کی مرضی کے مطابق تبدیلیاں کردیں۔ آخر کار ایتھنز کو ہتھیار ڈال دینے پڑے، لیکن جن مدبروں کو انتی پاتر نے طلب کیا تھا وہ سب کے سب فرار ہو گئے۔ ستمبر ۳۲۲ق م میں مقدونوی سفیروں نے مونی خیہ کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ خود ایتھنزیوں نے فرار شدہ شہریوں کو سزائے موت کا مستحق قرار دیا، اور انتی پاتر نے ان کی تجویز کی تعمیل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ان میں سے بعض (مثلاً ہی پریدلیس) ائی گینا کے حرم ایاکوس میں گرفتار ہوئے اور انکا بمقام کلیونائے کام تمام کر دیا گیا۔ دیموس تھنیس کالوریہ بھاگ گیا، جہاں اُس کا تعاقب ایک ایکٹر آرخیاس ساکن تھوری نے کیا جو انتی پاتر کا معتمد علیہ تھا، اور اُس نے دھمکیاں دے کر اور وعدہ وعید کر کے یہ سمجھایا کہ مناسب یہی ہے کہ وہ اس کے ساتھ چلے۔ دیموس تھنیس نے اوّل تو اُسے اُس کے کمال کے بیکار ضائع جانے کے طعنے دئے اور پھر آخر الامر زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ الغرض اس طرح اُن لوگوں کو چُن چُن کر، جنھوں نے آزادی کے احساس کو زندہ رکھا تھا، راستے میں سے ہٹا دیا گیا، اور مقدونیہ کی مخالفت کا جذبہ بالکلیہ مردہ کر دیا گیا۔ اب جبکہ نہ فیلقوس باقی تھا نہ سکندر، جو تہذیب و تمدن کی نشر و اشاعت کرتے، یہی لوگ ایک نہایت قابل تعریف کام انجام دے رہے تھے۔ انتی پاتر نے دستور ایتھنز میں یہ تبدیلیاں کرنی چاہئیں کہ حقوق شہریت آئندہ صرف اُنھیں ایتھنزیوں کو حاصل رہیں جو بیس مینائے یعنی دو ہزار درہم کی جائداد پر قابض ہوں، اور اس تبدیلی کو دستور ایتھنز کے احیاء کا لقب دیا گیا۔ اُن لوگوں میں سے، جن کے حقوق سلب

باب

کئے گئے تھے، بہت سے تھریس چلے گئے۔ اپنے خارجی مقبوضات میں سے ایتھنز کو اور ویوس، امبروس اور ساموس چھوڑ دینے پڑے، اور اُن کے حقدار مالکوں نے آکر اُن پر قبضہ کرلیا۔ ایتھنز خود لیمنوس پر برابر قابض رہا۔ الغرض یونانیوں کی فن حرب میں وہ مہارت کام نہیں آئی جو انھیں سنین ماضیہ میں حاصل ہوگئی تھی اور ہمارے نزدیک اس ناکامی کا اصلی باعث فوجی ناقابلیت نہیں بلکہ سیاسی نااہلیت تھی۔ اُن کے اتحاد واتفاق کا طمطراق ایک واحد حملے کی تاب بھی نہ لاسکا تھا اور مقدونیہ کے قابل ترین دشمن راستے میں سے ہٹا دئے گئے تھے۔ انتی پاتر کو یہ خیال ضرور ہوا ہوگا کہ اگر میرے ممتاز مخالفوں کا خاتمہ کردیا گیا تو میں محفوظ و مامون ہوجاؤں گا، چنانچہ اب فاتحوں نے اپنے اتحاد کو باہمی مناکحت وازدواج کے ذریعے سے مستحکم کرلیا یعنی کراتیروس نے انتی پاتر کی لڑکی فنیلہ سے شادی کرلی[۳۰]۔

۳۰ جنگ لامیہ؛ ڈرواسے سن، ۲، ۱، ۴۹ وغیرہ؛ کرافٹ Krafft. پاؤلی کی محیط المحیط جلد ۴، ۲ ۴ ۷ تا ۷ ۴ ۷ میں؛ شیفر: "جنگ لامیہ" Schaeffer; Der lamische Krieg گیبن، ۱۸۸۶ء۔ نیز دیکھو ہرمان: "مملکت قدیمہ" اشاعت تومزر Thumser } ۱۳۴؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۳۵۱/۳۹۷۔

ایتھنزیوں کا خودداراانہ حکم، جس کی اہمیت کا ڈرواسے سن بھی اندازہ کرتا ہے؛ دیو دوروس ۱۸، ۱۰۔ نیز مقابلہ کرو "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" C. I. Att. جلد ۲، ۱۸۴۔

لیوس تھنیس اتیھنزی تھا؛ دیودوروس ۱۸، ۹۔ اب سے کچھ مدت پہلے عام خیال یہ تھا کہ یہ وہی لیوس تھنیس ہے جو فن خطابت اور فن سپہ سالاری میں ممتاز تھا اور جو ۳۶۱ ق م میں مقدونیہ بھاگ گیا تھا (شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۳۳)، لیکن اب اس خیال کا کوئی پیرو نہیں رہا، اور یہاں ہمیں یہ بھی یاد

باب ۱ | ایتولیہ والوں نے ابھی تک اطاعت قبول نہیں کی تھی؛ چنانچہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ رکھنا چاہیئے کہ ۳۶۱ سنہ ق م کا سپہ سالار شائد اب ۳۲۲ سنہ ق م میں اتنا بڈھا ہوتا کہ وہ جنگ لامیہ میں کوئی ممتاز حصّہ بمشکل لے سکتا؛ دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۳۷۵۔ لیکن اس میں بھی شبہہ نہیں کہ فوکیون بھی ۴۰۰ سنہ ق م کے قریب ہی پیدا ہوا تھا اور ۳۲۲ سنہ میں وہ بہت معمّر تھا، تاہم لیوس تھنیس کے بعد فوکیون اُس کا جانشین مقرّر ہوا؛ چنانچہ ممکن ہے کہ ۳۲۲ سنہ ق م والا لیوس تھنیس وہی ہو جس کا ذکر ۳۶۱ سنہ ق م میں پڑھنے میں آتا ہے۔

ہی پریوس کا خطبہ جو اُس نے لیوس تھنیس اور اس کے ساتھیوں کے جنازے پر پڑھا تھا؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۳۷۵۔

دیموس تھنیس کی وفات؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۳۹۴۔ وہ ۱۶ مر پیانپسیون، اولمپیاد ۱۱۴، ۳ یعنی ۱۲ اکتوبر ۳۲۲ سنہ ق م کو مرا۔ اُس نے اپنے طویل سیاسی زندگی میں فیلقوس کی جس شدّت کے ساتھ مخالفت کی اس کی وجہ سے ایتھنز اور اُس کے حلیفوں کی عزّت ہمعصروں اور زمانۂ مابعد کے مورّخوں کے دل میں پیدا ہو گئی، چنانچہ اُس کا وطن اس کے ساتھ جو کچھ نہ کرتا تھوڑا تھا، گو یہ بھی ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ وہ نہایت لغو کارروائیاں کر کے اپنے شہر کو بدنام کرنے میں بھی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک اُس کی مقدونیہ کی آخری مخالفت ہر آئین تعریف کے قابل ہے۔ انتی پاتر کے ساتھ جنگ، وہ انتی پاتر جس کا مقصد بالکلیہ وہی تھا جو دیموس تھنیس بالکل غلط فیلقوس کے ساتھ منسوب کیا کرتا تھا، یعنی ایتھنز کی تسخیر، یہ جنگ نہ صرف انصاف کے مطابق اور مدح سرائی کے قابل تھی بلکہ اس جنگ میں کامیابی کی بھی امید تھی؛ اور اس جنگ میں دیموس تھنیس نے جو بھی کوششیں کیں اُن سے اُس کی زندگی کا اختتام نہایت قابل تعریف انداز سے ہوا۔ بڑے بڑے سیاست دانوں،

اب اُن کی باری آئی؛ لیکن ایشیائی معاملات اور سپہ سالاروں کے مابین سیادت کے مسئلے کے الجھاؤ نے ہر شخص کی توجہ مبذول کر لی تھی، ذی اقتدار لوگوں کے درمیان جو جھگڑے خفتہ تھے وہ اب بیدار ہو گئے۔ پردکاس چاہتا تھا کہ سلطنت کی وحدت کے اُصول پر زور دے جس کا وہ گویا قائم مقام تھا، لیکن اُس کے دوسرے ساتھی اسے پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ اُس کے اور اُن صوبہ داروں کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے جنھوں نے اپنے اپنے صوبوں میں تقریباً آزاد حکومت قائم کر لی تھی اور محافظ سلطنت کے لئے صرف عام نگرانی کا شعبہ چھوڑ دیا تھا۔ اپنی خود مختاری میں سب سے زیادہ غلو انتی گونوس والیٔ افروجیہ اور بطلیموس والیٔ مصر کو تھا۔ ان میں سے اوّل الذکر نے کاپادوسیہ کو فتح کرنے کے لئے فوج مہیا کرنے سے قطعاً انکار کر دیا، چنانچہ یومنیس پہلے سے بھی زیادہ پردکاس کا دوست اور ہمنوا بن گیا اور اُس نے پردکاس کو بہت سی ایسی باتیں بتائیں جو لیوناتوس نے اُسے راز میں بتائی تھیں۔ اب انتی پاتر کو معلوم ہوا کہ لیوناتوس صرف اسی لئے یورپ نہیں گیا تھا کہ انتی پاتر نے اس سے مدد چاہی تھی بلکہ واقعہ یہ تھا کہ سکندر والیٔ ایپائروس کی بیوہ یعنی سکندر اعظم کی بہن کلیوپاترا نے (جو سیاسیات میں حصّہ لینے کی دل سے خواہاں تھی) اُسے شادی کا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جیسے اوکونل، گلیڈسٹن اور دیموس تھنیس کے انفرادی افعال ہمیشہ اعلیٰ ترین نہیں ہوتے، اور جب کبھی وہ اپنے معیار سے گر جائیں تو ہمیں انکی تخریب کا پورا پورا حق حاصل ہے؛ لیکن دیموس تھنیس جیسا شخص اپنی زندگی کا خاتمہ ایسے انداز سے کرتا ہے جو اُسکے تمام پیشرو افعال کے مطابق ہے، تو پھر ہم اُسکی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے ایک اعلیٰ مطمح نظر کی قربان گاہ پر اپنے آپ کو چڑھا دیا۔

باب ۱۷

پیام بھیجا تھا۔ یہ وہ باتیں تھیں جو لیوناتاس نے کاپادوسیہ کی فتح میں مدد نہ دینے کے عذر کے طور پر یومنیس کو راز میں بتائی تھیں۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ لیوناتوس یومنیس کی براہ راست یا بالواسطہ مدد کرتا، وہ تھوڑے سے سپاہی اور بہت سا روپیہ لے کر پردکاس کے پاس بھاگ گیا، اور اُس نے واقعات کا صحیح اندازہ کر کے یہ فرض کر لیا کہ اگر پردکاس کو کلیوپاترا اور لیوناتوس کے راز و نیاز کا علم ہو گیا تو اُسے بہت کچھ مدد مل سکے گی اس لئے کہ جو شخص بھی کلیوپاترا کا شوہر ہو گا اُس کی اہمیت میں معتد بہ اضافہ ہو جائے گا۔ بہر حال پردکاس یہ قصہ سُن کر یومنیس کا دل سے ممنون ہو گیا اور اس کے بعد ہر بات میں اُس کی رائے لینے لگا۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں نے مل کر اریارتھیس شاہ کلیکیہ کو مغلوب کر لیا جس کے بعد (۳۲۲ ق م میں) یومنیس پردکاس کے ساتھ کلیکیہ میں رہ پڑا۔ لیوناتوس کی موت کے بعد پردکاس نے انتی گونوس کو مقدونیوں کی عدالت کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا (جس سے مراد دراصل خود پردکاس کی فوج کے سامنے انتی گونوس کی حاضری سے تھی) تاکہ وہ اپنی حرکات کا جواب دے؛ ساتھ ہی افروجیہ کا راستہ صاف کرنے کی غرض سے اُس نے لارانده اور ازورا کے شہروں پر قبضہ کر لیا جو اُس وقت تک آزاد تھے۔ اس کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ امور طے کرنے کے لئے تیار ہوا جس کی وجہ سے مقدونیوں کے مابین تنازعات پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے۔

اس وقت تک جملہ امور کا دار و مدار سپہ سالاروں ہی پر تھا، جو ہمیشہ ایک دوسرے سے پرخاش رکھتے تھے اور کسی دوسرے نواح سے ان میں سے کسی کو مدد نہیں ملی تھی لیکن

اب خاندان شاہی میدان سیاسیات پر دوبارہ نمودار ہوتا ہے۔ بایں ← واقعہ یہ ہے کہ اگر اس خاندان کے افراد اب بھی خاموش رہتے تو یقیناً نہایت تحیر آفریں ہوتا۔ اس طرف پہلا قدم کلیوپاترا نے اُس وقت بڑھایا جب اُس نے لیوناتوس کو شادی کا پیام دیا، اور اس میں شبہہ نہیں کہ اولمپیاس نے بھی اس طرف ضرور اشارہ کیا ہوگا۔ لیوناتوس کی موت کے بعد یہ بوڑھی ملکہ میدان سیاسیات میں علی الاعلان نمودار ہوتی ہے اور اب کلیوپاترا کو پردکاس کے سامنے پیش کرتی ہے۔ اس سے ذرا پہلے پردکاس نے انتی پاترا کی بیٹی نقیہ کے ساتھ شادی کی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ دوسرے نکاح کے منافی نہیں ہوسکتی تھی اور اولمپیاس پردکاس کے فائدے ہی کو ملحوظ رکھنے پر مجبور تھی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اس مسئلے کو طے کرے، اُسے ایک اور اشکال کا سدباب کرنا ضروری تھا۔ خاندان شاہی کی بیگمات میں اولمپیاس اور کلیوپاترا سے زیادہ کوئی حوصلہ مند نہ تھی۔ فیلقوس کی بیٹی سی نانہ جو امین تاس کی بیوی تھی اور جو موخر الذکر کے باپ پردکاس کی موت کے بعد ۳۵۹ ق م میں دعویدار تخت و تاج ہوسکتی تھی، اپنی بیٹی یوریدیس کا فیلقوس ارحیدایوس کے ساتھ نکاح کرکے اُسے ملکۂ مقدونیہ بنانا چاہتی تھی، اور اگر اُس کی چال چل جاتی تو اس کارتیہ اولمپیاس کی بیٹی سے پردکاس کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد بھی بڑھا ہوا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ پردکاس اس مناکحت کے خلاف تھا، اس لئے کہ فیلقوس جیسے نیم خبطی بادشاہ کا ایک چالاک عورت کے ساتھ شادی کرنا خالی از خطرہ نہ تھا۔ الغرض جب سینانہ یوریدیس کو لے کر فوج سمیت تھریس میں ہوکر ایشیا آئی تو پردکاس نے اپنے بھائی الکستاس سے اُس پر حملہ کرادیا اور اُس نے سینانہ کے ٹکڑے اڑا دئے۔ لیکن اس کی کامیابی کا

اس جگہ خاتمہ ہوگیا، اور اُس کے سپاہیوں نے اُسے مجبور کیا کہ وہ یوریدیس اور بادشاہ کی مناکحت میں مانع نہ ہو۔ بہرحال اسکے بعد اُس نے خود بھی اپنے نکاح کا معاملہ آگے بڑھایا اور فوراً کلیوپاترا سے نکاح کرلیا جو اُس وقت سارڈس میں مقیم تھی۔ اُس کی دوسری منکوحہ یعنی انتی پاتر کی بیٹی اب اپنے مائکے چلی گئی۔

ان سب واقعات نے مقدونیوں کے باہمی تنازعات میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ سپہ سالاروں کے جھگڑوں کی شدت خاندانِ شاہی کے جھگڑوں کی وجہ سے بڑھ گئی، اور اگر بالفرض اوّل الذکر میں کمی بھی ہوگئی ہوتی تو ثانی الذکر انھیں المضاعف کرنے کے لئے بالکل کافی تھے۔ خاندانِ شاہی میں اولمپیاس اور یوریدکیس، جو دو مختلف شاخوں کی قائم مقام تھیں، ایک دوسری کی نہایت سختی کے ساتھ مدمقابل بنی ہوئی تھیں۔ سپہ سالاروں میں پردکاس یومنیس کے علاوہ سب ہی کا مخالف تھا۔ اب پردکاس نے اولمپیاس کے ساتھ رشتہ پیدا کرلیا، اور یوریدیس ارمی دایوس کی بیوی بن گئی۔ ابتداء میں تو ان باتوں کی وجہ سے پردکاس کی حیثیت میں، جس نے سینانہ کو نوکِ شمشیر سے علٰحدہ کردیا تھا، اس قدر اضافہ ہوگیا کہ انتی گونس اکھاڑے سے نکل آیا اور اولمپیاس کے مخالف انتی پاتر کے پاس بھاگ گیا۔ انکا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ پردکاس کو اپنی کامیابی کا پہلے سے زیادہ یقین ہوگیا، اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جس طرح اُس نے اپنے ایک مدمقابل کا خاتمہ کر دیا تھا اسی طرح وہ اپنے دوسرے حریف کو بھی انجام کو پہنچائے گا۔ بطلیموس، صوبہ دارِ مصر، اتنا ذی اقتدار ہوگیا تھا کہ اُس نے سرنہ تک کو محض اپنے قوتِ بازو سے فتح کرلیا تھا، چنانچہ اُس کی سرکوبی بھی لازم تھی۔ لیکن چونکہ عقلمند بطلیموس نے انتی گونس سے بھی کم شکایت کا موقع دیا تھا

اس لئے اُس پر فوج کشی کرنے کا بہانہ ڈھونڈھنا نہایت دشوار تھا، اور پرڈکاس کو اپنے دل سے ایک شکایت ایجاد کرنی پڑی۔ اگر وہ بطلیموس پر حملہ کرنے اور اُس کا خاتمہ کرنے پر تُلا نہ بیٹھا ہوتا تو یہ اُس کی عقل و فراست پر ایک طرح کا دھبہ ہوتا۔ اس بات کا باتفاق رائے تصفیہ ہو چکا تھا کہ سکندر کی لاش کو زیوس عمون کے نخلستان میں دفن کیا جائے، جو بطلیموس کے صوبے میں واقع تھا، اور اب بطلیموس نے اس معاملے کو اتنا آگے بڑھایا کہ آخرکار لاش مصر میں آہی گئی اس پر پرڈکاس کہنے لگا کہ اس طرح بطلیموس کو اپنے دوسرے ساتھیوں پر تفوق حاصل ہو گیا ہے، اس لئے کہ وہ مُلک جس میں سکندر مدفون ہو، اور اُس کا صوبہ دار، دونوں کی حیثیت تمام دوسرے ملکوں اور صوبہ داروں سے زیادہ ہو جائے گی اور یہ ظاہر کیا کہ فوج بھی اُسی کی ہمرائے ہے۔ ساتھ ہی اُس نے بطلیموس کے خلاف دوسری شکایات کا اعلان بھی کیا اور بالآخر رسمی طور پر فوج کے سامنے استغاثہ دائر کیا۔ ممکن ہے کہ اس کا خیال ہو کہ بطلیموس اس استغاثے کے جواب میں حاضر نہ آئے اور اس طرح اپنی مشکلات میں اضافہ کر دے، لیکن اس توقع کے خلاف بطلیموس آیا اور اُس کا جواب سُن کر فوج نے اُسے قطعاً بے گناہ قرار دیا۔ اس پر پرڈکاس نے ازراہ حماقت یہ خیال کیا کہ اسی فوج کو لے کر مصر فتح کر لینا مشکل نہیں، چنانچہ ایشیائے کوچک یومنیس کے سپرد کر کے وہ خود دریائے نیل کی طرف بڑھ گیا۔ اس سے ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی، یعنی یہ کہ یومنیس نے تو اپنا کام بحسن و خوبی انجام دیا لیکن پرڈکاس کو ناکامی ہوئی اور آخرکار خود اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں مقتول ہوا[۵۷]۔

---

[۵۷] پرڈکاس کے آخری کام اور جانبازیاں؛ ڈرو ائے سن ۲، ۱، $\frac{۸۹}{۱۳۹}$ -

باب ۱

یومنیس پر مغرب کی جانب سے انتی پاتر و کراتیروس نے اور مشرق کی طرف سے ارمنستان کے صوبہ دار نیو بطلیموس نے حملہ کر دیا۔ اُس نے سب سے پہلے تو نیو بطلیموس کو شکست دی، جس پر اُسے انتی پاتر و کراتیروس کے پاس پناہ لینی پڑی۔ اس کے بعد اُنھوں نے یہ انتظام کیا کہ انتی پاتر تو کلیکیہ روانہ ہوا اور کراتیروس یومنیس سے لڑنے کے لئے نیو بطلیموس کے ساتھ آگے کو بڑھے، جس سے اصلی مقصد یہ تھا کہ کاردیہ والے کا قلع قمع تنہا کراتیروس بغیر انتی پاتر کی مدد کے کر دے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اگر یومنیس کے مقدونوی سپاہیوں کو معلوم ہو جاتا کہ ہر دلعزیز کراتیروس اُس کی مخالفت کر رہا ہے تو وہ اپنے کماندار کو وہاں کا وہیں چھوڑ دیتے، چنانچہ یومنیس نے برابر اپنی فوج سے یہ چھپائے رکھا کہ اُنکا مدِّمقابل کون ہے۔ فریقین میں جو فیصلہ کن جنگ ہوئی اُس میں یومنیس کا سوارہ مُظفّر و منصور رہا، اور گو اُس کے دشمن کا مقدونوی جتھے کی کمر ٹوٹ نہ سکی تاہم کراتیروس اور نیو بطلیموس دونوں لڑائی میں کام آئے اور میدان آخر کار یومنیس ہی کے ہاتھ رہا۔ جتھا جو اب بے سر رہ گیا تھا، پردکاس سے جا ملا اور اُس کی وفاداری کا وعدہ کر لیا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ لارندہ و ازوراکی تسخیر؛ دیودوروس ۱۸، ۲۲؛ ان کے محل وقوع کے لئے دیکھو سٹیریٹ کے "مہم وُلف" کے لئے کیپرٹ کا نقشہ، بوسٹن، ۱۸۸۸ء۔ نیز دیکھو نیزے، ۱، ۲۱۲ تا ۲۲۳۔ Arr. Succ. ص ۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس نے فوج کے تصفیے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ سکندر کا دفن نیزے، ۱، ۲۱۷۔ اُس کی لاش کو بجائے زیوس عمون کے میم فیس لائے اور یہاں سے اسکندریہ لے گئے۔

تری پارادی سوس کے انتظامات؛ دیودوروس ۱۸، ۳۹ مقابلہ کرو سانتو کا رسالہ جس کا حوالہ حاشیہ ۱ میں دیا گیا ہے، جسکے بموجب جملہ ایشیائی صوبوں کی حالت وہی ہو گی جو ایرانی صوبوں کی تھی۔

باب

لیکن اس سے مقدونیوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ایک مشکل سے نکال لیں، اور جب خطرہ فرو ہو گیا تو وہ نکل کر سیدھے انتی پاتر کی طرف چل دیئے۔ ان تمام واقعات سے یونانیوں کو نظر آ گیا کہ اگر انھیں مسلسل فتوحات حاصل نہیں ہوئیں تو ان کا کیا حشر ہونا ہے۔

لیکن مصر میں نتیجہ بالکل خلاف امید نکلا۔ یہاں پردکاس خود اپنے بل بوتے پر لڑائیاں لڑ رہا تھا۔ جب بطلیموس خطِ دریائے نیل کی نہایت فراست اور بہادری سے حفاظت کر رہا تھا تو پردکاس اپنے سپاہیوں کی قوت کو بیکار جمع کر کے اپنے سپاہیوں کی قوت کو زائل کر رہا تھا، اور آخر کار خود اُسی کے افسروں نے، جن میں سلیوکوس بھی شامل تھا، اُسے قتل کر دیا! اب مقدونی فوج سب کی سب بطلیموس کی مطیع ہو گئی، اور اگر اُن کی چلتی تو اُسے یقیناً متوّلی سلطنت کا رتبہ حاصل ہو جاتا۔ لیکن اُس نے یہ خطرناک عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور اپنی جگہ دو شخصوں کی سفارش کی، یعنی فیثون ساکن مدیہ کی اور سپہ سالار ارھی دایوس کی، چنانچہ اب ان دونوں کو مشترکاً متوّلی سلطنت بنایا گیا۔ اب تولیت محض برائے بیت رہ گئی، اور یومنیس کی فتوحات بالکل بے کار ثابت ہوئیں، اس لئے کہ بغیر کسی مقدونی کی ضمانت کے یہ کاروبار والا کسی شمار و قطار میں نہیں تھا۔ آخر کار ۳۲۱ء ق م میں اُس کے اور پردکاس کے بعض دوستوں کے خلاف سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ بعض خلفشاروں کے بعد، جس کی بانی مبانی یوریدایس تھی، فیثون اور ارھی دایوس کی جگہ مُلک شام میں معمر انتی پاتر متوّلی بنایا گیا، اور وہ اور انتی گونوس دونوں اُسی مُلک کی طرف روانہ ہوئے۔ گو انتی پاتر پوری دیس کے دشمن کا

باب ۱

دشمن تھا، لیکن اس بیچین عورت نے، جس نے اپنے افعال سے یہ دکھا دیا تھا کہ اُس میں سیاسی قابلیت اتنی نہیں تھی جتنا سیاسیات کا شوق، اُسے تقریباً معزول کر دیا۔ لیکن انتی گونوس کی مدد سے وہ اپنے نئے عہدے سے برابر چمٹا رہا اور آخر کار مقدونوی جتھے نے اُس کے تقرر کی توثیق کر دی۔

سنہ ۳۲۰ ق م میں تری پارادیسوس میں اعزازوں اور ولایتوں کی جدید تقسیم کی گئی، اور اس تقسیم میں سب سے نتیجہ خیز بات یہ ہوئی کہ بابل سیلیوکوس کو تفویض کیا گیا۔ علاوہ ازیں انتی گونوس سپہ سالار بنایا گیا، کاساندر خلیارخ رہا، انتی گنیس آرگیراس پدائے کے جیش کے کماندار کو ملک سوس ملا، نکانور کو کاپادوسیہ، فیثون کو مدیہ کا صوبہ اور شرقی صوبوں کی کمان تفویض ہوئی۔ اس تقسیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب علاوہ مختلف صوبہ داروں کے اور تمام سلطنت کے منتظم کے ایک خلیارخ، ایک سپہ سالار، ایک سپہ سالار صوبجات شرقی، ایک کماندار جیش کا اضافہ ہوا جن میں سے خلیارخ کے سوائے ہر ایک کے متعلق ایک ایک صوبے کا انتظام بھی رکھا گیا۔ اس سے کریلے اور نیم چڑھے کی مثل صادق آگئی، اس لئے کہ اب جدید مسئلۂ زیر بحث یہ ہو گیا کہ سپہ سالاروں کو صوبہ داروں کے خلاف اور صوبہ داروں کو خلیارخ کے خلاف کیا کیا حقوق حاصل ہوں گے؛ ظاہر ہے کہ ان دونوں سوالوں کا جواب صرف میدان جنگ ہی میں دیا جا سکتا تھا۔ انتی پاتر اس افراتفری کے اضافہ کرنے میں ممد نہیں ہوا، بلکہ اُس کے طرز عمل کو خود اُس کے میلانات اور پردکاس کے حالات نے گویا متعین کیا۔ اگر پردکاس نے اپنی تولیت کے زمانے میں بہت کچھ جلت پھرت دکھائی تھی، تو معمر انتی پاتر اس کا بالکل عکس ثابت ہوا تھا، اور اُس نے

باب ۱

اُن سب توقعات کو گویا پورا کر دکھایا تھا جو اُس کے تقرر کے وقت اُس کے ساتھ وابستہ کی گئی تھیں۔ اُس نے اپنی توجہ کلیۃً مقدونیہ اور یونان پر مبذول رکھی، اور ایشیا کے لئے کچھ نہیں کیا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح سے واقف تھا کہ اب سکندر کی موت کے بعد اُس کی عظیم الشان سلطنت کے قیام کی اس سے بھی کم امید تھی جتنی اُس کی زندگی کے دوران میں۔

صرف ایک شخص نے اس سلطنت کے بقا کی کوشش کی، اور یہ یومنیس تھا۔⁵ یومنیس در اصل اُس نظام سے باہر تھا جو سپہ سالاروں نے تیار کیا تھا۔ اُسے سزائے موت کا مستحق گردانا گیا ہو، لیکن اُس پر قابو پانا دوسری بات تھی، اور یہ کچھ آسان کام نہیں تھا۔ اگر پردکاس کے تمام پیرو اُس کا حکم مان لیتے تو میدان یقیناً اُس کے ہاتھ رہتا، اس لئے کہ اُس نے اپنے افعال سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ سکندر کے سب سے عقلمند جانشینوں میں سے ہے۔ لیکن کسی نے کھلے دل سے اس کی مدد نہیں کی، اور بالآخر اُس کا زوال یقینی ہو گیا۔ اُس کے لئے سب سے مشکل کام یہ تھا کہ مقدونوی سپاہیوں کو مقدونوی سپہ سالاروں

⁵ یومنیس؛ نیپز ے، ۱، $\frac{۲۲۵}{۲۳۰}$ نورا کے محل وقوع کا (جس کا نام استرابو کے نزدیک نیرو اسوس پڑ گیا) ابھی تک تعین نہیں ہوا۔ ہملٹن اور سٹیریٹ (: "سفرنامہ" Starret: Journey "بوسٹن، ۱۸۸۸ء صفحہ ۳۲۲۔ یہ زنجبار کلیسی کے بلند ترقلے کا نام ہے جو ارگایوس نامی پہاڑ کے جنوب و مغرب میں واقع ہے؛ لیکن ریمزے Ramsay کے نزدیک یہ ذرا زیادہ مغرب میں ہوگا As Min. ۳۰۸، اور اس انتاج میں اس کا دار و مدار استرابو ۱۲، ۵۳۷ پر ہے۔

انتی گونوس الکستاس کو پسیدیا میں نیچا دکھاتا ہے؛ نیپز ے، ۱، ۱، ۲۴۱۔

یومنیس نوارا سے فرار ہوتا ہے؛ ایضاً ۲۳۸۔

باب ۱

کے خلاف لڑائے، چنانچہ اُنھوں نے اُسے بہت سے مواقع پر دغا دی اور آخر کار اُنھیں کے فریب سے اُس کا کام تمام ہوا۔ اُس نے اپنے قدم ایشیا میں اُس وقت تک جمائے رکھے جبتک کہ انتی گونوس سیولوندیس کو، جو یومنیس کے سوارے کا ایک افسر تھا، رشوت نہ دے دی چنانچہ عین لڑائی کے ہنگامے میں وہ انتی گونوس کی طرف چلا گیا جس کی وجہ سے (سنہ ۳۲۰ ق م میں) یومنیس کو شکست ہو گئی۔ یومنیس نے ارمنستان بھاگ جانے کی کوشش کی، لیکن اس کا راستہ روک دیا گیا اور وہ لیکاؤنیہ اور کاپادوسیہ کے درمیان نورا نامی ناقابل تسخیر قلعے میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ یہاں انتی گونوس نے اُس سے گفت و شنود شروع کی، لیکن باہمی مفاہمت کی کوئی شکل نظر نہیں آئی۔ انتی گونوس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر غالباً یومنیس انتی پاتر کے پاس چلے جانے کو ترجیح دیتا تھا، اور اسی مقصد کے حصول کے لئے اُس نے ہیئے رونی موس ساکن کاریہ کو یوریپ روانہ کیا۔ اسی دوران میں ایشیا میں حالات و واقعات نے مستقل صورت اختیار کرنی شروع کر دی یعنی انتی گونوس نے پسیدیا اور بطلیموس نے شام پر قبضہ کر لیا۔ الغرض اگر یومنیس کے خاتمے کو نظر انداز کر لیا جائے تو اُس وقت ایشیا اور یوریپ دونوں میں تھوڑا بہت امن و امان پیدا ہوا ہی تھا کہ سنہ ۳۱۹ ق م میں انتی پاتر کی موت کی وجہ سے بساط سیاست میں از سر نو پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں [۶]۔

---

[۶] انتی پاتر کا اختتام: ڈرواسے کے سن ۲، ۱، ۷، ۱؛ نیز سے ۱، ۴، ۲۳۴۔ کاسیاندر کے حکم سے دیمادیس کا قتل؛ نیز سے ۱، ۲۳۳۔ اپنے بعد انتی پاتر نے جانشینی کا کیا انتظام کیا؛ دیودوروس ۸، ۱، ۴۸۔ معلوم ہوتا ہے کہ ولی شاہی "کارتبہ" "متولیٔ سلطنت" سے کم تھا۔ دونوں نااہل بادشاہوں کی ولایت کا کام

باب۱

انتی پاتر نے اپنے بیٹے یعنی خلیارخ کاساندر کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی بجائے اپنے ایک بڑے فوجی ساتھی کو نامزد کیا جس کا نام پولیس پرخون یا پولی پرخون تھا، اور جو مقدونیہ کے مغربی صوبے یعنی تیم فایہ کا باشندہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے نام نہاد مرکزی اقتدار میں مزید کمی پیدا ہو گئی۔ انتی پاتر کو تمام مقدونوی قوم وقعت کی نظر سے دیکھتی تھی، اور اگر وہ چاہتا تو مرکزی انتظام کے لئے بہت کچھ کر جاتا؛ لیکن پولیس پرخون کا مقدونیہ سے باہر مطلق کسی قسم کا اثر نہیں تھا، اور مقدونیہ میں بھی اسے بہت کم لوگ مانتے تھے۔ انتی پاتر کو یقیناً اس قسم کی صورت حال کا علم ہو گیا۔ کاساندر اپنی توہین و تذلیل کا خار کھائے ہوئے تھا، لہذا وہ اپنے باپ کے مرتے ہی انتی گونوس کے پاس چلا گیا تاکہ ایشیا میں بیٹھ کر اپنے حریف پولیس پرخون کی مخالفت کرے۔ یہ گویا ایک نئی ہڈی تھی جو سپہ سالاروں اور مقدونیوں کے سامنے پھینک دی گئی تھی۔ پولیس پرخون نے اپنے چاروں طرف مدد کے لئے دیکھا، اور کہیں کہیں سے اسے مدد مل بھی گئی۔ سب سے پہلے تو اس نے یونانیوں کے سامنے ہاتھ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پولیس پرخون کے سپرد ہوا، لیکن اس "ولی" کے فرائض خود اسپر چھوڑ دئے گئے، اور یہ ویسے بھی فطرتاً مناسب تھا کہ جس کسی کو اس کے کام میں عملی دلچسپی نہ ہو وہ اس کی طرف مطلق توجہ نہ کرے۔

فوکیون کا خاتمہ: ڈرواے سن ۲، ۱، ۴۱۲ وغیرہ جہاں پلوٹارک کی "حیات فوکیون" ۳۲ وغیرہ کا اتباع کیا گیا ہے؛ دیو دوروس ۱۸، ۶۴/۶۶؛ نیپوس: "پولی اے نوس ۳" Ael. V. H. ۳، ۴۷۔ نیز مقابلہ کرو ہرمان ٹومزر: "مملکت قدیمہ" ۱۳۴، اور نیز ۱، ۳، ۲۴۴۔

فوکیون حق پرست مدبروں کیلئے گویا ایک نمونہ تھا اور ہر طرح کی فضول خرچی کا بڑا نقاد تھا؛ لیکن اس میں انسانوں کا رہبر بننے کی قابلیت نہیں تھی۔

باب ۱

پھیلایا۔ یونانیوں کے ساتھ سکندر کے جانشینوں نے اتنا بُرا سلوک کیا تھا کہ اُب انھیں پولیس پرخون بسا غنیمت معلوم ہوا، گو اس وقت تک اس نے اُن سے محض وعدے وعید ہی کئے تھے شاہ فیلقوس کے نام سے پولیس پرخون نے اعلان کیا کہ یونانی اپنے اُن پرانے دستوروں کو از سر نو رائج کر سکتے ہیں جو سکندر کے زمانے میں نافذ تھے؛ اس کے علاوہ جلاوطنوں کو واپس آنے کی اجازت مل گئی اور ایتھنز سے ساموس کے الحاق کا وعدہ کر لیا گیا اس طرح اُس نے گویا ہر فریق کو خوش رکھنے کی کوشش کی، اور یہ اسے خیال بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُس کے مختلف وعدے ایک دوسرے کے موافق ہیں یا متغائر۔ چونکہ کاساندر عدیدی دساتیر کی طرف مائل تھا اس لئے اس اعلان میں گویا عمومیوں ہی کو مخاطب کیا گیا تھا، اور ہم عنقریب دیکھیں گے کہ آخر اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ اس کے بعد وہ اولمپیاس کی طرف متوجہ ہوا، جو اس وقت ایپائروس میں سکونت پذیر تھی، اور اس طرح اُس نے پردکاس کے قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کی۔ اولمپیاس اور انتی پاتر کی کبھی نہیں بنی تھی، اور اسی لئے اُس کے واسطے کاساندر کے مخالفوں کا ساتھ دینا ضروری تھا بجنسہ یہی ہوا۔ بہرحال پولیس پرخون کو جو مدد یونانیوں اور اولمپیاس کی طرف سے دی گئی وہ اُس کے کسی کام نہیں آئی۔ یونانی اس بات کو اچھی طرح سے جانتے تھے کہ وہ دوسرے مقدونیوں سے زیادہ ان کا دوست نہیں ہے؛ رہی اولمپیاس، تو اُس کے پاس اوّل تو سرے سے مادّی قوت تھی ہی نہیں، دوسرے اگر پولیس پرخون کی وجہ سے وہ گمنامی سے نکل بھی آئی تو اُسے یوریدیس کی علانیہ مخالفت کے واسطے تیار رہنا پڑے گا۔ یہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص ایک طرف تو اولمپیاس کی رہبری قبول کرے اور دوسری جانب خود یوریدیس

کے شوہر کے نام سے حکومت بھی کرے، جو دونوں بادشاہوں میں اکیلا صحیح الدماغ سمجھا جا سکتا تھا۔ ہم عنقریب دیکھیں گے کہ اس تجربے کو سخت ناکامی ہوئی۔ لیکن فی الفور تو اولمپیاس کی مداخلت کی وجہ سے اس ملک (یعنی ایشیا) میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوئی جہاں پولیس پرخون کی مادی قوت کا اثر نہیں تھا۔ یہاں اولمپیاس اُس کے اور یومنیس کے مابین مفاہمت کرنے کیلئے بیچ میں پڑ گئی۔ ان دونوں نے بہادر یومنیس سے کہا کہ تم یورپ میں پولیس پرخون کی مدد کرو، ورنہ ایشیا میں انتی گونوس کے خلاف شاہ فیلقوس اور شاہ سکندر کی پشت پناہی کرو۔ اس کے ساتھ ہی جیش خاص یعنی آرگی راس پدائے کی کمان اور خزانۂ عامرہ کے خرچ کرنے کا اختیار (جو اُس وقت تک کلیکیہ کے پہاڑی قلعہ کینوا میں تھا) اُس کے تفویض کیا گیا۔ کاردیہ والے کے لئے یہ اختیار گویا چھپر پھاڑ کر آئے اور ان سے اُسے وہ سب باتیں حاصل ہو گئیں جو وہ انتی پاتر سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آیا اُسے ان شرائط کا علم نوراہی میں ہو گیا تھا یا نہیں، لیکن وہ وہیں مقیم تھا کہ اُس کے پاس اُس کے دوست ہیئے رونیموس کے ذریعے سے انتی گونوس سے مزید گفت وشنود شروع ہوئی جن کے ذریعے سے اُسے یہ علم ہوا کہ انتی پاتر کی موت کے بعد سیاسی بساط میں متعدد تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔ اُس نے جزوی ترمیمات کے بعد جملہ شرائط منظور کر لیں، جس پر اُسے نورا سے نکلنے کی اجازت مل گئی۔ یہاں سے نکلنے کے بعد اُس نے اعلان کر دیا کہ وہ ایشیا میں حقوق شاہانہ کی حفاظت کرے گا، اور چونکہ اولمپیاس اور پولیس پرخون کے باہمی محالفے نے ارگیراس پدائے پر یقیناً اثر ڈالا ہو گا اس لئے انھوں نے اب یومنیس کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ اب اُسے لازم تھا کہ اپنی قسمت کو مضبوطی

باب۱

کے ساتھ پکڑے رہے اور جیش کی مشتبہہ وفاداری کو مستقل شکل دے دے۔ اس میں اُس نے بڑی بڑی ترکیبیں چلائیں۔ اُس نے اپنے عہدہ داروں سے کہا کہ سکندر اُس کے پاس خواب میں آیا ہے اور اُس نے خواہش ظاہر کی ہے کہ وہی برابر سپہ سالار بنا رہے۔ اس لئے اُس نے ہدایت کی کہ ایک خیمہ آویزاں کیا جائے اور اُس پر ایک سنہری تخت رکھ کر اُس پر شاہی اعزاز و مراتب کے نشانات رکھ دیئے جائیں تاکہ فوج والے ہر صبح کو اس ڈیرے میں جاکر سکندر کے نام کا ہَوَن کریں اور اُسکے روحانی اثرات کے تحت اپنے جملہ امور انجام کو پہنچائیں۔ سپاہیوں نے اُس کی ہدایت کو منظور کرلیا اور کچھ مدّت تک برابر اُس پر عمل کرتے رہے۔ ساتھ ہی روز بروز اُن کے دل پر خود یومنیس کی قابلیت کا اثر بڑھتا گیا، اور ابتداء میں اُنھوں نے دل کھول کر اس بے غرض، عقلمند اور ملنسار سپہ سالار کا کہنا مانا۔ اُس نے ایک لشکر بھی جمع کرلیا۔ انتی گونوس نے چاہا کہ اُسکے سپاہیوں کو اُس سے برگشتہ کردے، لیکن وہ اُن کے بیچ میں آیا اور اعلان کیا کہ بھائیو، میری جان تمھارے قبضے میں ہے؛ لیکن مجھے تم سے ذرہ برابر بھی خوف نہیں۔ اس کا سپاہیوں پر بہت برا اثر پڑا اور کم از کم فی الوقت تو وہ برابر اُس کے وفادار ہی رہے (سنہ ۳۱۸ ق م)۔

اسی اثناء میں یورپ میں عجیب وغریب واقعات رونما ہو رہے تھے۔ پولیس پرخون کے اعلان سے ایتھنز میں شورش کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ اعیانی حکومت کا دار و مدار، جو فوکیون کی سرکردگی میں تھی، نکانور اور اُس کے کاساندری جیش پر تھا جو مؤنی خیا میں مقیم تھا؛ لیکن خاص ایتھنز میں ایک بھی غیر ملکی سپاہی نہیں تھا، جس کی وجہ سے پولیس پرخون کے اعلان کی وجہ سے

باب ۱

جو تہیج پیدا ہوا تھا اُس کا اظہار ممکن تھا، بالخصوص اُس وقت جب اُس کا بیٹا سکندر ایتھنز کے قریب پہنچا۔ اب نکا نور نے پرائیوس پر بھی قبضہ کر لیا، اور چونکہ عام خیال کے بموجب فوکیون کو اُسے باز رکھنا چاہیئے تھا اس لئے اُس کی (یعنی فوکیون کی) حیثیت میں پہلے سے بھی زیادہ زوال آگیا اُسے عہدہ استراتی گوس سے ہٹا دیا گیا، اور وہ خود سکندر کے پاس چلا گیا جس نے اُسے اپنے باپ کے پاس تھرمویلی کے قریب فاری گائے کے مقام کو روانہ کر دیا۔ یہاں ایتھنز کے عمومی گروہ کی طرف سے سفارت بھی آئی، اور شاہ فیلقوس کے روبرو سفیروں اور فوکیون کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس کے بعد ستولی نے فوکیون اور اُس کے دوستوں کو پابجولاں جواب دہی کے لئے ایتھنز بھیج دیا۔ یہاں پہنچ کر لوگوں نے اس بوڑھے سپہ سالار کو سزائے موت کا مستحق گردانا، اور (۳۱۸ق م) میں اُسے زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ اُس شخص کی موت، جس نے اپنی تمام عمر شہر کی وفاداری اور خدمت میں صرف کر دی تھی، اور جس کی عمر اب اسی سال سے متجاوز تھی، ایتھنز کے نام پر ایک نہایت ہی بدنما داغ ہے۔ اس سے قاتلوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا، اس لئے کہ کاساندر نے ایتھنز کا پیچھا اب بھی نہیں چھوڑا۔ اُس نے اٹیکا آکر پولیس پرخون کو ایتھنز کے بندرگاہ پر قبضہ کرنے سے روک دیا۔ پولیس پرخون نے سمجھا کہ شائد اُسے پیلوپونیز میں زیادہ کامیابی حاصل ہو سکے، لیکن یہاں میگالوپولس کی عدیدی حکومت نے اُسے شہ دے دی اور اس کے علاوہ اُس کے بیڑے کو نکانور کی سیادت میں انتی گونوس اور کاساندر نے بیزنطہ کے قریب شکست دے دی۔ آخر پولیس پرخون کی یہ حالت ہو گئی کہ اُس نے یہی غنیمت سمجھا کہ وہ مغربی مقدونیہ میں دشمن کے خلاف قدم جمائے رکھے؛ ایتھنز

باب ۱ ازسرنو کاساندر کے اقتدار میں آگیا، جس نے فوراً ائکانور کو، جسے وہ خطرناک سمجھتا تھا، موت کے گھاٹ اتارا اور اس کے بعد مشائی فلسفی دیمتریوس ساکن فالیرون کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود مقدونیہ کی راہ لی۔ (۳۱۷ ق م) دیمتریوس نے بالکل ایک عقلمند دنیا دار کی حیثیت سے اپنے مادی فائدے، شہر کے مفاد اور اپنے آقا کی سود و بہبود کو پیش نظر رکھ کر دس سال تک حکمرانی کی۔ ہم بہت جلد پھر اس کی طرف رجوع ہوں گے۔ؔ

خاندان شاہی میں ایسے مرد تو نہ تھے جو ایک دوسرے کے مدمقابل بنتے، لیکن اس قبیلے کی عورتوں کی باہمی حسد کی وجہ سے سرزمین یورپ میں اس کا بالکل خاتمہ ہوگیا، اور اس کے دعاوی کے آخری پشت پناہ کے خاتمے کی وجہ سے ایشیا میں بھی اس کا نشان باقی نہ رہا۔ اولمپیاس اور یوریدیس کا برتاؤ بعینہٖ اس قسم کا تھا جیسے فریڈیے گنڈے اور برون ہلڈ نے کیا تھا، اور یہ دونوں ان سے بہت کچھ مشابہ تھے۔ یوریدیس نے فطرتاً پولیس پرخون اور اولمپیاس کی باہمی مخالفت کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کیا؛ پولیس پرخون کو وہ ایک بیکار شخص سمجھتی تھی

ؔ میں نے دیمتریوس کی حکومت پر باب ۲ میں بحث کی ہے۔ رسمی طور پر اس کا ایتھنزیوں ہی نے انتخاب کیا تھا؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۵۸۴= ہکس ۱۳۹؛ مقابلہ کرو دیودوروس ۱۸، ۴، ۷۔ کیوہلر کے خیال میں اس کا خطاب "ایپی ستاتیس" یا "پروستاتیس" تھا۔ ووسون نے براخی لاس کو اسیارٹا پر مامور کیا تھا؛ اس کا خطاب پولی بیوس ۲۰، ۵ کے نزدیک "ایپی ستاتیس" تھا۔ دیودوروس (۱۸، ۴، ۷؛ ۲۰، ۴۵) دیمتریوس کو "ایپی میلی تیس" یعنی "منتظم" قرار دیتا ہے۔

باب۵ اور اُس کا خیال تھا کہ اُس میں کوئی کام انجام دینے کا مطلق مادہ
نہیں ہے۔ وہ جاکر کاساندر سے مل گئی جس نے ایتھنز میں
اپنی قابلیت کا ثبوت دیا تھا اور اُسے فیلقوس سے متولی سلطنت
مقرر کرا دیا۔ اس کا گمان تھا کہ اُس کے ہاتھ میں اب تک ترپ
کا پتّہ موجود ہے جسے کھیل کر وہ بازی لیجائیگی۔ متولی سلطنت
مقرر کرنے کا یہ تیسرا طریقہ تھا، اس لئے کہ پردکاس اور انتی پاتر
کو تو فوج نے مقرر کیا تھا، پولیس پرخون کو انتی پاتر نے، اور
اب کاساندر کے تقرر کا باعث نیم خبطی بادشاہ اور اُس کی
بیوی تھے! معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مسلسل چالوں کے ذریعے
سے یوریدیس نے سب ہی کو اپنے آپ سے متنفر کر دیا تھا،
اور ان سب میں سب سے زیادہ متنفر کاساندر تھا۔ پہلے تو
یوری دیس نے انتی پاتر کے خلاف سازش کی تھی، اس کے بعد
پولیس پرخون کی مدد قبول کر لی تھی، جو کاساندر کا دشمن تھا، اور
موخر الذکر کو معلوم تھا کہ اگر وہ اب پھر کاساندر کی طرف متوجہ
ہوئی تو پھر وہ اُتنی ہی جلد اُس سے برگشتہ بھی ہو سکتی ہے، چنانچہ
کاساندر بھی اُس کا رہین منّت نہیں تھا۔ جب تک کاساندر
مقدونیہ میں رہا، اُس وقت تک وہ بالکل محفوظ تھی، لیکن جب
وہ پھر یونان کی طرف گیا اور تھبز کا از سر نو احیا کیا اور مشرق میں
اپنی سیادت کا سکّہ بٹھایا، اور جب اُدھر نیم ایپائروسی پولیس پرخون
اور اُس کے پیرو مغرب میں اپنا حکم چلا رہے تھے، تو یوریدیس کی
کی قسمت پر مُہر لگ گئی اور اُس کا خاتمہ قریب آگیا۔ اولمپیاس
ایپائروس سے مقدونیہ آئی اور یوری دیس ایک فوج لے کر
اُس سے لڑنے کے لئے نکلی۔ لیکن کوئی ایسا وفادار مقدونوی
ملنا ناممکن تھا جو سکندر کی والدہ پر اپنے ہتھیار اُٹھائے، بالخصوص
جب حکم دینے والی ایک عورت ہو۔ الغرض جتنے سپاہی تھے

باب۱ وہ سب کے سب اولمپیاس کی طرف چلے گئے، اور اُن کی مدد سے اُس نے فیلقوس اور یوری دیس دونوں پر طرح طرح کے عذاب نازل کئے اور آخر کار فیلقوس کو تو تیروں کا نشانہ بنایا۔ جب یوریدیس اُس کی سختیوں اور شدّت تعب سے تنگ آیا تو اُسے بھی اجازت مل گئی کہ وہ خود اپنے گلے میں پھانسی ڈال کر خودکشی کرے! اولمپیاس خاص طور پر کاساندر اور اُس کے خاندان سے متنفر تھی اور اُسے اس کا یقین تھا کہ اُس کے بیٹے یعنی سکندر اعظم کو کاساندر کے بھائی یولاس نے زہر دے کے مار ڈالا تھا۔ اب اُسے اس کا یقین ہو گیا کہ اس بدمعاش خاندان سے انتقام لینے کا وقت آگیا ہے۔ لیکن کاساندر کے مقدونیہ واپس آتے ہی اولمپیاس کی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اوّل تو کاساندر نے اس عورت کا پیدنا میں محاصرہ کر لیا۔ رفتہ رفتہ اولمپیاس کا سامان ختم ہو گیا تو اُس نے جہاز پر بیٹھ کر فرار ہونا چاہا، لیکن وہ جہاز جس میں اولمپیاس روانہ ہونے والی تھی اُسے کاساندر کے حکم سے علیحدہ کر دیا گیا، اور آخر کار (۳۱۶ ق م میں) اُسے اطاعت قبول کرنی پڑی۔ کاساندر نے اُس کی جان بخشی کا وعدہ کر لیا تھا، لیکن اس کے اشارے سے اُس کے مقتول دوستوں کے رشتہ داروں سے یہ چال چلی کہ اُنھوں نے اُس بوڑھی ملکہ کا مواخذہ کیا، جس پر فوج نے اُس کی سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ لیکن کوئی سپاہی ایسا نہ تھا جو سکندر کی ماں کو جان سے مار ڈالنے کے لئے تیار ہوتا، اس لئے جو مستغیث تھے خود اُنھوں نے یہ فرض اپنے ذمے لے کر اُسے سنگسار کر دیا۔ حال ہی میں روشنک اور اولمپیاس کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا تھا، چنانچہ کاساندر نے اُسے اور شاہ سکندر دونوں کو نظر بند کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے فیلقوس کی ایک بیٹی تھسالونیس سے نکاح کر لیا اور اس طرح وہ

خود بھی تخت مقدونیہ کا دعویدار بن گیا۔
تقریباً اسی زمانے میں، جب سکندر کی والدہ کو یورپ میں سنگسار کیا گیا تھا، اُس کے وفادار وزیر کا ایشیا میں کام تمام کر دیا گیا۔ کچھ مدت تک اُس نے مختلف صوبہ داروں کی پشت پناہی کر کے اپنا اقتدار قائم رکھا تھا۔ فیثون اپنے اقتدار کو صوبہ داروں کے برطرف کرنے میں صرف کر رہا تھا، اور یومنیس نے اس موقع کو غنیمت جان کر اُن کے موافق مداخلت شروع کر دی۔ صورت حال نے کچھ عجب پلٹا کھایا تھا، یعنی مرکزی عاملہ کا قائم مقام صوبہ داروں کے اقتدار کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس میں فی یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے سلطنت کی وحدت کو قائم رکھا جائے، جس وحدت کے دشمن صوبہ دار نہ تھے بلکہ سپہ سالار تھے۔ یومنیس نے ایک لشکر جمع کیا جس میں سکندر کے دوست یعنی پیوکستاس کی ایک خاص حیثیت تھی۔ اس کے خلاف انتی گونوس اور سلیوکوس نکلے۔ فریقین میں نہایت سخت سخت آویزشیں ہوئیں؛ میدان کارزار مُلک سوس سے فارس کو منتقل ہو گیا، اور علی العموم یومنیس ہی کو کامیابی رہی لیکن ایک موقع پر جب انتی گونوس کے سپاہی اُس کے کمپو کی لوٹ مار کر رہے تھے، اور جیش خاص یعنی آرگی راس پدا ائے کا تمام سامان تقریباً لٹ چکا تھا، تو اسی رسالے نے دشمن کو پیام بھیجا کہ اگر ان کا سامان چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے سپہ سالار کو اُس کے حوالے کر دیں گے۔ اس پر اُن کا سامان فوراً چھوڑ دیا گیا، اور ساتھ ہی ساتھ پیوکستاس بھی دشمن سے جا ملا۔ جیسا یومنیس انتی گونوس کے قبضے میں آگیا تو اُس کے حکم سے اول الذکر کو قتل کر دیا گیا۔ اور اسطرح اعیانی مقدونیوں کا کارِ دیہ کے بیچ ذات سے پیچھا چھوٹا جس کی قابلیت اور فراست کی وجہ سے انھیں نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ اب

باب ۱ مقدونوی محض اپنے وسائل کو کام میں لاکر ایک دوسرے پر وار کرنے کے لئے آزاد تھے۔ سب سے پہلے تو تماشا گاہ سے غدار غائب ہوتے ہیں، یعنی پیوکستاس کا خاتمہ کردیا جاتا ہے، اور جیش آرگی راس پیدا سے کی برخاستگی عمل میں آتی ہے۔ زمانۂ مابعد میں پریتوری جیش، "بنی عسکری" اور "مملوک" بھی عین اُسوقت برخاست کئے گئے تھے جب اُن کی قوت ضرورت سے زائد بڑھ گئی تھی۔ اب حلیفوں کی باری آئی۔ انتی گونوس کسی مدّمقابل کا روادار نہیں تھا، چنانچہ اُس نے فیثون پر غداری کا الزام لگایا اور اُسے موت کے گھاٹ اتروایا اور یہ دیکھ کر سلیوکوس بھی فرار ہوگیا[ش۵]

یومنیس کی موت سے اتحاد سلطنت اور سکندر کے قدرتی جانشینوں کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے فنا ہوگیا، اور اب شاہی خاندان میں جو افراتفری پھیل گئی تھی اُس کے اعتبار سے کسی قسم کی کوشش بالکل بے سود تھی۔ یہ ظاہر تھا کہ شیرخوار سکندر کا بہت جلد خاتمہ کردیا جائے گا، اور خالی تخت و تاج کسی جیتے جاگتے بادشاہ کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔ لیکن اگر یومنیس کو سکندر کا واحد جانشین

ش۵ یومنیس کے آخری ایام کی روداد کے لئے دیکھو دیو دورس ۱۹، ۲ $\frac{253}{324}$؛ نیز ۱، ۲ $\frac{258}{270}$۔ جغرافیے کیلئے دیکھو شپیگل: "قدیمیات ایران"
Spiegel: Eranische Alterthumsk
۳، $\frac{12}{2}$ — ضلع گابینہ کی بابت، جس کا صرف استرابو ۱۶، ۷۴۵ میں ذکر ہے، شپیگل صرف رالنسن کے اس قول کا حوالہ دیتا ہے کہ یہ ملک سوسس میں "مال امیر" کے قریب تھا۔ گادارگا (یا جو بھی اس مقام کا نام ہو؛ دیو دورس ۱۹، ۳۲، ۳۷) اصفہان کے قریب تھا (شپیگل، ۳، ۱۹)۔ شپیگل کا خیال ہے کہ آخری لڑائی ریگستان کے قریب ہوئی ہوگی جہاں انتی گونوس سے لڑنے کے لئے یومنیس گیا تھا۔

باب ۱ بننے کی آرزو تھی بھی اور اُس میں وہ ناکام ہوا، تو یہ لازم نہیں آتا تھا
کوئی مقدونوی بھی سکندر کی جانشینی نہیں کر سکے گا۔ انتی گونوس
اس میں کوشاں تھا، اور جب اُس نے سلیوکوس، فیشون اور
پیوکستاس کو کوڑے کی طرح جھاڑ دیا تو اُس نے اپنے مقصد
کے حصول میں پہلا قدم بڑھایا۔ اب صوبہ دار افروجیہ کے
حوصلے، جو سپہ سالار ایشیا بھی بن گیا تھا، باقی تمام سپہ سالاروں
کے سامنے عیاں ہو گئے، اور یہ ایک فطری امر تھا کہ جسطرح سے
ہو سکے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ انتی گونوس
کی مزید حوصلہ مندانہ جانبازیاں، اُس کی موت اور اُس کے بعد
جو "جانشینان" سکندر باقی رہے تھے، اُن کے حالات ہم آئندہ
باب میں بیان کریں گے۔

یادداشت متعلقِ باب (۱)

باب ۱ تا ۵، یعنی سنہ ۳۲۳ ق م سے تقریباً سنہ ۲۸۰ ق م تک کے اسناد:- اُس عہد و نیز اُن عہدوں کی تاریخ کا جن کا اس جلد میں ذکر ہے، واحد مسلسل بیان یوستی نوس Justinus میں ہے جو اپنی تصنیف کی تیرھویں کتاب ۱۳ میں سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۲۱ ق م تک، کتاب ۱۴ میں سنہ ۳۱۶ ق م تک، کتاب ۱۵ میں سنہ ۳۱۰ ق م تک، کتاب ۱۶ میں سنہ ۲۸۵ ق م تک، کتاب ۱۷ میں سنہ ۲۸۰ ق م تک کا ذکر کرتا ہے اور کتاب ۱۸ سے کتاب ۲۲ تک دیارِ مغرب کا بیان کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تروگوس کے متعلقہ کتابوں کی تمہیدوں میں بھی مسلسل بیانات ملتے ہیں۔ یوستی نوس کا مقصد یہ تھا کہ موثر زبان میں سنسنی خیز واقعات کا اعادہ کرے، اور اقتباسات کی صحت یا عدمِ صحت کی اُسے مطلق پروا نہ تھی۔ [illegible] سے سن کو بعض مرتبہ اُس پر بڑا غصہ آتا ہے۔ اُس کی ایک دلخوش کن خصوصیت یہ ہے کہ وہ لیسی ماخوس اور سلیوکوس جیسے بادشاہوں اور سرنہ جیسے شہروں دونوں کے متعلق افسانہ جات سے بحث کرتا ہے، جیسا گٹشمٹ Gutschmidt رسالہ Rhein. Mus. ۴۷، ۱۸۹۲ء میں کہتا ہے، تروگوس نے اگسٹس

یادداشت متعلق باب ۱

کے ایک ہمعصر یعنی تماگنیس کی تحریروں سے استفادہ حاصل کیا ہے۔
جس کی بابت واخسموتھ Wachsmuth نے رسالہ Rhein. Mus.
۴۶، ۱۸۹۱ء میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ تروگوس کی بابت
قدیم رسالوں میں سے ہیرن Heeren کا رسالہ بھی ہے، جو فروچر
Frotscher کی اشاعت یوستی نوس جلد ۱ میں طبع ہوا ہے۔ تماگنیس
نے عموماً بادشاہوں کا ذکر کیا ہے، اور اس میں شبہہ نہیں کہ اُس نے
اُنھیں نسل کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ ان کے علاوہ
تروگوس کا دارومدار الیفوروس، تھیوپومپوس، تمایوس، فیلارخوس،
پولی بیوس اور پوسی دونیوس پر بھی ہے، لیکن ممکن ہے کہ تاریخ عالم
کا عام نقشہ اُسی کے ذہن سے نکلا ہو۔ وہ ہمیشہ تاریخ عامہ کے
اہم واقعات کو چن لیتا تھا، اور بربری اقوام کو نظرانداز نہیں کرتا تھا۔ دیکھو
شانتز: "تاریخ ادبیات روما" Schanz, Geschichte der roem.
Litt. میونخ، ۱۸۹۲ء ج ۲ ۳۲۸/۳۳۱۔ شانتز واخسموتھ کی رائے
کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے کہ تروگوس نے کسی
یونانی کتاب کو، جس میں تاریخ عالم پر بحث تھی، اپنے پیش نظر رکھ لیا
ہوگا، اس لئے کہ جب وہ حیوانیات پر بحث کرتا ہے تو دوسروں
کے خیالات کو محض جمع کر لینے پر اکتفا کر لیتا ہے؛ لیکن ہمارے
نزدیک شانتز ذرا راستے سے ہٹ گیا ہے، اس لئے کہ یہ بالکل
ممکن ہے کہ میدان موالید ثلاثہ میں کوئی شخص محض نقّال ہو؛ لیکن
میدان تاریخ میں اُس کی بالکل علٰحدہ شخصی حیثیت ہو۔ ایسے لوگ
بہت کم ملیں گے جنھیں ہر شعبۂ علم میں کمال حاصل ہو۔

اپنی کتاب ۱۸ میں دیودوروس ۳۱۸ سنہ ق م تک، کتاب ۱۹ میں
۳۱۱ سنہ ق م تک اور کتاب ۲۰ میں ۳۰۱ سنہ ق م تک جاتا ہے۔ اُسکی
کتاب کے باقی ماندہ حصّوں کے محض اجزا باقی ہیں، لیکن ہم
جانتے ہیں کہ کتاب ۲۱ میں ۲۸۳ سنہ ق م تک کا ذکر تھا، اُس کی اور

یادداشت متعلق باب ۱

پلوٹارک کے بنیادی اسناد ایک ہی ہیں، یعنی ہیئے رونی موسس و دوُرس۔ نیز دیکھو متعاقب، ابواب ۹ و ۱۵۔

پلوٹارک کی سوانح عمریات یومنیس، دیمتریوس اور پرھوس کا تعلق اس عہد سے ہے، اور ساتھ ہی اس کے اخلاقیات" Moralia میں بھی بہت کچھ مواد موجود ہے۔ اوّل الذکر کیلئے منجملہ دیگر کتب کے دیکھو، شوبرٹ: "یومنیس، دیمتریوس و پرھوس کی سوانح عمریوں کے ماخذ، A. Schubert: Die Quellen Plutarchs in der Lebensb. des Eum. Dem und P لایپزگ ۱۸۷۸ء، جریدۂ لسانیات قدیم Jahrb. f. class. Phil. تتمہ ۱۰۔ "بطور ایک علمی مصنف اور عمدہ جذبات والے شخص کے" (دیکھو فون ولاموونز میولینڈورف: انتی گونوس ساکن کاریستوس V. Willamowitz Moellendorff : Antig V. Karystos ۲۱۰)

پلوٹارک نے اپنی اسناد کی لفظاً لفظاً نقل نہیں کی۔ دیکھو بالا۔

کورنیلیوس نیپوس کی حیات یومنیس کا اسی عہد سے تعلق ہے؛ دیکھو نیپرڈے لوپوس Nipperday Lupus کی اشاعت۔ فوتیوس Photius میں آرین اور میم نون کے اقتباسات دئے ہوئے ہیں۔ آرین نے سکندر کے بعد کے زمانے پر دس کتابیں لکھی تھیں۔ ڈیڈوٹ Didot نے اپنی "آرین" میں فوتیوس کے صفحہ ۹۲ کو چھاپا ہے۔ اس کتاب میں انتی پاتر کے یورپ واپس آنے، یعنی سنہ ۳۲۱ ق م تک کا بیان ہے۔ رائیتزن شٹائن Reitzenstein نے اس کا ایک جزو ویٹیکان کے مسودے سے لے کر Ber. Phil. Abhandluug ۳ میں شائع کیا ہے؛ مقابلہ کرو کیوہلر: رودادِ اکاڈمی برلن Sitzung Berl. Akad. سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۵۵۷؛ سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۶۷۔

میم نون ساکن ہرقلیہ نے بھی، جو غالباً دوسری صدی عیسوی

یادداشت متعلق باب

کے ابتدا میں تھا، ہرقلیہ کی ایک تاریخ لکھی ہے۔ .Phot. cod
میں کتاب ۹ تا ۱۶ (۳۶۳ تا ۴۶ ق م) کے اقتباسات مندرج ہیں، اور یہ منجملہ دوسرے امور کے لی زیماخوس اور گالی کے حالات کے لئے نہایت کارآمد ہیں؛ میولر: "اجزائے تاریخ یونان" Mueller: Frag. H. Gr ۲ $\frac{۵۲۵}{۵۸۵}$ فوتیوس Cod ۸۲ میں دیکسی پوس کی کتاب "مابعد سکندر" (تیسری صدی عیسوی) کا ایک جزو ہے؛ میولر، ۳، ۶۶۷ وغیرہ۔ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۲، ۱، ۴۶۔ دیکسی پوس کا دار ومدار کلیۃً آرین پر ہے۔

مفصلۂ بالا مصنفوں کے بیانات کی بنیاد مفصلۂ ذیل اسناد پر ہے جو واقعات کے ہمعصر تھے:— ہیئے رونی موس ساکن کاردیہ، جس نے دیودوروس ۱۸، ۲، ۴۲ کے مطابق جانشینان سکندر کی تاریخ لکھی" اور جس نے دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس کے نزدیک "تذکرۂ تابعین سکندر" مرتب کیا تھا۔ مقابلہ کرو سوزے میل: "تاریخ ادبیات یونان" Susemuhl: Gesch. der Griech. Litt جلد ۱، ۵۶۰ تا ۵۶۳ و ۵۷۰، میولر، ۲، ۴۵۰ وغیرہ۔ ہیئے رونی موس یومنیس کا ہموطن تھا اور ابتدا میں اُس کا ملازم بھی تھا؛ لیکن اُسکی موت کے بعد وہ انتی گونوس، پولیورکریتیس اور گوناتاس کی ملازمت میں شریک ہوگیا۔ ہمیں اس کا یقین ہے کہ اُس نے ۲۷۲ ق م تک کے واقعات قلمبند کئے تھے۔ پیوسانیاس (۱، ۹، ۸) کے نزدیک وہ غیر جانبدار نہیں تھا؛ لیکن اب عام طور پر اُس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

دُورِس ساکن ساموس، جس کی بابت مشہور تھا کہ وہ الکبیادیس کی اولاد سے ہے؛ یہ ۳۴۰ ق م کے قریب پیدا ہوا اور کچھ مدت تک ساموس کا خودسر رہا۔ منجملہ دیگر تصانیف کے اُس کی "تواریخ" بھی ہے جو تیئیس جلدوں میں منقسم ہے اور جسمیں

یادداشت متعلق باب ا

سنہ ۳۶۷ ق م سے کم از کم سنہ ۲۸۰ ق م تک کے حالات لکھے ہیں۔ مقابلہ کرو سوزے میل ا، ۵۸۵/۵۹۲، جس کے حوالوں پر شوبرٹ کی کتاب "ماخذ پلوٹارک"
Schubert: Ueber die Quellen
Plutarchs اور اُس کی اگاتھوکلیس" کا اضافہ کرنا چاہیے (دیکھو نیچے باب ۲)؛ میولر ۲، ۴۶۶۔

اگاتھارخیدیس ساکن کنیدوس نے، جو ایک اچھا جغرافیہ داں تھا، واقعات سے ذرا گریز کیا۔ اس نے بھی سکندر کے جانشینوں کا ذکر اپنی تاریخی تصانیف میں کیا۔ دیکھو سوزے میل ا، ۶۸۵/۶۹۲؛ میولر ۳، ۱۹۰/۱۹۷۔

ایتھنز کے لیے "فال گو" فلوخوروس کی "اٹیکائی" تصنیف اہم تھی۔ اُس کو گوناتاس نے جان سے مروا ڈالا؛ سوزے میل ا، ۵۹۴، ۵۹۹۔ نیز دیکھو کراتیروس کی تصنیف، جو گوناتاس کا علاتی بھائی تھا؛ سوزے میل ا، ۵۹۹/۶۰۲۔ دوسری مخصوص تاریخوں میں سے دیمتریوس ساکن بیزنطہ، جس میں گالاتائے کا ذکر دیکھا جائے، اور نیم فس ساکن ہرقلیہ، اس شہر اور جانشینان سکندر کے لیے دونوں کے واسطے دیکھو سوزے میل ا، ۶۲۰۔

اسناد کے متعلق جملہ امور کے لئے دیکھو واخسموتھ: "تمہید میدان تاریخ یونان"
Wachsmuth: Einlietung in das Stadium der alten Geschichte لائپزگ سنہ ۱۸۹۵ء جس میں (مثلاً) دیودوروس پر ایک عمیق نقادانہ نظر ڈالی گئی ہے۔

دیوجانس لیرتیوس نے یونانی قوم کے ممتاز ادیبوں کے حالات جو لکھے ہیں وہ بھی اہم ہیں۔ اُس کی تصانیف کے لئے دیکھو فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کارستوس" برلن سنہ ۱۸۸۱ء۔ سوزے میل
Von Willamowitz: Antigonos V. Karystos
Susemihl نے اپنی کتاب "تاریخ ادبیات یونان در زمانہ اسکندری"

یادداشت متعلق بابل

Gesch. der griechischen Litteratur in der Alexandrinerzeit
دو جلد، لائپزگ ۹۲-۱۸۹۱ء۔
بہت سے نوشتے مشہور و معروف مجموعوں میں اور بعض مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ہیں اور اُن کے اقتباسات ہکس کے کتابچہ Hick's Manual اور ڈٹن برگر کی "دلائل" Dittenbereer : Sylloge میں دیئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد کھدائیاں ہوئیں جن سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوگیا ہے۔ تمثیلاً پرگامم کی کھدائی کو لیجیئے "نوشتہ جات پرگامم" Inschriften Von Pergamum جیسے فرنیکل Fraenkel نے شائع کیا ہے، جلد ا، برلن ۱۸۹۰ء۔ اس کے ساتھ ان نوشتوں کی ایک نہایت عمدہ تفسیر بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف لوگوں نے ان ممالک میں محض تحقیقات کی خاطر سفر کئے ہیں۔ ان میں سے مفصلۂ ذیل ممتاز ہیں:- سٹیریٹ: ایشیائے کوچک میں نوشتیاتی سیاحت Sterret: An Epigraphical Journey Asia Minor بوسٹن ۱۸۸۸ء؛ ایشیائے کوچک میں وُلف کی مہم The wolf Expedition to Asia Minor بوسٹن ۱۸۸۸ء؛ ان سے بہت سی معلومات کا اضافہ ہوتا ہے۔ پیٹن اور ہکس Paton and Hicks کی کتاب "نوشتہ جات کوس" Inscuption of Cos. (آکسفرڈ ۱۸۹۱ء) میں علم نوشتہ جات اور تاریخ کے ادغام میں ایک قابل قدر کوشش کی گئی ہے۔

اس جلد میں میں ناظرین کی توجہ اکثر سکوں کی طرف مبذول کروں گا۔ علم مسکوکیات پر مفصلۂ ذیل کتابوں کا ذکر مناسب ہوگا:- نوادر خانہ برطانیہ کے نفیس مجموعوں کی حال کی شائع شدہ فہرستیں، برلن کے مجموعوں کی فہرست اور پیرس کے مجموعے کی فہرست، جلد ا، بابلون: "ملوک شام" Babelon, Rois De Syrie

یادداشت متعلق باب

سنہ ۱۸۹۰ء؛ سکندر اور لی زی ماخوس کے سکوں پر ل، میولر کی تصانیف، کوپن ہاگن سنہ ۱۸۵۵ء؛ امہوف، سکس، ر ائناش اور بابیلون کی تحریریں مختلف جرائد میں دوسرے علماء کے لکھے مضامین؛ اور ہیڈ؛ "تاریخ سکہ جات" Head: Historia Numorum آکسفرڈ سنہ ۱۸۸۷ء۔ اس عہد کی بابت معلومات میں ان سیاحتوں سے بہت کچھ اضافہ ہوا ہے جو علماء نے ان ممالک میں کئے۔ ہم نوشتہ جات کے سلسلے میں ان کا ذکر کر چکے ہیں۔ یونانی قدیمیات کے شعبے میں سنہ ۱۸۸۳ء سے سنہ ۱۸۹۰ء تک جو اکتشافات ہوئے ہیں ان پر ر ائناش نے اپنی کتاب "وقائع مشرقیہ" Sal. Reinach: Chroniques d'Orient میں بحث کی ہے (پیرس سنہ ۱۸۹۱ء)۔

عہد زیر بحث میں سب سے اہم کتاب ڈروائے سن کی قابل تعریف "تاریخ یونانیت" Droysen: Geschichte des Hellenismus ہے، جس کی جلد ۲ جانشینان سکندر اور جلد ۳ تابعین Epigoni کے لئے مختص ہے (گوٹا سنہ ۱۸۷۸ء) ڈروائے سن صرف سنہ ۲۲۰ ق م تک جاتا ہے؛ مثلاً مقابلہ کرو جلد ۳، ۱، ۱۹۱ حاشیۂ اول۔ میں باب ۹ کے حواشی میں اس کے نفیس طرز استدلال پر بحث کروں گا۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس نے بادشاہوں کی تاریخ لکھنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے وہ اس قسم کی تاریخ دنیائے یونان لکھنے پر قادر نہیں ہو سکا ہے جیسی میں لکھ رہا ہوں، گو اسی قسم کی تاریخ لکھنے کی اس میں بدرجۂ اتم قابلیت تھی۔ وہ اپنے طریقے کے مطابق غیر معروف یا قابل نفرت افراد کے کاموں پر، جن کا سیاسیات پر اثر پڑا، بہت کچھ ٹھٹھر گا ہے؛ لیکن اس نے مشکل سے ان اہم ذہنی تحریکات کا حوالہ بھی دیا ہے جن کی اہمیت کا اسے پورا اندازہ تھا (مقابلہ کرو ۳، ۱، ۳۲۵۔ اور اس جلد کا باب ۱۰، حاشیۂ ۴)، مثلاً وہ تحریک جس کی وجہ سے

یادداشت متعلق باب

مسلک رواقین کی ابتدا رہوئی حکمرانوں اور اُن کے خدام کی طرف اس میلان کی وجہ یہ ہے کہ (جیسا ہم باب ۲، حاشیہ ۸ میں دیکھیں گے) اس نے اہم ترین جمہوریتوں میں سے ایک، یعنی ایتھنز، کے شہریوں کو عادلانہ نظر سے نہیں دیکھا۔ ہم اس کتاب کی جلد ۳ میں دیکھ چکے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے ایتھنزیوں سے کبھی موّرخوں نے اچھا سلوک نہیں کیا، اور یہی وجہ ہے کہ ڈرواۓ سن کے زمانے سے دیا دوخی اور اپی گونی کے جمہوریت پسند معاصروں کی طرف برابر بے انصافی کا برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے چل کر ڈرواۓ سن اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ سکندر کے عہد کے بعد بھی تاجداری تاریخ کا اہم ترین عنصر ہیں، چنانچہ اس نے اپنی تمامتر توجّہ اُن کی سازشوں کے سلجھاؤ پر، اور اپنی قابلیت اُن کے حالات بیان کرنے پر صرف کی۔ اصل میں سکندر کی جو اہمیت تھی اُس کی وجہ سے وہ سمجھا کہ اُس کے جانشین بھی اُتنے ہی اہم ہوں گے، چنانچہ اس عالی منش ذہنی تموّج کو، جن کا اُسے بالکل صحیح اندازہ تھا، اُس نے ثانوی حیثیت دے دی۔ اغلب امر یہ ہے کہ جیسا جیسا زمانۂ زیر بحث گزرتا گیا اور تاجدار اخلاقی اعتبار سے بیکار اور سیاسی اعتبار سے غیر اہم ہوتے گئے، ویسے ہی اُسے صحیح حالات کا احساس ہوتا گیا اور آخر کار باوجود سیاسی تاریخ کی طرف اس کا میلان ہونے کے اُس نے اپنی تاریخ ایک خاص نقطے پر آکر ختم کر دی۔ دیکھو اُس کا ایک نہایت ہی قابل لحاظ فقرہ جسے باب ۱۰، حاشیہ ۴ میں نقل کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ڈرواۓ سن کی پیروی کر کے سکندر کے بعد کے یونان کی تاریخ کو تاجداروں کی تاریخ کا مترادف قرار دے وہ مشکل سے سنہ ۲۲۰ ق م کے بعد کے زمانے تک بڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ اُس کے بعد سرزمین یونان کے سیاسیات اور حربیات کا ایک اور

یادداشت متعلق باب ا

ہیروبن جاتا ہے، یعنی رومآ حقیقت یہ ہے کہ ڈرواے سن کی کڑاہی موم سیپن میں مل جاتی ہے۔ اس کے برعکس وہ جو میرے ساتھ متفق ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ۳۲۳ ق م کے بعد بھی تاریخ یونان کا موضوع یونانی قوم ہی ہے، جو مسالیہ سے مشرق بعید تک کے ممالک تک پھیلی ہوئی ہے اور جس کی سیاسی تنظیم ہر ملک میں تقریباً یکساں ہے، وہ اس کو تسلیم کریں گے کہ میری یہ کوشش کہ اس قوم کی سلطنت روما میں انجذاب کے وقت تک کی تاریخ لکھی جائے حق بجانب ہے، اور اگر ان کی دانست میں یہ کوشش (جو اپنی نوع کی پہلی ہے) نہایت ہی ناقص رہ گئی ہے، تو امید ہے کہ وہ میرے ساتھ نامہربانی کا سلوک نہیں کریں گے۔ تاریخ تمدن پر جسے ڈرواے سن نا بالکل چھوڑ دیتا ہے، مہافی نے اپنی کتاب "یونانی زندگی اور فکر" Mahaffy: Greek life & thought ۱۸۸۷ء میں بحث کی ہے جو ۳۲۳ ق م سے ۱۴۶ ق م تک کی تاریخ ہے۔ دیکھو اسکی کتاب "سلطنت سکندر" The Empire of Alexander لندن ۱۸۸۷ء؛ نیز "سلطنت بطالسہ" The Empire of the Ptolernies لندن ۱۸۹۵ء جو ایک نہایت ہی نفیس کتاب ہے۔

Duruy: Histoire des Grecs دیوریوئی: "تاریخ اہل یونان" جلد ۳۔

Spiegel: Eran. Alterthumkunde شپیگل: "قدیمیات ایران" جلد ۳۔ لائپزگ ۱۸۷۸ء؛ نیزے: "تاریخ ریاستہائے یونان و مقدونیہ" Benedict Niese: Geschichte der Griechen und Makedonischen Staaten جلد ۱، گوٹا ۱۸۹۳ء، ص ۱۹۰ – ۴۱۶۔

کلنٹن و ہرتنز برگ کی تصانیف کے لئے دیکھو تحت باب ۹۔

یادداشت متعلق باب

شوارکز: "عمومیت" Schvarcz: Die Demokratie جلد ا، لائپزگ، ۱۸۸۲ء - پیولھمان Poelhman (میولر کا کتابچہ جلد ۳) مختصر اور پُر معلومات ہے۔

اس جلد کے مکمّل معلومات کے لئے دیکھو وسووا Wissowa کی جدید اشاعت پاؤلی: "محیط المحیط" Pauly R E مضامین انتی گونوس، انطاکوس، انتی پاتر، ایپانوس، اراتوس، آریوس، ارسطیون، اریانوس، وغیرہ۔

حال کے نقشہ جات میں اہم ترین کیپرٹ Kiepert کے نقشے ہیں، بالخصوص اُس کا "مغربی ایشیائے کوچک کا مخصوص نقشہ" Spezialkarte vom westlichen Kleinasien برلن ۱۸۹۱ء؛ اس میں ۱۵ نقشے ہیں، اور ساتھ ہی مختلف سیاحتوں کے راستوں کے لئے بھی نقشے دئے ہوئے ہیں، مثلاً کا پادوسیہ کا نقشہ سٹیریٹ کے راستے کے لئے، پام فیلیہ، پسیدیہ اور لیکاؤنیہ کا نقشہ وُلف کے سیاحت نامے کے لئے۔

امہوف بلومر کی کتاب: "یونانی اور نیم یونانی اقوام کے سکوں پر تصاویر" Imhoof Blumer: Portraetokepfe auf ant. Muenzen hellen. und hellenisirter Voelker "لائپزگ ۱۸۸۵ء۔

سکندر نے ایک سلطنت قائم کی تھی، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے دل میں سلطنت کی جو تصویر کھنچی ہوئی ہے، یعنی وہ جس کے حدود معیّن ہوں اور جس کی اہمیت ملکی ہو، اس سے یونانی آشنا نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی زبان میں سلطنت کیلئے کوئی لفظ نہیں ملتا۔ اُن کے یہاں الفاظ "آرخے" اور "بازی لیہ" ضرور ہیں، لیکن ان سے مراد ایک شخص یا کسی مخصوص شہر کی حکومت

یادداشت متعلق باب

سکے ہیں۔ وہ زمانۂ مابعد تک میں، یعنی عہد بیزنطہ میں بھی، اس مفہوم سے گریز کرتے ہیں۔ اس زمانے میں ہم ایسے الفاظ سے دوچار ہوتے ہیں جیسے "پرسیکا"، "روما ئیکا"، "رومن دولت عامہ" اسی طرح سلطنت کے حصّوں یعنی صوبوں کے لئے یونانی میں کوئی لفظ نہیں تھا۔ دیودوروس (۱۸) بھی انھیں "ساتراپی" کہتا ہے، دیون کاسیوس (۵۱، ۱۲) ایتھنے یعنی قبیلہ۔ نیز "خورائی" یعنی "ملک اور" "ہے ماتا" بھی ملتے ہیں۔ ان سب باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یونانی اس تخیّل سے واقف نہ تھے کہ کوئی بڑا ملک کسی ایک واحد حکومت کے ماتحت رہ سکتا ہے، اور درحقیقت اُن کے نزدیک سب سے اہم اور ممتاز ادارات انفرادی سیاسی مجموعے، شہر، قبیلے (پولس، ایتھنوس) تھے۔ میں نے بار بار اس کتاب میں اس واقعے کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ انتظامی مرکزیت دراصل زمانۂ حال کی ایجاد ہے۔

باب دوم

سکندر کے جانشینوں کے حالات سلیوکوس کی وفات تک

سنہ ۳۱۶ ق م تا سنہ ۲۸ ق م

انتی گونوس کے پرانے رفیق کار اُس کی حرص و آز اور اُسکی درشت مزاجی کی وجہ سے اُس کے خلاف ہو گئے۔ جب اُس نے سلیوکوس کو جلا وطن کیا تو وہ بطلیموس کے دربار میں پناہ گزیں ہو گیا جہاں سے اُس نے اپنے حریف کے خلاف بےچینی پھیلانی شروع کی۔ بطلیموس، لیزی ماخوس ساکن تھریس اور کاساندر نے انتی گونوس سے یہ کہلا بھیجا کہ یومنیس کی شکست سے جو فوائد حاصل ہوئے ہیں اُن کے تم تنہا مستحق نہیں ہو بلکہ ہم بھی اُس کے حقدار ہیں۔ یہ پیغام سن کر انتی گونوس نے یہ جواب دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں بطلیموس کے خلاف فوج کشی کروں اس لئے کہ اُس نے سلیوکوس کو اپنے یہاں پناہ دینے سے میرے اقتدار کو ٹھیس

باب ۷

لگائی ہے۔ اصل میں انتی گونوس کا مقصد یہ تھا کہ ایک بڑا آراستہ کرکے اپنے مخالفوں کو بالکل بے یار ومددگار کردے اور اس کے بعد شام بلکہ ممکن ہو تو مصر کو زیر کرے، چنانچہ اُس نے اپنے اس طرزِ کار کو لشکر کے ایک بڑے اجتماع کے سامنے پیش کیا جو پولیس پرخون کے بیٹے سکندر کے اعزاز میں ہوا تھا، اور اسی اجتماع کے روبرو موخرالذکر نے کاساندر کے خلاف استغاثہ بھی دائر کیا۔ انتی گونوس نے فوج سے کہا کہ وہ کاساندر سے شاہ سکندر کی حوالگی کا مطالبہ کریں، اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو پھر اُسے دشمنِ سلطنت قرار دیا جائے؛ رہے یونانی، تو وہ سب کے سب آزادی کے مستحق تھے[1] فوج نے

[1] پولیس پرخون کی طرف سے یونانیوں کی آزادی کا اعلان: دیودوروس ۱۸، ۵۶ (ڈرواسے سن ۲، ۱ $\frac{۱۸۸}{۲۱۱}$)؛ انتی گونوس کی طرف سے: دیودوروس ۱۹، ۶۱ (ڈرواسے سن ۲، ۲، ۱۱)؛ بطلیموس کی طرف سے: دیودوروس ۱۹، ۶۲ (ڈرواسے سن ۲، ۲، ۱۵)؛ کاساندر، بطلیموس، لیزی ماخوس اور اور انتی گونوس کی طرف سے متفقہ طور پر (۳۱۱ ق م)؛ دیودوروس ۱۰۵۔ ان سب اعلانات کے ذریعے سے ایشیا اور یونان دونوں کے یونانی بلدیات کی آزادی تسلیم کی گئی (۱۹، ۶۱)۔ پولی بیوس ۵، ۹۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ "ہیلے نیس" جمہوریت پسند یونانیوں کو کہتے تھے، برخلاف بازی لئیس کے جو جمہوریتوں کے شہری نہ تھے، خواہ وہ کہیں بھی رہیں۔ میرے نزدیک گیبلر Gaelbler کی رائے (اریتھرائے 19 Erethriai) غلط ہے کہ اس سے ملک یونان مراد تھی، اور نیز سے مجھ سے متفق ہے (۱، ۲۷۷، حاشیہ ۴)۔ ان اعلانات کے ذریعے سے تمام یونانیوں کو "آزاد" اور "خودمختار" تسلیم کرلیا گیا (۱۹، ۶۱)، اور جہاں تک اصول کا تعلق ہے، یہ صورتِ حال برابر رومن سلطنت کے زمانے تک جاری رہی۔ ظاہر ہے کہ واقعات

باب ۲

فوراً ان تحریکات کے مطابق قرار دادیں منظور کیں چنانچہ

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اس نظریئے کے مطابق نہ تھے، اور خود اس نظریئے سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ پہلا سوال تو یہ تھا کہ یونانی قوم کا ظاہری معیار کیا تھا؟ بلاشبہہ یورپ میں یا ایشیا کے اُن شہروں میں جو ابی دوس، الفی سوس کی طرح قدیم الایام سے یونانی چلے آتے تھے کسی قسم کے شک وشبہہ کی گنجائش نہ تھی؛ لیکن یہ حکم کائونوس، سیلگے، سولی وغیرہ پر نہیں لگایا جاسکتا تھا اور جب کبھی ایسے بلدیات نے خود مختاری اور آزادی کی غرض سے یونانی ہونے کا دعویٰ کیا تو بادشاہ نے ہمیشہ اُنھیں یہ جواب دیا کہ تم بربری ہو اور تمھیں ہمارے حکم کے ماتحت رہنا پڑے گا، چنانچہ اُنھیں ہمیشہ اپنا سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ پھر اُن شہروں کی حیثیت کیا تھی جو بادشاہوں نے آباد کر کے اپنے ناموں سے اُنھیں معنون کیا تھا؟ خود بادشاہوں کا خیال تھا کہ یہ شہر اُن شہروں سے بالکل علحدہ ہیں انھیں یونانی ہونے کی وجہ سے قانوناً آزاد ہونے کا حق ہے۔ لیکن یہاں کے باشندوں نے بھی اسی طرح سے اپنے یونانی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ واضح ہو کہ ان شہروں میں ان کے مؤسسوں کی پوجا ہونے کی وجہ سے یہ خواہی نخواہی خاندان شاہی کے دست نگر سمجھے جاتے تھے، گویہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے باشندے بھی تو یونانی ہی تھے اور ان میں بھی خود مختاری کی ویسی ہی خواہش تھی جیسی دوسرے یونانیوں میں؛ اُن کے اس جذبے کو اس درجہ ترقی ہوئی کہ اُس عہد کے اختتام پر جس پر ہم تبصرہ کر رہے ہیں، ان کی کوشش سے سلطنت شامیہ شہری جمہوریتوں کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی (دیکھو ابواب ۵، ۲۰ وغیرہ)۔ علاوہ ازیں آج بھی ایسے ملکوں کی مثالیں ملتی ہیں جو خود مختار بھی ہوں اور کسی دوسری مملکت کے دست نگر بھی، جیسے عہدنامۂ برلن کے بعد بلغاریہ، جو برائے نام باب عالی کے ماتحت تھا لیکن فی الواقع آزاد تھا۔ دوسری صدی ق م کے اختتام پر الطاکیہ، لاؤدلیسیہ وغیرہ کا

باب ۲

انتی گونوس نے شمال اور جنوب میں جنگ شروع کردی۔ شہر صور کے علاوہ فنیقیہ کے کسی شہر نے اُس کی مطلق مدافعت نہیں کی، اور اس شہر کے سوائے تمام ملک آسانی سے اُس کے قبضے میں آگیا۔ ایشیائے کوچک میں اُس نے اپنے بھتیجے بطلیموس کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور اس محاذ میں اُس کے اور مصری بیڑے کے مابین، جس کا کماندار سلیوکوس تھا، مڈبھیڑ ہوئی جس میں اُسے نیچا دیکھنا نہیں پڑا۔ لیکن خاص ارض یونان میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ شاہان سوریہ کے ساتھ بالکل اسی قسم کا تعلق تھا، چنانچہ یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ قدیم یونانی شہر تو "خودمختار بھی ہیں" اور "نگرانی سے آزاد بھی" لیکن وہ بلدیات جن کی تاسیس بادشاہوں نے کی وہ "خودمختاری" اور "نگرانی سے آزادی" دونوں کی کوشش کرتے ہیں اور بہ نسبت قدیم بلدیات کے انھیں "خودمختاری" نسبتہً زیادہ حاصل ہوجاتی ہے۔ ان امور سے ہم یونانی بادشاہوں کے متعلق یونانیوں کے جو خیالات تھے ان کا اندازہ کرسکتے ہیں اور یہ امر تاریخ میں نہایت اہم ہے۔ یونانیوں کے نزدیک بادشاہوں کی مطلق کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی۔ "پولس" یا "شہر" کے اندر تو بادشاہ کی مطلق کوئی حیثیت نہیں تھی، اور اس سے باہر اُس کی وہی حیثیت تھی جس کا مختلف عہدناموں کے ذریعے سے تعین ہوا تھا۔ ملکی اقتدار کا خیال یونانیوں سے بہت بعید ہے۔ نیز دیکھو پیول مان Poehlmann کی کتاب "بنیادی اصول" Grundzuege صفحہ ۴۵۶۔

۲۵ پزوسانیاس ۱، ۶ میں بطلیموس اوّل کے متعلق بہت کچھ مواد ہے۔ انتی گونوس کے بھتیجے بطلیموس کے لیے، جو پہلے تو کاساندر اور پھر اپنے ہمنام فرمانروائے مصر کے پاس بھاگ جاتا ہے، اور جسے مصر کا حکمران آخر ٹھکانے لگا دیتا ہے، دیکھو نوشتہ مندرجہ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹکا" C. I. A.

باب ۳

میں پولیس پرخون کو برابر میدان جنگ میں فتح ہوتی رہی تا آنکہ خود اُس کا بیٹا اُس سے علٰحدہ ہو کر کاساندر سے مل گیا (۳۱۵ سنہ ق م) اب بطلیموس نے بھی، جو انتی گونوس سے اپنے آپ کو کچھ کم نہیں سمجھتا تھا، یونان کی آزادی کا اعلان کر دیا، گو ان دونوں آزادی دہندوں کو اس کی شمہ بھر بھی پروا نہیں تھی ۳۱۴ سنہ ق م کے واقعات میں یہ بیان کرنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ انتی گونوس نے پندرہ مہینے کے محاصرے کے بعد آخر کار شہر صور کو بھی فتح کر لیا، اور ادھر ایشیائے کوچک اور یونان دونوں میں برابر جنگ جاری رہی جس میں کبھی ایک فریق کا اور کبھی دوسرے کا پلڑا جھکا رہا۔ ۳۱۳ سنہ ق م میں بھی صورت حال میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی اور اسی سال میں سب سے نمایاں واقعہ یہ تھا کہ انتی گونوس نے جو بیڑا روانہ کیا تھا اُس نے جزیرۂ لوبیہ پہنچ کر اس کا ایک حصہ فتح کر لیا؛ اُدھر بطلیموس نے مصر پر اپنے پاؤں جمائے اور قبرص کو بھی تسخیر کر لیا۔ ۳۱۲ سنہ ق م میں انتی گونوس کے بھتیجے نے خالکِس اور وسطی یونان کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا۔ بطلیموس ایک بڑا لشکر لے کر غازہ گیا اور وہاں پہنچ کر انتی گونوس کے بیٹے دیمتریوس کو شکست دے دی جس کی وجہ سے جنگ کی بساط میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اُدھر بطلیموس نے فینیقیہ پر قبضہ کر کے سلیوکوس کو آٹھ سو پیدل اور دو سو سوار دے کر بابل کی طرف روانہ کیا۔ راستے میں اُس کی چھوٹی سی فوج میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا گیا اور آخر کار بابل پہنچ کر یہ اس شہر پر قابض ہو گیا اس کے بعد اُس نے مدیہ کے صوبہ دار نکانور کو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ جلد ۲، صفحہ ۲۶۶ = ہکس Hieks ۱۴۱ مع حواشی — ۳۱۵ سنہ ق م سے ۳۱۲ سنہ ق م تک کے لئے دیکھو نیز Niese ۲۷۳/۲۹۲

شکست دی جس کی وجہ سے اُس کی فتوحات پہلے سے زیادہ مستحکم ہوگئیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غالباً اُسے اس وقت نہیں بلکہ اُس کے بہت بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی حکومت کی ابتدا فتح بابل سے قرار دے اور اسی واقعے سے جدید سنہ سلیوکوسی کی ابتدا ٹھہرائے[۱]۔ لیکن بطلیموس کو دیمتریوس کے ہاتھوں شام کے شہر میوس کے قریب زک پہنچی جس کے بعد انتی گونوس اور اُس کا بیٹا اس کی بجائے فنیقیہ پر قابض ہوگئے۔ چونکہ انتی گونوس کو مصر پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں تھی اور ساتھ ہی وہ ایک ضرب ضرور لگانا چاہتا تھا اس لئے اُس نے اپنے بیٹے کو نباطیوں کے ملک پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا جو عرب الحجر میں آباد تھے۔ اس سے صرف یہی نتیجہ نکلا کہ یہ قوم بظاہر مغلوب ہوگئی۔ اُدھر سنہ ۳۱۱ ق م میں انتی گونوس نے سلیوکوس کو بابل سے نکال باہر کیا۔ اب ہمارے کان یک بیک ایک صلحنامے کی آواز سے آشنا ہوتے ہیں جو سنہ ۳۱۱ ق م ہی میں کاساندر، بطلیموس و لیزی ماخوس اور دوسری جانب انتی گونوس کے مابین ہونا بتایا جاتا ہے، جس میں یہ طے پایا کہ روشنک کے بیٹے سکندر کے سن بلوغ تک یورپ میں کاساندر ستراپی کے فرائض انجام دے، لیزی ماخوس تھریس پر حکومت کرے، بطلیموس، مصر، لیبیہ و عرب کا والی ہو اور انتی گونوس کے سپرد تمام ایشیائے کوچک کر دی جائے؛ رہے یونانی، تو انھیں آزادی مل جانی چاہیے۔ اس صلح نامے میں دو چیزیں مبہم ہیں؛ ایک تو یہ کہ آخر یہ ہوا کیسے، اور دوسرے آیا اس کی جملہ شرائط کا ہمیں علم بھی ہے؟ پھر سلیوکوس کی بابت آخر کیا طے پایا؟ کیا اُس کا اس نتیجے میں واقعی کوئی ذکر نہ تھا؟ کیا بطلیموس نے اُسے لٹکتے میں

[۱] سلیوکوسی سنہ کی ابتدا یکم اکتوبر سنہ ۳۱۲ ق م (اولمپیاد ۱۱۷، ۱)؛ ڈاروئے سن ۲، ۲، ۱۵؛ بابلون: "شاہان سوریہ": Babelon: Rois de Syrie صفحہ ۱۷۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان سلیوکوس کے اقتدار کے اسباب میں سے یہ بھی تھا کہ بطلیموس نے سلیوکوس کی مدد کی تھی۔ اس سنہ کو سب سے پہلے فینقی ہی کام میں لائے۔

باب ۸

چھوڑ دیا؟ ہمارے نزدیک بطلیموس کے لئے یہ ناممکن نہ تھا کہ وہ سلیوکوس سے کنارہ کشی اختیار کرے ۵؎

اس صلح نامے کے اسباب و شرائط پر تاریکی کا پردہ پڑا ہونے کے ساتھ یہ بھی بغایت مشتبہ و مشکوک ہے کہ آخر اُسے کس بہانے سے اور کب توڑا گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ سنہ ۳۱۰ ق م میں بھی جاری ہے، اور ہم سے کہا جاتا ہے کہ بطلیموس والیٔ مصر نے کلیکیہ کے بعض اضلاع انتی گونوس سے فتح کر لئے اور ساتھ ہی کاساندر اور لیزی ماخوس والے شہروں کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا۔ ۳۱۲ ق م کے صلح نامے کے بعد کاساندر نے روشنک اور اُس کے بیٹے سکندر دونوں کا کام تمام کر دیا، لیکن چونکہ اس حکمران کی زندگی اور اُس کے اوصاف کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں تھی اس لئے ان دونوں کے قتل کا کسی پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ سکندر کے خاندان کا ایک دوسرا فرد ہرقل ولد بارسینہ تھا جو سکندر اصغر کے برابر صحیح النسب نہیں تھا؛ اب اُسے پولیس پرخون پرگامم کی گوشہ نشینی سے میدان کارزار میں کھینچ لایا اور اُسے سلطنت کا جائز وارث ہونے کا اعلان کر کے بظاہر اُس کے لئے ایک معتدبہ لشکر جمع کیا جس میں شرکت کے لئے ایتولیہ والوں نے بھی اپنا ایک رسالہ بھیجا، لیکن ہرقل کی ترقی ہی اُس کے خاتمے کا پیش خیمہ تھی؛ اس لئے کہ چند ہی روز بعد پولیس پرخون نے اُس کے ذریعے سے کاساندر سے

۵؎ سنہ ۳۱۱ ق م والے صلح نامے میں سلیوکوس کا مطلق ذکر نہیں؛ دیودوروس ۱۹، ۱۰۵ دیودوروس کے بیان میں ۲۰، ۵۳ (یعنی ۳۰۶ ق م) تک سلیوکوس کا اس کے بعد ذکر نہیں آتا جہاں اُس کی بابت کہا گیا ہے کہ "وہ حال ہی میں اُسے صوبہ دار مقرر کیا گیا تھا" لیکن ہمارے نزدیک اس سے ۳۱۲ ق م سے و نیز دیودوروس کے بیان متعلق ۱۹، ۱۰۰ سے مراد ہو گی۔ دیودوروس ۱۹، ۱۰۵ میں جنگ کا حال بیان کرتے کرتے کچھ اور بیان کرنے لگتا ہے لیکن سنہ ۳۱۰ ق م (۲۰، ۱۹) میں اسی موضوع کی طرف پھر آتا ہے۔

باب ۲

چند مراعات حاصل کیں، اور اس سے نہ صرف پیلوپونیز کی سیادت بلکہ تمام سلطنت کی حکومت کا وعدہ اس شرط پر کر الیا کہ وہ ہرقل کو راستے سے ہٹا دے گا۔ اس شرط کو پولیس پرخون نے ۳۰۹ق م میں پورا کر دکھایا، جس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کاساندر نے بھی اپنے وعدے کا ایک جزو پورا کر دیا۔ اس کے بعد کم از کم ہمیں اس کی اطلاع نہیں پہنچی کہ اُس نے پولیس پرخون کا خاتمہ بھی ساتھ ہی ساتھ کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ متولیٔ سلطنت تماشا گاہ تاریخ سے بلاکسی قسم کا نشان چھوڑے ہوئے خود سلطنت کے اختتام سے صرف دو سال پیشتر غائب ہو جاتا ہے۔

۳۰۹ق م میں بطلیموس کو مزید کامیابی ہوئی، یعنی اُس نے جنوب ومغربی ایشیائے کوچک میں زانتھوس، کاؤنوس اور فاسے لس پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کو مستحکم کر لیا۔ اُسے مینڈوس سے اندروس گیا، جا کر اُسے "آزاد" کرتا ہوا بحری راستے سے یونان پہنچا جہاں کراتے سی پولس نے ۳۰۸ق م میں کورنتھ و سکیون اُس کے حوالے کر دیئے۔ ابتدا میں تو اُس کا یہ ارادہ تھا کہ چند دوسرے یونانی شہروں کو بھی "آزاد" کرائے لیکن کچھ ہی زمانہ گزرنے پایا تھا کہ اُس نے یہی بہتر سمجھا کہ کاساندر سے صلح کر لے اور ان دونوں میں یہ قرار پایا کہ جو کچھ جس کے پاس ہے اُسے وہ اپنے ہی قبضے میں رکھے[۵]۔ اس کے برعکس اُسے اپنی دوسری تدبیریں، جس سے تھوڑا بہت فائدہ مقصود تھا، ناکامی ہوئی۔ سکندر کی بہن کلیوپاترا کی، جس نے سارڈس کو اپنا مسکن بنا لیا تھا، یہ خواہش تھی کہ بطلیموس سے

---

۵ بطلیموس و کاساندر کے مابین صلحنامہ، دیودوروس ۲۰، ۳۷۔

باب۲

نکاح کرے۔ اس سے پہلے بھی اُس نے اپنا عقد کرنے کی
کوشش کی تھی (دیکھو اوپر، باب ۱) لیکن اس میں اُسے کامیابی
نہیں ہوئی تھی؛ اب اُسے پھر خیال پیدا ہوا کہ کسی حکمراں ہی
سے عقد کرنا چاہیے، اور ادھر خود بطلیموس نے ایسے معاقدے
کو خود اپنے حق میں مفید و کار آمد سمجھا۔ اس مقصد کے حصول
کے لیے کلیو پاترا سارڈس سے جانا چاہتی تھی لیکن اُسے انتی گونوس
نے باز رکھا، اور اس کے چند ہی روز بعد کچھ عورتوں نے اُس کا
کام تمام کر دیا جنھیں انتی گونوس نے کافی سزا دی اور حکم دیا کہ
مقتولہ کا جنازہ نہایت شان و شوکت سے اٹھایا جائے۔
یہاں تو بطلیموس کو ناکامی ہوئی، لیکن ادھر افریقیہ میں اُسے سرنہ
کی تسخیر کی وجہ سے گویا اس ہزیمت کا بدل مل گیا۔ ۳۱۲ ق م میں
اُس کے مقرر کردہ صوبہ دار نے بغاوت کر دی تھی، لیکن
اگاتھوکلیس نے باغی صوبہ دار کا کام تمام کر دیا تھا، اور اب
بطلیموس کے سوتیلے بیٹے ماگاس نے اُس کی طرف سے از سرِ نو
سرنہ پر قبضہ کر لیا[۵۶] (دیکھو ابواب ۵ و ۷)۔ گویا اُس وقت
یعنی ۳۰۸ ق م کے قریب صورتِ حال کچھ اس نوع کی تھی کہ
بطلیموس سرنہ، قبرص، اجزائے لکیہ و کاریہ، کوس، اندروس،
سکیون و کورنتھ پر قابض ہونے کی وجہ سے طاقتور بن گیا
تھا؛ کاساندر مقدونیہ کا حاکم تھا اور اُسے اپیائروس میں کسی
قسم کی مخالفت سے دوچار ہونا نہیں پڑا تھا۔ دوسرے
اب بھی اس کے قبضے میں یوبیہ، تھبز، ایتھنز، میگالوپولس تھے[۵۷]

---

۵۶ سرنہ پر ماگاس کا قبضہ ۳۰۸ ق م میں ہوا Suid. "دیمتریوس" اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ ماگاس نے ۳۰۸ ق م سے ۲۵۸ ق م تک حکومت کی ہوگی۔

۵۷ مقدونیوں نے ایتولیہ کے خلاف اکارنانیہ کو، بیوتیہ کے خلاف تھبز کو اور
آرکیڈیا کے خلاف میگالوپولس کو مدد دی؛ ڈیوڈورس ۲۰، ۲، $\frac{۱۰۳}{۱۰۴}$ ۔۔

باب ۲۔

لیزی ماخوس نے اپنے قبضۂ ہیلیس پونت کو کار دیہ کے مشرق میں لیزی ماخیہ کی آبادکاری کرکے مستحکم کرلیا تھا۔ ان تینوں حکمرانوں کے خلاف انتی گونوس بالکل یکہ وتنہا تھا، اور ساتھ ہی اُسے اپنے عقب میں بھی خطرہ لگا ہوا تھا، اس لئے کہ سلیوکوس نے بابل پر ازسر نو قبضہ کرلیا تھا، چنانچہ اُسے اس کی ضرورت پیش آئی کہ وہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے بلاد یونان میں ایک قسم کی سنسنی پیدا ہو جائے، اور اس نے یہ خیال جمایا کہ ایتھنز پر حملہ کرنا چاہئے جو یونان کا گویا ایک طرح کا مرکز بنا ہوا تھا۔[۵۸] ہم پڑھ چکے ہیں کہ یہاں کاساندر کے قائم مقام

[۵۸] ۳۰۰ ق م میں یونانیوں کی جو ذہنی واخلاقی حالت تھی اُسے ڈروائےسن نے مفصلۂ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے (۲، ۲، ۱۰۲): ”عوام الناس مفلوک الحال تھے، ان میں اخلاق کی خوبو نہ تھی، وہ اپنے معبودوں اور اپنے مُلک کی طرف سے بالکل بے پروا تھے اور اُن کی اُٹھتی ہوئی نسل کو اُس زمانے کے محبوب ومرغوب فلسفیوں نے بگاڑ دیا تھا“ ہمارے نزدیک اس مقولے کا کوئی حصّہ بھی درست نہیں ہے۔ پہلے حصّے کی عدم صحت کا ثبوت اس موقع پر نہیں دیا جاسکتا، اور اس قسم کے کلّیہ آمیز حکم کی تردید کرنے میں ہمیشہ مشکل پڑتی ہے۔ لیکن میرے بیان کا ایک ایک لفظ ڈروائےسن کے خیال کی تردید سمجھنا چاہئے۔ ڈروائےسن کے فقرے کا دوسرا حصّہ جو فلسفیوں کے خراب اثرات سے متعلق ہے، اُس میں تھوڑی بہت قطعیت ہونے کی وجہ سے اُس پر بحث کیجاسکتی ہے۔ یہاں ہمیں فرض کرنا پڑتا ہے کہ ڈروائےسن کی مراد ”رواقیوں“ کے مرکز یعنی ستوا کی تاسیس سے پہلے کے زمانے سے ہوگی اس لئے کہ اس مسلک کی تاسیس کے بعد ”بگاڑنے“ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ حکم اس سے پہلے کے زمانے پر بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ

باب ۲ | کی حیثیت سے دیمتریوس ساکن فالیرم حاکم تھا، اُس نے اپنی دہ سالہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اکادمیوں، مشائیوں، کلبیوں اور میگاریوں نے اُس زمانے کے نوجوانوں کو بگاڑا تھا؟ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اگر ڈرو ائے سن کے پیش نظر کوئی وزنی وجہ نہ ہوتی تو اُسے ہرگز اس قسم کا حکم نہیں لگانا چاہیئے تھا، مگر مفصلۂ ذیل امور سے معلوم ہو گا کہ یہ خیالات محض ذاتی جذبات پر مبنی تھے۔ وہ آگے بڑھ کر چند دوسرے عجیب خیالات کا اظہار کرتا ہے، صفحہ ۱۰۳ پر وہ ایشیائی وجزائری یونان کو، "جو جماعتی خودمختاری کے قعر میں جا پھنسے تھے" "بہ نسبت بداخلاق آزاد یونان کے کہیں بہتر تھے۔ لیکن یہ واقعے کے خلاف ہے کہ ایشیا اور جزائر کے یونانی "جماعتی آزادی" کے قعر میں جا پھنسے تھے۔ قانونی اعتبار سے وہ اُستے ہی آزاد تھے جتنا خود ایتھنز اور واقعاً بھی اُنھیں اُس سے کچھ کم آزادی حاصل نہیں تھی، بلکہ ان میں سے بعض نے تو میدان سیاسیات میں اُتنے ہی اعلیٰ وارفع فرائض انجام دئے جیسے ایتھنز نے۔ یہاں ہم صرف ابی دوس (ڈرو ائے سن ۲، ۲، ۲۰۱ و ۲۱۱) اور رھوڈز کا ذکر کافی سمجھتے ہیں۔ اگر یہاں کے باشندے ایتھنزیوں سے زیادہ خوش تھے تو اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ان کی جِلت بپرت محض جماعتی جدوجہد تک محدود تھی، لیکن ظہوری نقطۂ نظر سے ڈرو ائے سن کا مطلب اس وقت بالکل سمجھ میں نہیں آتا جب وہ یہ کہتا ہے کہ دیار مغرب میں صورت حال اس سے بہت بہتر تھی، اگاتھوکلیس کی فرماں روائی میں سسلی والے چین واطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے، اور "اپنی منتظم اور عاقلانہ انتظام کی وجہ سے تارنتوم کے طرزعمل سے چھوٹے چھوٹے شہروں کی تائید وپشت پناہی ظاہر ہوتی ہے"۔ واقعہ یہ ہے کہ عیش پسند تارنتوم دوسروں کو مدد دینا تو کجا، خود اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتا تھا، اور یکے بعد دیگرے کبھی کسی ایپائروسی اور کبھی کسی اسپارٹی کو اُسے بلانا پڑتا تھا؛ رہا سسلی، تو ہمیں اگاتھوکلیس کے عہد میں اس جزیرے میں شمہ بھر بھی خوشی وخرمی کا پتا نہیں چلتا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے ان خیالات کے

حکومت کے دوران میں شہر کی دولت و ثروت میں ضرور اضافہ کیا، لیکن خود اپنی خرابیٔ اخلاق کی وجہ سے شہر والوں کے خصائل کو پست کر دیا، اور اُس پر طرفہ یہ کہ ایک حقیقی خود سر کا روپ بھر کر جاسوسوں اور خفیہ عمال کے ذریعے سے اُن کے عیش و عشرت کو سختی کے ساتھ دبانے کی کوشش کی۔ لیکن شہریوں نے اُس کی حکومت کے ساتھ روادارانہ برتاؤ کیا، بلکہ بعض تو واقعی اُس سے خوش تھے، لیکن وہ ایتھنزی جنھیں پرانی روایات کی یاد تازہ تھی وہ اپنے محبوب و مالوف شہر کو اس قعر میں دیکھ کر شرمسار ہوتے تھے جس میں وہ گر گیا تھا، اور وہ ایسے شخص کا حکم ماننے کو اول درجے کی ذلت و نکبت سمجھتے تھے جس نے اس وقت تک میدان جنگ میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا اور جو خود اپنی رائے پر عمل کرنے کی بجائے کاساندر کا حکم ماننے پر مجبور تھا[۵۹]۔ ان کا خیال تھا کہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بے بنیاد ہونے کا ثبوت دے دیا ہے، اور میرے نزدیک یہ محض لکھنے والے کے ذاتی جذبات سے زیادہ کسی چیز پر مبنی نہیں ہیں، اس لئے کہ اوّل تو ان کا پیش کرنے والا اوّل درجے کے علماء سے ہے، اور دوسرے اُن کو غلط ثابت کر سکے ہیں نے ایک اور بات کو صاف کر دیا ہے، وہ یہ کہ جس زمین پر ان خیالات کا نشو و نما ہوتا ہے یعنی اُس یونان کی بداخلاقی جو واقعاً آزادی کی جدّ و جہد میں لگا ہوا ہے، اس زمین کا وجود دراصل محض تخیل سے باہر نہیں ہے۔ نیز دیکھو حواشی باب ۶۔

۵۹ دمیتریوس ساکن فالیروم کے لئے مقابلہ کرو وہ تحریرات جن کا ہرمان ٹومزر "مملکت قدیمہ" Hermann-Thumser: Staatsalt ۱۳۵ میں ذکر ہے۔ اس شخص کو شوارز نے "عمومیت" Schwarez: Die Demokratie لائپزگ ۱۸۸۲ء) اور خون ولاموویتز Willamowitz: ("انتی گونوس ساکن کاریستوس" Antigonos von Karystos صفحہ ۱۸۴) نے بہت کچھ بڑھا دیا ہے۔

باب ۳ | اگر وہ کسی طرح اپنی کھوئی ہوئی آزادی حاصل کرلیں تو ایسی حالت میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ولاموونز کہتا ہے کہ دیمتریوس نے ملک کو محفوظ کیا،
اس میں امن وامان رائج کیا، فرقہ وارانہ آزادی کی کیفیت سے کام چلا نے سکا
صحیح راستہ بتایا، وہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے لڑکوں کی تعلیم کو
مملکت کا فرض قرار دیا اور "ایفی بیا کو سرکاری ادارہ بنادیا"۔ جب سے
ارسطاطالیس کی کتاب "دستور ایتھنز" دستیاب ہوئی ہے اُس وقت سے
یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایفی بیا کو دیمتریوس نے سرکاری جامہ پہنایا، اس لئے کہ
سنہ ۳۲۳ جیسے بعید زمانے میں بھی ایفی بیا کی یہی نوعیت تھی۔ فون ولاموونز
کہتا ہے کہ دیمتریوس ہی نے مدارس فلسفہ میں تعلیم کے آزادانہ پیرائے
کو مستحکم کر دیا۔ لیکن یہ واقعے کے خلاف ہے اس لئے کہ کسی غیر ملکی
حکمران کا ایک عہدہ دار ایتھنز کے کسی ادارے کو بھی مستحکم نہیں کرسکتا تھا۔
اس میں شبہہ نہیں کہ اُس نے آزادی تعلیم کی حفاظت ضرور کی لیکن اس کی
بنیاد اور اس کا استحکام محض ایتھنز والوں کے صحیح جذبات پر منحصر تھا۔
اسی طرح یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُسی نے امن وامان قائم کیا، اس لئے کہ یہ
دیمتریوس جیسے عہدہ دار پر منحصر نہیں تھا بلکہ اس کا دار و مدار اُس کے آقا
اور ہمعصر حکمرانوں پر تھا۔ ممکن ہے کہ اُس کے عہد میں ایتھنز میں امن وامان رہا
ہو، جہاں تک کہ اُس میں کسی قسم کا اختلال پیدا نہیں کیا۔ ناٹک کے مقابلوں
کی از سر نو تنظیم بھی اسی کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے (دیکھو کہلر Koehler ۴،
۲۳۵؛ میولر: "تماشا گاہ قدیم" Mueller: Buehnen Alterthum, ۲۴)۔
دیمتریوس نے ضرور سنہ ۳۰۹ ق م میں عید دیونی سیہ کی صدارت کی، اور کچھ عرصے کے
بعد ہم ادارۂ اگونوتھیتز یا ("نگرانی لعب") سے دوچار ہوتے ہیں، چنانچہ ممکن ہے
کہ یہ تبدیلی اُسی نے کی ہو۔ لیکن ان دونوں ادارات کے درمیان جو فرق ہے
وہ یہ ہے کہ خورےگیا تو ایک "لٹی تورگیا" یا خدمت عامہ سمجھی جاتی تھی اور
اگونوتھیتزیا کی نوعیت ایک عہدے کی تھی۔ اس جدت کا سبب یہ تھا کہ

باب۲ انھیں اپنے معبودوں کا شکر گزار ہونے کا موقع مل جائے گا، اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مختلف عیدوں اور تہواروں کے موقعوں پر کافی اشخاص چندہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، لیکن چونکہ یہ عیدیں بہر نوع منعقد ہونی ضرور تھیں اس لئے خود عموم نے خورگیا کو اپنے سر لے لیا اور ایک نگران لعب ("اگونوتھیٹیس") کو مقرر کیا جو ایک ذمہ دار عہدہ دار ہوتا تھا تاکہ وہ مختلف مدارج کی نگرانی کرے۔ اس سے وہ صورت حال یاد آتی ہے جس کا الزام یوبولوس پر لگایا گیا تھا (جلد ۳ باب ۱۵، حاشیۂ ۵)، اور اب مملکت کو اسی طرح روپیہ مہیا کرنا پڑتا تھا، درانحالیکہ اب دیمتریوس کے عہد میں صرف مرفہ الحال شہریوں کو رائے دہی کا حق باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ اگر اس طبقے کے سر سے عیدوں اور تہواروں کے اخراجات برداشت کرنے کا بار ہٹا لیا گیا اور اُن کی بجائے اس کا بار خزانۂ عامرہ پر ڈالا گیا تو اس سے مرفہ الحال طبقے کی طرف صریح میلان ظاہر ہوتا ہے، اور ہمیں یہ سُن کر تعجب نہیں ہوتا کہ اس منظورِ نظر طبقے نے ایک قدم آگے بڑھا کر یہ طے کیا کہ اُن کے مربی اور سرپرست کے ۳۶۰ مجسمے نصب کئے جائیں، اور اس کا خرچہ خزانۂ عامرہ سے دلایا جائے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ حال میں اس تمام قصے کو بالکل دوسرا جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی ہے اور دیمتریوس اور مرفہ الحال طبقے کو سراہا گیا ہے۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ مملکت پر نہیں بلکہ اس "نگران لعب" پر جملہ اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی، اور اس مفروضے کی تائید میں ایتھنزیوں کی وہ تجویز عوام میں پیش کی جاتی ہے جو فلپی دیس کے لئے منظور کی گئی تھی ("مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا C I.A ۲، ۳۱۴ = ڈٹن برگر ۱۴۳")، جس میں اس شخص کی اس لئے تعریف و توصیف کی گئی تھی کہ اُسنے "خود اپنی جیب سے" اس وقت بہت روپیہ خرچ کیا تھا جب وہ "نگران لعب" تھا۔ اس نقطۂ نظر سے اخراجات کا بار خزانۂ عامرہ پر مطلق نہیں پڑتا تھا۔ لیکن ہماری رائے میں یہ درست نہیں ہے، دیکھو ڈٹن برگر ۱۱۱ اور ہرمان تومزر Hermann-Thumser. ۱۲۱،

باب ۲ اگر بیرونی حکمرانوں کے طرز عمل کی تائید ضروری سمجھی گئی تو کم از کم یہ

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اوّل تو یہ مفروضہ پایۂ ثبوت ہی کو نہیں پہنچا، اور دوسرے یہ فی نفسہٖ ناممکنات سے ہے، اور یہ ایسی بات ہے جو اس سے پہلے کسی کے ذہن میں نہیں آئی۔ فلپی دیس کے اعزاز سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لئے کہ اُس کا اعزاز محض اس لئے کیا گیا کہ اُس نے یہ روپیہ خود اپنی جیب سے خرچ کیا تھا جس پر وہ مجبور نہیں تھا۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے عہدے کی ذمّہ داری ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رقوم عامّہ کے خرچ کا وہ ذمّہ دار تھا، اور درحقیقت اُس نے صرف یہ کیا کہ اس رقم میں خود اپنی جیب سے اضافہ کر دیا۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عموم کے خورِیگیا سے معنیٰ یہی ہیں کہ عوم پر روپیہ ادا کرنے کا فرض عائد ہوتا ہے۔ لیکن، جیسا اوپر کہہ چکا ہوں یہ مفروضہ ناممکنات سے بھی ہے، اس لئے کہ ایک ایسی مملکت جس میں ایک آدھ درجن ایسے لوگ نہ نکلیں جو اپنی جیب سے سنگیتوں کی اجرت دے سکیں تو وہ ہر سال ایک شخص واحد کو کیسے ترغیب دے سکتی ہے کہ وہ اس رقم کو جو پہلے دس بارہ لوگوں کی جیبوں سے نکلتی تھی، خود اپنی جیب سے نکال دے۔ ہم یہ نتیجہ نکالنے پر حق بجانب ہیں کہ اگونو تھیز یا یا نگران لعب کے عہدے کے قیام کی وجہ سے اخراجات عید کا بار خزانۂ عامرہ پر پڑ گیا، اور اگر دیمتریوس ہی نے یہ تبدیلی کی تھی تو اُسے اچھی طرح سے اس کا علم ہوگا کہ اس سے کس طبقے کو فائدہ پہنچتا ہے، اور مرفہ الحال طبقہ اپنے فوائد کو خوب اچھی طرح سے پہچانتا تھا۔ لیکن دیمتریوس نے اظہار سنجیدگی کی بہت کوشش کی۔ اُس نے اعداد و شمار کے خیال کو ترقی دی Atth. ۶، ۲، ۷ : بیلوخ: "مردم شماری Beloch: Bevoelkerung صفحہ ۵۷ — اُسنے "نگرانہائے قانون" Nomophylakes کا تقرر کیا اور Sync. ۲۷۳ میں تو اُسے تیسرا "ایتھنزی مقنن" گردانا گیا ہے۔ اسکی خواہش تھی کہ لوگ اُسے سولون اصغر سمجھیں۔ اُس نے خاص طور پر مقبروں کے خرچ تعمیر کو محدود کرنیکی کوشش کی (سسرو Cicero: De Legg, ۲، ۶۶)

باب ۲

حکمراں شاہ مقدونیہ سے کہیں زیادہ دور اُفتادہ اور اُنسے بدرجہا کم ظالم تھے،

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جس کی وجہ سے فنون لطیفہ کو معتد بہ نقصان پہنچا؛ دیکھو "جریدۂ لسانیات برلن" Berl. Phil. Woch. سنہ ۱۸۹۲ء، صفحہ ۸۴۴۔

سسرو کہتا ہے کہ اس مقصد کے لیئے اُس نے ایک اور عہدہ دار مقرر کیا، جس سے دیمتریوس کے عہدوں میں اضافہ کرنے کی خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ سسرو De off. ۲/۶۰ میں فارقلیس کو اُس لیئے برا بھلا کہتا ہے کہ اُس نے "اسقدر روپیہ پارتھے نون کا صدر دروازہ بنانے میں صرف کر دیا تھا" جس سے دیمتریوس کا مبلغ نقدا صاف ظاہر ہو جاتا ہے، اور اس پہ وہ نہایت اطمینان سے خود اپنے ۳۶۰ مجسموں کی تنصیب کی قرارداد کو تسلیم کر لیتا ہے! ظاہر ہے کہ اس مصرف میں روپیہ خرچ کرنا ایک بالکل دوسری بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اس واقعے کا، جو اکثر یونانیوں کے لیئے اظہر من الشمس تھا، اندازہ ہی نہ تھا کہ ایتھنز کی عظمت دو جذبات پر مبنی تھی، ایک تو آزادی سے عشق اور دوسرے خوبصورتی سے محبت۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے عہد حکومت میں ایتھنزی غیر ملکیوں کا خیال پہلے سے بہت کم کرتے تھے، لیکن اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ جس قدر بھی چاپلوسی ممکن تھی وہ خود اپنی ہی کراتا تھا۔ بحیثیت ذی علم ہونے کے اُس میں قابلیت کی کمی تھی، اور اگر یہ امر واقعہ ہے کہ وہی نوادر خانۂ اسکندریہ کا موسس تھا تو اُس کی عظمت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؛ لیکن کسی دوسرے لحاظ سے اُس کی شخصیت میں غلو نہیں پایا جاتا۔ اُسے تین چیزیں مرغوب تھیں؛ علم و عیش تو اپنے لیئے اور سخت ترین تادیب غربا کے واسطے۔ وہ ایک ایسا متمدن دُنیادار تھا جو گویا معاشرے کے محافظ کا روپ بھرے ہوئے تھا، اور یہ وہ نوع ہے جس کی مثالیں ہمارے زمانے میں بہت سی ہیں۔

لیکرگوس کی زندگی سے غیر ملکی بادشاہ کے اس بد اخلاق قائم مقام سے ایک قسم کا تباین سامنے آتا ہے۔ لیکرگوس خوبصورت اور نبیل کا گویا پجاری تھا، اور اُس کے ساتھ ایک اوّل درجے کا عملی جمہوری مدبر تھا جس نے ایتھنز میں اپنی

باب ۱۲

چنانچہ ایسی حالت میں اُنھیں اس کا موقع ملنا آسان تھا کہ وہ اپنی قرار دادوں کو اپنے طریقے سے منظور کر لیں۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب دیمتریوس ولد انتی گونوس، جو اپنے ہمنام ساکن فالیروم کی طرح بہادر خوبرو اور قابل شخص تھا، راس سونیوم کے قریب ۳۰۷ء ق م میں ایک بڑا بیڑا، روپیہ اور سپاہی لے کر نمودار ہوا، اور سنتریوں کی اس غلطی کی وجہ سے کہ انھوں نے اُسکے جہازوں کو مصری جہاز سمجھا، وہ پرائیوس میں پچیس کشتیوں سمیت لنگر انداز ہو گیا تو اُسے وہاں کے لوگوں نے نہایت گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔ [۱۰] چند چھوٹی موٹی مڈبھیڑوں کے بعد دیمتریوس ساکن فالیروم نے اس سے لوگوں کی حفاظت کرنے کے لئے استدعا کی اور خود اس کے بعد اپنے وطن واپس چلا گیا۔ انتی گونوس کے بیٹے نے میگارا اور قلعۂ مونی خیہ، جس پر مقدونوی قابض تھے، مسخر کر لیا، اور ستمبر ۳۰۷ء ق م میں وہ ایتھنز میں بصد حشم و خدم داخل ہو گیا۔ اُس نے شہریوں سے وعدہ کیا کہ میں جہاز بنانے کے لئے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - مہربانی آمیز عہد کے آثار چھوڑ گیا ہے۔ اس کے لئے دیکھو دیور باخ: "خطابت لیکرگوس" Duerrbach : L'Orateur Lycurgue پیرس، سنہ ۱۸۹۰ء؛ کرتیوس: "تاریخ بلدیۂ ایتھنز" E. Curtius : Die Stadtgeschichte von Athen برلن سنہ ۱۸۹۱ء، صفحۂ ۲۱۳ وغیرہ و صفحۂ ۲۲۵ وغیرہ۔

[۱۰] دیمتریوس پولیورکیتیس الکبیادیس کی طرح بیس جہاز لے کر پرائیوس آتا ہے (پولیائینوس ۴، ۷، ۶)۔

ایتھنزیوں کی طرف سے انتی گونوس و دیمتریوس کی عزت؛ واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth: Stadt Athen ۱، ۶۱۲/۶۱۳ - قبیلوں کا مختصر بیان؛ ہرمان تومرز ۱۳۰۔

باب ۸

لکڑی اور کھانے کے لئے اناج کا انتظام کروں گا۔ اس کے بعد
کاساندر کے پیرووں کا مواخذہ کیا گیا، لیکن حکم صرف انھیں کے
خلاف سنایا گیا جو غائب تھے؛ اور ان سب کو رہا کر دیا گیا جو حاضر تھے،
جن میں سے ایک مشہور شاعر مناندر بھی تھا۔ لیکن اگر لوگوں نے
انتقام لینے میں اعتدال دکھایا تو ساتھ ہی اپنے بچانے والے اور
اس کے والد کی اطاعت پذیری میں وہ حد سے بہت تجاوز کر گئے۔
انکے اعزاز میں، دو جدید قبیلے یعنی انٹی گونس و دیمتریاس بنائے گئے،
نیز دیمتریوس کے نام پر مہینے کا ایک دن اور ایک میلا موسوم کیا گیا
اور انٹی گونوس و دیمتریوس دونوں کو بادشاہ اور معبود کے خطابات
پیش کیے گئے۔ غرض آزاد شدہ ایتھنزیوں نے تقریباً اُتنے ہی
غلامانہ انداز سے سپہ سالار دیمتریوس کے ساتھ برتاؤ کیا جتنا
حلقہ بگوش ایتھنزیوں نے دیمتریوس ساکن فالیردم کے ساتھ کیا تھا،
اور یہ حکمران یونان کے سب سے زیادہ علمی مرکز میں اتنے ہی آرام
واطمینان کے ساتھ رہنے لگا جتنا کوئی فلسفی رہتا۔ ایتھنز کی آزادی
کا بجنسہ وہی نتیجہ نکلا جو انٹی گونوس سمجھے ہوئے تھا۔ اس کی وجہ
سے کاساندر کا اقتدار اتنی بُری نظروں سے دیکھا جانے لگا کہ
ایپی ورس والوں نے ہمت کر کے اس کے آلۂ کار شاہ الکےتاس
کو جان سے مار ڈالا، اور اُسکے بھتیجے یعنی ایاکداس کے بیٹے پرھوس
کو تخت پر بٹھا دیا۔ اگر انٹی گونوس دیمتریوس کو نہ بلا لیتا تو اس کی وجہ
سے سرزمین یونان میں جگہ جگہ انقلاب رونما ہو جاتا۔ لیکن
انٹی گونوس کی خواہش تھی کہ وہ بطلیموس کے خلاف، جو قبرص میں
ایک بڑا لشکر جمع کر رہا تھا، کارروائی کرے۔ دیمتریوس نے رھوڈز
والوں سے مصر کے خلاف عمل کرنے کے لئے کہا، لیکن انھوں نے
غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر دیا، اور دیمتریوس نے اپنے دل میں
یہ ٹھان لیا کہ موقع ملنے پر وہ ان کی سرکوبی میں کسر نہیں اُٹھا رکھے گا۔

باب ۲

اس کے بعد اس نے سالامس کا محاصرہ کیا، جس پر بطلیموس کا بھائی مینے لاؤس قابض تھا۔ اب خود بطلیموس ایک بہت بڑا بیڑا لے کر آموجود ہوا۔ دیمتریوس نے اُسے شکست فاحش دی یعنی چالیس جہازوں کو تو گرفتار کیا، اسی سے زیادہ ڈبو دیے، آٹھ ہزار سے زیادہ سپاہی جو ایک سو بار برداری کے جہازوں پر تھے قید کر لیے اور بےشمار مال غنیمت پر قبضہ کیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک بانسری نواز لامیہ نامی بھی تھی جو بہت جلد فاتح کی منظور نظر بن گئی۔ جب مینے لاؤس نے سالامس کی کنجیاں فاتحوں کے حوالے کر دینے پر تمام قبرص نے ہتھیار ڈال دیے اُس وقت انتی گونوس دریائے اورونتیس کے دہانے پر پڑا ہوا تھا۔ یہاں دیمتریوس کا فرستادہ ارسطو دیموس ساکن ملطہ جہاز پر سے اترا اور اُسے "شاہ انتی گونوس" کہہ کر مبارکباد دی، جس پر ہر کس و ناکس ہمزبان ہو کر "شاہ انتی گونوس زندہ باد" چلا اُٹھے اور تمام جنگل ان کے فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھا۔ انتی گونوس نے "شاہ" دیمتریوس کا شکریہ ادا کیا۔ اصل میں وہ یہ چاہتا تھا کہ اس طرح سکندر کی سی مطلق العنان حکومت کو اپنے ملک میں رواج دے، لیکن اُس کے حریف اسے سخت ناپسند کرتے تھے، اور بطلیموس، سلیوکوس، لیزی ماخوس اور کاساندریں سے ہر ایک بادشاہ بن بیٹھا جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ہرقلیہ جیسے چھوٹے سے شہر کے خود سر دیونی سیوس نے بھی خطاب شاہی اختیار کیا تو محسوس ہونے لگا کہ اب سکندر کی سلطنت کا بالکل ہی خاتمہ ہونے کو ہے[اللہ]۔

اللہ دیمتریوس ۱۲۰۰ زرہ بکتر ایتھنز روانہ کرتا ہے؛ ڈرروائے سن ۲، ۲، ۱۳۵۔ اسی موتلف کا خیال ہے (۱۴۱) کہ اُسی زمانے میں پفلاگونیا، پونتوس اور اتروپینے نے بھی شاہی خطاب اختیار کئے ہوں گے۔ ان ممالک کی بابت جو کچھ اُس نے کہا ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ سکّوں سے اس کا پتا لگتا ہے کہ انتی گونوس اور

باب ۲

انتی گونوس بہت کچھ کر چکا تھا، لیکن ابھی ایک نہایت ضروری چیز یعنی مصر کی فتح باقی تھی، اور اس کی تکمیل کے لئے اس نے ایک بیڑا اور ایک عالی شان لشکر لے کر دریائے نیل کی پیلوزیوم والی شاخ کی طرف بھیجا جس کے بائیں کنارے پر بطلیموس کا قبضہ تھا۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت تک راستہ روکے رہے جبتک دیمتریوس مغرب کی طرف اُتر کر مصریوں کے عقب میں حملہ نہ کردے۔ لیکن طوفان کے باعث دیمتریوس اپنے جہازوں پر سے نہیں اُتر سکا اور اُسے اپنی فوج کی طرف چلا جانا پڑا۔ اس زک کے بعد انتی گونوس کو چار و ناچار اپنے قدم موڑ دینے پڑے۔ یہ سچ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے دن پر و کاس کی طرح ختم کرنے نہیں چاہتا تھا، لیکن اتنے تزک و احتشام کے ساتھ تیّاری کے بعد حملہ تک نہ کرنا کچھ زیادہ خوش آئند نہ تھا۔ (۳۰۶ ق م)۔

بہر نہج اب اُس کی یہ خواہش تھی کہ کسی دوسری جگہ اُسے کچھ نہ کچھ معاوضہ مل جائے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ رھوڈز والوں نے اُسکے ساتھ مصر کے خلاف تعاون کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا، اور گو وہ علی العموم اُس کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آتے تھے، مگر بطلیموس کے خلاف ہتھیار اُٹھانے پر وہ اس لئے راضی نہیں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ دیمتریوس کی سلطنتیں ایک دوسرے سے ممتاز تھیں، ہیڈ Head "تاریخ مسکوکیات" .H.N صفحہ ۲۰۱ و صفحہ ۲۰۲۔ چودرہموں کے ایک طرف نشستہ یا استادہ پوسیدون کی جو شبیہ ہے وہ نہایت نفیس ہے۔ دیمتریوس پولیورکیتیس کے سونے اور چاندی کے سکّوں پر ساموتھریس کی فتحمند دیبی کے مجسّے کی جو اس وقت نوادر خانہ لوُور میں ہے، نقل ہے؛ ہیڈ، "تاریخ مسکوکیات" ۲۰۲، شبیہ ۱۴۳۔ نیز دیکھو باب ۲۱، عقب۔

مصر پر حملے کے لئے، نیز سے Niese جلد ۱ ص ۳۲۲–۳۲۴۔

باب ۱۷

ہوتے تھے کہ اُن کا اقتدار اور اُن کی ثروت دونوں اسکندریہ کیساتھ تجارت کرنے پر منحصر تھی[۱۲]۔ اب انتی گونوس نے یہ تہیّہ کرلیا کہ انھیں اس انکار کی خاطر خواہ سزا دے گا۔ اس کا خیال تھا کہ جزیرے والوں کو حلیف بمشکل سے بل سکیں گے چنانچہ وہ بآسانی تمام انھیں مغلوب کرلے گا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ رھوڈزیوں کو حلیف نہیں ملے لیکن باوجود اس کے بھی وہ اُنھیں مغلوب نہیں کرسکا۔ دیمتریوس ایک پُرشکوہ بیڑا لے کر، جس میں دوسو جنگی جہاز، ایک سو ستّر باربرداری کے جہاز، ایک ہزار بحری قزاقی کی کشتیاں اور تجارتی جہاز تھے، رھوڈز کے مقابل بندرگاہ لوریما پہنچا، اور وہاں سے پھر ایک مرتبہ جزیرے والوں سے کہلا بھیجا کہ وہ مصر کے خلاف مخالفہ کرنے کے لئے تیّار ہوں تو آئیں۔ اس پر کچھ گفت وشنود ہوئی اور وہ راضی بھی ہوگئے۔ لیکن جب دیمتریوس نے ایک سو سربرآوردہ شہریوں کو بطور یرغمال کے طلب کیا اور ساتھ ہی اس کا اعلان کیا کہ وہ اپنے جنگی جہاز خاص بندرگاہ رھوڈز میں لیجائیگا تو انھیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ اُنھیں کلّیتہً مغلوب کرنے کا خواہاں ہے، چنانچہ انھوں نے آخر تک مدافعت کرنے کی ٹھان لی۔ یہ سُن کر دیمتریوس نے شہر کا محاصرہ کرلیا، اور یہ محاصرہ اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے تاریخ یونان میں ممتاز ہے کہ اسمیں حملہ آوروں نے اپنا کام نہایت دانائی سے انجام دینے کی کوشش کی اور محصورین

---

۱۲ محاصرۂ رھوڈز: دیودورس ۲۰، ۸۱/۸۷؛ (۳۰۵ سنہ ق م)؛ ۹۱/۱۰۰ (۳۰۴ سنہ ق م)؛ دروائے سن ۲، ۲؛ ۱۵۳/۱۷۴؛ نیز ۱۷، ۳۳۳، حاشیۂ ۱؛ ٹور: "رھوڈز بزمانۂ قدیمہ" Torr. Rhodes in ancient times کیمبرج، ۱۸۸۵ء ص ۵۴ ۵۸ نقشۂ رھوڈز؛ نقشۂ ۸ جزیرے کا نقشہ، کیپرٹ: "ہیلاس" Kiepert:Hellas کیپرٹ: "مغربی الشیائے کوچک" Kiepert: Westl. Kleinas. ۱۵- نیز دیکھو باب ۲۲ حاشیۂ ۱-

بھی اسی جانبازی اور شدت کے ساتھ مدافعت کرتے رہے۔ یہ محاصرہ سنہ ۳۰۵ ق م سے سنہ ۳۰۴ ق م تک برابر جاری رہا۔ رھوڈزیوں کی کیفیت اس لئے اور بھی ناقابل اطمینان تھی کہ اُن کے جنگی بیڑے کے کمزور ہونے کی وجہ سے دیمتریوس کو سمندر پر تفوق حاصل تھا لیکن وہ پیدائشی ملّاح ہونے کی وجہ سے تنہا جہازوں کو اِدھر اُدھر لئے پھرتے تھے، چنانچہ محض فن جہاز رانی میں یکتا ہونے کی وجہ سے وہ کاساندر، لیزی ماخوس اور بطلیموس کے پاس پیام بھیجنے میں کامیاب ہوگئے۔ اُنھوں نے ان فرمانرواؤں سے کہلوایا کہ وہ بڑی مشکل میں آپھنسے ہیں اور اُنھیں امداد کی شدید ضرورت ہے۔ اس کے جواب میں اُنھیں ہر طرف سے اطمینان بخش جواب ملے، لیکن خاطرخواہ امداد کہیں سے بھی نہیں آئی۔ آخرکارُ اُنھیں اطراف بلدہ سے بھی دست برداری دے دینی پڑی۔ ہمیں یہ دیکھنے سے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اُن کے پاس صرف سات ہزار جنگجو، چھ ہزار شہری اور ایک ہزار کاریگر تھے اور ان کے علاوہ اُنھوں نے غلاموں کو بھی مسلح کرلیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اتنے کم سپاہی صرف ایک مختصر رقبے ہی کے لئے بکار آمد ہوسکتے تھے۔ شہریوں میں جوش کا یہ عالم تھا کہ عورتوں نے نہایت جرأت اور ہمت کرنے میں صرف مردوں کے دل ہی نہیں بڑھائے بلکہ فصیل پر لڑائی میں بھی اُن کی مدد کی۔ پہلے تو دیمتریوس نے سمندر کی طرف سے حملہ کیا تاکہ وہ بندرگاہ پر قبضہ کرکے شہر میں بآسانی داخل ہوسکے۔ اُس نے بیرونی بندرگاہ کو مسخر کرلیا لیکن اندرونی حصّے پر وہ قبضہ نہیں کرسکا اور آخرکار اُسے بیرونی حصّے سے بھی دست بردار ہوجانا پڑا۔ اس کے بعد اُس نے خشکی کی طرف سے حملہ کیا اور اس میں محاصرے کی وہ سب ترکیبیں چلیں جن کا اُنھیں علم تھا۔ اُس کی جنگی کلوں میں سب سے غیر معمولی ایک کل مسمی ہیلے پولس تھی جو ۷۵ قدم طویل، ۷۵ قدم عریض اور

باب ۸ ۱۵۰ قدم اونچا ایک منارہ تھا جو آٹھ عظیم الشان پہیوں پر ہر طرف گھومتا
تھا اور جس کے گھمانے کے لئے ۳۴۰۰ لوگ درکار ہوتے تھے۔
اس منارے کی نو منزلیں تھیں جو ہر طرح کے آلات حرب سے معمور
تھیں۔ ہیلے پولس کے علاوہ سرنگیں لگانے کے چار مسقف آلے
تھے اور دو عظیم الشان منجنیق ایک سو نوے قدم لمبے جن میں سے
ہر ایک کو کام میں لگانے کے لئے ایک ایک ہزار آدمیوں کی ضرورت
ہوتی تھی، فصیل پر حملہ کرنے کے لئے حاضر تھے۔ یہ سب آلے
کام میں لائے گئے اور دیواروں کے برج اور مختلف حصے گرنے
لگے، لیکن جو حصہ گرا اس کے عقب میں ایک جدید دیوار نظر آئی
جو رھوڈزیوں نے نہایت سرعت سے بنائی تھی۔ دراصل
اُنھوں نے احتیاطاً خود اس جدید دیوار کے پیچھے ایک تیسری دیوار
بھی تعمیر کی تھی۔ تاکہ اگر یہ بھی گر جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہ ہو۔ اُنھوں نے
چھوٹی چھوٹی بحری مہمات کے ذریعے سے دشمن کو بہت کچھ
نقصان پہنچایا۔ اُن کے حلیف حکمرانوں نے اُن کی مدد کے لئے
اناج روانہ کیا، اور بطلیموس نے تو ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کی کمک
بھی روانہ کی۔ ایک موقع پر دیمتریوس شہر پر قبضہ کرتے کرتے رہ گیا۔
ہوا یہ کہ اُس کی فوج کی ایک پلٹن فصیل کے ایک سوراخ میں ہو کر
تماشاگاہ میں گھس کر وہاں ایستادہ ہو گئی۔ فوج کی اس کامیابی پر
جو بحران ہوا اگر اُس میں دیوار کی مدافعت چھوڑ کر رھوڈزی تماشاگاہ
کی حفاظت میں لگ جاتے تو ممکن ہے کہ دیوار پر دھاوا بول کر دیمتریوس
اُس پر قبضہ کر لیتا؛ لیکن اُنھوں نے تادیب کو ہاتھ سے جانے نہیں
دیا اور صرف اُتنے ہی سپاہیوں کو تماشاگاہ کی طرف بھیجا جتنوں کی
وہاں قطعی ضرورت تھی، اور اُن کے ذریعے سے ان گھس آنیوالوں
کو تھکا کر آخر کار اُنھیں شدید نقصان کیساتھ پسپائی پر مجبور کر دیا۔ رھوڈز
از سرِ نو محفوظ ہو گیا، لیکن حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ مثل دوسرے

باب ۲

قلعوں کے جن پر ایک بڑا بھاری جری لشکر حملہ کر رہا ہو، رھوڈز کا بھی خاتمہ ہو جاتا اگر انتی گونوس نے محض ظاہری اطاعت قبول کر کے محاصرہ اُٹھا لینے کا حکم نہ دے دیا ہوتا۔ اصل میں ایتولویوں اور ایتھنزیوں پر کاسانڈر دباؤ ڈال رہا تھا۔ بہرحال رھوڈزی تھوڑی بہت مراعات حاصل کر کے "جان بچی اور لاکھوں پائے" کے مصداق خوش ہو گئے۔ اُنھوں نے انتی گونوس کے ساتھ صلح کر لینے کا اعلان کر دیا، لیکن ساتھ ہی بطلیموس کے ساتھ تعلقات کو آپس کے شرائط سے مستثنیٰ کر دیا اور مزید براں یہ شرط کر لی کہ اُن کے شہر میں بادشاہ کا کوئی دستہ مقیم نہیں رہے گا۔ وہ ایک سو شہری یرغمال کی طور پر دینے کے لئے ضرور تیار ہو گئے، لیکن ان میں سے ایک بھی سربرآوردہ نہیں تھا۔ یہ صلحنامہ جس پر ۳۰۴ق م میں دستخط ہوئے، رھوڈزیوں کی عاقلانہ اور بے زعمانہ انداز کے بالکل مطابق تھا، اور اس میں جو اُصول مدِنظر تھا وہ یہی تھا کہ اُصولی معاملات میں تو آزادی قائم رہے لیکن فروعات میں سرِ تسلیم خم کر لیا جائے۔ انتی گونوس کے لئے یہ عہدنامہ ایک طرح کی شکست کے مترادف تھا۔ رھوڈز اُن حکمرانوں کا جنھوں نے اُس کی پریشانی کے زمانے میں مدد دی تھی، بالکل اسی طرح مرہونِ منت ہوا جیسے اگر بجائے خود اُس کی قوتِ بازو کے اُنھوں نے اسے بچایا ہوتا۔ جب رھوڈزیوں نے زیوس عمون سے استفسار کیا کہ آیا انھیں شاہ بطلیموس کی عزت کسی دیوتا کی طرح کرنی چاہئے تو وہاں سے اُس کا جواب اثبات میں ملا۔ اُنھوں نے ایک مقدس ایوان کو اُس کے نام پر معنون کیا، اُس کے اعزاز میں بھجن گائے اور اُسے "سوتر" یا "محافظ" کا لقب دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد رھوڈز کی غیر جانبداری مسلّم ہو گئی۔[۱۳۱]

۱۳۱ہ رھوڈزیوں نے بطلیموس کے اعزاز میں جو کچھ کیا اُس سے اس قسم کے افعال کی

اسی دوران میں کاساندر نے یوبیہ و بیوتیہ تسخیر کر لیا تھا، اور اب باب ۱

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ صحیح قیمت اور معانی کا اندازہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے، اور اسی طرح کے مواقع ایتھنزیوں کا طرز عمل ہماری سمجھ میں آجاتا ہے۔ یہ امر اسلئے اور بھی زیادہ اہم ہے کہ علی العموم ایتھنزیوں کو اخلاقی نقطۂ نظر سے بُرا بھلا کہا جاتا ہے کہ وہ بعض مرتبہ غیر ملکیوں کی بہت کچھ تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ لیکن ہمیں یہ معلوم ہے کہ رھوڈزیوں میں اُس وقت بھی اتنی تنومندی موجود تھی جتنی کسی انسان میں ممکن ہے اور اسی وجہ سے وہ ۳۰۵ق م اور ۳۰۴ق م اس قدر شدت کے ساتھ مدافعت کر سکے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ایتھنزی کسی غیر ملکی حکمران کو بین الاقوامی خوش خلقی کے اُصول کے تحت معبود کا رتبہ دیتے تھے تو یہ اُن کے مذہب میں انحطاط کی ضرور دلیل ہے لیکن اس سے اُن کے عشق آزادی میں کسی قسم کی کمی ثابت نہیں ہوتی؛ اور بجنسہ یہی حکم ایتھنزیوں پر اُس وقت عائد کیا جا سکتا ہے۔ جب اُنھوں نے دیمتریوس اور انتی گونوس کو اپنا معبود قرار دیا۔ ہماری دانست میں اس سے کہیں بدتر اُن کا یہ فعل تھا کہ اُنھوں نے ایک بھائی شہری کے اعزاز میں سیکڑوں مجسمے نصب کرا دئے۔ ہمیں یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارے زمانے میں بھی اس اصول کا اتباع کیا جاتا ہے اور غیر ملکی بادشاہ کی عزت و توقیر میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے۔ لیساندر کے زمانے سے یہ بین الاقوامی خوش خلقی کا معمول سمجھا جاتا تھا کہ کسی بڑے غیر ملکی کو دیوتا کا رتبہ دیا جائے اور کو نک تیتوس فلامی نیوس کے نام پر یونانیوں میں بہت سے بت خانے معنون کئے گئے تھے (مومسن، ۲، ۱۷، ۷)۔ نیز دیکھو حاشیہ ۱۴؛ باب ۳؛ باب ۴ حاشیہ ۱؛ باب ۱۳، حاشیہ ۳۔

آجکل بھی یونانی اپنے ہم وطنوں سے زیادہ غیر ملکیوں کی رعایت کرتے ہیں؛ دیکھو مہافی: "مسائل تاریخ یونان" Mahaffy: Problems in Greek History صفحۂ ۸۰:۔ "آج بھی یونانی صاف طور پر اس کا اعلان کرتے ہیں کہ وہ کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ کوئی یونانی اُن کا بادشاہ بن جائے اس لئے کہ آزادی اور مساوات

باب ۲

دیمتریوس نے بھی یونان کا رُخ کیا۔ لیکن کاساندر کو موسم خزاں سنہ ۳۰۴ ق م میں اپنی جدید فتوحات سے دست بردار ہونا پڑا۔ یہ نوعمر فاتح یہاں سے ایتھنز گیا تاکہ موسم سرما عیش و عشرت اور آرام سے بسر کرے۔ سنہ ۳۰۳ ق م میں اُس نے پیلوپونیز اور اکروکوانتھوس فتح کیا، سکیون کو مستحکم کیا (جس کے بعد کچھ مدت کے لئے اس شہر کا نام دیمتریاس پڑ گیا) اور کورنتھ کی کانگریس نے اُسے "سپہ دار یونانیاں" کا خطاب پیش کیا۔ ساتھ ہی اُسے کورکائرا پر قبضہ حاصل ہو گیا جس پر اسپارٹی کلیونیمس نہایت بُری طور پر حکومت کر رہا تھا، اور لیوکاس پر بھی اُسی کی حکومت ہو گئی۔ سنہ ۳۰۳-۳۰۲ ق م کا موسم سرما اُس نے حسب معمول ایتھنز ہی میں بسر کیا، جہاں کے باشندوں نے اُس کی اور اُن لوگوں کی جو اُس کے منظور نظر تھے وفاشعاری کی وجہ سے اپنے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ ذلیل کیا۔ اس کے بعد اُس نے خود مقدونیہ کو اپنا ہدف بنایا، لیکن یہاں اُسے ایک نئے مخالفے سے مقابلہ کرنا پڑا، جس میں کاساندر، لیزی ماخوس، بطلیموس اور سلیوکوس شامل تھے ۱۱؎

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ خود اپنے میں سے کسی کو اس قدر اعلیٰ درجے پر نہ پہنچائیں"۔ ہم اس امر پر متعاقب بحث کریں گے کہ کس طرح یونانی اپنے اندرونی معاملات میں بھی غیر یکلیوں کو ینخ مقرر کرتے تھے۔ مقابلہ کرو بیورلئے: "سکندر اور اُس کے جانشینوں کے الٰہی اعزاز" (Aem Beurlier: De divinis honoribus ques accep Alex. et succ. ejus) پیرس سنہ ۱۸۹۰ء۔

۱۱؎ دیودورس ۲۰، ۱۰۲،۱۔ اسی طرح سکیون والے اناگوس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں؛ پولی بیوس ۱۸، ۱۶ (۱۴)، ۱۶۔ فُن ولاموونز کا خیال بالکل درست ہے (Von Willamonvitz: Ant. v. Kar. ۱۹) کہ وہ چار سالہ جنگ جس کا ذکر نقلی پلوٹارک کی کتاب "دس مقرروں کی سوانح عمری" میں ہے

باب ۶

سلیوکوس نے دریائے سندھ کے کناروں پر جو ملک تھا اُسے پانچ سو جنگی ہاتھیوں کے معاوضے میں مہاراجہ چندر گپت کو (جو دریائے گنگ سے دریائے سندھ تک کا مالک تھا) دے دیا۔ اس دادوستد کی وجہ سے اُسے اپنی مشرقی سرحد کی طرف سے اطمینان ہوگیا، اور ساتھ ہی اُس کے پاس ہاتھیوں کی اتنی بڑی ٹولی آگئی جو ممکن ہے کہ جنگ کا پانسہ پلٹ دے۔ اب وہ باطمینان تمام اپنے پرانے حریف انتی گونوس کے خلاف کمربستہ ہوگیا۔ اس مہم کی ابتدا، لیزی ماخوس نے کی۔ اُسنے شہر لیزی ماخیہ سے ہیلیس پونت کو عبور کیا، اور ابی دوس پر ناکام حملہ کرنے کے بعد جنوب ومشرقی سمت میں اندرون مُلک کی طرف پھرا جہاں اُس نے انتی گونوس کے قلعۂ سنی نادہ پر قبضہ کرلیا جسمیں خزانہ بھرا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نواح میں صرف سارد س ہی ایسا مقام رہ گیا جس پر انتی گونوس کا پرچم لہراتا ہو۔ اب انتی گونوس شام سے ایشیائے کوچک کی طرف چلا، اور کوشش کی کہ کھلے میدان میں جہاں اُسے کامیابی کی پوری امید تھی، جنگ آزما ہو۔ لیکن اُس کا چالاک دشمن پینترا بدل کر الگ ہوگیا تاکہ سلیوکوس کے آنے تک یوں ہی پڑا رہے۔ ادھر لیزی ماخوس نے ہرقلیہ کے اہم شہر پر

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ دراصل سنہ ۳۰۵ ق م سے پہلے ہوئی تھی؛ گو اس خیال کی تائید کلنٹن Clinton کرتا ہے، ڈرواۓ سن کو اس سے اختلاف ہے۔ دیکھو اڈیک: Radek: "نقلی پلوتارک کی مولفہ سوانح عمریوں میں دو نوشتوں کی اصلیت"

Ueber die Echtheit Zweier Urk. in ps. Plut. Bioi, etc.

ہرمان تومزر Hermann مطالعات واقعات سنہ ۱۸۹۱ء جسمیں اس جنگ کو سنہ ۳۰۶ـ۳۰۲ ق م میں بتایا گیا ہے Thumser { ۱۳۵؛ نیز Niese ، ۱، ۳۳۳، حاشیۂ ۱۔ لیکن دیکھو سچاکاریو کا مضمون: "جدیدہ لسانیات" سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۱۴۸ Stschakarew in Phil. Woch

باب ۲

قبضہ کرلیا، جس کی متولیہ، یعنی شاہ دیونی سیوس کی بیوہ اماسٹرس نے اُس کے ساتھ نکاح کرلیا۔ بطلیموس بھی میدان میں کود کر شام کے ایک حصے پر قابض ہوگیا تھا جہاں اُس نے یہ ظاہر کیا کہ سلیوکوس اور لیزی ماخوس کو شکست ہوگئی ہے، اور شام میں فوجی دستے چھوڑ کر مصر کی راہ لی۔ ۳۰۲ ق م میں دیمتریوس تھسلی گیا اور اُدھر سے اُس سے جنگ آزما ہونے کی خاطر کاساندر بھی اُس طرف بڑھا، لیکن لڑائی ہونے ہی کو تھی کہ دیمتریوس کو اُس کے باپ نے واپس بلالیا اور اُسے کاساندر کے ساتھ صلح کرنی پڑی۔ ہمیں اس صلحنامے کی شرائط کا صرف یہ علم ہے کہ اس میں بھی پہلے کی طرح یونانیوں کی آزادی کا راگ گایا گیا۔ دیمتریوس کی مہم ابتدا ہی سے کامیاب رہی۔ وہ یہاں سے ایشیا گیا، جہاں اُس نے ایفی سوس اور بعض ہیلیس پونت کے شہروں کو فتح کیا اور لیزی ماخوس کے عقب میں موسم سرما بسر کرنے کے لئے پڑاؤ ڈال دیا۔ اُدھر ایپائروس میں کاساندر نے پرھوس کی جگہ ایک دوسرے مولوسی شاہزادے نیو بطلیموس کو تخت پر بٹھایا جو کلیوپاترا کا بھتیجا اور اولمپیاس کے رشتے سے اُس کا پوتا بھی تھا، اور ساتھ ہی اُس نے ایشیا کو بھی کمک روانہ کی۔ یہ سب جھگڑا آخر کار ۳۰۱ ق م میں میدان اِپسوس کی فیصلہ کن لڑائی میں طے ہوا۔ یہ مقام اُس جگہ واقع تھا جہاں انتی گونوس نے تینتیس سال مسلسل حکمرانی کی تھی۔ اس لڑائی میں حلیف اپنے ہاتھیوں کی وجہ سے دیمتریوس کو انتی گونوس اور لشکر سے علیحدہ کرنے اور مؤخر الذکر کو مکمل شکست دینے میں کامیاب ہوگئے۔ خود انتی گونوس لڑائی میں کام آیا، اور دیمتریوس پانچ ہزار پیادوں اور چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر ایفی سوس بھاگ گیا[۱۵]

۱۵؎ بناداہ ("قصبۂ جنوت") کے لئے دیکھو حواشی باب ۱۳۔ اِپسوس زمانۂ مابعد کے

باب ۲

انتی گونوس کی سلطنت کا تو خاتمہ ہو گیا، لیکن کیا یہ ممکن نہ تھا کہ دیمتریوس ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالے؟ اب بھی اُس کے پاس جہازوں کا جو بیڑا تھا وہ سمندر کا گویا مالک تھا، وہ اب بھی صور، سیدا قبرص، بعض جزائر ایجئن، کورنتھ جیسے اہم شہر اور جنوبی تھسلی پر قابض تھا۔ اگر ان مقامات کے علاوہ وہ کسی طرح سے ایتھنز پر بھی قدم جمائے رہے تو پھر ایک ذی اقتدار حکمران بننے میں مطلق کوئی کسر باقی نہیں رہے گی اس لئے کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی ایک شہر ایتھنز کا نام سیکڑوں سپاہیوں کے ناموں کے مماثل سمجھا جاتا تھا لیکن خود ایتھنزیوں کی یہ خواہش نہیں تھی کہ وہ دیمتریوس کی قوت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ شہر جولیہ کی جگہ جسے آج کل چائی کہتے ہیں، واقع تھا، کیپرٹ: Kiepert Westl Klein. ۹؛ یا ممکن ہے کہ موجودہ مغربی ایشیائے کوچک سکلی کے محل وقوع پر اس جگہ ہو (رمیزے A. M. ۴۳۴) جہاں اندرون ایشیا سے آئی ہوئی دو سڑکیں ایک تو قدیم شاہراہ شمالی اور دوسری قافلوں کی سڑک ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انتی گونس یہ چاہتا تھا کہ ان دونوں سڑکوں پر سے جو لشکر آئیں وہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پائیں، لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔

اس میدان کی اہمیت کیلئے دیکھو رادے: "لدیہ" Radet:Lydie صفحہ ۴۷، معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکوس شمال و مغرب سے آکر انتی گونوس کے پڑاؤ کے شمال میں لیزی ماخوس سے آکر مل گیا ہوگا۔ جنگ کے بعد شام کے متعلق کاساندر، لیزی ماخوس اور سلیوکوس نے جو سمجھوتہ کیا اُس کے لئے دیکھو پولی بیوس ۵، ۶۷۔ سلیوکوس کو بیشک سب سے بڑا حصّہ ملا، لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہئیے اس فتح کا دار و مدار بہت بڑی حد تک اُسی کی امداد پر تھا۔ ہمارے نزدیک اُس نے شام پر براہ راست حملہ کرنیکی جگہ بابل سے کاپادوسیا و افروجیہ میں ہوکر اس میدان میں آنا جس کا انتخاب لیزی ماخوس اور انتی گونوس نے کیا تھا، بہت بڑی دور اندیشی اور حربی چال پر مبنی تھا۔

باب ۱۲

اضافے کا باعث ہوں، چنانچہ اُنھوں نے اُس سے یہ کہلوا بھیجا کہ آئندہ وہ بادشاہوں اور حکمرانوں کے باہمی مناقشوں میں بالکل غیر جانبدار رہیں گے۔ ساتھ ہی رھوڈز کی حکمت عملی اُنھیں کچھ پسند سی آگئی۔ دیمتریوس نے اُس کے اس طرز عمل کو بہت ہی احسان فراموشی پر محمول کیا۔ وہ بھی سکندر کی طرح ایتھنز کو مرکز عالم سمجھے ہوئے تھا، لیکن وہ اس رمز سے آگاہ نہ تھا کہ اس زوال کے عہد میں بھی یونانی اپنی آزادی کو سیاسی زندگی کا جزو لاینفک سمجھتے تھے۔

بہرحال فاتحوں، یعنی لیزی ماخوس اور سلیوکوس نے مفتوحہ علاقوں کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ اس تقسیم میں سلیوکوس کو نسبتہً زیادہ علاقہ ملا، یعنی افروجیہ تک ایشیا، جس میں سے صرف کلیکیہ کاساندر کے بھائی پلستارخوس کے لئے وقف رہی۔ کاساندر کو سلطنت یورپ کے استحکام پر مطمئن ہونا پڑا۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ ملک شام بطلیموس کو نہیں بلکہ سلیوکوس ہی کو ملے گا اس لئے کہ بطلیموس نے انتی گونوس کے خلاف کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا۔ لیکن اس انتظام کی وجہ سے پیچیدگیاں اور بھی زیادہ بڑھ گئیں۔ شمالی ایشیائے کوچک میں زیوتے تیس والی بتھی نیہ، اریارا تھیس والی کاپادوسیہ، متھرادا تیس والی پفلاگونیہ و پونتوس (افتشین) پہلے سے بھی زیادہ آزاد و خودمختار ہوگئے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک میں قدیم ایرانی دستور العمل کی طرف میلان پیدا ہو چلا تھا، اور اس میلان میں ایک خاص وجہ سے اور بھی زیادہ تحریک پیدا ہوگئی، وہ یہ کہ کاپادوسیہ و پونتوس کے حکمراں اپنے آپ کو امرا و شرفائے ایران کا جانشین سمجھتے تھے۔

سلیوکوس کو جو علاقہ ملا تھا وہ باقی دونوں کے علاقے سے اسقدر وسیع تھا کہ یہ دونوں اُس سے حسد کرنے لگے اور بہت جلد اُس کے خلاف متحد و متفق ہوگئے، اور اس اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ ایک خاندانی معاہدے کے ذریعے سے ہوا یعنی لیزی ماخوس نے بطلیموس

کی بیٹی ارسی نوئے کے ساتھ شادی کرلی۔ اس مناکحت کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلیوکوس نے دیمتریوس کے ساتھ، جو سمندر اور جزائر کا فرمانروا تھا، صلح کرلی، اور اُس کی بیٹی ستراتونیکا کے ساتھ عقد کرلیا۔ یہ سب سن کر دیمتریوس کلیکیہ میں لنگر انداز ہوا اور کیندہ کے شاہی خزانے کے باقی پر قبضہ کرلیا [۱۶]۔ لیکن سلیوکوس اور دیمتریوس کے عمدہ تعلق دیرپا نہیں ثابت ہوئے۔ دیمتریوس نے اپنے جدید خسر سے کہا کہ وہ کلیکیہ یا صور کو اُس کے حوالے کردے، جس کا جواب اُسے نفی میں ملا۔ اس کے بعد دیمتریوس نے بطلیموس کی بیٹی بطلیمائس کے ساتھ بھی نکاح کرلیا۔ لیکن فی الوقت لڑائی صرف یونان ہی میں شروع ہوئی۔ ہوا یہ کہ ۲۹۷ق م میں کاساندر کے انتقال پر پہلے تو اُس کا کمزور بیٹا فیلقوس اور اُس کے بعد اُس کا دوسرا بیٹا انیتی پاتر تخت نشین ہوا۔ اس زمانے میں ایتھنز میں دو عمومی رہبر تھے: ایک تو دیموس تھنیس کا بھتیجا دیموخاریس، جس کی تعریف و توصیف کے طومار باندھے جاتے تھے، اور جو اپنے جمہوری جذبات پر ہمیشہ تفاخر کرنے کے ساتھ ہی مقدونیہ کے سامنے دست استمداد بڑھانے میں مطلق مضائقہ نہیں سمجھتا تھا؛ اور

---

[۱۶] دیمتریوس کلیکیہ بلکہ شاید لیکیہ اور کاریہ کو فتح کرلیتا ہے: ولاموونز ۸۔۱۹۔ نوشتوں کے ذریعے سے اُسی عہد کے دوسرے واقعات کی تفصیل: ہکس ۱۵۱؛ "مجموعۂ نوشتہ جات آتیکا" ۲، ۱۹۰؛ ہکس ۱۵۲
سوئیداس و ملالوس کے نزدیک کیند ا اور اناذربہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں؛ سترابو کہتا ہے کہ یہ مارسوس کے قریب انخیالے کے اوپر ایک قلعہ تھا (۱۴، ۲، ۶)؛ دیکھو ڈروائے سن ۲، ۱، ۴۹۱؛ نیز دیکھو مضمون "اناذربہ" پاؤلی کے محیط المحیط ۱، ۱، ۱۶۹۱ میں۔ کلیکیہ کی اس وادی میں بہت سی ایسی چوٹیاں ہیں جن پر بآسانی قلعے بن سکتے ہیں۔

باب ۶ دوسرے لاخارِیس جس نے دیمتریوس کے اٹیکا آنے اور ایلیوسس
و رھامنوس پر قابض ہونے کے بعد ایتھنز پر قبضہ کر لیا تھا، اور
شاید اس لئے کہ اُس نے محصورین میں ایک نہایت سخت تادیبی
کیفیت قائم کی، اُسے خودسر کہہ کر مورد ملامت بنایا گیا۔ ایتھنز
کو آخر کار بھوکا مار کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا گیا، اور
فاتح نے نہایت اطمینان سے الزامات کی بوچھار اپنے "پیارے
ایتھنزیوں" پر سے ہٹا کر اُس خودسر کی طرف منتقل کر دی۔ شہریوں
نے اُس پر مرحبا واہ واہ کے نعروں کے ساتھ موُنی خیہ اور
پرائیوس تحفتہً اُس کے حوالے کر دیئے جن پر اُس نے پہلے ہی سے
قبضہ کر رکھا تھا، اور اس طرح انھوں نے گویا ظاہری رکھ رکھاؤ
کو قائم رہنے دیا[۱] (۲۹۴ ق م)۔

الغرض دیمتریوس ایکمرتبہ پھر ایتھنز کا مالک بن گیا، اور اب اس
شہر کو مرکز بنا کر اس نے تمام دیار یونان کی فتح کی تیاریاں شروع
کر دیں۔ پیلوپونیز میں اسپارٹا نے نہایت شدت کے ساتھ
اُس کی مخالفت کی، اور جواب کے طور پر اسپارٹیوں نے آرکیڈیا
پر حملہ کر دیا۔ دیمتریوس اُن سے جنگ آزما ہوا اور انھیں شکست
دے دی۔ لیکن فوراً ہی اپنے قدم پلٹا کر سید ھا مقدونیہ میں گھس
گیا۔ یہاں اُسے بہت کچھ منافع کی امید تھی، اور چونکہ اُسے ایشیا میں
بڑے بڑے نقصانات اُٹھانے پڑے تھے اس لئے یہ اُسکے لئے
ضروری بھی تھا۔ لیزی ماخوس و سلیوکوس نے ایشیائے کوچک
کے شہروں پر، اور بطلیموس نے قبرص پر قبضہ کر رکھا تھا، اور
صرف سالامس ہی ایسا مقام تھا جس پر اُس کی طرف سے اُس کی

---

[۱] دیموخارِیس و لاخارِیس کے لئے دیکھو باب ۳۔ بہار ۲۹۴ق م میں ایتھنز
اور دیمتریوس کے مابین صلح؛ فون ولاموو تز، ۲۳۷۔

باب۷

بیوی فیلہ مدافعت کر رہی تھی۔ اب واقعات مقدونیہ کی وجہ سے اُسے یہ موقع مل گیا کہ جو کچھ اُس نے کھویا ہے اُس کا معاوضہ یورپ میں حاصل کرے۔ تھسالونیکہ جو فیلقوس کی بیٹی تھی، اپنے فرزند سکندر سے بہت محبت کرتی تھی، چنانچہ انتی پاتر اور اس سکندر کے درمیان جھگڑا ہوا تھا اور انتی پاتر نے تھسالونیکہ کو مُلک عدم پہنچا دیا تھا۔ سکندر دیمتریوس سے مدد کا خواہاں ہوا، لیکن چونکہ موخر الذکر فی الفور مدد کرنے سے معذور تھا اسی وجہ سے وہ بھاگ گیا جہاں پرھوس ابھی حال ہی میں مصر سے کمک لے کر آیا تھا۔ ابتدا میں تو پرھوس اور نیوبطلیموس دونوں مل کر متولیٔ سلطنت بنے تھے، لیکن جب اُسنے دیکھا کہ اُس کا چچازاد بھائی اُس کا کام تمام کر دینا چاہتا ہے تو وہ فوراً ایک وار میں اپنے حریف کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر خود بلاشرکت غیرے اپائروس کا بادشاہ بن بیٹھا۔ انتی پاتر اپنے خسر لیزی ماخوس کے پاس گیا لیکن پھر اپنے بھائی (سکندر) کے ساتھ اُس کا ملاپ ہو گیا۔ اب دیمتریوس مقدونیہ آتا ہے اور اُس کا آنا سکندر کے لئے نہایت بے وقت ثابت ہوتا ہے اس میں شبہہ نہیں کہ خود سکندر اُس کے آنے کا باعث ہوا تھا لیکن اب وہ اُس کے آنے سے خوش نہ تھا اور اُس کی عین خواہش یہ تھی کہ وہ کسی طرح سے واپس چلا جائے۔ آخر کار اُس نے سوچا کہ اس سے چارہ کار نہیں کہ اُس زمانے کے حکمرانوں کی عام عادت کے مطابق اُس کا خاتمہ کر دے، لیکن دیمتریوس کو اس کی ہوا لگ گئی، اور پہلا وار اُسی نے کر کے سکندر ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ مقدونوی اعیانیوں کی دوستی کا دم بھرنے لگا، اور انھیں خوش رکھنے کے لئے اُس نے اُن تمام امور کو شمار کیا جن کے باعث خاندان انتی پاتر نے فیلقوس و سکندر کو نقصان پہنچایا تھا۔ بہر حال دیمتریوس کی خداداد قابلیت سے مرعوب ہو کر اہل مقدونیہ نے اُسے ۲۹۴ ق م میں

باب ۲ اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

لیکن اُس کے لئے یہ بعید تھا کہ وہ اپنے مقبوضات سے امن و امان اور خاموشی کے ساتھ استفادہ حاصل کیا کرے اس لئے کہ فطرتاً اُسے ہر روز نت نئے رزمگاہ کی ضرورت تھی۔ پہلا ملک جس کی طرف اُس نے اب اپنی توجہ مبذول کی وہ یونان تھا۔ لاخاریس شہر تھبز میں رہتا تھا، اور اس شہر سے دیمتریوس سے مخالفت تھی، چنانچہ اُس نے اُس کو مغلوب کرنے کی غرض سے ہٹیئے رونیموس ساکن کاردیہ کو بیوتیہ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اُدھر ایتھنز میں یہ تدبیر سوچی گئی کہ کسی طرح پرائیوس کے مقدونوی لشکر کو زیر کیا جائے، لیکن اس تدبیر کا قبل از وقت انکشاف ہو جانیکے باعث دیمتریوس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ خاص شہر کے اندر میوزخانے میں پڑاؤ ڈال دے۔ بات یہ ہے کہ گیتائی قوم نے لیزی ماخوس کو گرفتار کر لیا تھا جس کی وجہ سے دیمتریوس کے کام میں بہت کچھ سہولت ہو گئی تھی، اور گو کچھ مدت کے بعد لیزی ماخوس آزاد ہو گیا، لیکن فوجی نقطۂ نظر سے شاہ تھریس کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں رہی تھی۔ اُدھر بیوتیہ نے از سر نو بغاوت کر دی لیکن یہ فرو کر دی گئی، اور دیمتریوس کے بیٹے انتی گونوس گوناتاس کے بیچ میں پڑ جانے کی وجہ سے بادشاہ نے باغیوں کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ اب یونان میں صرف اسپارٹا و ایتولیہ ہی ایسے خطّے باقی رہ گئے تھے جو دیمتریوس کے ماتحت نہ ہوں، اور چونکہ ایتولیہ کے قبضے میں دیلفی کی جملہ شاہراہیں تھیں اس لئے دیمتریوس نے اس بہانے سے ۲۹۰ ق م کا فیثوی تہوار ایتھنز میں منایا۔ رفتہ رفتہ دیمتریوس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ اگاتھوکلیس والئی سرقوسہ اور اُس کی بیٹی لاناسہ نے، جو پرھوس کی بیوی تھی، اُس کے ساتھ سیاسی تعلقات پیدا کر لئے (دیکھو باب ۷، عقنب)؛ نیز اُس نے انتیوم کے گرفتار شدہ بحری قزاقوں کو روما واپس

باب۱۲

کر دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس شہر کی سیاسی اہمیت سے بخوبی واقف تھا۔[۱۸] اس کے لئے مسلسل جنگ لابُد اور لازمی تھی، لیکن اُسمیں حکومت کرنے کی مطلق قابلیت نہیں تھی۔ اُس نے مقدونیہ کے ساتھ نہایت سختی اور شدت کا برتاؤ کیا، اور جب پرہوس نے مقدونیہ پر حملہ کیا تو دیمتریوس نے اُسے فرار ہونے پر مجبور کیا۔ اُسنے کوہ پیلون کے دامن میں شہر دیمتریاس جو قائم کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کس قدر جغرافی معلومات تھی، اس لئے کہ اس شہر سے وہ ہمیشہ یوبیہ و یونان کو جا سکتا تھا اور بندرگاہ فیتوتس سے کام لے سکتا تھا۔ اُس کا آخری خیال یہ تھا کہ اُس کے لئے پرہوس کے ساتھ مخالفہ کرنا مفید مطلب ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں حکمرانوں میں بےچینی اور حوصلہ مندی کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ مولوسی حکمران تو دیار مغربی پر اور مقدونوی فرمان روا مشرقی ملکوں پر حکومت کرے تو مناسب ہے۔ الغرض دونوں کے مابین ایک عہد نامے پر دستخط ہوئے اور اس کے بعد دیمتریوس نے ایشیا پر حملہ کرنے کے لئے نہایت وسیع تیاریاں شروع کر دیں[۱۹] ظاہر ہے کہ یہ اسکے حلیفوں کیلئے یہ سب باعث خلفشار تھا، اس لئے کہ یہ سب، مثلاً لیزی ماخوس، سلیوکوس اور بطلیموس ایک دوسرے سے کچھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے، اور تیرہ برس پہلے اُنھیں انتی گونوس کے خلاف جو اتحاد قائم کرنا پڑا تھا اُس کی یاد اُن کے دلوں میں تازہ ہوگئی۔ ان تاجداروں کے علاوہ بیزنطہ، کیزیکوس اور رھوڈز کی آزاد ریاستیں بھی دیمتریوس کے مخالف تھیں اس لئے کہ بظاہر اگر اُسے کامیابی حاصل ہوگئی تو پھر

[۱۸] ستر ابو، ۲، ۳۲؛ نیز ے، ۱، ۳۷۱۔

[۱۹] جنوبی تھسلی میں دیمتریوس کی تیاریوں اور یہاں سے جو مہم جانے والی تھی اُس سے دیونوسی روایات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دیکھو فون ڈلاموتز، ۲۰۳۔

باب ۲ سمندر پر آزادانہ آمد و رفت ناممکن ہو جائے گی۔ (۲۸۸ ق م)۔ اسکے مخالفوں نے ایک تدبیر ایسی سوچی کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، وہ یہ کہ انھوں نے پرھوس کو اُس کی مخالفت پر آمادہ کیا، چنانچہ شاہ اپائروس اُن کی باتوں میں آگیا اور اُس نے دیمترئیوس سے دست کشی اختیار کر لی۔ موخر الذکر ابھی ابھی تھریس کے خلاف فوج کشی کر کے اپنے بیٹے انتی گونوس گوناتاس کو یونان روانہ کر ہی چکا تھا کہ اُسے خبر ملی کہ پرھوس نے مقدونیہ پر حملہ کر کے شہر بِرویا پر قبضہ کر لیا ہے اور اُدھر ایک مصری بیڑا یونانی سمندر میں گشت لگا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سیدھا پرھوس کے مقابلے کے لئے چلا۔ لیکن تصفیۂ معاملات کے لئے کسی لڑائی کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ مسلسل مہموں اور چال بازیوں سے تنگ آکر مقدونوی پرھوس کی طرف چلے گئے۔ الغرض دیمترئیوس کو فرار ہونا پڑا اور وہ یونان میں انتی گونوس سے جا ملا۔ ظاہر ہے کہ اُس کی حیثیت کچھ ایسی زیادہ مایوس کن نہیں تھی، لیکن بہت سے لوگ اُسے درحقیقت مایوس کن سمجھتے تھے، چنانچہ اُس کی بیوی فیلہ، جس سے وہ کئی مرتبہ پہلے اپنی بے اعتنائی کا اظہار کر چکا تھا، اپنے شوہر کی مشکلات اور شومئ قسمت سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ آخر اُس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ پرھوس اب شاہ مقدونیہ بن گیا، لیکن وہ اس مُلک پر بلا شرکت غیرے حکمرانی نہیں کر سکا بلکہ اسے اُس کا ایک حصہ لیزی ماخوس کے حوالے کرنا پڑا، جس نے جملہ دعاوی کا گویا خاتمہ کرنے کے لئے انتی پاتر کے آخری زندہ جانشین یعنی خود اپنے داماد انتی پاتر کو جان سے مروا ڈالا۔ ایتھنزیوں نے اس جدید صورت حال سے نہایت جرأت اور فراست کے ساتھ کام نکالا، یعنی اُنھوں نے تھیوفراستوس کے دوست اولمپیودوروس کی سیادت میں میوزِ خانے پر دھاوا کر کے اُس پر قبضہ کر لیا۔ بلا شبہہ اُس پر

باب

خود دیمتریوس نے بڑھ کر ایتھنزیوں کو دق کرنا شروع کیا، لیکن (پلوٹارک کی روایت کے بموجب) اُس نے فلسفی کراتیس کے کہنے سے محاصرہ اُٹھالیا۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے طرزِ عمل پر پرہوس کے آنے کا ضرور اثر پڑا ہوگا[20]۔ آخر کار پرہوس اور دیمتریوس کے مابین ایک سمجھوتا ہوگیا لیکن اس سمجھوتے کی شرائط کا ہمیں علم نہیں؛ اغلب امر یہ ہے کہ اپائروس کے بادشاہ نے دیمتریوس کو یونان کا بادشاہ تسلیم کرلیا ہوگا۔ لیکن بےچین بادشاہ کو تشفی نہیں ہوئی، بلکہ اُس نے اپنی پرانی تجویز کے مطابق لیزی ماخوس سے ایشیا واپس لینے کی دل میں ٹھانی۔ ملطہ پہنچنے پر ذرا دل خوش کرنے کے لئے اُس نے فیلہ بنت بطلیموس کی بھانجی بطلیمائس کے ساتھ، جو اُس سے پہلے سے منسوب تھی، نکاح کرلیا، اور اس کے بعد وہ اندرون ایشیائے کوچک کی طرف چل دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۲۸۶ ق م کا ہے[21]۔ یہ امر تعجب آفرین ہے اس لئے

---

[20] کراتیس کا بیچ میں پڑنا؛ فون ولاموو تز $\frac{۲۰۷}{۲۰۸}$ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرائیوس پر دیمتریوس ہی کا قبضہ رہا۔ اودولیوں ساکن پایونیہ اور سپارتوکوس ساکن بوسفوروس نے ایتھنز کی تائید کی تھی؛ ہکس Hicks ۱۵۷؛ فون ولاموو تز ۲۰۶۔ ان واقعات کے لئے دیکھو ہربان لُٹومزر ص ۱۳۵، جہاں تمام حوالے دئے ہوئے ہیں۔

[21] دیمتریوس نے اندرون ایشیائے کوچک کی طرف جو چلا ہے، تو اس سے بہت سے ایسے مسائل پیش آتے ہیں جن پر زمانۂ حال کے مؤرخوں نے کافی توجہ نہیں کی ہے، اور خود ڈروائےسن نے بھی محض پلوٹارک کے بیان کو ذرا مؤثر پیرائے میں بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے لیکن اس بیان کے بعض عجیب حصّوں کی توجیہ نہیں کی۔ پلوٹارک Dem ۴۷ میں کہتا ہے کہ "اب وہ پیچھے کی طرف مُڑا" جس کے بعد وہ طرسوس پہنچ جاتا ہے؛ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے دیمتریوس آخر کہاں تھا؟ شائد وہ میدان کلیکیہ میں پہنچ گیا ہو۔ جب ڈروائےسن اس مہم کا خاکہ بیان کرتا ہے تو اس مسئلے کو نہیں چھیڑتا۔ پھر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر دیمتریوس کہاں جاتا

باب ۲ کہ اب جبکہ وہ مقدونیہ پر قابض نہیں رہا تھا اُس کا تعلق بہ نسبت خشکی کے سمندر سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا؛ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اُس کا اصلی ارادہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ چاہتا تھا؟ کیا واقعی ارمنستان جانا چاہتا تھا؟ اور پھر وہ اس مُلک تک کیوں نہیں پہنچا؟ ڈرواۓ سن ۲، ۲، ۳۰۵ کے نزدیک وہ اپنی خواہش کے خلاف سیدھی راہ سے ہٹا دیا گیا، اور یہی کم وبیش پلوٹارک کی رائے بھی ہے جو بایں الفاظ یہ کہتا ہے کہ اُس کے سپاہیوں نے ارمنستان کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ ابتدا ہی سے دیمتریوس کلیکیہ ہی جانا چاہتا تھا اس لئے کہ اول تو اُس کا بیڑا یونان سے کمک لے کر اُسے پہنچا سکتا تھا اور دوسرے وہ اپنے داماد سے اس مُلک کو فتح کر سکتا تھا۔ اگر واقعی اُس کی یہی خواہش تھی تو اس کے لئے اُسے مکمل راز میں رکھنا ضروری تھا تاکہ لوگوں کے دلوں سے شک وشبہہ بالکل دور ہو جائے اور اُس کے لئے یہی بہتر تھا کہ دُنیا سمجھے کہ وہ مجبوراً کلیکیہ جا رہا ہے۔ اس کے برعکس یہ بھی ناممکن نہ تھا کہ وہ واقعی ارمنستان یا مدیہ جانا چاہتا ہو۔ ہمارے نزدیک ایک واقعہ ایسا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مہم ایسی سپاہیانہ نہ تھی جیسی وہ ظاہر ہوتی ہے۔ دیمتریوس نے متھرادا تیس کی جان بچائی تھی، وہی متھرادا تیس جو اب کتس تیس کے لقب سے پونتوس کے تخت پر بیٹھا تھا، اور بلاشبہہ اپنے نواح میں نہایت قوی اور ذی اختیار تھا۔ اب جو سڑک ارمنستان و مدیہ جاتی تھی وہ پونتوس کے پایۂ تخت کو مانا میں ہو کر گزرتی تھی؛ چنانچہ اگر دیمتریوس ارمنستان و مدیہ میں اپنی قسمت لڑانا چاہتا تھا تو اُسے متھرادا تیس کی مدد لینی ضروری اور لازمی تھی، اور اس تدبیر کے حصول کے دوران میں دیمتریوس نے ضرور اپنے پرانے دوست کی مدد پر اپنے زعم میں تکیہ کیا ہو گا۔ ممکن ہے کہ اُس کے سپاہیوں نے اس قدر دور اُفتادہ مہم میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ہو اور اسی وجہ سے اُسے اپنے قدم پلٹانے پڑے ہوں؛ مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ جب وہ کچھ دور بلکہ شائد کاپادوسیہ پہنچ گیا تو اُس وقت اُسے یہ اطلاع ملی کہ متھرادا تیس خواہ مجبوراً و خواہ از خود اس کی مدد کرنے سے گریز کر رہا ہے، اور یہ سُن کر وہ سیدھا کلیکیہ کو چلا گیا۔ اس کا ہمیں پورے طور پر علم نہیں کہ وہ کہاں تک پہنچا تھا؛

باب ۲

یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے ارمنستان پہنچ جائے۔ بہرحال بجائے اپنی منزل مقصود کے وہ کسی نہ کسی طرح سے کلیکیہ پہنچ گیا جہاں اُسے سلیوکوس سے مقابلہ کرنا پڑا اور آخرکار سوائے ہتھیار ڈال دینے کے اُس کے پاس کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا۔ لیکن دیمتریوس کے لئے یہ بالکل ناممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام خاموشی سے گزار دے۔ چنانچہ اُس نے لڑائی ازسرنو شروع کردی اور ضلع حلب میں جسے اُس زمانے میں کارہس تس کہتے تھے، جا گھسا۔ دونوں فرماں رواؤں کے درمیان لڑائی ہوتے ہوتے بچ گئی، لیکن سلیوکوس فرلق ثانی کی فوج کے روبرو گیا اور ایک تقریر کرکے اُسے اپنے سے ملا لیا۔ اب سلیوکوس کی نظر میں دیمتریوس کا اتنا ہی رتبہ باقی رہ گیا تھا جتنا دو سال پیشتر پرھوس سے آویزش کے زمانے میں، اور اُس میں دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے کی مطلق قابلیت نہیں رہی تھی۔ الغرض بہت جلد، یعنی ۲۸۶ ق م میں اُسے پھر ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ اُسے دریائے اورونتیس کے کنارے شہر اپامیا لے گئے جہاں اُس نے اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن شراب وکباب میں گزارے، اور آخرکار ۲۸۳ ق م میں اُس نے راہی عدم کو لبیک کہا۔ لوگوں نے سلیوکوس پر یہ الزام رکھا کہ اُس نے آہستہ آہستہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پلوٹارک دریائے لیکوس سے کوچ کی بابت کوئی قطعی بات بیان نہیں کرتا، اور نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ کون سا دریائے لیکوس مراد ہے۔ میں نے ان امور کو اس لئے بیان کیا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ڈروائے سن کے بعد بھی جانشینانِ سکندر کی بابت بعض ایسے امور ہیں جو مفصل بحث کے محتاج ہیں۔ لیکن ان پر تفصیل سے بحث کرنا ہمارا کام نہیں۔ سلیوکوس کا سانڈ خانہ اپامیا میں واقع تھا اور یہی وجہ تھی کہ دیمتریوس کا وہاں دل لگ گیا اس لئے کہ وہ یہاں جتنا چاہتا گھوڑے پر سوار رہتا۔ یہ تھی ایسی بات جس کا اب تک لحاظ نہیں کیا گیا۔

سنویت کا عدم تعین؛ ڈروائے سن ۲، ۳، ۳۱۰۔

باب۲ اپنے حریف کا خون چوس لیا ہے، درانحالیکہ اُس میں سرے سے کسی قسم کی شرارت کی اہلیت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ دیمتریوس نے اپنے قوائے ذہنیہ و قوائے جسمانیہ دونوں کا ستیاناس کر دیا تھا۔ پرھوس بھی، جس نے اُسے مقدونیہ سے نکالا تھا، زیادہ مدت تک اس مُلک کو اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکا اس لئے کہ اُسی زمانے میں لیزی ماخوس اُسے شکست دے کر مقدونیہ و تھسلی کے بڑے حصے پر قابض ہو گیا۔

الغرض ۲۸۵ قم میں تماشاگاہ یونان پر صرف تین ذی اقتدار حکمران باقی رہ گئے تھے، یعنی لیزی ماخوس، سلیوکوس اور بطلیموس، جن میں سے موخّر الذکر کی عمر تو ۸۲ برس کی ہو گئی تھی، لیزی ماخوس کی ۷۶ برس کی اور سلیوکوس کی ۷۸ سال کی۔ بطلیموس نے تو ان واقعات کے بہت جلد بعد معاملات دنیوی سے کنارہ کش ہو کر اپنی سلطنت اپنے چھوٹے بیٹے یعنی ۲۰ سالہ بطلیموس خلادیلفوس کے سپرد کر دی اور اس طرح اپنے بڑے بیٹے بطلیموس کیرانوس کو جس کی عمر ۳۰ سال کی تھی محجوب الارث قرار دیا۔ اس پر کیرانوس فوراً لیزی ماخوس کی طرف چلا گیا۔ اُس سے لیزی ماخوس سے عزیزدارانہ تعلقات پہلے ہی سے تھے، یعنی لیزی ماخوس کے بیٹے اگاتھوکلیس اُس کی حقیقی بہن لیساندرہ کا شوہر تھا اور خود لیزی ماخوس بطلیموس اکبر کی دوسری بیٹی ارسی نوئے سے منسوب تھا۔ لیکن کیرانوس کے آنے سے خاندان لیزی ماخوس کا ستارہ گہنا گیا۔ اُس نے آرسی نوئے سے سازش کر کے اگاتھوکلیس کی اُس کے باپ کے سامنے شکایت کی جس پر باپ نے بیٹے کو پہلے تو قید کیا اور پھر اُس کا کام تمام ہی کرا دیا۔ اس سے بادشاہ کو بڑا بھاری ہی نقصان پہنچا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فلیتائروس ساکن تیوس جو قلعۂ پرگامم میں لیزی ماخوس کے نوہزار تالنت کی حفاظت پر مامور تھا، اس سے برگشتہ ہو گیا تھا، اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ آئندہ سے

سلیوکوس کے ساتھ جا ملے گا، اس نے ہار یالوس کے قدم بہ قدم چل کر یہ روپیہ خود اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔ کیرانوس بھی خود لیزی ماخوس کی نظر سے گر گیا اور سلیوکوس کی طرف چلا گیا، جسکے دربار میں لیزی ماخوس کا بیٹا سکندر بھی موجود تھا۔ اب خود اپنے ہی کرتوت کی وجہ سے لیزی ماخوس بالکل بے یار و مددگار ہو گیا، اور گو اُس نے اپنی بیٹی ارسی نوئے کو بطلیموس فلاڈیلفوس سے پاس نکاح کی غرض سے روانہ کیا، لیکن اس سے اُسے کوئی سیاسی فائدہ نہیں ہوا۔ سلیوکوس اُس سے جنگ آزما ہوا، ہیلیس پونتی افروجیہ کے میدان کوروپن میں لیزی ماخوس کو شکست ہوئی اور ساتھ ہی اُس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ (۲۸۱ سنہ ق م) [۲۲]

تھریس و مقدونیہ دونوں پر سلیوکوس ہی کا قبضہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے وطن مالوف مقدونیہ کے بادشاہ کی حیثیت سے بسر کرے، جس کی یاد اُس نے ایشیا میں متعدد نئے شہر آباد کر کے تازہ کی تھی۔ غالباً اسی غرض سے وہ یورپ کی طرف چلا لیکن جب وہ لیزی ماخیہ پہنچا تو کیرانوس نے اُسے قتل کر دیا، اور اپنی انتہائی سراسیمگی کی حالت میں فوج نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کر لیا (۲۸۰ سنہ ق م)۔ اس کے بعد کیرانوس آگے بڑھا اور تھریس و مقدونیہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اُدھر ایشیا میں سلیوکوس کے بیٹے انطاکوس نے بہت سوں کو اپنا جانبدار بنا لیا، اور فلے تائروس نے سلیوکوس کی نعش کو، جسے اُس نے کیرانوس سے خرید لیا تھا، انطاکوس کے پاس روانہ کر دیا۔ انتی گونوس اس

---

۲۲ جنگ "میدان کوروپن" میں لڑی گئی Porph.Eust.Sch. ۱، ۳، ۲۳ - لیکن
اس وقت تک عین محل وقوع کا تعین نہیں ہوا ہے App.Syr. ۶۲ کے نزدیک
یہ مقام "افروجیہ میں ہیلیس پونت کے قریب" تھا۔ پرگامم کیلئے دیکھو ابواب ۵، ۱۳، ۲۱-

قابل نہ تھا کہ سرزمین یونان کو کیرانوس کی مخالفت کے لئے میدان کارزار بنائے۔ ممکن ہے کہ یہ ہوس جنگ آزما ہوتا، لیکن عین اُسی زمانے میں اپائروس کا یہ بادشاہ تارنتوم کی طلب پر اٹلی کی مہم سر کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا اور تینوں حکمران یعنی کیرانوس، انطاکوس اور انتی گونوس اُسے روپے، جہاز اور فوج سے اُس کی مدد کر رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کے سب اُس کے چلے جانے سے بہت ہی خوش تھے[۲۳]۔ باب ۱۲

اپنی حکومت کی بنیاد مضبوط کرنے کی غرض سے کیرانوس نے اپنی بہن ارسی نوئے کے ساتھ، جس سے مل کر اُس نے اگاتھوکلیس کا حال ہی میں خاتمہ کیا تھا، خود نکاح کر لیا! اور اس طرح اُس کے بھانجے، جو شاید تھریس کے دعویدار ہو جاتے، اُس کے قابو میں آ گئے، جنھیں اُس نے خود اُن کی ماں کے روبرو قتل کر ڈالا! یہ واقعات سنہ ۲۸۰ ق م کے ہیں۔

اب جبکہ ایک اور اہم واقعہ ظہور میں آنے والا ہے تو ہم یہاں ذرا سا توقف کرتے ہیں اور ایک خاص نقطۂ نظر سے اُس عہد کی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔

۲۳ھ انتی گونوس ایتولیوں کا حلیف تھا۔ سنہ ۲۸۰ ق م میں آریوس والیٔ اسپارٹا نے یک بیک اُن کے خلاف فوجکشی کی لیکن اُسے پسپا ہونا پڑا۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ در پردہ کس قسم کی پیچیدگیاں تھیں جو اس حرکت کا باعث ہوئیں۔ پوہلمان Poehlmann کا خیال ہے کہ مصر نے اسپارٹا کو بھڑکایا ہوگا۔ دیکھو باب ۱۲، حاشیہ ۷۔

باب سوم

اِس عہد کی ممتاز شخصیتیں

۳۲۳ قم سے ۲۸۰ قم تک کا زمانہ بڑے بھاری اختلال کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وہ سلطنت جو طرح طرح کے مصائب جھیل چکی تھی اور اب گویا حالت نزع میں گرفتار تھی، آخر کار متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو جاتی ہے جن میں سے سب سے نمایاں ریاستیں خالص یونانی ہیں اور جن ملکوں کو سکندر نے فتح کیا تھا اُن میں یونانی تہذیب و تمدن کا بول بالا ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اس چہل سالہ مدت میں، جن کے حالات ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ بیان کئے ہیں، یونانی تمدن کا انتشار اُن کا نمایاں ترین واقعہ نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ اگر ہم دیکھیں تو اُس عہد کا سب سے زیادہ قابل لحاظ واقعہ یہ ہے کہ اس میں فرد کو پہلی مرتبہ وہ اہمیت دی گئی جو اُسے قدیم زمانے میں حاصل نہیں تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس زمانے میں چند ممتاز افراد کی خواہش، ارادہ اور مفاد ہر چیز کا محور بن گیا ہے، اور گو اقوام کی خواہشات اور فوائد کا بعض مرتبہ ضرور لحاظ رکھا جاتا ہے، لیکن علی العموم اُسے مطلق پیش نظر نہیں رکھا

باب ۳

جاتا۔ اس عہد کے حکمرانوں کی حیثیت پرانے سورماؤں کی سی ہے، اور عوام الناس قدیم الایام کی طرح معاملات عامہ میں نہایت ہی ثانوی حصہ لیتے ہیں۔ صرف دو ملکوں یعنی یونان اور ایشیائے کوچک میں اقوام کچھ آگے بڑھتی ہے، لیکن اُسے شاذ و نادر ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے، گو ایک مرتبہ رھوڈز میں اُس کی کامیابی نہایت غیر معمولی ہے۔ لیکن ہماری دانست میں وہ مصنف غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ قوم میں وہ پہلی سی مردانگی باقی نہیں رہی تھی[1]۔

جو اشخاص صف اوّل میں آتے ہیں وہ ایک معنی کر کے "خود ساختہ" کہلائے جا سکتے ہیں، اس لئے کہ انھیں جو رتبہ حاصل ہوا وہ اُن کے حسب نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کی ذاتی قابلیت کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔ لیکن ہمیں اُن کے عروج کی کیفیت کو غلط معنے پہنا کر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ اپنے عروج سے بے خبر تھے۔ سکندر کے جانشینوں کی نپولین کے مارشلوں سے تشبیہ دی جاتی ہے، گو اس میں حقیقت کا تھوڑا بہت عنصر ضرور ہے، لیکن جو واقعی فرق ہے وہ بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ نپولین خود ایک "نو دولتا" تھا، اور اُس کے قابل ترین مارشلوں میں سے ایک بھٹیارے کا، دوسرا خدمتگار کا اور تیسرا سائیس کا لڑکا تھا۔ اس کے برعکس سکندر یونانیوں کا شہزادہ تھا اور اُس کے اکثر سپہ سالار مُلک کے بہترین خاندانوں کے رُکن تھے۔ لیکن اپنے سردار کی موت کے بعد جو کچھ رتبہ انھیں حاصل ہوا وہ خود اپنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے تھا، اور چونکہ ان میں آپس میں ہمیشہ نفاق و شقاق برپا رہتا تھا اس لئے انھیں اپنا درجہ قائم رکھنا اور بھی زیادہ کٹھن ہو گیا تھا۔ یہ ایک ایسا تنازع للبقا تھا جس میں صرف

[1] عام معلومات کے لئے دیکھو ڈرواٹے سن خاکہ ہائے خصائص، نیز مہافی: "زندگی و فکر" Mahaffy :-Life and thought باب ۳ و ۴۔

اعلیٰ ترین خصائص کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ فی نفسہٖ اس واقعے سے کہ دو مشہور بادشاہ یعنی لیزی ماخوس وانتی گونوس اپنے اپنے بڑھاپے میں میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے، اُس زمانے کی جرأت اور بہادری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے خصائص میں ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اُن کی زندگی پر مذہب کا کوئی خاص اثر نہیں تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ یونانی مذہب کا دارومدار یا تو محض رسوم پر تھا ورنہ اُسکی حیثیت سیاسی تھی؛ چونکہ مذہب خارجی اعمال پر مشتمل تھا اسلئے اُس کا اخلاق انسانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا، اور چونکہ اُس کا تعلق براہ راست مملکت سے تھا اس لئے بادشاہ اُس سے جیسا جی چاہے کام لے سکتے تھے، اور اُن کے اس فعل سے خود اُصول مذہب پر کچھ زیادہ اثر نہیں پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات سے تین سو سال بعد تک کسی نئے مذہب کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی، گو اس ابتدائی زمانے ہی میں یونانیوں نے زندہ انسانوں کو معبودوں کے زمرے میں رکھ کر اپنے مذہب کی قدر و قیمت کا خاتمہ کر دیا تھا۔

الغرض، مذہب جیسا کچھ بھی تھا، اُس سے لوگوں کی معاشری حالت میں مطلق کچھ فرق پیدا نہیں ہوا، بلکہ اس سے صرف یہی ہوا کہ حکمرانوں کی خودغرضی میں اضافہ ہو گیا، اور اُنھوں نے اپنا حسب و نسب، علامات اور خوابوں کی تعبیروں کے ذریعے سے اپنے غرض و مطلب کے حصول کی کوشش کی۔ چونکہ عوام الناس کے عقائد اب بھی راسخ تھے اس لئے اس قسم کی اوہام پرستی کے مظاہروں سے اُن کا کام نکل آتا تھا۔ مثلاً سلیوکوس نے اپنا الوہی نسب ثابت کرنے کی کوشش کی، اور یومنیس نے (ذرا انکسار کے ساتھ!) اپنی الوہی ماموریت جتائی۔ جب کبھی سکندر کے

باب ۳

جانشین سپہ سالاروں اور بادشاہوں نے حسب حال انسانی طرز عمل اختیار کیا، تو یہ یا تو ذاتی اغراض کے لئے ورنہ اپنے فلسفیانہ عقائد کی بنا پر، اور ہمیں اُن کا ممنون ہونا چاہئیے اس لئے کہ یہ عہد جانبازیوں کے واسطے اس قدر مفید مطلب تھا کہ محض فوری فائدے کو اپنے طرز عمل کا واحد معیار بنانے سے گریز کرنے کیلئے بڑی بھاری اخلاقی قوت کی ضرورت تھی۔

ان میں جو لوگ ذی اثر کہے جا سکتے ہیں وہ سب کے سب مقدونوی ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے اوصاف میں تشدد کا عنصر غالب ہے۔ لیکن یونانی تمدن نے شاہ فیلقوس تک کے مصاحبوں میں گھر کر لیا تھا، اور یہ بھی اپنے روزمرہ کی بودوباش میں بعض یونانی طریقوں پر بالالتزام عمل کرتے ہیں۔ ان قاعدوں کی ترویج میں اُس زمانے میں ہوئی اور اُسے یونانی تعلیم و تربیت کا نتیجہ سمجھنا چاہئیے۔ مثال کے طور پر حکمرانوں کے باہمی میل جول کے طرز کو لیجئے جس میں بہت کچھ ادب و لحاظ مدنظر رکھا جاتا تھا، اور یہی ادب و لحاظ بعد میں چل کر جملہ دیار یورپ میں رواج پا گیا۔ لیکن جب ہم بیرونی سطح سے ذرا نیچے اُترتے ہیں تو پھر ہم بربریت ہی بربریت سے دوچار ہوتے ہیں، اور اُس کے ضمن میں یہ فرمانروا مرد و تنگی فرنگیوں سے کچھ بہتر ثابت نہیں ہوتے۔ اس سے بھی زیادہ ہم رنگی اس عہد اور اطالوی نشأۃ جدیدہ میں پائی جاتی ہے، جہاں غایت سنگ دلانہ خود غرضی پر تمدن کا صرف ہلکا سا خول چڑھ گیا تھا۔

فرد کی بڑھتی ہوئی اہمیت کا ایک مظاہرہ عورتوں کی حیثیت سے ہوتا ہے جو عہد زیر بحث میں معاملات عامّہ میں ممتاز حصّہ لیتی ہیں، اور اس سے بھی نشأۃ ثانیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

اس باب کے باقی ماندہ حصّے میں ہم جانشینان سکندر میں سے

باب ۳۲

ممتاز ترین کا حال بیان کریں گے اور اُن کے "چند تابعین" کا ذکر کرتے ہوئے بعض جمہوریتوں اور چند غیر معمولی عورتوں سے ناظرین کو شناسا کرائیں گے ۔

ے دیادوخی اور اپی گونی ("جانشین" و "تابعین") کے الفاظ ہیئے رونی موس ساکن کاردیہ ہی نے ان معنی میں استعمال کئے تھے، دیکھو "بالا" یادداشت باب ۱؛ نیز مطالعہ کرو ڈرو ائے سن ۱/۳؛ اور تریزن کینیدوس کا چٹکلہ" Usener: Epigramm von Knidos صفحہ ۳۶ - اصل میں "اپی گونی" تھنبر کے ساتھ حملہ آوروں کے بیٹوں کا نام تھا، اور سنہ ۲۲۰ ق م کے افراد کو یہ نام دینا دراصل ڈرو ائے سن کا کام ہے ۔ دیودوروس تیسری صدی ق م کے وسط کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ لفظ استعمال نہیں کرتا ۔

ان کے علاوہ دوسرے "تابعین" کے لئے دیکھو عقب، باب ۵، حاشیہ ۳ ۔

جانشینانِ سکندر اور اُن کے "تابعین" دونوں نے اس رتبے کو مستحکم کرنے کی جان توڑ کوششیں کیں جنھیں اُنھوں نے بزور شمشیر حاصل کیا تھا ۔ اوّل تو یہ اُصول قائم کیا گیا کہ منصب "بادشاہی" ورثہ کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے، اور قابل ترین اشخاص اس کے اہل ہوتے ہیں (دیکھو ہلرز "روداد اکاڈمی برلن" Koehler Sitzungsber Berl. Akad. سنہ ۱۸۹۱ء، ۲۶ فروری) ۔ انتی گونوس، کاساندر وغیرہ نے اپنے دعاوی کو اسی اصول پر مبنی کیا اور اپنے افعال کو حق بجانب ٹھہرایا ۔ لیکن چونکہ کسی خاص فرد کی قابلیت مشتبہ ہوتی تھی اس لئے "بادشاہ" کے علاوہ دوسرے خطابات نکالے گئے اور یہ خطابات اُس زمانے کے حالات کا اس وجہ سے جزو لاینفک ہو گئے کہ نا قابل حکمرانوں کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہو رہی تھی ۔ لیکن یہ حوصلہ مند افراد کے لئے کافی نہیں تھا، چنانچہ موروثی حق کو پھر کھینچ لایا گیا اور اس پر خانہ ساز الوہی حقوق کا اضافہ بھی کیا گیا ۔ بادشاہ یا تو فیلقوس پدر سکندر کی

باب ۲

سب سے پہلے ہم دو شخصوں، یعنی پردِکاس[۵۳] اور کراتیروس کو نظرانداز کیے دیتے ہیں، اس لئے کہ پردِکاس نے تو بہت ہی کم دن چین سے حکومت کی، اور گو وہ قابل ہو لیکن اپنی انتہائی منکسر المزاجی کی وجہ سے وہ تمام سلطنت پر حکومت کرنے کا اہل ثابت نہیں ہوا، اور کراتیروس بے وقت وفات پا گیا۔ ان دونوں کے بعد پہلا نمبر انتی پاتر کا آتا ہے[۵۴] جو دیادوخی یا جانشینانِ سکندر میں سب سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ نسل سے تھے جیسے بطلیموس، ورنہ مقدونوی خاندانِ شاہی کے دوسرے ارکان تھے، جیسے انتی گونوس کے جانشین (پولی بیوس ۵، ۱۰؛ بطالسہ، ساتیروس، حصہ ۲۱، میولر، ۳، ۱۶۵)؛ اور بعض کو معبودوں کی نسل سے سمجھا جاتا تھا (مثلاً سلیوکوسی)، اور بعض مرتبہ دونوں اہلیتیں، یعنی ذاتی قابلیت اور الوہی حقوق دونوں کو ملانے کی کوشش کی جاتی تھی (جیسے یوہے میروس نے کیا؛ دیکھو باب ۶)۔ اگر خوزیوس ایک خوش قسمت بادشاہ تھا تو پھر کاساندر کو حقدار حکمران بننے میں کیا امر مانع ہو سکتا تھا؟۔

پولی بیوس (۸، ۱۲) نے سکندر کے سپہ سالاروں کی تعریف و توصیف کی ہے، لیکن اس نے لفظ "اسی کی طرح" جو استعمال کئے ہیں وہ درست نہیں اس لئے کہ خود مہی دوسرے یاروں میں سکندر کو ان سب سے زیادہ قابل بتاتا ہے۔

مہافی (: زندگی" صفحہ ۶۷) نے بھی سکندر کے مارشلوں اور دیادوخی کے درمیان مماثلت دکھائی ہے۔

[۵۳] پردِکاس؛ پلوٹارک Al. Virt. ۲، ۱۱ میں اسکے بعض نہایت نفیس الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

[۵۴] فون ولاموو تز Ant V. Kar ۱، ۱۸۵) انتی پاتر کو "دو تبیل" کا لقب دیتا ہے۔ وہ بطلیموس کی طرح نہایت چالاک تھا، اور ملوکیت کی اہمیت یا خود اپنے اقتدارات کی طرف سے اسے کوئی شکوک نہیں تھے؛ اور اسی وجہ سے اس کی شخصیت کا نسبتہً اچھا اثر پڑتا ہے۔ وہ سکندر کے دعاویِ الوہیت کا مخالف تھا۔

باب ۳ب

معمر تھا۔ سنہ ۳۱۹ ق م میں اپنی موت کے وقت اُس کی عمر اسّی برس کی تھی، اس لئے جس وقت سکندر نے ایشیا کی طرف قدم بڑھایا ہے اُس وقت وہ ۶۳ سال کا اور تخت نشینی فیلقوس کے وقت ۴۰ سال کا ہوگا۔ انتی پاترپرانے طرز کا مقدونوی تھا، اور اسے یونانی تمدن یا عام فتوحات کی حکمت عملی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی، بلکہ اُسے ایشیا کی بجائے اپنے وطن مالوف مقدونیہ کی زیادہ پروا تھی وہ مبالغہ آمیزی یا غلو کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا، چنانچہ جب سکندر کے غیاب میں یہ یوروپی حصہ جات سلطنت پر حکومت کرتا تھا تو اپنی بے لطف طبیعت کی وجہ سے اُسے باربار اولمپیاس سے جھگڑے مول لینے پڑے۔ وہ اپنے مُلک کے دشمنوں کو سزا دینے میں ذرا دریغ نہیں کرتا تھا، اور اُس کے بُرے سلوک کی بدیہی مثال وہ برتاؤ ہے جو اُس نے جنگ لامیہ کے بعد ایتھنزی محبّان وطن کے ساتھ روا رکھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خود غرض تھا یا کہ اُس نے اپنے خاندان والوں کو غیر معمولی فائدہ پہنچایا تھا، اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنا جانشین اپنے بیٹے کاساندر کی بجائے ایک معمر شخص پولیس پرخون کو کیوں مقرر کرتا۔

عمر کے اعتبار سے دوسرا نمبر انتی گونوس کا ہے[ف] جس کے باپ کا نام فیلقوس تھا اور جو سنہ ۳۸۵ ق م میں پیدا ہوا تھا، چنانچہ وہ شاہ فیلقوس سے عمر میں بڑا اور دیموس تھنیس کا ہم عمر تھا۔ اُسنے اپنی عملی زندگی نسبتہً دیر میں شروع کی۔ سب سے پہلے اسے سکندر نے افرودیتیہ کا صوبہ دار مقرر کیا، اور چونکہ یہ صوبہ ایشیائے کوچک کے وسطی صحرا کے مغرب میں واقع تھا اور مشرق کی دو شاہراہیں یہیں سے چلتی تھیں (دیکھو باب ۲) اس لیے یہ بہت ہی اہم صوبہ تھا۔ بہر حال سکندر کی وفات تک انتی گونوس اس اہم عہدہ پر فائز رہا، لیکن اس نے مہمات ایشیا میں کوئی

ف انتی گونوس۔ اس کا حسب نسب ٹروائے سن ۱، ۲، ۱۰، ۱، ۸۷، مقابلہ کرو A. d. V. H. ۱۲، ۱۳

باب۳

قابل قدر حصہ نہیں لیا، اور سکندر کی وفات کے بعد تک، یعنی ۶۲ برس کی عمر تک وہ سیاسیات کی صف اول میں نہیں آیا۔ وہ بھاری بھرکم ضرور تھا لیکن یک چشم تھا جس کی وجہ سے اسے لوگ "غلطان چشم" کہتے تھے۔ انتی گونوس بڑا ہوشیار اور با اصول شخص تھا اور روپیہ جمع کرنے میں مشاق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی سالانہ آمدنی گیارہ ہزار تالنت تھی، اور اس کے خزانے کا اندازہ ۳۵ ہزار تالنت کیا گیا ہے۔ وہ حاضر جواب تھا، اور بہت سی کہاوتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ خوش خلق ضرور تھا، لیکن اگر کوئی اس کے یک چشم ہونے پر ہنسی اڑاتا تو وہ اس کا روادار نہ ہوتا، چنانچہ جب خیوس کے سوفسطائی تھیوکریتوس نے اس کی تضحیک کی تو اسے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ بہ نسبت سپہ سالاری کے انتی گونوس کو تنظیم کا زیادہ ملکہ تھا۔ اس نے یومنیس کو لڑ کر نہیں بلکہ دغا فریب سے مغلوب کیا۔ مصر کے خلاف اس نے کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا، اور ہمارا خیال ہے کہ وہ لیزی ماخوس و سلیوکوس کے چنگل میں صرف اسی وجہ سے پھنس گیا کہ اس نے ان پر علیحدہ علیحدہ حملے نہیں کیے۔ اسے اپنے بیٹے دیمتریوس پر مکمل اعتماد تھا، اور ان دونوں کے باہمی تعلقات نہایت اچھے تھے۔ جنگ ایپسوس کے واقعات سے اس اعتماد کا پتا لگتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ذہنی اطمینان بلا کس قدر مادہ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس معرکے میں جب دشمن اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا تو اس کے مصاحبوں نے اس سے کہا کہ جہاں پناہ، غنیم آپ کی طرف بڑھ رہا ہے، اس نے معاً جواب دیا کہ

باب ۳

بڑھنے دو، میرا بیٹا مجھے آکر بچا لے گا، اور اسی انتظار میں اُس نے لڑکر جان دے دی! یہ افرد جیہ میں اپنا نام چھوڑ کر مرا؛ لکھا ہے کہ اُس کی موت کے بعد کسی نے ایک کسان کو زمین کھودتے دیکھا اور پوچھا کہ بھائی کیا کر رہے ہو تو اُس نے جواب دیا کہ میں انتی گونوس کو ڈھونڈ رہا ہوں!۔

انتی گونوس کے بعد بطلیموس کو لیجیئے جو اُرسی نوئے اور طبقۂ ادنیٰ کے ایک شخص مسمّیٰ لاگوس کا بیٹا تھا[۶]، گو عام طور پر یہ مشہور تھا کہ وہ خود شاہ فیلقوس کے نطفے سے پیدا ہوئے اور اگر ہم مختلف تاریخوں پر غور کریں تو یہ استدلال بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ وہ ۳۶۷ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ وہ بہادر، تنومند قابل اعتماد اور سکندر کا وفاشعار ملازم تھا۔ اسی نے بیسوس کو قید کیا تھا۔ اُس نے مصر کی حقیقی اہمیت کا اندازہ کر کے سکندر کی موت کے بعد ہی اُس پر قبضہ کر لیا، اور کبھی مکمل سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لایا، جس سے اُس کی زیرکی اور ہوشیاری کا ثبوت ملتا ہے۔ فرمانروائے مصر کی حیثیت سے اُس نے پہلے تو پر دِکاس اور اسکے بعد انتی گونوس

---

۶ بطلیموس۔ کلیس Cless نے پاؤلی کی "محیط" Pauly's R. E. ۱، ۶ $\frac{۱۷۹}{۱۹}$ میں اس کا پورا حال لکھا ہے۔ خطاب "محافظ"، پئوسانیاس ۱، ۸، ۶ (رھوڈزیوں کی شکرگزاری)؛ Arr. ۶، ۱۱، ۸ (جہاں یہ غلط بیانی کی گئی ہے کہ یہ خطاب سکندر کے چھڑانے کی وجہ سے ملا تھا)؛ $\frac{۲۶۱}{۲۶۰}$۔ ق م میں اس خطاب کا اُس کے بیٹے نے اعلان کرایا؛ فہرست نوادر خانۂ برطانیہ، "بطلیموس" صفحہ XXXX مقابلہ کرو کیوہلر: روداد اکادمیہ برلن، فروری ۱۸۹۱ء۔ پ گارڈنر "ابواب جدید" صفحہ ۵۲ میں کہتا ہے کہ بطلیموس اوّل سے زیادہ منصف مزاج حکمراں مشکل سے ملیگا؛ لیکن مجھے اُس کے انصاف کی کوئی خاص مثال نہیں ملی۔

باب ۱۲

و دیمیتریوس کی جو مقاومت کی اس سے اُس کی ہمت اور تدبیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُس نے کتابیں تصنیف کر کے علمی میدان میں بھی اپنا نام پیدا کیا، چنانچہ اُس کی تاریخ سکندر اعظم اُس کے ہم عصروں میں بہت مقبول تھی۔ اُس نے فلادیلفوس کے حق میں تخت سے دست برداری دے کر اپنی بے غرضی کا ثبوت دیا اور اس واقعے کے دو سال بعد، یعنی ۲۸۳ ق م میں ۸۳ برس کی عمر پا کر راہیِ مُلکِ عدم ہوا۔ سکندر کے جانشینوں نے جو شاہی خاندان قائم کیے اُن میں سب سے طویل خاندان بطلیموس ہی کا تھا جس نے مصر پر تقریباً تین سو برس حکومت کی، جس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اُس کے بانی نے جو طرز حکومت قائم کیا تھا وہ مُلک کے حسب حال تھا۔

لیزی ماخوس، جو اگاتھوکلیس ساکن تھسلی کا بیٹا تھا، ۳۶۱ ق م میں پیدا ہوا تھا[۵] وہ بادشاہ کے جیش حفاظت کا رکن تھا، اور

[۵] لیزی ماخوس: کلیس Cless کا مضمون پاؤلی کی "محیط" میں ۴، ۱۳۰۳: اسکے متعلق جو واقعات ہیں وہ پوسانیاس ۱، ۹، ۱۰ میں ملیں گے۔ وہ سکندر کے سررشتے کا ایک بہادر رکن تھا۔ اسے تھریس کا جائزہ دار بنایا گیا، اور اس حیثیت سے اُسے سات سال تک بربریوں سے جنگ آزمائی کرنی پڑی جن میں سب سے ممتاز اودریسی سیوتھیس سوم تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ۳۱۵ ق م تک انتی گونوس کے مد مقابل کی حیثیت سے فرقی آویزشوں میں شریک نہیں ہوتا۔ دیودوروس ۱۹، ۷۷ کے مطابق وہ بیزنطیوں کو انتی گونوس کے ساتھ ملنے سے باز رکھتا ہے۔ جنگ اپسوس کے بعد اُس نے جو ہوشیاری دکھائی اُسکے لئے دیکھو کلیس، ۱۳۰۶/۱۳۰۹

شہر لیزی ماخیہ نے جسے اب ہگزاملی کہتے ہیں، ہمسایہ کاردیہ کی جگہ لے لی۔ یہ شہر سطح سمندر سے تقریباً ۶۰۰ فٹ بلند تھا اور بحر تھریس اور

باب ۳

نہ صرف فطرتاً بہادر تھا بلکہ تدبیرِ جنگی میں بھی کامل تھا۔ اُسنے انتی گونوس کے ساتھ جنگ کے دوران میں کسی فیصلہ کن معرکے سے گریز کر کے اپنی سپہ سالارانہ قابلیت کا ثبوت دیا اور چونکہ انتی گونوس کی فوج اُس کی فوج سے زیادہ تھی اس لئے سلیوکوس کے آنے تک وہ اپنے حریف سے دست و گریبان نہیں ہوا۔ وہ ایک نفیس خطّے پر قابض تھا جس میں تھریس و ایشیائے کوچک کا ایک حصّہ شامل تھا، اور ساتھ ہی اُس نے اپنے خزانے میں ایک بڑی رقم جمع کر لی تھی جس کا غاروفی لاکس کے موقع پر مضحکہ اُڑایا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہیلیس پونت دونوں سے اس کا فاصلہ مساوی تھا، درآنحالیکہ کاردیہ کا تعلق صرف بحرِ تھریس سے تھا، ہیلیس پونت سے نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایشیا کی اہمیت پہلے سے بہت بڑھ گئی تھی۔

پلوٹارک: "دیمیوس تھنیس" ۲۵ میں لیزیماخوس کو "گازوفی لاکس" کا لقب دیا ہے۔ پرگامم میں نو ہزار تالنت کا خزانہ تھا (جسے فلے تائروس نے غبن کر لیا)؛ پولی اے نوس (۴، ۹، ۴) نے ساردس میں بھی اس فرماں روا کے ایک خزانے کا ذکر کیا ہے اور استرابو (۷، ۳۱۹) سے تری زس (تھریس) میں ایک اور خزانے کا پتا چلتا ہے۔

لیزی ماخوس نے بتھی نیہ کے شہر انتی گونیہ کا نام بدل کر اپنی بیوی کے نام پر نقیہ رکھا۔ اس کے علاوہ اس نے کئی شہر آباد بھی کئے؛ ان کے لئے دیکھو کون۔ "قدیم بلدیات کے محل وقوع" Kuhn : Enstehung der Staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء، ص $\frac{۳۳۵}{۳۴۴}$ -

لیزی ماخوس فلسفیوں کو نکال باہر کرتا ہے Ath ۱۳، ۶۱۰ -

ل، میولر کے کتابچہ ۳، ۴۴۴ میں پیولمان Poehlman نے ٹھیک کہا ہے کہ لیزی ماخوس کے سکّوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جن شہروں نے انھیں رائج کیا وہ اس کے دست نگر ہوں گے، بلکہ صرف اس خاص نوع کے سکّوں کی مقبولیت کا پتا لگتا ہے

لیزی ماخوس کے لئے دیکھو نیز Niese ۱، $\frac{۳۹۶}{۳۹۹}$ -

گیا۔ انتی گونوس اور سلیوکوس کی طرح اُس نے نئے شہر آباد کرنے کی باب۳
اہمیت تسلیم کی، چنانچہ اُس نے ہیلیس پونٹ پر لیزی ماخیہ آباد کیا اور
سمرنا کی از سرِ نو تعمیر کا حکم دیا۔ وہ فطرتاً جلاّبِ زر تھا، اور جب
اُس نے ایشیائے کوچک کے کنارے کے شہروں میں اپنے
سکوں کی نقل مروّج دیکھی ہوگی تو اُسے ضرور اطمینان ہوا ہوگا۔
لیکن امتدادِ زمانہ سے اُس کی طبیعت میں تنگ خیالی ہی نہیں بلکہ
کمینہ پن بھی آتا گیا جس کی وجہ سے آخر کار خود اُس کا کام تمام ہو گیا۔
اُس نے خود لکھ کر ایک خط رھوس کو بھیجا اور اُسے دھوکے میں
ڈالنے کے لئے یہ ظاہر کرایا کہ یہ خط بطلیموس کے پاس سے آیا
ہے؛ اُس نے سلیوکوس کو دو ہزار تالنت اس شرط پر دینے کا وعدہ
کیا کہ وہ دیمتریوس کا خاتمہ کر دے گا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
وہ اپنے پرانے ساتھی سے کس قدر کم واقف تھا۔ اُس نے
کیرانوس کی باتوں کا یقین کر کے اپنے نہایت ہی قابل بیٹے اگاتھوکلیس
کو جان سے مروا ڈالا، اور مقدونیہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے اپنے
داماد انتی پاتر کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے مظالم کی وجہ سے اس کے
ساتھیوں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور جب وہ میدانِ جنگ
میں مارا گیا ہے تو سوائے ایک جاندار کے کسی نے اُس کی
لاش کی طرف التفات نہ کیا، اور وہ جاندار اُس کا کتّا تھا۔

سلیوکوس، جو لائوڈیکے اور سپہ سالار انطاکوس کا (یا جیسا
اُس کے خوشامدی کہتے تھے، اپولو کا) بیٹا تھا، ۳۵۴ ق م میں
پیدا ہوا[۵]۔ سلیوکوس بڑا طاقتور شخص تھا، اور قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ

---

۵ سلیوکوس نکلیس، پاؤلی، ۶، ۱، ۹۲۳ تا ۹۳۶؛ بابلون: "شاہانِ سوریہ" Babelon : Rois de Syrie صفحہ iii تا صفحہ XXXIX — جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، اس لٹریچر میں جس کا تعلق اپولو سے فرض کیا جاتا ہے (جسٹن ۱۵، ۴)

باب ۳۵

اُس نے خود سکندر کے سامنے ایک جنگلی سانڈ کو نیچا دکھایا تھا۔ وہ پردکاس کے اثر کی وجہ سے خلیارخ مقرر ہوا تھا۔ لیکن وہ وقت بھی آیا جب اُس نے خود پردکاس کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنے سے گریز نہیں کیا۔ وہ زیرک اور مستقل مزاج تھا، اور لوگ اُسے سکندر کے سپہ سالاروں میں بہترین تصوّر کرتے تھے۔ ساتھ ہی اُس میں اعلیٰ درجے کی انتظامی قابلیت بھی تھی۔ اُسنے شہر آباد کئے، کاشتکاری، افزائش نسل اسپاں، تجارت اور فنون لطیفہ سب ہی کی سرپرستی کی اور سب ہی کو فروغ دیا۔ انطاکوس کی بیماری کے قصّے سے، جس کی طرف ہم ناظرین کی توجہ عنقریب مبذول کریں گے، اُس کی اچھی خصلت کا اظہار ہوتا ہے، اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور اپولو میں کوئی تعلّق نہیں۔ بابل کے سکّوں پر پہلی مرتبہ لنگر کی شکل جو بنائی جاتی ہے وہ اُس وقت جب سلیوکوس صوبہ دار مازائیوس کے جانشین کی حیثیت سے وہاں سکّے ڈھالتا ہے۔ مقابلہ کرو App. Syr ۵۶ کا فقرہ (جسے بابلون Babelon نے نقل کیا ہے) جس کے مطابق سلیوکوس کی ماں کو لنگر والی انگوٹھی ملتی ہے جسے سلیوکوس نے دریائے فرات کے قریب گما دیا تھا، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اُس کی قسمت میں اس دریا کی حکومت لکھی ہے۔ مجھے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دریا کا تعلق بابل سے ہوگا۔

افسانے؛ جسٹن ۱۵، ۴۔ انہیں سے بعض لیزی ماخوس کے افسانوں کے مطابق ہیں؛ سلیوکوس ایک سانڈ پر غلبہ پاتا ہے (App. Syr ۵۶) لیزی ماخوس ایک شیر کو مغلوب کرتا ہے (جسٹن ۱۵، ۳)؛ دونوں کے سروں پر اتفاقاً کپڑا باندھ دیا جاتا ہے، اور اُسے آئندہ ملوکیت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ سکّوں پر سلیوکوس کی نشانی سینگوں والا گھوڑا ہے۔ بابلون جن تشبیہوں کو سلیوکوس کی بتاتا ہے اُنکے سینگ بھی ہیں اور پٹی بھی۔ سکندر کی طرح سلیوکوس ایتھنز کو تحائف کی بوچھار کرتا ہے؛ کرتیوس: بلدی تاریخ Curtius: Stadtgesch ۲۴۲۔

باب ۷ اُس میں جو فطری شرافت تھی اُس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جا سکتا ہے کہ جب اُس نے میدان میں لیزی ماخوس کو نیچا دکھایا ہے تو اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے وطن مالوف مقدونیہ میں کاٹنے کی اجازت دی جائے۔ اُسنے کیرانوس نے جو دھوکا دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی ذہنیت کی سطح اس قابل نفرت شخص کی ذہنی سطح سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھی۔

جن لوگوں کا ہمیں بیان کرنا ہے اُن میں صرف یومنیس ہی ایسا ہے جو نسلاً یونانی تھا۔ وہ کاردیہ کا باشندہ تھا، اور تقریباً ۳۶۱ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ سکندر کے عہد میں وہ ایک ذی اثر عہدے پر ضرور ممتاز تھا، لیکن اُس کے رتبے کو ہم درخشاں نہیں کہہ سکتے۔ (دیکھو جلد ۳، باب ۷، ۲) نہ اُس زمانے میں اُسے ایک قابل سپاہی سمجھا جاتا تھا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سکندر کی موت تک اُسکی سپاہیانہ قابلیت خفتہ ہی رہی لیکن اس واقعے کے بعد اُس نے اپنے آپ کو عمدہ سپاہی، اور دور اندیش سپہ سالار اور آزمودہ کار مدبر ثابت کر دکھایا۔ وہ اس فن سے واقف تھا کہ سپاہیوں کے احساسات کو کس طرح سے کام میں لانا چاہیئے اور اُن پر کس طرح اثر ڈالنا چاہیئے، اور یہ اُس کے سکندر والے خیمے کو نصب کرنے کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ جب انتی گونوس نے اُسے نیچا دکھانا چاہا تو اُسے اس کے لئے مکر و فریب کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے تو خود سلطنت کے اُصول اور خاندان شاہی کی پشت پناہی کر کے اپنے راستے میں گویا کانٹے بو لئے۔ اگر وہ دوسروں کی تحریکات کو سنتا جو اُسے اپنا جانبدار بنانا چاہتے تھے تو شائد اُس کی جان بچ جاتی۔ اخلاقی اعتبار سے وہ بہترین مقدونیوں جیسے سلیوکوس، بطلیموس اور انتی گونوس سے کچھ کم نہ تھا، اور سپہ سالار و مدبر کی حیثیت سے بطلیموس و انتی گونوس کا کم از کم ہم مرتبہ ضرور تھا، بلکہ شائد انتی گونوس سے تو بڑھا ہی ہوا تھا۔ اُس پر اختلافی

باب ۳ زمانے میں اُس کی ہستی یونانیوں کے لئے قابل فخر تھی۔ دوسرے سپہ سالاروں کے برخلاف اُس کی بدقسمتی یہ تھی کہ قوم اُس کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھی، درآنحالیکہ اُس کے دوسرے ساتھی محض اپنا مقدونوی حسب نسب جتلا کر مُلک کے ہر حصے سے اپنے ہمنوا جمع کر سکتے تھے۔ اس آخری بڑے یونانی سپہ سالار نے اپنے آپ کو ایسے مقصد سے وابستہ کر کے جو نصف ناکام ہو چکا تھا، اور اُس پر خود اپنی قربانی چڑھا کر یہ ثابت کر دیا کہ یونانیوں میں اب بھی مطمحیت اور وفاداری کی روح باقی ہے، اور اب بھی وہ مقدونیوں پر سبقت لئے ہوئے ہیں۔ چونکہ آجکل یونانی خصائص کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کیا جاتا ہے اس لئے ہمیں ناظرین کی توجہ اس خاص بات کی طرف مبذول کرنی ضروری تھی۔

سکندر کے جانشینوں کے بعد ہم اُن کے تابعین کیطرف متوجہ ہوتے ہیں، اور ان دونوں کے درمیان کاساندر بمنزلہ ایک کڑی کے ہے[۵۹] کاساندر انتی پاتر کا بیٹا تھا۔ وہ تقریباً ۳۵۵ ق م میں پیدا ہوا اور اس طرح سلیوکوس کا کم و بیش ہم عمر تھا۔ وہ فطرتاً درشت مزاج اور ضدّی واقع ہوا تھا۔ ایشیا جانے کے بعد

---

۵۹ کاساندر۔ فون ولاموو تز کے نزدیک وہ ہر کام ٹھنڈے دل سے اور سمجھ کر کرتا تھا لیکن Arr. 7. 27. اور پلوٹارک: "سکندر" ۷۴، کے مطابق وہ جوشیلا تھا، اور اُس کے جذبات مشکل سے قابو میں آتے تھے، اور بعض مرتبہ واقعات کے گزر جانے کے بعد بھی وہ اپنے آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔ اُسکی رعایا کے لئے یہ قسمت کی بات تھی کہ اُسکی حکومت کبھی مستحکم نہیں ہوئی، گو فون ولاموو تز کا خیال ہے کہ وہ بادشاہ رہتا تو کلٹی قوم اتنا نقصان نہ پہنچاتی لیکن ہمیں یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ اُسکی مدافعت کیرانوس سے زیادہ کرسکتا، اور ہم عام نقطۂ نظر سے کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے کے دوسرے حکمرانوں کیطرح اس فرمانروا کی موت سے مُلک کو کوئی زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔

باب ۳۵

اُس کے ساتھ سکندر نے اچھا برتاؤ نہیں کیا، اور اُس کی حکومت کے اختتام پر بھی اُس کا طریقہ کچھ اچھا نہیں رہا، جس کی وجہ سے جب تک وہ زندہ رہا برابر اُس کے دل میں بادشاہ کی طرف غیظ و غضب کی آگ بھڑکتی رہی، اور بادشاہ کی موت کے بعد اُس نے شاہی خاندان سے انتقام لیا۔ اُس کے اور اولمپیاس کے باہمی تعلقات پہلے ہی سے خراب تھے، چنانچہ موخرالذکر نے اپنے حریف کے خاندان کے ساتھ بھی بہت برا سلوک کیا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے اولمپیاس، سکندر اصغر اور اُس کی ماں روشنک کو جان سے مروا ڈالا، اور پولیس پرخون کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ سکندر کے دوسرے بیٹے ہرقل کا بھی خاتمہ کر دے۔ وہ ۲۹۷ء ق م میں دق سے مر گیا۔ اُس کے بڑے بیٹے میں تو باپ کا کمزور نظام جسمانی گویا عود کر آیا تھا، اور باقی جو اولاد تھی اُس میں انتی پاتر کی سر دھری اور تدبیر، جو کاساندر میں سخت گیری اور تشدد کی صفت میں منقلب ہوگئی تھی، اب ادنیٰ درجے کے ظلم و ستم کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ بڑا بیٹا فیلقوس تو چار مہینے سلطنت کرنے کے بعد وفات پا گیا، باقی دو میں سے انتی پاتر نے تو اپنی ماں ہی کو قتل کرا دیا اور اُس کے بعد اپنے خسر لیزی ماخوس کے حکم سے اپنے جرم کی پاداش کو پہنچا؛ تیسرا بیٹا سکندر چاہتا تھا کہ دیمتریوس کو مروا ڈالے لیکن موقع پا کر دیمتریوس ہی نے اُس کا کام تمام کر ڈالا۔ اس طرح انتی پاتر کے خاندان کا صفایا ہو گیا، اور اس کے خاتمے سے مقدونیہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔

جس طرح کاساندر میں انتی پاتر کے تمام خصائل اپنی پوری شدت اور ابتری کی حالت میں موجود تھے اسی طرح دیمتریوس میں انتی گونوس کی عادتیں مبالغہ آمیزی کے ساتھ بھری تھیں، لیکن

باب ۳۲

فرق صرف یہ ہے کہ اُس میں انتی گونوس کی خود غرضی یا اُس کی عمدہ صفات کا شائبہ بھی نہ تھا۔[ل۱] وہ ایک خوبرو جوان تھا۔ اُس کی تدبیریں عظیم الشان تھیں، وہ اپنے دشمنوں، مثلاً بطلیموس کے ساتھ شجیعانہ برتاؤ پسند کرتا تھا، اور اپنے دوستوں، مثلاً متھرا داتیس، کے ساتھ ایثار کرتا تھا اور جو کچھ کرتا تھا سوچ بچار کر کے کرتا تھا۔ وہ طبعاً آرام طلب تھا، لیکن صرف اُس وقت عیش و عشرت میں مبتلا ہوتا تھا جب اُسے تفکرات نہ ہوتے اور اطمینان چین کیساتھ زندگی بسر کر سکتا۔ اُسے نہ صرف اپنے ذاتی رکھ رکھاؤ بلکہ فوجی

ل۱ دیمتریوس۔ اس دلچسپ شخص کا ہمدردانہ خاکہ فون ولاموونز ۷، ۸ امیں ملیگا۔ مقابلہ کرو ہرمان تومزر: بعد مملکت قدیم" Hermann Thumser : Staat salt

{ ۱۳۵۔ اس کا افسوس ہے کہ واقعات کے جلد جلد پیش آنے کی وجہ سے دیمتریوس کو کافی تعلیم نہیں ملی، لیکن اس کے بغیر بھی وہ کیا بلحاظ انسان کے اور کیا بلحاظ مدبر کے الکبیادیس سے کہیں برتر ہے، گو ان دونوں میں بہت سے خصائص مشترک ہیں۔ وہ اگر کسی کا ہمنوا ہو جاتا تو اُس کے ساتھ ہمیشہ شجیعانہ اور وفادارانہ برتاؤ کرتا، اور اس کے برعکس اگر ہم الکبیادیس کو دیکھیں تو ان صفات کے فقدان کی وجہ سے اس کا اثر ہمارے دلوں پر نہایت بُرا ہوتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ دیمتریوس کے اخلاقی توازن میں بھی خامی پیدا ہو گئی، مثلاً دیکھو پلوٹارک: "دیمتریوس" ۴۲ میں جہاں اس کی بہ نسبت اس کے بیٹے میں جذبہ انسانیت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ باپ تو اپنی زندگی کے اختتام پر ایشیائے کوچک میں سرفروشانہ مہم سر کرتا ہے، اور بیٹا یونانی صوبوں پر اس قدر خاموشی کے ساتھ حکومت کرتا ہے کہ اگر بعد میں وہ یونان کو فتح مقدونیہ کا مرکز نہ بناتا تو شائد کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا کہ وہ یونان پر قابض ہے۔ تاریخ یونان کے نقطۂ نظر سے دیمتریوس کو ایتھنز کے ساتھ جو لگاؤ اور اُنس تھا اس کی وجہ سے اُس کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔

باب ۳۲ تیاریوں میں بھی ظاہری بناوٹ کی طرف رجحان تھا، مثلاً کہیں محاصرہ کر رہا ہو تو اُس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اپنی قوّت کا مظاہرہ بڑے پیمانے پر کرے، چنانچہ جب اُسے رھوڈز کے محاصرے میں ناکامی ہوئی تو اُس نے یہ سوچ کر اپنے ضمیر کو اطمینان دے لیا کہ خیر اس سے پہلے کسی نے ایسے محاصرے کی ہمّت ہی نہیں کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے رھوڈزیوں کو ہیلیپولس تحفتہً دے کر شہر والوں کی کامیابی پر گویا مہر ثبت کر دی۔ اس کا لقب "پولیورکی تیس" یعنی "محاصرہ کن" مشہور ہو گیا، اور یہ بالکل درست بھی تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ سپہسالاری میں وہ اپنے باپ سے کچھ بہتر نہیں تھا۔ امتدادِ زمانہ سے اس کے نقائص بڑھتے ہی گئے، اور اپنے تلوّن کی وجہ سے وہ مُلک پر اطمینان سے حکومت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ بادشاہ مقدونیہ بننے کے بعد اُس کا مقصد یہ ہو گیا کہ حکمران کے بے کیف فرائض کا بوجھ اُٹھائے بغیر شاہی تزک و احتشام کے ساتھ رہے۔ اسکے پاس جو درخواستیں آتی تھیں اُنھیں وہ پانی میں پھینک دیتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی وہ خوش خلق بھی تھا، چنانچہ اُس کے خلق کی ایک مثال لکھی ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک بڑھیا نے اُسے بُرا بھلا کہا تو وہ فوراً اپنے فرائضِ منصبی پورے کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور کچھ مدّت تک اچھی طرح سے حکومت کرنے لگا۔ اُس نے بہت سی باتوں میں سکندرِ اعظم کا اتّباع کیا، مثلاً اُس کی طرح اسے بھی ایتھنز سے عشق تھا، جہاں وہ بار بار جاتا تھا، گو اُس کا یہ جانا صرف ذہنی ارتفاع کے لئے نہیں تھا، اور جیسے سکندر نے گرانی کوس کے مالِ غنیمت سے ایتھنز کو زرہ بکتر روانہ کئے تھے اسی طرح اس نے بھی سالامس سے روانہ کئے۔ بعض کے نزدیک وہ بہ نسبت سکندر کے الکبیادیس سے زیادہ مشابہ تھا، یہ نہیں تو کم از کم اُس کے پرائیوس میں اُترنے اور اُس کی خانگی زندگی سے ہمیں الکبیادیس

باب ۳۰

کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بلاشبہہ وہ اتنا اچھا سیاست داں نہ تھا جیسا
الکبیادیس، لیکن وہ اُس سے کہیں زیادہ عالی منش اور خوش خُلق تھا
الکبیادیس کے برخلاف اُس نے اپنے آپ کو مغلوب ہو جانے
دیا اور یہی بس اُس کا خاتمہ تھا۔ ہمارے نزدیک اُس نے اتیھنز یوں
کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ اُسے نہایت ناشکرانہ معلوم ہوا ہو۔ وہ
باپ بھی اچھا تھا اور بیٹا بھی اور اس خودغرضانہ عہد میں یہ ایک
نہایت ہی قابل تعریف بات تھی۔ وہ ۳۳۷ ق م میں پیدا ہوا تھا
اور صرف ۵۳ برس کی عمر میں ۲۸۴ ق م میں مرگیا۔ کچھ عرصے کے لئے
وہ سمندر کا مالک اور بحری ڈاکوؤں کا حکمران بن گیا تھا، اور جب
اُسے اپنے ہتھیار ڈال دینے پڑے تو اُس نے ملک میں لوٹ مار
کا پیشہ اختیار کرلیا۔ اس زمانے میں انفرادیت کو جو عروج حاصل ہوا
تھا اس کا پورا مظاہرہ دیمتریوس میں ہوگیا، اور اُس کے افعال میں
بہ نسبت اپنے حریفوں کے انانیت کے اظہار میں جو کمی نظر آتی ہے
اس کی وجہ سے اُس نے گویا اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔ واقعہ
یہ ہے کہ زمانے کی کچھ اس قسم کی حالت ہوگئی تھی کہ بے مقصد شخص
خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ دیمتریوس اپنے
زمانے کا گویا سرفروش سپارز تھا اور اریوستو کے اسلوب میں کسی
رزمیہ تالیف کا آسانی سے موضوع بن سکتا تھا۔ اُس کی صفات
کے مدنظر اگر ہم اُسے پیر نابالغ کا لقب دیں تو یہ غلط نہ ہوگا۔

ہم بطلیموس اوّل کے بیٹے اور جانشین کا حال کچھ دیر بعد بیان
کریں گے۔ وہ انطاکوس ولد سلیوکوس کی طرح (جس کا متعاقب
ذکر کیا جائے گا) میدان جنگ میں کارہائے نمایاں کا اتنا اہل نہ
تھا جتنا کسی موروثی ملک پر امن و امان سے حکومت کرنے کا۔ وہ
تابعی، ضرور ہے، لیکن ایک دوسرے، شائد صحیح تر معنی میں، لغت
کا جہاں تک اعتبار ہے "تابعین" یعنی فرزندان جانشینان سکندر

باب ۳۱

میں، جنھوں نے اپنے آباء کا کام جاری رکھا ہے کم ہی قابلیت کے ساتھ جاری رکھا، ہمیں بطلیموس کیرانوس کو شریک کرنا چاہیے[۱۱] اس کے باپ نے اس کے خصائل کا صحیح اندازہ کر کے اس سے تخت سے محروم کر دیا۔ فضائے تاریخ میں کیرانوس مصر چھوڑنے کے بعد ہی نمودار ہوتا ہے۔ اس وقت اس کی عمر تیس سال کی ہوگی۔ اس کے افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کا شخص تھا۔ وہ لیزی ماخوس کے پاس بھاگ جاتا ہے، جس کی بیوی خود اس کی بہن ارسی نوئے تھی؛ اس بہن سے ناجائز تعلق پیدا کر لیتا ہے تاکہ بادشاہ کے بیٹے کو انجام کو پہنچا سکے، آخر اس بیٹے کا خاتمہ کر دیتا ہے، پھر سلیوکوس کے پاس بھاگ جاتا ہے اور اس کا بھی خاتمہ کر کے اپنے آپ کو مقدونیہ و تھریس کا مالک بنا لیتا ہے، خود اپنی ماں جائی بہن ارسی نوئے سے نکاح کر لیتا ہے، اور اس کے بچوں، یعنی اپنے بھانجوں کو اس کے روبرو صرف اس لئے مار ڈالتا ہے کہ وہ تھریس کے جائز وارث ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غالیوں نے ۲۷۹ق م میں اسے نشانۂ تیغ بنایا، اور ہم اس نتیجے پر خواہی نخواہی پہنچتے ہیں کہ غالیوں کا حملہ بے فائدہ نہیں ثابت ہوا۔ ہمیں یہ سوچ کر تھرتھری آتی ہے کہ دوران قیام مصر میں اس بدبخت نے کیا کیا نہ کیا ہوگا کہ اس کے باپ نے فلادیلفوس کی والدہ کی خوشامد اور درخواست کو مان کر کیرانوس کو محروم الارث کر دیا۔

---

[۱۱] بطلیموس کیرانوس۔ ڈروائے سن نے اپنی کتاب ۲، ۲، ۳۲۹ میں جسٹینوس کا اس لفاظانہ فقرے کا مکمّل ترجمہ کر دیا ہے جس میں اس نے ارسی نوئے کے بچوں کے قتل کا حال بیان کیا ہے، (۲۴، ۲، ۳) اور اس سے اس عہد کے اشخاص پر زبردست روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے ہمارے نزدیک جسٹینوس میں اس قسم کی جو تفصیل مندرج ہے اس کی وقعت لفاظی سے زیادہ نہیں۔

پولیس پرخون کے خصائل کا بیان کرنے کے لئے جو معلومات درکار ہیں اُتنے پر ہم حاوی نہیں ہیں، اور پرصوس کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔

جمہوریت پسند مدبروں میں ہم یہاں صرف ایتھنزیوں کا شمار کرسکتے ہیں[۱۲]۔ دیموس تھنیس اور فوکیون کا اس عہد سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ ان دونوں کی زندگی کے صرف آخری ایام اس عہد میں آتے ہیں، اور یہی کیفیت ہی پریدیس کی ہے۔ بلاشبہہ دیمادیس جنگ خیئرونیہ تک سیاسیات کی صف اوّل میں نہیں آتا، لیکن اس کے بعد وہ نسبتہً گمنام زندگی بسر کرنے کے بعد تماشاگاہ سے غائب ہوجاتا ہے۔ دیموس تھنیس کا بھتیجا دیموخاریس کا نام آجتک اس توصیفی تحریک کی وجہ سے جو اُس کے بیٹے لاخیس نے کی تھی، اُس وقت تک محو نہیں ہوا۔ اس تحریک میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اُس نے صرف جمہوریہ کی خدمت کی، اور ساتھ ہی کمال سادگی سے اس کا بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ اُس نے ایتھنز کے لئے شاہان مقدونیہ سے روپیہ حاصل کیا۔ تمائیوس نے اُس کی بُرائی اور پولی بیوس نے اُس کی تعریف کی ہے، لیکن موخرالذکر کی تعریف کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اُس کی موافقت میں اُسے کسی خاص واقعے کا علم ہوگا۔

ایتھنزیوں اور دیمتریوس کی باہمی جنگ کے دوران میں لاخاریس نے اپنے آپ کو خودسر بنالیا تھا لیکن جو الزامات اُس کے سر تھوپے جاتے ہیں اُن کا وہ ہمارے نزدیک مستحق نہیں تھا۔ بلاشبہہ اُسپر خزانے کی چوری کا الزام لگایا جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس یہ بھی واقعہ ہے کہ اُسنے محصور شہر میں مسلسل نادیبی کیفیت قائم رکھی اور زمانۂ قحط میں موٹا کھایا، جس کی

---

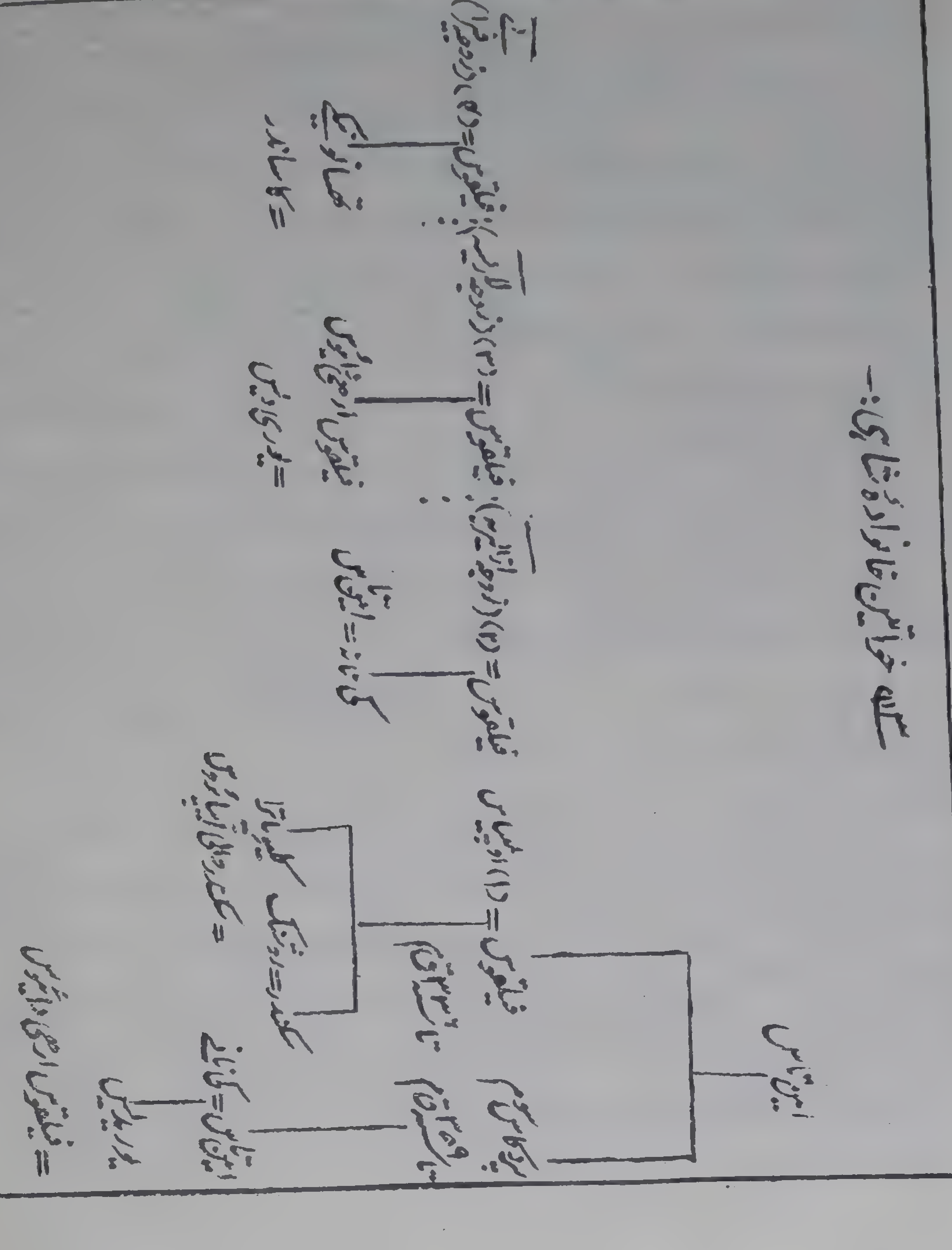
[۱۲] جمہوری مدبر، ہرمان ڈمزرج ۵ ۱۳ - فون ولاموو تز ۸۹ ا میں بہت اچھا بیان ملیگا - پولی بیوس نے ۱۲، ۱۳، ۱۳ میں جو دیموخاریس کو سراہا ہے اُس سے اُسکی مدبرانہ صفات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

باب ۳

وجہ سے اُس کی تعریف کرنا حق بحقدار رسید کا مصداق ہوگا۔

دیمتریوس ساکن فالیروم کو مدبّر کہنا درست نہیں، بلکہ وہ دراصل ایک عالم اور دُنیادار شخص تھا جس نے ایتھنز کے انتظام کے زمانے میں اپنی قابلیت کا سکّہ جما دیا تھا۔

عورتوں میں[۱۱] سب سے پہلے شاہی خاندان کی خاتونوں کا شمار



باب۲ کیا جائے گا، اور ان میں پہلا نمبر اُس شیطان صفت ملکہ اولمپیاس کا ہے۔ اس ملکہ کو اپنی زندگی میں، بچپن سے موت تک کیا کیا تجربے نہ ہوئے ہوں گے! اُس کا شوہر اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، پھر اُس کے بیٹے کی لاثانی کامیابیوں کی ابتدا ہوتی ہے، جس سے اولمپیاس کو اس وجہ سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی کہ وہ خود مقدونیہ پر حکومت کرنا چاہتی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ انتی پاتر کو پسند نہیں تھا۔ پھر سکندر اپنی نوجوانی ہی میں مرجاتا ہے، جس سے اولمپیاس کی سب خوشیوں پر گویا پانی پھر جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے میکے یعنی ایپائروس چلی جاتی ہے، لیکن وہاں قیام کرنیکی بجائے وہ پھر واپس مقدونیہ آکر یہاں مظالم کی بوچھار کرتی ہے، اور آخر کار نہایت ہی بھیانک طریقے سے ماری جاتی ہے۔ وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کے سامنے تنقید کا منہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔

اولمپیاس کی سی جبلت بہرت کینانہ اور یوریدیس میں بھی تھی۔ ان عورتوں کی بابت اس کتاب کے پہلے باب میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ کینانہ ایک دلیر، قدآور عورت تھی، چنانچہ جب الیریہ کیساتھ جنگ ہوئی تو اُس نے ملکہ الیریہ کو، جو لڑائی میں شریک تھی خود اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کیا۔ لیکے تاس برادر پردکاس کو ایسے مقدونوی مشکل سے مل سکتے تھے جو فیلقوس کی بیٹی پر وار کرنے پر راضی ہوتے۔ کینانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ڈروائے سن (۲،۲، ۲۰۷) کہتا ہے کہ جب اماسترسس نے لیزی ماخوس سے نکاح کیا ہے اُس وقت وہ "بزرگی" کی حد کو پہنچ گئی تھی لیکن اس کے باوجود اُس نے بادشاہ کو "شیشے میں اُتار لیا"۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ہوشیار بادشاہ کو تو مالدار شہر ہرقلیہ نے شیشے میں اُتارا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اُس زمانے کے فرمانرواؤں کو آجکل صرف اعلیٰ خصائل کا حامل ہی نہیں بلکہ اس قدر جذبات والا سمجھا جاتا ہے کہ انھیں راٹین کے دردیوں کے اشخاص سے مطابقت دی جاتی ہے۔

باب ۲ اور اُس کی بیٹی یوریدیس کے مابین، جس نے نیم مجنوں بادشاہ کیساتھ تعلق کر کے سیاسی اثر پیدا کیا، بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے۔

تھسالونیکے، جو فیلقوس کی فیرائے والی بیوی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی، کاساندر کی ملکہ بنی۔ کاساندر نے یہ رشتہ اس لئے پیدا کیا کہ اُس کے خیال کے مطابق اُس کی وجہ سے مقدونوی اُسکی عزت کرنے لگیں گے۔ اس ملکہ نے تھرما کا نام بدل کر اپنے نام پر تھسالونیکا رکھا جو اب سالونیکا کے نام سے مشہور ہے۔ اُس کے زمانے میں جو باہمی تنازعات ہوئے اُن سب میں اُس نے حصہ لیا، اور چونکہ اُس کے بیٹے انتی پاتر کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ اُس کے بھائی سکندر کی ہم نوائی کرے اس لئے اُس نے اپنی ماں پر ہاتھ صاف کیا اور اُسے جان سے مار ڈالا۔

اس سے ذرا پہلے، یعنی ۳۰۸ق م میں فیلقوس کی ایک دوسری بیٹی کلیوپاترا کا (جو اولمپیاس کی بیٹی تھی) خاتمہ ہو چکا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اپنی ماں کے بہیمی جذبات میں سے بہت زیادہ ورثے میں ملے ہوں گے، اس لئے کہ جب وہ اپنے ماموں سکندر والئ ایپائیروس کی بیوہ ہوئی، اور لیوناتوس و پرڈکاس دونوں کی قبل از وقت موت کی وجہ سے نکاح نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنی دیرینہ خواہش پوری نہ کر سکی تو لیزی ماخوس و کاساندر کے نکاح کے پیاموں کو ٹھکرا کر وہ سارڈس چلی گئی تاکہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام وہیں گزار دے۔ وہاں اُسے خیال پیدا ہوا کہ بطلیموس کیساتھ نکاح کرنا چاہئے، لیکن قبل اس کے کہ وہ ایسا کر سکے، انتی گونوس نے (حسب تفصیل بالا) اُسے مُلکِ عدم پہنچا دیا۔

ہمیں روشنک کی بابت جو کچھ کہنا تھا ہم اس سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔

فیلہ دختر انتی پاتر کے حالات سے انسانی دلچسپی موجزن ہوتی ہے۔

باب ۳۲

اُس نے پہلے کراتیروس اور اُس کے بعد پولیورکی تیس سے شادی کی۔ اُس نے اپنے ممتاز شوہر کی بے شمار لغزشوں کو نظر انداز کر دیا اور جب اُس نے دیکھا کہ وہ اپنا پرانا رتبہ قائم نہیں رکھ سکتا تو ۲۸۶ ق م میں اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس واقعے سے ایک سال بعد دیمتریوس اسی فیلہ کی بھانجی بطلیمائس کے ساتھ جو بطلیموس اور ریوریدیس کی بیٹی ہے، ابھد تزک و احتشام نکاح کر لیتا ہے، اور اس شان و شوکت سے اُس عہد و نیز اس شخص کے خصائص کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ فیلہ اور دیمتریوس کا بیٹا وہ عقلمند اور قابل انتی گونوس گوناتاس تھا جس نے بعد میں تاریخ یونان میں نام پیدا کیا؛ اور کراتیروس کے نطفے سے اُس کے جو بیٹا ہوا وہ مورخ کراتیروس ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ارسی نوئے جو بطلیموس اوّل کی بیٹی تھی، نہایت ہوشیار اور سازشی طبیعت کی عورت ہوگی۔ اُسکی شادی لیزی ماخوس سے ہوئی تھی۔ اُس نے اپنے سوتیلے بھائی کیرانوس سے مل کر اپنے سوتیلے بیٹے اگاتھوکلیس کو مار ڈالا اور اس کے بعد خود اپنے بھائی کیرانوس سے نکاح کر کے اُسے شیر کر دیا تا آنکہ اسنے خود اُس کے بچّوں کو جان سے مار ڈالا۔ اس وقت تک اُس نے اس کا کافی ثبوت دیا تھا کہ وہ سازشوں کے معاملے میں یکتا ہے، لیکن اپنی زندگی کے آخری ایام میں اُس نے اپنی دور اندیشی کا بھی ثبوت دے دیا۔ وہ مصر گئی اور وہاں اپنے حقیقی بھائی بطلیموس دوم کی بیوی بن کر اُس پر پورا قابو حاصل کر لیا۔* اس عورت کا حقیقی تعلق زمانۂ مابعد سے ہے۔

* [خدا جانے حقیقی بھائی کی بیوی بننا کس حد تک دور اندیشی پر دلالت کرتا ہے! مترجم اردو]

باب ۱۔

کراتے سی پولس، جو پولیس پرخون کے بیٹے سکندر کی بیوی تھی، بڑی تنومند اور زبردست عورت تھی۔ جب اس کا شوہر ۳۱۴ ق م میں قتل ہوا، اور شہر سکیون، جو اس کے قلمرو میں شامل تھا، باغی ہو گیا، تو وہ خود ایک فوج لے کر گئی اور باغیوں کو شکست دے کر ان میں سے تیس کو سولی دے دی۔ اس کے بعد اُس نے پاترے کو اپنا مسکن بنالیا۔ ایک مرتبہ اُس کے ساتھ ملاقات کے دوران میں دیمیتریوس گرفتار ہونے سے بال بال بچ گیا۔

اماسترس ایک معزز ایرانی بیگم تھی جس کی شادی سپاہیوں کی اُس عظیم الشان مجلس مناکحت میں کراتیروس کے ساتھ ہوئی تھی جو سکندر اعظم نے منعقد کی تھی۔ کچھ مدت کے بعد کراتیروس نے اُسے دیونی سیوس والیٔ ہرقلیہ کے حوالے کر دیا، اور اس جدید معاقدے کی وجہ سے اُس کا رتبہ اتنا بڑھا کہ گو وہ صرف چھوٹے ہی سے رقبے پر حکومت کرتا تھا، لیکن اُسے بجائے خودسر کے لقب شاہی اختیار کرنے کی ہمت ہو گئی۔ دیونی سیوس کی موت کے بعد سن رسیدہ اماسترس نے لیزی ماخوس کے ساتھ نکاح کر لیا، اور اپنے شوہر کے دل میں گھر پیدا کر لیا۔ لیکن باوجود اس عزت کے جو لیزی ماخوس اپنی نئی منکوحہ کی کرتا تھا، ان دونوں نے ایک دوسرے سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور لیزی ماخوس نے ارسی نوئے سے نکاح کر لیا، جس کے بعد اماسترس ہرقلیہ چلی گئی جہاں بالآخر خود اُسی کے دو بیٹوں یعنی کلیارخوس اور اوک تھریس نے اُسے جان سے مار ڈالا۔ جب لیزی ماخوس نے اس واقعے کو سنا تو اسنے پلٹ کر ان دونوں مادر کشوں کو قتل کر دیا۔ اس ایرانی خاتون کی پرورش آزادی کی فضا میں نہیں ہوئی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ اُسنے اپنی دو طلاقوں کو نہایت خاموشی کے ساتھ برداشت کیا۔ اسکے برعکس روشنک کو، جس کا نشوونما سختاریہ کے پہاڑی قلعوں میں ہوا تھا،

باب

اپنی مدد خود کرتی آتی تھی، چنانچہ اُس نے اپنی سوکن یعنی سکندر کی دوسری بیوی کا خاتمہ کر کے ہی آرام لیا۔

اگر ہم اُس عہد کے متعلق صحیح اندازہ لگانے کے لئے واقعات متذکرۂ بالا سے نتائج اخذ کرنا چاہیں، تو نظر غائر دوڑانے سے معلوم ہوگا کہ اس میں بڑے بڑے تضاد و تباین موجود ہیں، اور گھپ اندھیرے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں روشنی کی جھلک بھی معلوم دیتی ہے۔ تاریکی اور نکبت تو ہر چہار طرف چھائی ہی ہوئی ہے۔ جہاں ذاتی اغراض آجاتے ہیں وہاں دوسروں کی جان کی مطلق پروا نہیں کی جاتی۔ اگر اس عہد کے بہترین اشخاص کے کرتوت ایسے ہوں تو بدترین کا تو کیا ہی ذکر ہے! ممکن ہے کہ انتی گونوس نے کچھ سوچنے کے بعد سیاسی ضرورت کی وجہ سے اپنے قیدی یومنیس کا خاتمہ کر دیا ہو، لیکن ساردس میں کلیوپاترا کے قتل کی مطلق ضرورت نہیں تھی۔ بطلیموس نے نکوکلیس شاہزادہ ساردس اور بطلیموس برادرزادہ انتی گونوس کو خودکشی پر اس لئے مجبور کیا کہ اُس کے نزدیک یہ علم بغاوت بلند کرنا چاہتے تھے خود سلیوکوس نے پردِکاس کے خون میں اپنے ہاتھ رنگے۔ اپولودوروس ساکن کاساندریہ ایک ظالم و سفاک خودسر کی مثال پیش کرتا ہے۔ ارگی راس پداسپئے کے طرزِ عمل سے جنھوں نے یومنیس کو صرف اپنے اطمینانِ خاطر کی وجہ سے اس کے دشمنوں کے حوالے کر دیا، انتہائی دغابازی کی مثال معلوم ہوتی ہے۔ اس عہد کا تاریک ترین پہلو یہ ہے کہ والدین اولاد کے اور اولاد والدین کی دشمن نظر آتے ہیں۔ لیزی ماخوس اپنے بیٹے اگاتھوکلیس کو جان سے مار ڈالتا ہے، کلیارخوس اور اوکساتھریس ساکنان ہرقلیہ اپنی حقیقی ماں اماستریس کا خاتمہ کر دیتے ہیں، انتی پاتر شاہ مقدونیہ اپنی ماں تھسالونیکے کو مُلکِ عدم پہنچاتا ہے۔ یہی جذبات کے اس اندوہناک

مظاہر سے کا خوش آئند تباین انتی گونوس کے اہل خاندان کے باہمی تعلقات سے نظر آتا ہے۔ اُس کے اور دیمتریوس کے درمیان مکمّل اعتماد ہے اور باپ اپنے بیٹے پر پورا اعتبار کرتا ہے۔ جنگ السوس میں اپنی موت سے چند لمحے قبل تک اسے اسکا یقین ہے کہ اُس کا بیٹا اُسے دشمن کے نرغے سے نکال لے گا۔ دیمتریوس اس کے لئے ہمیشہ تیّار رہتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرے اپنے باپ کے حکم کے مطابق کرے اور خود اپنی ذاتی غرض مطلب کی پروا نہیں کرتا۔ اسی طرح سلیوکوس اور اپنے بیٹے انطاکوس کے درمیان بھی پورا اعتبار و اعتماد تھا۔ اس کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے، جس میں وثنیات کی جھلک معلوم ہوتی ہے کہ جب انطاکوس بیمار ہوا تو حکیم ایرازستراتوس نے یہ تشخیص کی کہ اُس کے مرض کا اصلی باعث اُس کا اپنی سوتیلی ماں ستراتونیس کے ساتھ عشق ہے، جو دیمتریوس و فیلہ کی بیٹی تھی۔ جب اُس نے سلیوکوس سے یہ حال بیان کیا تو اُس نے فوراً اپنی بیوی کو اپنے بیٹے کے سپرد کر دیا اور ساتھ ہی اُسے اپنی سلطنت کے مشرقی حصّے کا صوبہ دار بنا دیا[1] مقدونیہ، شام اور مصر کی تاریخ میں ایسے اتّفاق و اتحاد کی مثالیں کم نظر آتی ہیں ※ یہاں بھی مطلق العنانی کے بُرے نتیجے پیدا ہوتے ہیں، اور آخر میں ان خاندانوں کا اور بی تھینیہ، کاپادوسیہ اور پونتوس کے حکمرانوں کا جو حشر ہوتا ہے اس کے وہ اپنی انتہائی خود غرضی اور بد اخلاقی کی وجہ سے

---

[1] سلیوکوس و انطاکوس Sus ۱۹۹ء۔ پرسی گارڈنر: "ابواب جدید" صفحہ ۴۰۵۔

※ [لیکن کیا ایسا اتّفاق قابل رشک ہے، جس کے تحت باپ اپنی بیوی کو اپنے بیٹے کے حوالے کر دے! مترجم اُردو]۔

باب ۳

پورے طور پر مستحق تھے۔ صرف پرگامُم ہی ایسی سلطنت ہے جہاں کے حکمرانوں میں یونانی خون کافی مقدار میں دوڑتا تھا اور جہاں کے فرمانرواؤں کا طرزِ عمل ان بربری ریاستوں سے ذرا بہتر ہے۔

اُس تاریک عہد کی تاریخ کا ذرہ زیادہ دل خوش کُن پہلو یہ ہے کہ کم از کم بہتر قسم کے فرماں روا اپنے دشمنوں سے بُرا سلوک روا نہیں رکھتے۔ فیلقوس اور سکندر دونوں نے ایتھنز کیساتھ عمدہ برتاؤ کر کے آئندہ کے لئے ایک مثال قائم کر دی تھی۔ انکے جانشینوں میں سے بطلیموس اور دیمتریوس نے برابر یہ سلسلہ قائم رکھا، اور موخرالذکر اپنے باپ کے قدم بقدم چلا۔ ۳۱۲ء ق م میں جنگ غازہ کے بعد بطلیموس نے قیدیوں، خدمتگاروں اور گرفتار شدہ اسباب کو دیمتریوس کے پاس یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ نوجوان سپہ سالار نے جو ہمت و جرأت دکھائی ہے اُس کی مبارکباد دینا اور کہنا یہ سب تمہارا ہے اس لئے تم ہی کو مبارک ہو؛ اور اسی سال میں جنگ میوس کے بعد، جس میں دیمتریوس کو فتح ہوئی تھی، اُس نے یہی سلوک بطلیموس والوں کے ساتھ کیا، اور سپہ سالار کلیس کو، جسے اُس نے گرفتار کر لیا تھا، شاہ مصر کے پاس واپس کر دیا۔ اسی طرح محاصرۂ رھوڈز کے وقت فریقین نے ایک دوسرے کا بیحد خیال رکھا، اور ایک طرف تو رھوڈزیوں نے انتی گونوس اور دیمتریوس کے مجسموں کو ویسا کا ویسا ہی رہنے دیا اور دوسری جانب دیمتریوس نے رھوڈزیوں کو سلام کہلوایا اور ہیلے پوسس اُنکیں تحفتہً نذر کر دیا۔ اسی قسم کے خیال کی ایک دوسری مثال یہ بھی ہے کہ رھوڈز کا وہ حصہ جس میں پروٹوگیس نامی نقاش رہتا تھا، صرف اسی کی وجہ سے نذر آتش نہیں کیا گیا، حالانکہ اُس کا جلا دینا محاصرہ کرنے والوں کے مفید مطلب ہوتا۔

باب ۱۳

مناکحت کے مسئلے میں فرمانروا فیلقوس کا اتباع کر کے جتنی چاہے شادیاں کرتے ہیں؛ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں فیلقوس صرف اپنی ذاتی خواہش سے عورتوں کو محل میں داخل کرتا تھا وہاں سکندر کے جانشین سیاسی اغراض بھی ملحوظ رکھتے ہیں، اور کبھی خانوادۂ شاہی سے کبھی دوسرے دیا دو چیوں کے خاندانوں سے سلسلۂ مناکحت قائم کرتے ہیں۔ یہ معاقدے دراصل باہمی تعلقات کا گویا مظاہرہ ہیں، اور وہ صرف اُسی وقت تک باقی رہتی ہیں جب تک تعلقات اچھے رہتے ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شاہزادیاں اپنے شوہروں اور سسرالیوں کو برابر تبدیل کرتی رہتی ہیں، اور اپنی قسمت اچھی سمجھتی ہیں اگر شکر رنجی کی صورت میں اُنھیں طلاق ہی دیجائے، جان سے نہ مارا جائے۔ دیمتریوس پولیورکی تیس نے جو شادیاں کیں وہ محض اس لئے کہ وہ صرف ایک بیوی پر اکتفا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سوتیلے بھائی بہنوں میں اکثر نقیض رہتے ہیں۔ رہا بہن بھائیوں کی باہمی مناکحت کا مسئلہ، تو اس کی مثالیں قدیم مصر کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں ٭

یورپ اور ایشیا دونوں کی سلطنتوں کی افواج میں اجیر سپاہیوں کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے[۱۵]، اور صورت حال تقریباً

٭ تعجب ہے کہ فاضل مصنف نے ایسی کریہ رسم کو جس کے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اس طرح سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے [مترجم اردو]

[۱۵] مقدونوی فوج۔ مسلح قوم کی سکندر کے زمانے میں بڑی اہمیت تھی اور نہ صرف وہ بادشاہ کی پشت پناہ تھی بلکہ اُس کا بادشاہ پر اثر بھی تھا، اُسنے بادشاہ کو واپسی پر مجبور کیا، مقدونیوں کو یک جدی تسلیم کرایا، اور پرانے سپاہیوں کو واپسی کی اجازت دلوائی۔ سکندر اعظم کی موت کے بعد بھی صورت حال میں مدت دراز تک تبدیلی نہیں ہوئی، اور فوج بادشاہ کی

وہی ہوتی جاتی ہے جو سکندر سے پہلے تھی - پھر بحری قزاقی عام ہے - باب ۳

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - پشت و پناہ بنی رہی، لیکن بعض مرتبہ اُس کی آقا بھی بنجاتی تھی - وہی تھی جس نے ارھی دایوس کو تخت پر بٹھایا، جس نے پردکاس کی خواہش کے خلاف بطلیموس کو بری کیا، جس نے پردکاس کے قتل کی تائید کی؛ یومنیس فریب کی سب چالیں چل کر ہی اُس پر حاوی ہو سکا، مگر بہت ہی جلد وہ اُس سے باغی ہو گئی - لیکن ارگی راس پد تے کے متکبرانہ برتاؤ سے فرماں رواؤں کو یقین ہو گیا کہ آئندہ اُن کے لئے مقدونوی سپاہیوں پر زیادہ انحصار کرنا ٹھیک نہیں - پھر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنے غاصب فرماں روا تھے اُن کے دعاوی کی حیثیت بالکل مساوی تھی، اور خود مقدونیہ میں فوج کبھی ایک کی پشت پناہی کرتی تھی کبھی دوسرے کی، چنانچہ دیادوخی اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے لئے اجیر سپاہی بھی وقت پر کام آسکتے ہیں - حقیقی تناسب یہ تھا کہ "عمومی بادشاہ: عمومی فوج:: غاصب فرماں روا: اجیر سپاہی" بدیں اسباب قومی فوج کی اہمیت مقدونیہ میں بہت کم ہو جاتی ہے، اور خود انتی گونس کے جانشینوں کا بھی اپنی بیرونی مہمات میں اجیر سپاہیوں پر ہی دار و مدار ہے۔

اجیر سپاہیوں میں ہر ایک نسل کے افراد موجود تھے - یونانیوں میں سب سے زیادہ اجیر سپاہی کریٹ اور ایتولیہ کے تھے، اور انھیں میں سے اجیروں کے اکثر سپہ سالار بھی نکلتے تھے - کریٹیوں کے لئے دیکھو پولی بیوس ۸، ۱۸ اہم اینولیوں سے خاصکر مصر میں، اکثر ملاقی ہوتے ہیں - پھر بربری اقوام کے لوگ مثلاً تھریسی (پولی بیوس ۵، ۶۵) اور کیلٹ تھریس اور ایشیا سے آتے تھے

مقابلہ کرو ل، شیوالیر: "یونانی اجیر سپاہی" L. Chevalier : Die griech Soeldnerheeic لیسٹ ویراگ، سنہ ۱۸۶۰ء - اجیر سپاہیوں اور اُن کے مالکوں کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھو وہ دلچسپ نوشتہ جو فرینکل Fraen Kel نمبر ۱۳ میں دیا ہوا ہے - نیز مقابلہ کرو پولی بیوس ۱، ۳۱، ۳-

انھیں قوموں کے افراد، خصوصاً یونانی، اور یونانیوں میں کریٹی اور

باب ۱۳ اور یہ قزّاق اور اجیر سپاہی اکثر ایک ہی ہوتے ہیں جو موقع و محل کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایتولی بحری قزّاقی میں حصّہ لیتے تھے۔ وہ "قزّاق" (یا جیسے بعض مرتبہ انھیں موسوم کیا تھا) "پئی راتائی" یا "سمندر پر کوشاں" بنجاتے تھے۔ اجیر سپاہیوں اور بحری قزّاقی کے باہمی تعلق کے لئے دیکھو استرابو ۱۰، ۷، ۴۔ بے روزگار سپاہی جن کے پاس کچھ روپیہ جمع ہو جاتا تھا، ایک جہاز خرید کر بحری قزّاقی کرنے لگتے اور وقت آنے پر پھر فوج میں بھرتی ہو جاتے پادشاہوں کے بڑے بڑے سپہ سالار ان قزّاقوں کے سردار بن جاتے تھے، جیسے امینیاس جسے پرھوس کے مقابلے کے لئے انتی گونوس نے بھیجا تھا (ڈروا ئے سن ۳، ۱، ۲۱۲)؛ اُس نے کاساندریہ کے خلاف جو مہم سر کی اُس کے لئے دیکھو ڈروا ئے سن ۳، ۱، ۱۹۹۔ دیکھو باب ۵۔ اس واقعے کے لئے کہ مقدونیہ کی طرف سے بھی بحری قزّاقی کو مدد پہنچی۔ پولیورکرتیس نے ۳۰۵ ق م میں ان قزّاقوں کو رھوڈز کے خلاف روانہ کیا۔ بطلیموس اوّل نے بھی انطاگوس اوّل کے خلاف بحری قزّاقوں سے کام لیا؛ پئوسانیاس ۱، ۷۔ فیلقوس پنجم شاہ مقدونیہ کا دوست دیمتریوس ساکن فاروس بحری قزّاقی کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۱۶، ۱۹۔ قزّاقوں کا سردار نکاندر انطاکوس سوم کے امیر البحر پولیکسینیداس کی سرکردگی میں رھوڈزیوں سے لڑتا ہے؛ لیوی ۳۷، ۱۱۔ مقابلہ کرو شٹائن: "بحری قزّاقی زمانۂ قدیمہ میں" Stein: Ueber Piraterie im Alterthum سنہ ۱۸۹۱ع، اور گومپارتی: "گورتینا کے قوانین کی" Comparetti: Commentary on the laws of Gortyna جدول ۲۲۵، لنچائی کی مجلس علمیہ کی مجلد عمارات قدیمہ، جلد ۳ Monumenti antichi die Accad. dei Lincei An. V. Kar بعض مملکتیں اور افراد دوسرے کاروبار کے طور پر بحری قزّاقی کرتی ہیں۔ ایتولی، پولی بیوس ۴، ۶، جہاں حال کے زمانے کے ان بحر قزّاقوں سے مماثلت پائی جاتی ہے۔ جو اپنی مملکتوں کے اشارے سے بحری قزّاقی کرتے پھرتے ہوں۔ فیلقوس کی

باب ۳ ب

کے اعتبار سے اپنا پیشہ بدلتے رہتے ہیں۔
یہ عجیب وغریب بات ہے کہ وحدت سلطنت کی آخری نشانی یہ ہے کہ بہت سے قلعوں میں خزانہ جمع ہے، جسے متحد سلطنت کی مِلک سمجھا جاتا ہے اور جسے بادشاہ بننے کے بعد بھی مختلف سپہ سالار ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ان قلعوں میں ایک کیندا بھی تھا جو کلیکیہ میں واقع تھا۔ اس میں ۳۰۲ء ق م تک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بحری قزاقی جلد ۳، باب ۱۵، حاشیہ ۷۔ اگاتھوکلیس اقوام یاپی گی اور پیوکیتی سے بحری قزاقی کے لئے معاہدہ کر لیتا ہے۔ دیودوروس ۲۱، ۴۔ نابس ساکن اسپارٹا؛ پولی بیوس ۱۳، ۸ فیلقوس ۵؛ پولی بیوس ۱۸، ۵۴؛ فیلقوس پنجم نے تو یہ ہمّت کی تھی کہ "بدکاری" اور "مخالفت قانون" کے نام پر قربان گاہیں بنائیں، اور اُدھر اُسکے آقا نے اعلان کیا کہ میں صرف دیوتاؤں سے ڈرتا ہوں! دیکھو باب ۱۲ حاشیہ ۴۔
تیسری صدی ق م میں ایشیائے کوچک کا جنوبی ساحل، جو بعد میں بحری قزاقی کا آماجگاہ بن جاتا ہے، اس قدر پیش پیش نہیں ہے، اس لئے کہ مصر کی بڑھتی ہوئی طاقت نے انھیں زیادہ نقصان نہیں پہنچا نے دیا۔ نیز رومنوں اور انطاکوس کے درمیان جو صلح نامہ ہوا تھا اُس کے نتائج کیلئے دیکھو ابواب ۱۷ و ۱۹، حاشیہ ۱۰۔
ہمارے زمانے میں بحری قزاقی کے آزاد شہروں کے اخلاق پر جو بُرا اثر پڑا اُسمیں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ بلا شبہہ اجیر سپاہیوں کے سردار شاہی درباروں میں ٹھسک سے چلتے تھے اور اجیر سپاہی شہروں میں چکر لگاتے تھے، لیکن ہمارے نزدیک آزاد بلدیات کی حالت جدا گانہ تھی؛ اور ایتھنز میں تو جہاں ذہنی ارتفاع کی بہت قدر کیجاتی تھی، اُنکا سامنے پڑنا بھی مشکل تھا۔ یہی کیفیت رھوڈز کی تھی جہاں لوگ بیرونی تزئین کے خواہاں تھے۔ ایتولی اور کریٹی بہت کچھ مالِ غنیمت اپنے ساتھ گھر لاتے تھے۔

باب ۲ — خزانہ موجود تھا جس کے مالیقی ۱۲۰۰ تالنت پر سنہ ۳ ق م میں دیمیتریوس قبضہ کر لیتا ہے۔ اس زمانے میں ہر شخص روپیہ جمع کرتا ہے۔ لیزی ماخوس کا خزانہ پرگامم میں تھا، اور ہم دیکھیں گے کہ زمانۂ مابعد میں متھراداتیس نے پونتوس میں ۷۵ جگہ خزانے جمع کئے۔

یادداشت

اس عہد کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے ہمیں سکندر اور اُسکے جانشینوں کے مابین جو فرق ہے اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے؛ نہ سکندر کی بے مثل عظمت کی وجہ سے اُس کے جانشینوں کی طرف غیر معمولی خوبیاں منسوب کرنی چاہئیں نہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کے ذریعے سے یونان کو کوئی خاص فائدہ پہنچا۔ سکندر کی ایسی ذات تھی جس نے یونان کے لئے ایک جدید عہد کی بنیاد ڈالی، اور ساتھ ہی ہمارے نزدیک وہ انسانیت کا اچھا خاصا نمونہ تھا؛ اس کے برعکس دیادوخی انانیت پرست تھے، جنھوں نے ظاہری امور تک میں اس نمونے کی نقالی کی۔ ہم صرف اسلئے انھیں اپنے دماغ میں جگہ دیتے ہیں کہ انھوں نے تمدن کی پشت پناہی کی، بالخصوص سلیوکوسیوں نے یونانی شہری زندگی کو فروغ دیا، جس کی وجہ سے آزادی اور تمدن کو بھی فائدہ پہنچا۔ بطلیموسیوں نے حکمیات کو فروغ دیا، لیکن ان کا رتبہ سلیوکوسیوں سے ذرا کم ہے۔ انتی گونوسیوں کا نمبر سب سے کمتر ہے۔ میں نے جلد ۳ باب ۲۷ میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس قوم یونان کی تاریخ میں جو،

نمایاں طور پر ایک جمہوریت پسند قوم تھی، سکندر کا وہی رتبہ ہے جو بہترین خود سروں کا تھا، اس لئے کہ اپنے اعلیٰ و ارفع جوشش کے ساتھ اُس نے یونانیوں کو بربریوں کے تفوّق سے نجات دی اور ایک بڑے رقبے میں یونانی تہذیب و تمدّن کو معزّز و مفتخر کیا۔ اسی آخری بات پر ہمیں اُس کے جانشینوں پر اپنے حکم کو مبنی کرنا پڑے گا۔ جہاں تک اُنھوں نے ایشیا اور مصر میں یونانی تمدّن کو فروغ پہنچایا۔ وہاں تک ہم اُن کی تعریف کریں گے، لیکن میرے نزدیک یہ امر خارج از بحث ہے کہ اُنھوں نے یونان قدیم کو کسی قسم کا فائدہ پہنچایا ہو۔

باب چہارم

کلٹ قوم کا حملہ

ایشیائے کوچک کے جغرافی خصوصیات اور اُس کی تاریخ

اس معاشرے کو، جس کا واحد مقصد عیش و عشرت اور طلب اقتدار تھا، اور جس کی بنیاد خود غرضی پر تھی، ایک سخت سزا ملنے والی تھی، اور عنقریب مقدونیہ و یونان دونوں پر ایک ایسی قوم حملہ کرنے والی تھی جو مقدونیوں سے بدرجہا سخت گیر تھی۔ لیکن اس حملے کا اثر توقعات کے مطابق نہیں ہوا، طوفان آیا اور نکل گیا، اور یونانی مقدونوی دنیا پھر اپنے پرانے ڈھرے پر چلتی رہی؛ غالوی قبیلوں نے جو حملہ کیا اس سے اُن کو کوئی مستقل نقصان نہیں پہنچا۔[1]

[1] یونان اور ایشیائے کوچک میں کلٹ؛ اسناد: پوسانیاس، ۱، ۴، ۱۰، ۱۹، ۲۳، کلٹ یونان میں؛ مقابلہ کرو فون ولاموو تز "انتی گونوس ساکن کاریستوس" V. Will. An. V. Kar. ۲۲۳-۱ شمٹ کے نزدیک (جس کے لئے دیکھو عقب)

باب ۷

غالوی یا کلٹی جو یونانیوں اور لاطینیوں کے نسلی بھائی بند تھے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پئوسانیاس کے بیان کے مآخذ اٹیکائی مصنف ہیں جن کے بیانات ممکن ہے کہ اُس تک تمائیوس کے ذریعے سے پہنچے ہوں، اور یہی کیفیت دیودوروس اور جسٹینوس کی بھی ہے - دیودوروس ۲۲، ۴، ۹؛ جسٹینوس ۲۴، ۴/۸؛ ۲۵، ۱، ۲، Prol. ۲۴ جسٹی نوس میں یورپ اور ایشیا کے کلٹوں کا ذکر ہے؛ لیوی ۳۸، ۱۶ میں صرف ایشیائی کلٹوں کا بیان ہے - میم نون ۱۹ (دمیولر ۳، ۵۳۵ میں ملک کے تینوں قبائل کے مابین تقسیم کا بالکل جداگانہ بیان ہے -

زمانۂ حال کے مولف: پاؤلی کی "محیط" جلد ۳ ص ۶۰۲-۶۰۶ میں بوشٹارک کا مضمون Galli جہاں ویرنسڈورف Wernsdorff تیری Thierry وغیرہ کی تصانیف کے اقتباسات دیئے ہوئے ہیں - ۱۰- شمٹ: مآخذ قدما برائے بیانات حملہ جات کلٹ" W. A. Schmidt : De font. vet. auctor. in enarrandis enped. a Gallis برلن ۱۸۳۶ء؛ مضامین تاریخ قدیم Abh. z. alten Gesch . رٹر: جغرافیہ" Ritter: Erdkunde ۸، ۵۹۷/۶۱۰ . ڈرواۓسن ۲، ۲، ۳۴۰/۳۵۸؛ ۳، ۱، ۸۵، ۸۶

ڈرواۓسن کا خیال ہے کہ حکمرانوں کے باہمی جھگڑوں کے درمیان کلٹ حملہ محض ایک وقفہ سمجھنا چاہیۓ، چنانچہ وہ اس کے واقعات و نتائج کے ساتھ پورے طور پر انصاف نہیں کر سکتا - ہمارے نزدیک کلٹوں کے ایشیائی حملے کی واقعی اہمیت اُن کے اس سے مشہورتر اور دلچسپ حملۂ اٹلی سے بہت زیادہ ہے - شیوالیر: غالویوں کا حملہ یونان پر" Chevalier : Die Einælle der Gallier in Griechenland پراگ ۱۸۶۳ء؛ ایشیاۓ کوچک میں غالوی" Gallier in Kleinaseen پراگ ۱۸۶۳ء - واخسموت: کلٹوں کی دیلفی کے مقام پر شکست" Waehsmuth : die Niederlage der Kelten vor Delphi جریدۂ تاریخی Histor zaitschreft

باب ۴۷

کچھ صدی پہلے مشرق سے مغرب کی طرف چلے گئے تھے اور وہاں پہنچ کر غالیہ و برطانیہ پر قابض ہو گئے تھے۔ لیکن پانچویں صدی ق م ہی میں اُن کی اکّا دکّا ٹولیوں نے دوبارہ مشرق کا راستہ اختیار کیا، اور وہاں سے جنوب کی طرف چل دیے۔ ان میں سے بعض تو کوہ الپ کو عبور کر کے وادیٔ پو میں آ گئے اور بعض اس پہاڑ کے شمالی علاقوں کو قطع کر کے دریائے ڈینیوب کے وسطی علاقوں میں پھیل گئے۔ اوّل الذّکر گروہ نے سنہ ۳۹۰ ق م میں وسطی اٹلی اور خاص شہر روما کو فتح کرنے کی کوشش کی، لیکن ثانی الذّکر گروہ اپنے مساکن سے سو سال بعد تک نہیں چلے، اور جب وہ مشرق کی طرف آئے تو مقدونیہ اور یونان جیسے متمدّن ممالک کے لئے نہایت خطرناک ثابت ہوئے۔ اٹلی میں اس قوم کو دو جگہ زک پہنچی تھی، ایک تو سنہ ۲۸۳ ق م میں سینونیوں کے ہاتھ اور دوسرے جھیل وادیٔ مونیوم کے مقام پر، جہاں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جریدۂ تاریخی، Histor Zeitschrift جلد ۱۰۔ مقابلہ کرو اُن کا غذات کا جو انقرہ و پرگامم کی عمارتوں کے اکتشاف و تفہیم کے بعد منضبط ہوئے ہیں، جن میں سے پرگامم کے متعلقہ کاغذات سے اقتباسات باب ۲۱ میں مذکور ہیں۔ گالاتیہ کے متعلق، مقابلہ کرو خاص کر پرو، گیوم و دیلبے: "گالاتیہ میں آثاری جستجو" Perrot, Guillanme et Delbet: Explor archeol de la Galatie پیرس سنہ ۱۸۶۳ء، ۲ جلد، ہومان و پخشٹائن: "ایشیائے کوچک و شمالی شام میں سیاحت" Humann und Puchstein: Reisen in Kleinas. u. Nordsyrien برلن سنہ ۱۸۹۰ء۔ نیز دیکھو عقب، باب ۱۳، حاشیہ ۴، باب ۲۱ حاشیہ ۴ (سکّہ جات الیفی سوس)۔ الیفی سوس کے سلسلے میں کریتوس نے بت خانے کا جو تعلّق دکھایا ہے اور سمرنا کی تشبیہ دونوں کو خیال میں رکھنا چاہیئے۔

غالوی اور ایٹروری متحد تھے، رومنوں کے ہاتھ، اور جو غالوی وہاں سے بھاگ یونان آئے ہوں گے اُن کی وجہ سے یہاں کے غالویوں کو بہت مدد پہنچی ہوگی۔ جب مشرقی غالویوں کے ساتھ یہ شکست خوردہ اطالوی غالوی بھی مل گئے تو انھیں یہ محسوس ہونے لگا کہ جس ملک میں وہ آباد ہیں وہ اُن کی ضروریات کے لئے نہایت ہی مختصر ہے۔

اٹلی اور جزیرہ نمائے بلقان میں آکر بھی غالویوں کی بےچینی اور جنگ جویانہ خصائل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ گلہ بانی کو کاشتکاری پر ترجیح دیتے تھے، تزک و احتشام اور مالِ غنیمت کے دل سے شائق تھے، اور جو کچھ ملتا تھا اُسے فوراً ہی خرچ کر دیتے تھے۔ اُن کی تدبیروں میں یونانیوں اور مقدونیوں کی سی ہوشیاری نہیں تھی، اور جب اُن کا غنیم سے مقابلہ ہوتا تھا تو وہ پورے زور کے ساتھ اُس پر حربہ کر بیٹھتے تھے۔ اگر ہم فروسیت کے معنی شجاعت اور حبِّ تزک کے لیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے خصائل میں فروسیانہ عنصر بھی شامل تھا، لیکن اُن میں وہ لطیف جذبات بالکل مفقود تھے جو فروسیت کی گویا جان ہیں۔ یہ جزیرہ نمائے بلقان آکر بہت سے مقدونیوں اور اپیائروسیوں، مثلاً دیمتریوس اور پرھوس سے دوچار ہوتے ہیں، اور جب ہم دونوں فریق کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں حملہ آوروں کی مبارزیت نہایت ہی ادنیٰ قسم کی تھی۔

سنہ ۳۰۰ ق م ہی میں بلقانی علاقوں میں حرکت شروع ہوگئی تھی، اور کلٹوں نے دریائے مارگوس یا موراوہ کے کناروں پر (جو دریائے ڈینیوب کا معاون ہے) اور زنجیرۂ اور بیلوس پر جو ایجئن سے کچھ زیادہ دور نہ تھا، اپنی بستیاں آباد کرلی تھیں۔ لیکن سنہ ۲۸۰ ق م میں وہ اور آگے بڑھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ یونانی مقدونی دنیا اپنے

باب ۴

آپس کے جھگڑوں ٹنٹوں کی وجہ سے اپنی تمامتر قوت صرف کر رہی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کی جیسی زور دار اور جری قوم آسانی کیساتھ اُن کا خاتمہ کر دے گی۔ یہ سوچ کر وہ جنوبی اور مشرقی سمت کی طرف چل دئیے۔

مقدونیہ و یونان کے کلٹی حملے، اُن کی ترقی، اور ایشیائے کوچک میں اُن کے آباد ہونے کے واقعات کو قدما نے نہایت ناقص انداز سے منضبط کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کسی قدیم مصنّف کے قلم سے نکلی ہوئی ایسی کوئی مسلسل تصنیف نہیں ہے، اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ہم کسی ایسے شخص سے دوچار نہیں ہوتے جس نے کلٹوں کی مخالفت میں کوئی کارنمایاں انجام دیا ہو اور جس کی سوانح عمری میں اس قوم کے حالات بیان کئے گئے ہوں۔ جب وہ مقدونیہ اور یونان پہنچے تو پرھوس اٹلی میں مصروف پیکار تھا اور ایشیائے کوچک میں آئے تو دیمتریوس کو مرے ہوئے کئی سال گزر چکے تھے۔ یہ دونوں باتیں اُن کے مفید مطلب تھیں اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ اگر دیمتریوس زندہ ہوتا تو ان بدیسیوں کے کچلنے کا مسئلہ اُس کے لئے اتنا ہی پسندیدہ ہوتا جیسے رچرڈ "شیر دل" کا مسلمانوں کے خلاف جنگ ہائے صلیبی میں لڑنا۔ باقی جن فرماں رواؤں نے اُن کی واقعی مخالفت کی وہ ایسے بڑے بہادر نہ تھے۔ انتی گونوس گوناتاس نے چند واقعات سے فائدہ اٹھا کر انمیں سے بعض کو ضرور شکست دی؛ ہم اُن کارروائیوں سے واقف نہیں جو انطاکوس سوتر نے اُن کے خلاف کیں، اور اگر اتالوسیول نے غالویوں کے خلاف شمشیر برہنہ نہ کی ہوتی اور خود علوم و فنون کے عاشق نہ ہوتے تو شائد ان حملہ آوروں کی بابت واحد واقعہ ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ وہ زمانۂ مابعد میں ایشیائے کوچک کے ایک حصّے پر قابض تھے۔ یونانی جمہوریتوں نے ان کے خلاف جو کچھ

باب ۳

جدّ و جہد کی اُس کا پتا ہمیں افسانوں سے لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہمیں غالویوں کے حملۂ یونان کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، حالانکہ ایشیائے کوچک میں انھوں نے جس مقام پر نوآبادی قائم کی وہ تاریخ عالم کا ایک نہایت ہی اہم موقع ہے جس کی اہمیت کا اس وقت تک کافی اندازہ نہیں کیا گیا۔ بہر حال جو کچھ بھی ہمیں معلوم ہے اُس کا پتا سلسلۂ ذیل بیان سے لگے گا۔

۲۷۹ ق م میں کلٹوں نے اپنے تھریسی مساکن چھوڑ دئے اور تین ٹولیوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک ٹولی تو کیرے تھریوس کی ماتحتی میں تھریسیوں اور ترابالیوں کے خلاف، دوسری برینوس و آکی خوریوس کی سیادت میں مُلک بیوتیہ کی طرف اور تیسری بولکیوس کی نگرانی میں مقدونیہ و الیریہ کی جانب چلی۔ ان میں سے اس آخری ٹولی نے کیرانوس کو گرفتار کر دیا اور اُسے قتل کر کے اُسکا سر نیزے پر آویزاں کر دیا۔ اس شخص کی موت سے، جس کا خوف ہر شخص پر طاری تھا، اور باوجود اپنی بد طینتی کے نہایت بہادر مشہور تھا، مقدونیہ میں بڑا بھاری خلفشار پھیل گیا، اور اس کے بعد اس کے مُلک میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو مُلک کی رہبری کا اہل ہوتا۔ بے حال و بے جان مقدونیہ پر جو کلٹوں کے حملوں کے لئے گویا وقف تھا، کیرانوس کا بھائی میلیاگر، کاساندر کا بھتیجا انتی پاتر، اور سوس تھنیس نامی ایک سپہ سالار نے باری باری سے حکومت کی۔ ۲۷۸ ق م میں کلٹوں نے پھر ایک بڑی مہم سر کی۔ ان میں سے ایک حصّے کو لے کر تو لیونوریوس اور لوتاریوس کی سرکردگی میں مشرق کی طرف چلے، اور اُن کا بیشتر حصّہ برینوس اور اکی خوریوس کی سیادت میں جنوب کا رخ کر کے تھسلی کو تاراج کرتے ہوئے تھرموپلی پہنچا۔ اسی مقام پر یونانیوں نے ان کی کچھ

باب ۴

مدافعت کی، اور افسانوی بیانات کے بموجب یہاں یونانیوں نے جنگ ہائے ایران کے سے شجاعانہ کارہائے نمایاں انجام دئیے۔ یہاں دشمن نے زرکسز کے حملے کی طرح پہاڑوں پر ہوکر کوچ کرنے سے یونانیوں کو اپنے عقب میں لے لیا اور اُسی طرح یونانیوں کو ایک ایتھنزی بیڑے نے بچایا۔ علاوہ ایتھنزیوں، بیوتیوں، فوکسیوں اور کچھ مقدونیوں کے ایتولیوں نے بھی تھرموپلی پر بربری حملہ آوروں کی مدافعت کیلئے کچھ فوج روانہ کی تھی۔ جب سپاہیوں نے سنا کہ خود اُن کے ملک ایتولیہ پر کلٹوں نے حملہ کرکے شہر کالیوم کو تاراج کر دیا ہے، تو وہ اس درے پر سے گھر کی طرف چل دئیے۔ ایتولیوں اور حملہ آوروں کے مابین نہایت ہی گھمسان جنگ ہوئی، چنانچہ جتنے لوگوں نے اس ملک پر حملہ کیا تھا اُس میں سے صرف نصف تعداد بچ کر نکلی۔ برینوس اور اُس کے ساتھیوں نے تھرموپلی سے دیلفی کی راہ لی، لیکن یہاں کے زلزلوں اور زمین کے سمندر میں پھسل جانے کی وجہ سے وہ ہراساں ہوگئے؛ بعض تو قتل ہوئے، اور قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ باقیوں نے ایک روز رات کے وقت پاگل پن کے دورے میں ایک دوسرے کا خاتمہ کر دیا، اور جو اس خون ریزی سے بچ نکلے وہ واپس شمال کیطرف چل دئیے۔ برینوس بھی زخمی ہوگیا تھا، اور چونکہ اُسے اب زندگی کی تمنا نہیں تھی اس لئے اُس نے شراب میں زہر ملا کر پی لیا اور اسطرح اپنی جان دے دی۔ یہ تو وہ قصہ ہے جو یونانیوں میں مشہور تھا، لیکن واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لیٹرے مال غنیمت لے کر تھریس واپس چلے گئے ہوں گے۔

ناظرین اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس تمام قصے میں ایک طرح کا رزمیہ عنصر پایا جاتا ہے، اور جب ہم غالویوں کی مزید ترقی پر نظر ڈالتے ہیں تو صورت حال بالکل اُسی نوع کی نظر آتی ہے جیسے جنگ ٹروائے کے بعد یونانیوں کی تھی۔ ہمیں اس عہد کی بابت صرف جزوی معلومات

باب ۱۷

حاصل ہیں۔ کہتے ہیں کہ کلٹوں کے گروہ نے بلقان میں ایک سلطنت قائم کی جس کا صدر مقام تیلس تھا؛ ایک دوسرا گروہ تھریسی خرسونیز میں لیزی ماخیہ کے قریب انتی گونوس گوناتاس کے مقابل آیا، لیکن وہاں ۲۷۷ق م میں اُسے شکست فاحش ملی۔ اس کارنمایاں کی وجہ سے گوناتاس مقدونیوں میں اس قدر مقبول ہو گیا کہ دوسرے مناسب رہبروں کے فقدان کی حالت میں اُنھوں نے اُسی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ لیکن ہم دیکھیں گے کہ اُس کا یہ زور بہت دن تک قائم نہیں رہا۔[۲] کلٹوں کا میلان اب بھی خانہ بدوشی کی طرف تھا، اور وہ اب پرو پونتس اور بوسیفورس میں لیونوروس اور لوتاریوس کی سیادت میں بھرے ہوئے تھے۔ بیزنطہ کو اچھی طرح سے ویران و برباد کر کے اُنھوں نے ایشیا میں جانے کا تہیہ کیا جہاں لوٹ مار کے مواقع اس سے کہیں بہتر تھے۔ اس میں وہ اوّل تو خود اپنی کوشش کی وجہ سے، مگر زیادہ تر نکومدیس شاہ بتھی نیہ کی مدد سے کامیاب ہوئے۔ نکومدیس اپنے بھائیوں کے ساتھ خانہ جنگی میں مبتلا تھا۔ چنانچہ اُس نے ۲۷۷ق م میں پہلے تو اُن کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا اور پھر اُنھیں اپنے ملک میں بُلا لیا۔ یہ عہد نامہ میمون میں مذکور ہے، اور اُس کے ذریعے سے فریقین نے یہ طے کیا کہ نکومدیس اور اُس کے جانشینوں سے کلٹوں کی ہمیشہ دوستی رہیگی، اور اُس کی مرضی کے بدون وہ کسی دوسرے کی ملازمت اختیار نہیں کریں گے، لیکن ضرورت پڑے تو وہ بیزنطہ،

۲؎ لیزی ماخیہ کے مقام پر ۲۷۷ق م میں گوناتاس کی کامیابی؛ جسٹی نوس ۲۵، ۲؛ Diog. La. ۲، ۱۴۱۔ اس کے بعد اُس نے ایسے سکّے ڈھالے جن پر پان دیوتا کی شبیہ تھی؛ امہوف: "سکّہ جات یونان" Imhoof: Mon. Gr. ۱۲۸، حاشیہ ۱، وزنیز: "کنیدوس والا چٹکلہ" Usener: Epigramn von Knidos ۳۷۔

باب ۱۴

غالکدونؔ، ہرقلیہ، تیانہ اور کیوس والوں کو مدد پہنچا سکیں گے۔ اس عہد نامے پر سترہ سرداروں نے دستخط کئے۔ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ اس پر عمل ہوتا رہا، اور نہ صرف سلطنت بتھی نیہ قائم رہی بلکہ بہت سے شہر بھی مامون رہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بیز نطہ پر زمانۂ مابعد میں غالویوں نے مظالم ڈھائے، لیکن یہ یورپی غالوی تھے۔ جو لوگ ایشیا جا کر بسے اُنھیں دوسری قوموں کی اراضی کو دل بھر کر لوٹ مار کرنے کی اجازت دی گئی اور سال ہا سال اُنھوں نے اس اجازت سے تا حد امکان فائدہ اُٹھایا۔ اسی زمانے میں اُن کے اور اُن کی عورتوں کے آباد ہونے کے لئے اُنھیں وہ اراضی مل گئی جو بعد میں چل کر گالاتیہ کا حصہ بن گئی، اور اُنھوں نے اس اراضی کو اپنا مرکز بنا کر چاروں طرف کے مُلک پر خوب چھاپے مارے۔ انھوں نے اپنے تین قبیلے بنائے تھے جنھوں نے ایک ایک حصۂ مُلک اپنے لئے مختص کر لیا تھا، یعنی تروکمیوں نے ہیلیس پونٹ، تولستو بوئیوں نے ایونیہ اور تکتوساگیوں نے اندرون مُلک کا علاقہ۔ علاوہ ازیں جس نے اُنھیں نوکر رکھنا چاہا اُسکی ملازمت میں یہ شامل ہو گئے، اور انطاکوس ہیرے راکس جیسے حکمرانوں کے کم و بیش آزاد حلیفوں کے طور پر اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں لڑے[۳۵] رفتہ رفتہ

---

۳۵ کلٹ سرنہ کے خلاف بطلیموس کو مدد دیتے ہیں، ڈرواے سن ۲۶۲، ۲۶۰، پرموس اور رائس کے مد مقابل دیمتریوس کی خدمت میں، ڈرواے سن ۳، ۱، ۲۰۳؛ دیمتریوس کے پاس، دیکھو عقب، باب ۹؛ ایولو دوروس ساکن کاساندریہ کے پاس، ڈرواے سن ۳، ۱، ۱۹۹؛ تقریباً ۲۰۰ ق م میں مصر میں، پولی بیوس ۵، ۶۵؛ زمانۂ مابعد میں ایشیائے کوچک کے حکمرانوں کے پاس، رسے ناش: "متھرادا تیس" Reinach: Mithrid- ۳۸، ۲۶۴- بیز نطہ یورپی غالویوں کا باجگزار بنتے پر مجبور رہتا ہے، دیکھو عقب باب ۱۳-

باب ۲۴ (خصوصاً شاہان پرگامم کی شکست کی وجہ سے) ان کی جلبت پھرت اس علاقے میں محدود ہو گئی جسے انھوں نے اپنا مسکن بنالیا تھا، یا یوں کہو کہ جس کے قبضے کے لئے اُن سے کہا گیا تھا اور جس پر اُن کے قبضے کو ایشیائے کوچک کے فرماں رواؤں، بالخصوص سلیوکوسیوں اور شاہان کاپادوسیہ و پونتوس نے زمانۂ مابعد میں تسلیم کرلیا تھا۔ یہ وہ مُلک تھا جو بالائی سنگاریوس اور وسطی ہالیس کے کناروں پر واقع تھا۔ یہ مرتفع تھا، اس میں درختوں کی کمی تھی، جنوبی علاقہ اکثر صحرائی اور زمین نمکین تھی، جو بہ نسبت کاشتکاری کے چراگاہ کے لئے زیادہ موزوں تھی۔ یہاں تولستوبوئی پیسولوس کے قریب، تکتوساگیس انگورہ کے نواح میں، اور تروکمی مشرق میں تادیوم کے قریب آباد ہو گئے[۱] عام طور پر انھیں گالاتی کہتے تھے۔ لیکن زمانۂ مابعد میں رومن انھیں غالوی یونانی کہہ کر پکارنے لگے۔ ہم اس قوم کے سیاسی ادارات کا ذکر تیرھویں باب میں کریں گے۔

اس قوم کی کامیابی کا واقعی سبب اُس کے خصائص ہیں۔ یہ جنوب کی طرف مقدونیہ اور تسلی میں ہو کر جو گزرے تو اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ ان ممالک میں شہروں کی تعداد نسبتہً کم تھی، انھوں نے کیرونوس کو جو شکست دی اور اُسے قتل کیا اس کی وجہ سے اُن سے ہر شخص بے حد خوف کھاتا رہتا تھا اور کوئی مرد ایسا نہ تھا جو کھلے میدان میں اُن سے رزم آزمائی کرسکتا۔ خود وہ کبھی شہروں پر حملہ نہیں کرتے تھے، جس کا اصلی راز یہ تھا کہ خود اپنے بچاؤ کے لئے

---

[۱] تادیوم کے محل وقوع کی بابت میرے نزدیک کیپرٹ اور رمزے ٹھیک ہیں اور ہرشفیلڈ غلط۔ دیکھو رسٹے ناش Chron. d'or ۴(۲) ۹۸۔ پرگامم والے تولستوبوئیوں کو تولستواگی کہتے تھے دیکھو فرنیکل: "گمتوبات" Fraenkel: Inschr ، صفحہ ۲۴۔

اُن کے پاس لکڑی کی ڈھالوں کے سوائے کچھ نہ تھا۔ ان تمام اسباب کی وجہ سے وہ کھلے میدان پر ٹڈی دل کی طرح چھا گئے لیکن جوں ہی وہ یونان کے شہروں اور پہاڑی زنجیروں تک پہنچے، اور بالخصوص جب اُنھیں درہ تھرموپلی میں ہو کر گزرنے میں دقت پیش آئی تو اُن کی قوت کا بس خاتمہ ہو گیا، اور وہ کوہ ایتہ کے شہر ہرقلیہ پر بھی حملہ نہ کر سکے۔ اُنھوں نے صرف ایک شہر یعنی کالیوم پر قبضہ کیا جو نہایت ہی مختصر آبادی تھی، اور یہاں والوں پر نہایت ہی ظالمانہ برتاؤ کیا، اس لئے کہ اُنھیں اس پہاڑی علاقے میں کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا، اور بھوکے بھیڑیوں کی طرح جو کچھ اُن کے سامنے آیا بس اُسی پر ٹوٹ پڑے۔ آخر کار جب اُن کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہا تو وہ شمال کی طرف واپس چلے گئے۔

جزیرہ نمائے بلقان اور ایشیائے کوچک میں کلٹوں کی تاریخ کو تین عہدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو بحیثیت ایک قوم کے وہ بڑی بڑی فتوحات کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس میں وہ ناکام رہتے ہیں اور اُنھیں ایشیائے کوچک کے صرف ایک حصے پر قناعت کرنی پڑتی ہے۔ یہ عہد نہایت مختصر ہے اور تقریباً ۲۷۵ ق م میں ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد ایک طرف تو وہ خود اپنے مُلک کو مرکز بنا کر ہر چہار طرف چھاپے مارتے رہتے ہیں اور دوسری جانب غیر ملکی حکمرانوں کی ملازمت میں تھوڑی یا بہت تعداد میں شامل ہو کر اپنی دولت میں اضافہ کرتے ہیں۔ ہمیں وہ یورپ، افریقہ، ایشیا تینوں براعظموں میں نظر آتے ہیں؛ ہم انھیں پرھوس اور اُس کے دشمن دیمتریوس دونوں کی فوج میں دیکھتے ہیں، اور وہ مقدونیہ وایشیائے کوچک اور مصر تینوں ملکوں کے درباروں

یانیک

ہیں دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کی وجہ سے اُنکی تعداد میں روز بروز کمی ہوتی جاتی ہے۔ وہ اکثر غدر کر دیتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں تلوار کے گھاٹ اُتار دئے جاتے ہیں۔ اب ان کی تاریخ کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے، اور وہ دوسری اور پہلی صدی ق م میں اپنے افروجی اور کاپادوسی ہمدیوں کے کم وبیش بے چین نواسیوں کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ الغرض ان کی اہمیت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے۔ ایک بات اس وقت تک علی العموم نظر انداز کر دی گئی ہے، وہ یہ کہ ان کا محض اس مُلک میں آباد رہنا ہی ایک طرح پر کافی اہم ہے اور یہ اُسی وقت سمجھ میں آسکتا ہے جب ہم ایشیائے کوچک کی ساخت پر غور کریں۔[۵]

---

[۵] ایشیائے کوچک کی ساخت: رٹر: "جغرافیہ" Ritter: Erdkunde ۱۸/۳ وغیرہ، ۶۱ وغیرہ (جہاں وسطی سطح مرتفع اور اُس میں گزرنے کی مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے)۔ رٹر کی دو جلدوں میں وہ تمام مواد جمع کر دیا گیا ہے جسکی بابت ۱۸۵۸ء تک معلومات حاصل تھیں، لیکن ان میں مغربی ڈھلاؤ کا ذکر نہیں۔ ان ڈھلاؤں سے بعض کا ذکر رادے کی کتاب: "مُلک لیدیہ اور دنیائے یونان بزمانہ مرمنادیاں" Radet: La Lydie et le monde grec au temps des Mermnades (پیرس، ۱۸۹۳ء) میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ایشیائے کوچک کے قدیم جغرافئے کے لئے کیپرٹ: "کتاب درسی" Kiepert: Lehrbuch ۸۹ وغیرہ؛ لولنگ کا مضمون ا' میولر جلد ۳ میں Lolling in A. Mueller جہاں ادبی حوالے دئے ہوئے ہیں؛ ریمزے: "ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ" Ramsay: Historical Geography of Asia Minor لندن ۱۸۹۰ء۔ دراصل یہ آخری کتاب ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ نہیں بلکہ اس ملک کی جغرافی تحقیقات کا ایک نفیس ذخیرہ ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جو کسی طالب حقیقت کے مطالعے کے لئے

باب ۴

ایشیائے کوچک ایک ایسی سطح مرتفع ہے جس کے چاروں طرف کوہستانی زنجیرے ہیں اور وسط میں ایک میدان ہے، اور اگر اس واسطے قطعے کو نظر انداز کر دیا جائے کہ اُس کے تین طرف سمندر ہے اور اُس کے بہترین اور زرخیز ترین قطعے ساحل کے محاذ میں ہیں تو اس کا مقابلہ سرزمین ایران کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بید ضروری ہے؛ لیکن بغیر عمدہ نقشوں کے (جیسے کیپرٹ کے نقشے ہیں) اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ خود ریمزے نے اپنی کتاب میں نقشے دئے ہیں لیکن یہ اس وجہ سے بیکار ہیں کہ ان میں نہ تو خطوط کنٹور ہیں اور نہ زمانۂ حال کے نام۔ اس کتاب کی تعریف کرنا آسان ہے، اس کا مطالعہ مشکل۔ مقابلہ کرو مفصل بیان جو گ۔ ہرشفیلڈ G. Hirschfeld, نے برلن کے ہفتہ وار جریدۂ لسانیات in Ber Phil. Woch ۱۸۹۱ء میں دیا ہے۔ شائد اسی وقت کی وجہ سے ایک چیز پر اس وقت تک غور نہیں کیا گیا وہ یہ کہ ریمزے نے ایک طرف تو ایرانی شاہراہ کی طرف اس قدر توجہ کی ہے لیکن ساتھ ہی ہیروڈوٹس ۵، ۵۲ میں کلیکیہ کے "حدود" کا بالکل غلط اندازہ کیا ہے، اور اسی وجہ سے "راہ شاہی" کے خطوط غلط کھینچے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کیپرٹ سے ناقص تر ہے۔ نیز دیکھو متعاقب، باب ۵ حاشیہ ۹۔ مقابلہ کرو "کتابچۂ ایشیائے کوچک ماورائے قفقاز، ایران وغیرہ" جو زیر ادارت میجر جنرل سر چارلس ولسن (لندن، مرے، ۱۸۹۵ء) شائع ہوئی ہے اور جبکی تیاری میں ہوگر تھے اور ریمزے نے تعاون کیا ہے۔ اس کتاب میں جو نفیس نقشے اور دواشارے دئے ہوئے ہیں اُنکی وجہ سے یہ کتاب ریمزے کی کتاب کا ایک لطیف تتمہ بنجاتی ہے اور اسکی مدد سے یہ آخری کتاب کا آسانی کے ساتھ مطالعہ کیا جا سکتا ہے بدیں سبب میں نے اسکی ضرورت نہیں سمجھی کہ ہر قدیم شہر کے لئے کتابچے کے اقتباسات دوں پہلے اشارے میں تمام قدیم نام دئے ہوئے ہیں اسلئے یہ بیکار ہوتا۔ ہمارے نزدیک اسوقت ایشیائے کوچک کے جغرافیے کے مطالعے کیواسطے سر چارلس ولسن کی کتاب سے بہتر کسی چیز سے مدد نہیں مل سکتی۔

اس کی ابتدا ار دریائے فرات کے مغرب میں ایک پہاڑی ملک سے ہوتی ہے، جس میں سے مختلف دریا نکل کر تین مختلف سمندروں میں جا گرتے ہیں، یعنی اگامیسس، ہالیس اور ایرس بحیرۂ اسود میں، پیراموس اور ساروس بحیرۂ روم میں، اور بعض ندیاں دریائے فرات کے ذریعے سے بحر ہند میں۔ اس پہاڑی علاقے سے زنجیرۂ انتی توروس شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف ان دو چشموں کے درمیان میں ہو کر جاتا ہے جو مل کر دریائے سارم بن جاتے ہیں۔ انتی توروس کے مغرب میں کوہ توروس آتا ہے جس کا رخ بھی اسی طرح جنوب و مشرق کی طرف کو ہے، اور اس کے بعد یہ مغرب کی طرف گھوم کر حدب ایشیائے کوچک کی جنوبی سرحد بن جاتا ہے۔ اس حدب کے شمالی حصے میں ایک زنجیرہ واقع ہے جس کا کوئی خاص نام نہیں اور جو اتنا بلند بھی نہیں ہے جتنا توروس؛ اسی میں ہو کر وہ دریا نکلتے ہیں جو اندرونی حدب میں ہو کر جاری ہوتے ہیں۔ یہ حدب شمال اور مغرب کی طرف جھکا ہوا ہے جس کے باعث جو دریا شمال کی طرف نہیں بہتے اُن کا رخ مغرب کی جانب ہے۔ یہ فطری طور پر کئی حصوں میں منقسم ہیں جن کے چار بڑے بڑے خطّے سمجھنے چاہئیں؛ ایک ذرا بڑا مغرب کی طرف اور تین ذرا چھوٹے چھوٹے مشرق کی جانب یہ تین مفصلۂ ذیل ہیں: اوّل تو کاپادوسیہ کی سطح مرتفع، جو قدیم جوالا مکھی کوہ ارگائیوس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، اور جس کا رقبہ تقریباً ۵۰ امربع میل اور اوسط اونچائی سطح سمندر سے ۳۸۰۰ فٹ ہے؛ دوسرے اُس کے شمال و مشرق میں میدان ہالیس جو بعد میں کاپادوسیہ اور پونتوس کی سلطنتوں میں منقسم ہو گیا، اور جس کا رقبہ بھی خطۂ اوّل کے برابر اور اونچائی ۳۵۰۰ فٹ ہے؛ تیسرے شمال و مغرب میں گالاتیہ کی سطح مرتفع جو دریائے ہالیس کے مشرق تک جاتی ہے

باب ۴

اور جو ترمیلیوں کا مسکن تھا؛ یہ بھی سطح سمندر سے تقریباً ۳۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ گالاتیہ کا مغربی حصّہ جو دریائے ہالیس کے بائیں جانب ہے، ذرا زیادہ پہاڑی ہے اور یہ چوتھے حدب کے قریب ہی واقع ہے۔ اس چوتھے خطّے کا رقبہ تقریباً ۷۰۰ مربع میل ہے، اور یہ جنوب و مشرق سے شمال و مغرب کی طرف یعنی کلیکی یوروس سے تقریباً بتھی نیہ کی سرحد تک ایک طرف اور کوہستان گالاتیہ تک دوسری طرف جاتا ہے، اور اسی میں دریائے سانگاریوس کے بالائی حصّے پر تولستوبولی اور تکتوساگی اقوام کا مسکن تھا۔ اس سطح مرتفع کو اکثر حدب لیکاؤنیہ یا حدب قونیہ ("ایکونیوم") کہتے ہیں۔ اس کے مغربی جانب پہاڑوں کا ایک زنجیرہ ہے جو اسے دو رقبوں سے علیحدہ کر دیتا ہے، یعنی ایک طرف جنوب میں پسیدیہ اور ازدریہ کی بلند وادیوں سے جن میں عمیق جھیلیں پائی جاتی ہیں، اور دوسری طرف شمال میں میاندر اور ہرموس کے پند معاروں سے، یعنی اُن حصّوں سے جن کا مدّت دراز تک یونان کے ساتھ گہرا تعلق رہا تھا۔ مشرق میں طتہ کی بڑی نمکین جھیل ہے۔ یہ حدب جو سمندر سے اوسطاً ۳۲۰۰ فٹ بلند ہے، بنجر اور بے درخت زمین سے بھرا ہے، اور موسم گرما میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے بیابان بنا رہتا ہے، لیکن موسم سرما میں اس پر مویشی ہی مویشی نظر آتے ہیں۔ مذکورۂ بالا زنجیرے کے دامن میں ایک پرانی کاروانی سڑک شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف جاتی ہے اور کلیکیہ اور لیدیہ کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے۔ یہ سڑک جن علاقوں میں ہو کر گزرتی ہے وہ آباد نہیں، اور چونکہ گرمیوں میں پانی کا نشان بھی نہیں ہوتا اس لئے اس پر ہو کر صرف چار دن ہی میں گزر سکتے ہیں۔ لیکن باوجودیکہ یہ آباد نہیں تاہم یہ ناخوشگوار بھی نہیں ہیں اس لئے کہ اُن میں کوئی ایسی فطری رکاوٹیں نہیں ملتیں

باب ۴

جو علی العموم پہاڑی علاقوں میں نظر آتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ تنہا مسافر کے لئے خالی از خطرہ بھی نہیں ہے۔ چاروں طرف کا ملک ایک طرح کا صحرا ہے، اور قرب وجوار کے حصوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہے ان قطعوں پر صرف وہی قافلے گزر سکتے ہیں جنھوں نے اپنی حفاظت کا سامان کر لیا ہو، اور صرف وہی سلطنت اُن کی حفاظت کر سکتی ہے جو قوت والی اور ذی اقتدار ہو۔ فتحمند اقوام کے راستے میں یہ خطے حائل ہوتے ہیں اس لئے کہ اُن میں کافی غذا کا بند وبست نہیں ہو سکتا۔ سلطنت ایران یقیناً ایک نہایت قوی سلطنت تھی، لیکن یہ سڑک افروجیہ ولیدیہ کے سرکاری کاموں کے لئے استعمال نہیں کی جاتی تھی، بلکہ سرکاری کاروبار ایک دوسری شمالی سڑک کے ذریعے سے انجام دئے جاتے تھے جو منبع میاندر سے تقریباً خط مستقیم پر پیسی نوس اور انگورہ کو، اور وہاں سے گالاتیہ کی سطح مرتفع میں پٹیریہ (بوغازکوئی) کو، اور وہاں سے مشرقی سمت میں کومانا (پونٹوس) کو جاتی تھی۔ اس آخری مقام سے اس کی دو شاخیں ہو جاتی تھیں، ایک ارمنستان کی طرف جاتی تھی اور دوسری دریائے فرات کی جانب۔ یہ راستہ شمال کی طرف ایشیائے کوچک کے وسطی حصے کا دورکرتا ہوا اُن مقامات سے ہو کر نکلتا تھا جو نسبتہً آباد تھے۔

اسی ملک کے ایک حصے پر گالاتائے قابض ہو گئے۔ تمدن کے پرانے مراکز، مثلاً پیسی نوس جہاں "اُمّ الآلہہ" کی پوجا کی جاتی تھی، انگورہ وپٹیریہ جہاں پہاڑی مجسّمے کندہ تھے، سب کے سب اُن کے قبضے میں آ گئے۔ تیسری صدی ق م کے بیشتر حصے میں اُن میں اور اُن کے متمدن ہمسایوں میں آویزش ہوئی۔ ہمارے پاس یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ایونی یونانیوں اور کلیکیہ

باب ۱۲

وشام کے مقدونیوں کے درمیان اُن کے ملک میں ہو کر امن و امان سے آمد و رفت اور رسل و رسائل ممکن تھے؛ لہٰذا ہم حکم لگا سکتے ہیں کہ ایشیا میں جو گالاتائے آباد ہوئے انھیں کی وجہ سے ایشیائے کوچک دو سیاسی حصوں میں منقسم ہو گیا، اور انھیں کی وجہ سے یونانیوں اور مقدونیوں نے جنوبی راستہ اختیار کیا تھا۔ اس جنوبی راستے پر جو شہر آباد ہوئے اُن کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان واقعات کے بعد میں آباد کئے گئے ہوں گے، جیسے نیسہ انطاکیہ لاؤدیکیہ، اپامیا، یولیہ، فیلومیلیوم، لاؤدیکیہ کاتاکیکومینے وغیرہ، درانحالیکہ شمالی شہروں کے ناموں سے اُن کی قدامت عیاں ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جنوبی شاہراہ کے دونوں طرف شہروں کے آباد ہونے میں بہت مدت لگ گئی ہو گی، اور یہ بھی کہ صدیِ قائم کے دوران میں صرف مسلح آدمیوں کے بڑے بڑے قافلے ہی اس راستے پر ہو کر امن و امان سے گزر سکتے تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایشیائے کوچک کی یہ تقسیم عام تہذیب و تمدن کے منشار کے مطابق تھی یا مخالف۔ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ اُس کے مخالف نہیں تھی۔ خاندان سلیوکوس کے حکمران شہری مملکتوں کو پسند کرتے ہوں گے۔ لیکن امتداد زمانہ سے اُن کا میلان مطلق العنانی کی طرف ہو گیا ہو گا؛ ساتھ ہی ساتھ ان بادشاہوں کو جس قسم کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اس سے شہری آبادی کو فروغ پہنچا ہو گا۔ ان ریاستوں کے باہمی تعلقات کے ختم ہو جانے کی وجہ سے جو ایشیائے کوچک کے وسط میں واقع تھیں، ان میں سے ہر ایک خود اپنے اصول کے مطابق ترقی کرنے کے قابل ہو گئی، اور ہم دیکھتے ہیں کہ کاپادوسیہ اور پونتوس میں یونانی قوم امن و امان کے ساتھ ترقی کرتی رہی۔ گالاتائے

بابک

کے تعلقات شاہان بتھی نیہ کے ساتھ نہایت اچھے تھے۔ یہ بادشاہ نسلاً تو بربری تھے، لیکن ان میں یونانیت سرایت کئے ہوئے تھی، اور یہ ہمسایہ یونانی شہروں کے ساتھ دوستانہ طریق برتتے تھے، جیسا اُن کے اور گالاتائے کے باہمی عہد نامے کے ذریعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ گالاتائے کے آنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اُنھوں نے ایک طرح سے قدیم زمانے کے سب سے اہم بحری راستے کو آزاد کر دیا۔ جب یہ راستہ بطلیموس کیرونوس کے قبضے میں تھا تو یہ خطرہ پیدا ہو چلا تھا کہ اُس کے ذریعے سے ہمسایہ اور بعید یونانی آزاد ریاستوں کو حلقہ بگوش بنایا جائیگا۔ جب یہ ناممکن ہو گیا کہ ایسی بڑی سلطنت قائم کی جائے جسمیں بیزنطہ اور اسکے مقابل کا ایشیائے کوچک کا ساحل دونوں شامل ہوں تو پھر بیزنطہ ہرقلیہ، کیزی کوس اور ابی دوس کو آزاد رہنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا، اور بحیرۂ اسود کے ساحلوں کیساتھ تجارت کو بھی آزادی ملسکتی تھی گالاتیوں کو عقب کے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دیکر اور غالویوں سے جو عہد نامے ہوں اُن میں تجارتی بلدیات کو شامل کر کے ممکن تھا کہ شاہان بتھی نیہ یہ دعویٰ کر سکیں کہ خواہ غیر شعوری طور پر ہی سہی، اُنھوں نے بہر حال اس نواح میں آزادی کو محفوظ رکھا ہے۔ بجنسہٖ اسی قسم کے اثرات ساحلی علاقے پر مصری اقتدار کے مستحکم ہونے کے پڑے تھے، اور یہ استحکام بھی غالویوں کے حملۂ ایشیائے کوچک کی وجہ سے ہی ممکن ہو گیا تھا (اس کی بابت مفصلۂ ذیل ذکر متعاقب کیا جائے گا)۔ اس نواح میں بطالسہ مالک نہیں بلکہ ایک طرح پر محافظ و نگران تھے۔ رھوڈز کے ساتھ اُن کے جو تعلقات تھے اُن کی وجہ سے اس نگرانی کا بلدی آزادی پر بہت اچھا اثر پڑا جو خاص طور پر تجارتی معاملات پر بہت گہرا تھا۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بربری غالوی اسی طرح سے ایشیا میں بند

تھے جیسے کوئی بیرونی نامیاتی یا غیر نامیاتی جوہر کسی زندہ جسم میں چلا جائے اور وہاں بالکلیہ مقید ہو جانے کی وجہ سے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ محبس کا دروازہ کھلا اور قیدی نکلا لیکن انجام کار یہ غالوی ایشیائے کوچک کی آبادی کے ساتھ بالکل گھل مل گئے۔

جس طرح چارلس اعظم کی سلطنت پر نارمنوں، اسلافیوں اور ہنوں نے جو حملے کیے اُن سے ثابت ہو گیا کہ اب اس سلطنت کا دراصل وجود باقی نہیں رہا گو بظاہر یہ سلطنت برابر قائم تھی، اسی طرح سے غالوی حملے کی وجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اب سلطنت سکندری میں مطلق جان باقی نہیں ہے۔ جب ہم اس خاص پہلو پر غور کرتے ہیں تو یہ بات نہایت قابل لحاظ معلوم ہوتی ہے کہ غالوی حملہ آوروں کو سکندر اعظم کے ملک میں ناکامی نہیں ہوئی بلکہ یونان میں، جو محض دوسرے درجے کا ماتحت ملک بن کر تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس کا خاص سبب یہ تھا کہ یہ بربری شہروں پر حملہ کرنے کے اہل نہ تھے، لیکن ساتھ ہی اس سے مختلف بلدیات کی اہمیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ نیز دیمتریوس نے رھوڈز پر جو حملہ کیا اس سے بھی اُن کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ دیمتریوس نے جملہ مروجہ آلہ جات حرب کو کام میں لاکر اس شہر کو مسخر کرنے کی کوشش کی، لیکن اس میں وہ صرف اس لئے ناکام ہوا کہ رھوڈز کے شہریوں نے اُس کی مدافعت کی جان توڑ کوشش کی۔ الغرض سکندر کے عہد کے بعد بھی شہری آزادی کے عناصر قدیم اقوام کی حفاظت کی ناقابل شکست ضمانت کے ساتھ ہی یہ اس مملکتی نظم کا ایک اہم جزو بھی بنے رہے جن کی تاریخ سے ہم آئندہ چند صدیوں میں دوچار ہوں گے۔ سکندر کی مہمات کا جو نتیجہ نکلا وہ یہ تھا کہ متعدد مملکتیں قائم ہو گئیں جن پر یونانیت

باب ۲

کا غلبہ تھا، اور جن کا ذہنی اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق تھا۔ ان واقعات کو سمجھنے کے لئے جنھیں ہم تحریر میں لائیں گے اس کی ضرورت ہے کہ ۲۷۵ ق م میں جو اہم مملکتیں نظر آتی ہیں اُن کی بابت معلومات بہم پہنچائیں، چنانچہ یہ معلومات آیندہ باب میں ناظرین کے سامنے پیش کی جائیں گی ؎

؎ میں نے کلٹوں کے حملوں اور مہموں اور حکمرانوں کی کامیابیوں کی بابت جو نقطۂ نظر اختیار کیا ہے وہ دوسروں کے نقطۂ نظر سے مختلف ہے۔ حکمرانوں کی کامیابیوں کی بابت ڈرواسے سن حسب ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے: "اگر ان جنگلی بہائم سے یونان کو ان حرکات سے بچانا مقصود تھا جو اُن سے ایشیائے کوچک میں سرزد ہوئیں تو پھر اسی کو ایسے طاقتور مقدونیہ کی ضرورت تھی جو اُسے قلعے کی طرح محفوظ رکھ سکے، اور انتی گونوس فاتح لیزی ماخیہ ہی ایسا شخص تھا جو بربریوں کی مدافعت کر سکتا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ قدیم وقائع میں کہیں انتی گونوس کے اس کارنمایاں کا تذکرہ نہیں ملتا، بلکہ ان میں صرف اس کا ذکر سننے میں آتا ہے کہ اُس نے کس طرح کاساندریہ میں اپولودورس کی قوت کا خاتمہ کیا۔" الغرض خود ڈرواسے سن تسلیم کرتا ہے کہ انتی گونوس کے بربریوں سے یونان کو محفوظ رکھنے کا کہیں بھی تذکرہ نہیں ملتا؛ لیکن اُس کے نزدیک اُس کے کام اور لیزی ماخیہ اور کاساندریہ کی کامیابیاں اتنی اہم ہیں کہ وہ اُس کے سر یونان کی حفاظت کا سہرا رکھتا ہے،

باب پنجم

دنیائے یونان کی سیاسی کیفیت تقریباً ۲۷۵ ق م میں

(۞)

سپہ داران سکندری کے تماشا گاہ دُنیا سے چلے جانے کے بعد ایک بڑی حد تک قدیم حالات از سر نو عود کر آئے، یعنی سیاسی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ گو قدما اس کی بابت ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے۔ لیکن اگر ہم غور کریں تو انتی گونس نے لیزی ماخیہ میں بہت کم اور کاساندریہ میں کچھ بھی نہیں کر دکھایا۔ لیزی ماخیہ میں غالویوں پر وہ یک بیک ٹوٹ پڑتا ہے؛ (جسٹی نوس ۲۵، ۲؛ مقابلہ کرو Diog. La. ۲، ۱۴۰، اور ڈرداے سن ۲، ۱، ۱۹۳)۔ مکر و فریب اور ذرا سی خوش قسمتی سے اس قسم کی کامیابی آسانی سے ہو سکتی ہے؛ لیکن اس طرح کا فاتح جنگی اعتبار سے سورما نہیں کہا جا سکتا۔ اس قسم کی چالبازی تاریخ کے درخشاں جنگی کامیابیوں میں شمار نہیں کی جا سکتی۔ رہا کاساندریہ، سو اُسے تو اُس نے نہیں بلکہ اُس کے خفیہ مددگار امینیاس نے مسخر کیا تھا، اور وہ بھی چال چل کر؛ پولی اے نوس ۴، ۶، ۱۸۔ ان سب

باب ۵ | اعتبار سے ایشیا اور یورپ ایک دوسرے سے پھر علیحدہ ہو گئے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ معرکوں سے غالوی مقدونیہ و یونان پر حملہ کرنے سے باز نہیں رکھے جا سکتے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ واپس نہیں آئے، لیکن اسکی وجہ ایک تو یہ تھی کہ تھرموپلی کے مقام پر اُن کی مدافعت اچھی طرح سے ہوئی تھی، اور دوسرے ایسے ملک میں جو شہروں سے بھرا ہوا تھا اُنھیں کھانے کے لئے کیا مل سکتا تھا، اور تیسرے ان میں سے بہت سوں کے ایشیا وغیرہ چلے جانے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے تھے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالویوں کو یونان سے باہر رکھنے کا سہرا حوادث زمانہ اور یونانیوں کی شجاعت کے سر رکھنا چاہیئے نہ کہ مقدونوی بادشاہوں کے سر۔ اصل میں اس مورخ نے یونانیوں کے کارناموں کو نظرانداز اور مقدونوی بادشاہوں کے ایسے کارناموں کو سراہا ہے جن کا ذکر تک نہیں، تو اس کی وجہ وہی بے بنیاد مفروضہ ہے کہ اُس عہد کے جمہوریت پسند نالائق ہو گئے تھے اور اُنکی توانائی میں کمی پیدا ہو گئی تھی۔ پولی بیوس ۹، ۳۵ میں اکارنانی لیزی کوس کہتا ہے کہ مقدونیہ کے ہاتھوں یونان کی حفاظت اس واقعے سے سمجھ میں آتی ہے کہ جب کیرونوس کی موت کے بعد غالویوں کو مقدونیوں کا ڈر نہیں رہا تو وہ فوراً یونان پر ٹوٹ پڑے؛ اس سے ہم قطعی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مقدونیوں نے تہذیب و تمدن کو غالویوں سے بچانے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ لیزی کوس کو کیرونوس کے جانشینوں کی کسی کامیابی کا قطعی علم نہیں ورنہ وہ اس کا ضرور ذکر کرتا۔ الغرض اُس نے جو استدلال کیا ہے وہ اسی طرح کا ہے کہ اگر ڈاکو کسی گاؤں پر حملہ کریں تو گاؤں والوں کی حفاظت دراصل وہ پہلا سپاہی کرتا ہے جو اُن سے سب سے پہلے برسرپیکار ہوتا ہے، درآنحالیکہ یہ گاؤں والے خود اپنی قوت سے چند ڈاکوؤں کو مار ڈالتے ہیں اور باقی کو بھگا دیتے ہیں۔ اگر ہم یہ استدلال تسلیم کرلیں تو مقدونیوں کے پرانے اور نئے مداحوں کو برسرحق ماننا پڑے گا۔ ساتھ ہی یہ واقعہ ہے کہ مقدونوی بادشاہوں

باب ۵

مصر سلطنت ایران کے زمانے سے بھی زیادہ (جس کی جگہ اب خاندان سلیوکوس نے لے لی تھی) ایشیا سے آزاد ہوگیا۔ لیکن دراصل ہر چیز میں ایک بدیہی فرق پیدا ہو چکا تھا، اس لئے کہ مصر میں اب ایک یونانی خاندان حکمران تھا اور سلطنت سلیوکوس کی بنیاد یونانی مقدونوی قومیت پر تھی جس میں یونانی عنصر کو تفوق حاصل تھا، چنانچہ بیرونی منفردیت کے پردے میں اب پہلے سے زیادہ اندرونی توحدی کیفیت تھی۔ ہم مختلف مملکتوں کے اس ڈھیلے ڈھالے مجموعے کے مختلف حصوں کا بیان کریں گے اور ان میں سے سب سے پہلے یوروپی مملکتوں کو لیں گے۔

مقدونیہ میں، جو ایشیا کے فاتحوں کا جنم بھوم تھا، باوجود قابل لوگوں کے ملک سے چلے جانے کے اب بھی بہت کچھ قوت وجرأت باقی تھی، اور کلٹوں کے حملے سے کوئی مستقل آثار باقی نہیں رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس ملک میں جو لوگ باقی تھے اُن میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نے ایتھنزیوں سے زیادہ کر دکھایا، لیکن اسکے کئی اسباب ہیں، مثلاً مقدونیوں کا واقعی میلان، امینیاس جیسے شخص کے تعلقات، جس نے بے شمار اجیر سپاہیوں کو اُن کے لئے مہیا کیا، اور اس اُصول کا بے تحاشا انطباق کہ جنگ کو اپنی ضروریات خود مہیا کرنی ہوں گی۔ اگر ایک خودمختار مملکت چاہتی بھی تو بھی وہ ایسے حرکات نہ کرسکتی اسلئے کہ اس قسم کا طرز عمل آزادی کے اُصول کے منافی ہوتا۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ غالوی ایسے گئے گزرے بربری نہ تھے جیسا فرض کرلیا جاتا ہے۔ مسالیہ سے دوسری صدی ق م کی ابتدا تک اُن کے تعلقات جاری تھے۔ دیکھو کتوبۂ لمپساکوس" Inschrift von Lampsacos روداد ایتھنز Athen Mitthail تتمہ، تا صفحۂ ۹۶، جس کا اقتباس ڈوہن نے اپنی کتاب "کوہ الپ کے درول کا استعمال" "Duhn: Benutzung der Alpenpaesse 38. not." "Heidelb:Jahrb. II" میں کیا ہے۔

باب ۵

بھی بہت سے جری اور بہادر ہوں گے۔ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ لشکر سکندری کے سپاہی مقدونیہ واپس جانے کے دل سے خواہاں تھے، اور اپنی قوت کے انتہائی عروج کے زمانے میں بھی اپنے اپنے گھروں کی واپسی میں زور دینے میں باک نہیں کرتے تھے۔ علی العموم مقدونیوں اور اُن کے حکمرانوں کے مابین جو تعلقات تھے وہ بالکل قدیم وضع کے تھے۔ اُن کا فطری میلان ملوکیت کی طرف تھا، اور انھیں اکثر مدعیان تخت وتاج کے موافق یا مخالف فیصلہ کرنا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے بعض مرتبہ وہ واقعی صاحب تخت کی مخالفت کرنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور جب خانوادۂ سکندری کا بالکل صفایا ہوگیا اُس وقت یہ صورت حال پہلے سے بھی زیادہ عام ہوگئی۔ انھوں نے اُس وقت تک پرھوس کا حکم مانا جب تک وہ قابلیت کیساتھ حکومت کرتا رہا، اور انتی گونوس کے سامنے اس لئے سر تسلیم خم کیا کہ اُس کی قابلیت پرھوس سے بھی زیادہ مسلّمہ تھی؛ گو اسکے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ سیسے نوس کی عزیزداری کی وجہ سے بھی انتی گونوس کو پیش کیا گیا تھا۔ مقدونیہ کی اندرونی حالت میں بھی کوئی بیّن فرق پیدا نہیں ہوا۔ اب بھی دیہاتی زندگی کو قدیم زمانے کی طرح تفوّق حاصل تھا اور چونکہ مقدونیہ میں شہروں کے ذریعے سے یونانی تمدن کے انتشار سے کوئی خاص فائدہ متصوّر نہ تھا اس لئے نئے شہر بہت کم آباد کئے گئے تھے۔ مقدونیہ کا پایۂ تخت اب بھی پیلا ہی تھا لیکن ممتاز ترین بلدیات میں اس کا شمار نہیں ہوتا تھا۔ مقدونیہ کا اثر تھریس، ایپائروس، تھسلی اور یونان میں پھیلا ہوا تھا۔ اگر کبھی مقدونیہ کے فرماں رواکی یہ خواہش ہوتی کہ مشرق، شمال اور مغرب کے حملہ آوروں کی طرف سے اپنے مُلک کو بچائے رکھے اور ساتھ ہی ارض یونان پر بھی اثر ڈالے، تو

باب ۵

اس کی ضرورت تھی کہ وہ وسائلِ مُلکی کی خاص نگرانی رکھے، خصوصاً اس لئے کہ مشرقی حکمرانوں کے برخلاف اُس کا مُلک متموّل نہیں تھا۔ اُس کے اقتدار کا دار و مدار اُس کی رعایا کی تنومندی اور قوّت پر تھا، چنانچہ فوجی خدمت لازمی تھی، اور پہلے کی طرح مقدونوی جتھا اب بھی ایک خوفناک آلۂ حرب بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ انتی گونوس کی خدمت میں اجیر سپاہی بھی تھے، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ بجائے باضابطہ مشاہرے کے انھیں خانگی بحری قزاقی کے ذریعے پیٹ بھرنے کی اجازت دیدی جاتی تھی [۱]

اگر لیزی ماخوس کا ستارہ بلند رہتا تو شائد تھریس اپنی تہذیب وتمدّن کو قائم رکھ سکتا، لیکن اب یہ کم وبیش بربریت لئے ہوئے قوموں، مثلاً تھریسیوں، کلٹوں، گیتاؤں وغیرہ کا مسکن بن گیا تھا، جن کے خلاف ساحلی آزاد یونانی ریاستوں کو اپنا سر بچانے میں مشکل پیش آتی تھی۔ ان ریاستوں کا سرگروہ شہر بیزنطہ تھا جس نے فیلقوس

---

[۱] کاساندر نے مفصلۂ ذیل مزید شہر آباد کئے: کاساندریہ، اولینتھوس کی جگہ؛ اُورانوپولس راس آتھوس پر جسے الگزارخوس برادر کاساندر نے بسایا؛ تھسالونیکے تھرمے کی جگہ۔ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۲، ۱، ۲۵۰، اور تھسالونیکے کے واسطے تافل Tafel کا بسیط مضمون "تھسالونیکے" De Thessalonica برلن ۱۸۳۹ء۔ لیکن بہت جلد مقدونیہ کے بادشاہوں نے شہر آباد کرنا چھوڑ دیا۔ انتی گونوس گوناتاس کے لئے ڈروائے سن ۳، ۱، ۸۷ وغیرہ؛ فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" von Willam. Antig. v. Karystos ۲۱۱ وغیرہ ۲۶۰ (مدّت سلطنت)۔

لیوی ۴۲، ۵۲ کہتا ہے کہ عالمگیر فوجی خدمت "اُن لوگوں پر لازم تھی جو تدبیر جنگ میں تربیت یافتہ ہوں" ڈروائے سن ۳، ۱، ۹۰۔ زراعتی فصل کے موقع پر فوج کی برخاستگی (پولی بیوس ۴، ۶۶) سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فوج قومیت کا رنگ لئے ہوئے تھی۔

باب۹ کے حملوں کی نہایت شدت سے مدافعت کی تھی، اور جہاں باوجود پہلے ہی سی مرفہ الحالی کے عیش و عشرت میں کمی اور آزادی کے جذبے میں بیشی پیدا ہو گئی تھی۔ اس قسم کے ملک میں کسی متمدن بادشاہ کے لئے شہروں کا وجود اتنا اہم تھا کہ لیزی ماخوس نے چند بلدیات آباد کر کے اپنا نام چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔ اس کی سلطنت میں ایشیائے کوچک کا ایک حصہ بھی شامل تھا، اور اُس کی قوت کا دارومدار اسی حصے پر تھا، اس لئے کہ محض یوروپی تھریس، جو شمال میں غیر محفوظ اور چاروں طرف سے بربری اقوام کے حملوں کے لئے کھلا ہوا ہو وہ مستقل طور پر ویسے بھی آزاد و مرفہ الحال نہیں رہ سکتا، اور اس وقت تو بیزنطہ بھی اُس کے قبضے میں نہیں تھا۔ الغرض لیزی ماخوس کی موت پر سلطنت تھریس کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ ملک آزادی کے لئے اس قدر ناموزوں تھا کہ بہت جلد مصر، اور آخر میں دور دراز شہر ایتولیہ کا اُس پر اثر ہی نہیں بلکہ اس کے بعض حصوں پر قبضہ بھی ہو گیا۔ ہمارے نزدیک یہ صورت حال تمدن کے لئے فی الجملہ مفید ہی تھی، اس لئے کہ اب ایجئن اور بحیرۂ اسود کے مابین بحری شاہراہ پر ایسی جمہوریتوں اور چھوٹی چھوٹی مملکتوں کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا تھا جنھیں تجارت میں مداخلت کی مطلق اہلیت نہیں تھی۔[۲]

مقدونیہ کے شمال میں دردانی آباد تھے، اور مغرب میں الیریائیوں کا ملک تھا جنھوں نے مقدونیہ کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔[۳]

ذرا جنوب میں ساحل اڈریاٹک پر ایپائروس آتا ہے جس کے

۲ھ تھریس۔ لیزی ماخوس کے لئے حواشی باب ۳ دیکھے جائیں۔ فریک Frick نے ایک نفیس مضمون لکھا ہے جو پاؤلی ۱، ۲، ۱، ۲۶ وغیرہ میں مندرج ہے۔

۳ھ دردانی۔ دیکھو ڈروائے سن ۳، ۱، ۸۸؛ کیپرٹ، ج ۲۹۹۔ اس زمانے میں دردانیوں پر شاہ مونونیوس حکمران تھا جس کے دیراکی نوع کے سکے موجود ہیں؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head, H. N. ۲۶۷۔

باب ۵

قبیلے (جو تھیوپومپوس کے نزدیک ۱۴۵ تھے)، عہد زیر بحث میں متحد تھے۔ اس کے مغربی و جنوبی حصّے میں اضلاع خاؤنیہ وتھسپروتیہ، اور اُس کے شمال و مشرقی گوشے میں ضلع مولوتس تھا۔ یہ سب قبیلے مولوسی شاہ پرھوس کے ماتحت تھے جس کے کارناموں کا متعاقب ذکر کیا جائے گا۔ پرھوس نے اپنا صدر مقام شہر امبریسیہ کو بنایا جسے سکندر ولا کا ساندر نے اُس کے حوالے کر دیا تھا۔ ایپائروس والے اپنے ہمسایہ مقدونیوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے[۴]

اپنے اندرونی معاملات میں ملک تھسلی آزاد تھا، لیکن سیاسی اعتبار سے غالباً اس کی اب بھی وہی کیفیت تھی جو فیلقوس کے عہد میں تھی۔ یعنی اُس پر مقدونوی اقتدار فائق تھا، اور اس کا قلعہ دیمتریاس جسے دیمتریوس نے تعمیر کیا تھا، اب بھی مقدونیوں کے قبضے میں تھا۔ ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تھسلی میں ایک فریق ایسا بھی تھا جو مقدونوی تفوّق کے مخالف تھا[۵]

وسطی یونان میں دو مملکتیں یعنی ایتھنز اور ایتولیہ ممتاز تھیں۔ ۲۸۶ھ ق م میں ایتھنزیوں نے اولیمپیودوروس کی سرکردگی میں میوزخانے پر، جس پر مقدونوی علم بلند تھا، حملہ کر کے قبضہ کر لیا، اور اس طرح خارجی دباؤ سے آزاد ہو گیا۔ ۲۷۹ھ ق م میں ایتھنزیوں نے غالویوں کے خلاف فوج اور بیڑے دونوں کے ذریعے سے نہایت زور کے ساتھ مدافعت کی تھی۔ ان کے اور ایتولیہ کے باہمی تعلقات ۴۰ سال پیشتر سے نہایت دوستانہ تھے، جب دونوں نے ہمزبان

---

[۴] ایپائروس۔ ڈروائے سن، ۳، ۱، ۹۴: امبریسیہ پرھوس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ مرلیکر Merleker نے اسی ملک، خاندان اور باشندوں پر متعدد مضامین لکھے ہیں جو کیونگزبرگ سے ۱۸۴۱ء، ۱۸۴۲ء اور ۱۸۵۳ء میں شائع ہوئے ہیں۔

[۵] تھسلی۔ ڈروائے سن، ۳، ۱، ۹۲، ہرتزبرگ Hertzbug ۱، ۱۰۸۔

باب ۵

ہوکر باوجود سکندر کے صریح احکام کے ساموس اور اوئے نیادائے کو مقدونیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ دیکھو جلد ۳، صفحہ ۳۶۵)۔ ؎۵ ہم باب ۱۲ میں ایتولیہ کا مفصل ذکر کریں گے، یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ اُن کے قبضے میں خلیج مالوس اور بیوتی سرحد تک تمام وسطی یونان تھا۔ وہی درہ تھرموپلی اور "لیگ ہمسایگاں" پر قابو یافتہ تھے، اور کلٹ قوم کی مدافعت کر کے اُنھوں نے موخر الذکر کی بڑی بھاری خدمت انجام دی تھی۔ ایتولیوں کے بعد لیگ کی مجلس میں ایتھنز کا اقتدار سب سے زیادہ تھا۔ ایتھنز و ایتولیہ نے غالویوں سے محفوظ رہنے کی یادگار کے طور پر ایک نئی عید سوتیریہ قائم کر کے لیگ کے انتشار تمدن کے کام میں خاص دلچسپی لی۔ اس عید کو تمام دیار یونان میں دلچسپی کی نظر سے

؎۶ ایتھنز۔ ڈروائے سن ۳، ۱، ۹۵) جس رائے کا اظہار کرتا ہے اُس سے ایتھنز کی حالت زبون معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ میوزخانے کی تسخیر کے بعد کچھ مدت کیلئے پرائیوس میں ایک مقدونوی لشکر مقیم رہا ہو (ڈروائے سن ۲، ۲، ۳۰۲، ۳، ۲، ۲۶، و الخصوص ۱، ۶۱۹، ۶۲۰)۔ چونکہ خود ایتھنز آزاد تھا، اسلئے ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اُسکا سکہ بھی چلتا ہو گا، لیکن اس رائے سے ہیڈ متفق نہیں ہے (تاریخ مسکوکیات ۳۱۶) اس لئے کہ اس کے نزدیک ۲۲۹ق م سے ۲۲۰ ق م تک سکہ سازی کا اختیار نہیں تھا۔ یہ عیاں ہے کہ آزادی کے زمانے میں بھی ایتھنز کو سکہ سازی پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ بہت سے آزاد شہر ایسے تھے جن میں سرے سے ٹکسال ہی کا وجود نہیں تھا۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کے سکے دور دراز مقامات میں چلتے تھے، اور نہایت مقبول تھے، چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ جب اُسے آزادی حاصل ہو گئی ہو گی تو اُس نے ضرور سکے بنائے ہوں گے۔ ہمارے نزدیک ۲۲۹ق م سے ۲۲۰ ق م تک کے زمانے میں ایتھنز کا سکہ سازی کو روک دینا قرین قیاس نہیں ہے۔

دیکھا گیا اور ہر جگہ اس خاص دن ناٹک کے کھیل ہونے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ اس امفکتیونی انجمن نے دیونی سیوس کے نقاشوں کو خاص اپنی نگرانی میں لے لیا۔ اب گویا امفکتیونی لیگ میں مقدونیہ کی جگہ ایتولیہ نے لے لی تھی اور اس طرح مقدونیہ کو یونان پر مادی اور روحانی جو مواقع تھے وہ جاتے رہے تھے۔ اب اگر وہ وسطی یونان پر حملہ کرنا چاہتا تو اس کے لئے درۂ تھرموپلی کو عبور کرنا محال ہو جاتا، بلکہ وہاں پہنچنے کے لئے اُسے یوبیہ ہو کر جانا پڑتا جہاں کے بلدیات خالکس و کاریستوس اُس کے قبضے میں تھے۔ پھر اُس کے لئے کوئی ایسا طریقہ باقی نہیں رہا تھا کہ مذہبی سردار کی حیثیت سے وہ یونان کے نام سے کوئی قراردادیں منظور کر سکے۔ نیز اُسے آزاد یونان کے ساتھ کوئی اندرونی تعلق بھی باقی نہیں رہا تھا۔ ان سب باتوں پر نظر ڈال کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایتولیوں نے امفکتیونی لیگ کو جو از سر نو منظم کیا تو اسکے لئے وہ تمام یونان کے شکریئے کے مستحق تھے۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ ایتولیوں اور اکارنانیوں میں ازلی دشمنی تھی جس کی وجہ سے اکارنانیوں کا فطری میلان مقدونیہ کی جانب تھا، چنانچہ ۳۱۴ ق م میں انھوں نے کاساندر کی صلاح سے چند بڑے بڑے شہروں میں، جن میں سے ایک ستراتوس بھی تھا، اپنے آپ کو مرتکز کر لیا۔ ۳۱۲ ق م میں کاساندر نے تھیبز کی آزادی کا اجیار کر کے بیوتیہ کے ایک حصے کو مقدونیہ کا ہمنوا بنا لیا تھا، گو اسی میلان کا نتیجہ یہ نکلا کہ باقی سب بیوتی مخالفین مقدونیہ کی صف میں شامل ہو گئے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ لاخاریس نے تھیبز ہی میں پناہ لی تھی، اور یہی شہر دیمتریوس پولیور کی تیس کے خلاف نہایت بہادری سے لڑا تھا۔[۵۷]

---

[۵۷] ایتولی۔ ڈرواے سن ۳، ۱، ۷، ۹ تا ۹۹؛ نیز منتاتب، حواشی باب ۱۲۔

باب ۵

پیلوپونیز پر مقدونیہ کا کم از کم اتنا اثر ضرور تھا جتنا وسطی یونان پر تھا، اور اُس نے اپنی قوت و اقتدار کا مظاہرہ اکروکورنتھوس کی قلعہ بندی کر کے کیا۔ اس کے طرفدار کورنتھ، سکیون، آرگوس، مسینیہ، ایلس اور آرکیڈیا کا ایک حصّہ تھا جس میں میگالوپولس بھی شامل تھا، لیکن دوسری طرف تقریباً ۲۸۰ق م میں اکائیہ نے آزادی کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ مقدونیہ مختلف شہروں میں اپنے اثر کو خودسر مقرر کر کے مستحکم کر رہا تھا۔ اس قسم کے وسیع الاثر سیاسیات میں اسپارٹا کو کسی قسم کی مداخلت کرنا پسند نہیں تھا، اور اسی لئے اُس نے اپنی حیثیت بالکل آزادانہ رکھی تھی۔ ۲۹۵ق م میں اُسنے دیمترپوس کے خلاف اور اس کے بعد انتی گونوس گوناتاس کے خلاف ہتھیار اُٹھائے، اور الولودوروس والیٔ کاساندریہ کی پشت پناہی کی۔ اُسنے کلیومنیوس کی سرکردگی میں انتی گونوس کے خلاف بہت کچھ سرگرمی دکھائی جس کا ذکر اس کتاب کے نویں باب میں کیا جائے گا۔ ہم اسی باب میں یہ بھی دیکھیں گے کہ کم از کم ایک موقع پر اسپارٹا کلیومنیوس کے مدِمقابل آریوس کی ماتحتی میں انتی گونوس گوناتاس کا طرفدار بن گیا۔ اُس زمانے میں لقونیہ کو بھی اہمیت حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ عمّالِ سلطنت کی اجازت سے اُس کے جنوبی حصّے خصوصاً اس تینارم میں ہر طرح کے لوگ اکٹھے ہوتے رہتے تھے اور حکومت اُن سے جو چاہتی خدمت لیتی رہتی تھی۔ ہم ناظرین کی توجہ اس طرف کئی مرتبہ مبذول کر چکے ہیں۔ یہی کیفیت جزیرۂ کریٹ کی بھی ہے جہاں کی جمہوریتوں کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ ان ممالک کے تعلقات مصر و سرنہ سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اختلاط اکارنانیہ، دیودوروس ۱۹، ۶۷؛ بوسولٹ ۲، ۷۵۔
بیوتیہ۔ ڈرواےسن ۳، ۱/۳، ۹۳ تا ۹۵؛ زمانہ مابعد پولی بیوس ۲۰، ۴ تا ۶؛ بوسولٹ ۱/۱، ۲۶۳۔

باب ۵

نہایت اچھے ہیں، اور یہی کیفیت ایتولیہ کی بھی ہے جسے اجیر سپاہیوں اور بحری لڑائی کی طرف خاص میلان تھا۔ ۵ؔ

اگر ہم مقدونیہ کے اثر کا اندازہ کرنا چاہیں تو ہمیں شمال سے جنوب کی طرف دو ترچھے خطوط کھینچنے پڑیں گے۔ شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف آؤ تو مقدونیہ کے حلقۂ اثر میں لوبیہ، بیوتیہ، کورنتھ، سکیون، آرگوس، جنوبی آرکیڈیا اور مسینیہ شامل نظر آئیں گے؛ اس کے مغرب میں ایتولیہ مع دیلفی و تھرموپلی کے آزاد تھے، لیکن اکارنانیہ ازسرنو مقدونیہ کا ہمنوا بن گیا ہے۔ اس کے مشرق میں ایتھنز و اسپارٹا مقدونیہ کے ماتحت نہیں اور ان مقامات پر اب مصر اپنا اثر قائم کرنا چاہتا ہے۔

جزائر مدور میں مقدونیہ و مصر کے اثرات ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں، لیکن آخر کار مصر ہی کو تفوق حاصل ہوتا ہے گو بعد میں جزیرے والے اپنی ایک متحدہ جمہوریہ قائم کرلیتے ہیں (دیکھو باب ۲۳)۔

ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ یونانیوں کی عام کیفیت کو کسی حالت میں مایوسانہ نہیں کہا جاسکتا۔ اور چونکہ مقدونیہ کی

۵ؔ اسپارٹا۔ ڈرواۓ سن ۳، ۱، ۲۰۰۔ کلیونی موس نے مصر کا ساتھ دیا اور انتی گونیوسیوں کی مخالفت کی۔ اٹلی سے واپسی پر اس نے کورسائرا فتح کیا، لیکن تقریباً ۳۰۳ ق م میں اسے دیمتریوس نے نکال دیا؛ ڈرواۓ سن ۲، ۲، ۱۹۰۔ بعد ازاں وہ دیمتریوس کے دشمن لاخاریس کی معیت میں تھنبز پہنچا۔ اس کے بعد اس نے انتی گونوسیوں کے خلاف اسپارٹا کے ساتھ اور پھر مصر کے حلیف پرھوس کے ساتھ سازش کی۔ کلیونی موس کا مد مقابل آریوس تھا، جس کے مشتبہ طرز عمل کے لئے دیکھو یادداشت ہائے متعلق باب ۹۔

کریمیٹ کے لئے دیکھو سترابو ۱۰، ۴۷۷۔

باب ۵

حالت کچھ قابل رشک نہ تھی اس لیے اگر ان میں ذرا زیادہ سیاسی اتفاق ہوتا تو وہ غالباً اپنے کندھوں سے مقدونوی جوا اتار کر پھینک دیتے۔

اب ایشیا کی طرف آیئے[۹] ہم یہاں کی سب سے زیادہ اہم

[۹] ایشیائے کوچک کا جغرافیہ۔ دیکھو حواشی باب ۴۔ لولنگ Lolling نے ا۔ میولر A. Mueller ۲۴۹،۳ میں قدیم تصانیف کا ملخص پیش کر دیا ہے لیکن اس کے بعد حال ہی میں ایشیائے کوچک کی تحقیقات میں بڑی بھاری ترقی ہوئی ہے؛ لولنگ نے اس کا بھی خاکہ دے دیا ہے (۱،۱، ۹۴۹ وغیرہ) اور رائناش Reinach نے بھی اپنی کتاب "وقائع مشرقی" Chroniques L'Orient میں جو ابتداءً جریدۂ آثاریات Revue Archeologique میں چھپی تھی اور اب ایک علیحدہ مجلّد کی شکل میں شائع ہوئی ہے، اس کا مفصل بیان کیا ہے۔ اس میدان میں ہر سال مزید ترقی ہوتی ہے۔ سنین حال میں مفصلۂ ذیل علمائے میدان تحقیقات ایشیائے کوچک میں ممتاز ہیں: گ۔ ہرشفیلڈ G. Hirschfeld بین دورف Benndorf نی مان Niemann لانکورونسکی Lanckoronski پیٹرسن Petersen پاتون Paton (کاریہ، لکیہ، پمفیلیہ، پسیدیہ) ہومان Humann پخشٹائن Puchstein (گلاتیہ، کوماگینے) رمزے Ramsay ہوگرتھ Hogarth (بالخصوص افروجیہ) سٹریٹ Sterreth (وسطی و جنوبی ایشیائے کوچک)، بنٹ Bent ہیبرڈے Heberdey ولہلم Wilhelm (کلیکیہ)؛ نیز فابریکیوس Fabricius وینیفیلٹ Winnefelth یوداخ Judeich کلارک Clarke کولڈوے Koldeway شخہارٹ Schuchhardt ہلرفون گیرٹنگن Hiller von Geartingen پیرس Paris گارڈنر E. Gardner رادے Raidet دیورباخ Duerbach فوژیر Fougeres وغیرہ اس فہرست میں ارض ٹرواس اور پرگامم کے محققوں کے نام شامل نہیں کیے گئے۔ جنوبی ایشیائے کوچک پر زیادہ تر

باب ۵

مملکت شام سے شروع کریں گے، وہ مملکت جس نے سکندر کے ایشیائی مقبوضات پر حکومت کرنے کا دعویٰ کیا، گو اس دعوے کی کوئی صحیح بنیاد عرفاً یا قانوناً نہیں تھی۔ بہرنہج اس مملکت نے انطاکوس اعظم کے عہد حکومت میں ہیلیس پونت سے لے کر ہندوستان تک ہی نہیں بلکہ یورپی یونان میں بھی مداخلت کی اور یہ مداخلت اسی وقت تک برابر ہوتی رہی جب تک سلیوکوس کے جانشینوں کو یہ محسوس نہ ہونے لگا کہ اس دعوے کو وہ منوا نہیں سکتے۔ اُس عہد میں جس کا اس وقت ذکر کیا جا رہا ہے (یعنی تقریباً ۲۸۰ق م میں) سلیوکیوں کی سلطنت کی (جسے سلطنت سوریہ بھی کہتے تھے) وہ اہمیت نہیں رہی تھی جو اُسے سلیوکوس اوّل کے عہد میں حاصل تھی۔ سلیوکوس "فاتح" نے اس سلطنت کو منظم کیا تھا چنانچہ اب اس کی ضرورت ہے کہ ہم از سر نو اُس کی زندگی کی طرف رجوع ہوں۔

اُس نے بہت جلد یہ صحیح اندازہ کر لیا کہ ایشیا کے سرحدی علاقوں پر بادشاہت کا کھیل کھیلنے کے بجائے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ یہاں اُس کے سچے اور واقعی حلیف پیدا ہو جائیں۔ ۳۱۷ق م میں یودے موس نے پوروس کو قتل کر دیا تھا، اور اس کے بعد خود اس قاتل کو انتی گونس نے مار ڈالا تھا۔ اس پر چندر گپت بادشاہ ہندوستان نے (جسے یونانی ساندر دکوتوس کہتے تھے) ملک سندھ کے محاذی علاقوں پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ آسٹریا والوں نے کام کیا ہے۔ بہترین نقشے کیپرٹ Kiepert کے ہیں جنہیں خود اسکی اشاعتوں کے نقشے وغیرہ وہ نقشے شامل ہیں جو دوسرے مصنفوں کے سفرناموں کیلئے اُسنے تیار کئے۔ نیز مقابلہ کرو فائیگل کے "ایشیائے کوچک میں آثاریات کے لئے تحقیقاتی سفرنامے" Feigl: Archæolog. Forschungsreisen in Kleinasien

آسٹروی جریدہ ماہواری متعلق دیار مشرقی Oeterreich Monatsch Orient

سال ۱۸۸۱ نمبر ۶ و ۷

باب۵ قبضہ کرلیا تھا، اور جزیرہ نمائے گجرات سے دہانۂ دریائے گنگ تک اپنی سلطنت قائم کرلی۔ پہلے تو سلیوکوس نے اُس سے لڑائی ٹھانی، لیکن پھر اُس کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہو کر دریائے سندھ کے مُلک سے اپنے قدم پلٹا لئے جس کے معاوضے میں حکمران ہند نے اُسے وہ ہاتھی نذر کئے جن کی وجہ سے میدان اپسوس اُسکے ہاتھ رہا (دیکھو باب ۲)۔ اُس نے اپنا سفیر میگاس تھنیس چندر گپت کے پائے تخت پاٹلی پتر بھیجا، جس کے ذریعے سے دونوں حکمرانوں کے مابین خوشگوار تعلقات قائم ہو گئے۔ یہی وہ میگاس تھنیس ہے جس نے ہندوستان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کے بعض اجزاء ہم تک بھی پہنچے ہیں۔ سکندر نے غایت عقلمندی کے ساتھ بہت سے یونانیوں کو اس سرحدی علاقے میں لاکر آباد کر دیا تھا چنانچہ یہ آباد کار تہذیب و تمدن یونان کے مستقل مرکز بنے رہے۔ واضح ہو کہ عام کلیئے کے مطابق، سرحدی علاقوں میں آباد ہونے کی وجہ سے ان یونانیوں کو اندرونِ مُلک کے باشندوں سے زیادہ اختیارات حاصل تھے۔ جنگ اپسوس کے بعد سلیوکوس نے اپنا پائے تخت بابل سے اپنے آباد کردہ انطاکیہ بدریائے اورونتیس کو منتقل کر دیا اس لئے کہ شائد وہ بحیرۂ روم کے قریب رہنا پسند کرتا تھا، ورنہ جغرافی اعتبار سے تو انطاکیہ کے بجائے جو دریائے اورونتیس پر تھا سلیوکیہ کو جو سمندر پر واقع تھا، مستقر بنانا بیکار سا معلوم ہوتا ہے، بالخصوص اس لئے کہ انطاکیہ کو کبھی بھی زیادہ اہمیت نصیب نہیں ہوئی، لیکن سلیوکوس کا خیال تھا کہ ساحل بحر پر صدر مقام محفوظ نہیں رہے گا، اور ہوا بھی یہی کہ سلیوکیہ مدت دراز تک بطالسہ مصر کے قبضے میں رہا۔ بہرحال اُس نے ایک ایسے مقام کا انتخاب کیا جو ساحل سے قریب ہی ایک زرخیز رقبے میں واقع تھا۔ ہم ذرا تفصیل سے انطاکیہ کا تذکرہ اس کتاب کے اکیسویں باب

باب ۳

ییں کریں گے اور یہاں صرف اس بات پر اکتفا کریں گے کہ شہر انطاکیہ سلطنت سوریہ کی گویا ایک ظاہری علامت تھی۔ سمندر کے قریب ساحل سے ذرا ہٹ کر، جنگل کے قریب لیکن اتنا نہیں کہ اُسے قافلے والے اپنا جائے روانگی بنالیں۔ یہ شہر اُسی سلطنت کے گویا مماثل تھا جس کا پائے تخت ہونے کا اُسے فخر حاصل تھا، اور جو واقعاً فوج اور بیڑے کا باضابطہ مرکز نہیں تھا اس لئے کہ دونوں محکمے تو بالکل مصنوعی تھے۔ یہ شہر یونانیوں کا شہر تھا، اور اس سلطنت کا مالہٗ و ماعلیہ یہی تھا کہ مشرق میں یونانی اُصول پر ایک مملکت قائم کی جائے۔ انطاکیہ کے محل وقوع پر بحث کرتے وقت یہ یاد رکھنا مفید ہوگا کہ فنیقیہ اور کیلوسوریہ دونوں کے اکثر حصص پر مصر کی عملداری تھی چنانچہ اُس زمانے میں انطاکیہ اکثر محض ایک سرحدی شہر بنا رہا۔ باوجود ان تمام باتوں کے سلیوکوس ضرور اس نتیجے پر پہنچا ہوگا کہ یہ ایک منتشر سلطنت کا پائے تخت ہے اور اس کا محل وقوع ایسا ہے جس میں اس اعتبار سے کم سے کم خامیاں نظر آتی ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ اپنا پائے تخت مغرب کی طرف منتقل کرنے سے بادشاہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اندرون مُلک سے اپنا اثر اُٹھالے۔ اُس نے مُلک کی سیاسی تنظیم کچھ اس طرح سے کی کہ مرکزی حکومت کو اندرونی معاملات ایشیا میں سکندر کے زمانے سے بھی زیادہ مداخلت کرنے کا اختیار تھا۔ اُس نے اپنی سلطنت کو ۲۳ ستراپیوں میں منقسم کیا۔ گو ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ اُس کی سلطنت کا رقبہ کیا تھا، لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ قدیم ایرانی صوبوں کو سکندر نے چھ چھ جدید صوبوں میں تقسیم کیا تاکہ صوبہ داروں کے اختیارات محدود ہو جائیں، اور پرانے صوبوں کو اس اندرونی تواحد سے محروم کیا جائے جس کے باعث ان میں بغاوت اور خلفشار آسانی سے پیدا ہونے کا احتمال رہتا تھا۔ اس جدید تقسیم

باب ۵

میں بھی وہی اُصول مدنظر تھے جو فرانس کے مختلف ڈپارٹمنٹوں میں تقسیم تھے۔ مرکزی حکومت کی تنظیم طبقۂ محبان شاہی کے قیام سے سمجھ میں آسکتی ہے، اور یہ طبقہ نہ صرف یہاں بلکہ مقدونیہ، مصر اور ملوکیتوں میں بھی غالباً موجود تھا۔ ان ہی عمائد شاہی پر "مجلس مملکت" مشتمل تھی، اور ہر محکمۂ سلطنت کا ایک ایک نگران مقرر ہوتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سلیوکوس نے ایشیا میں بہت سے شہر آباد کرکے (جن کی تعداد ایک مورخ نے ۷۵ لکھی ہے) ایشیا کو یونانی قالب میں ڈھالنے کے طرز عمل کو جاری رکھنے کی کوشش کی۔ ایپان کا بیان ہے کہ اُس نے اپنے باپ کے نام پر ۱۶ انطاکیہ، اپنی ماں کے نام پر ۵ لاؤدکیے، خود اپنے نام پر ۹ سلیوکیے اور اپنی بیویوں کے ناموں پر تین اپامئے اور ایک ستراتونی کیہ آباد کئے۔ ان کے علاوہ دوسرے جو شہر اُس نے آباد کئے اُن کے نام یونانی یا مقدونوی شہروں کے یا اپنی مہموں کے ورنہ خود سکندر کے نام پر رکھے۔ امیانوس کہتا ہے کہ نیل و فرات کے درمیان اُس نے جن گاؤں کی توسیع کرکے شہر بسائے اُن کے اصلی نام مؤلف کے زمانے میں جدید ناموں کے ساتھ زبان زد خاص و عام تھے۔ لیکن جس ضلع پر اُس کی نظر سب سے زیادہ تھی اور جس میں اُس نے یہ نوآبادیاں قائم کیں وہ کلیکیہ کے جنوب و مشرق اور کوماگینے کے جنوب میں بالائی شام کا ملک تھا جس کا نام سلیوکس رکھا گیا اور جسے سب سے پہلے اسی حکمران کے عہد میں اہمیت حاصل ہوئی۔ یہاں اُس نے چار بڑے بڑے شہر آباد کئے، یعنی انطاکیہ، سلیوکیہ، اپامیہ اور لاؤدکیہ جنھیں گویا اس کے خاندان کے باضابطہ قائم مقام سمجھنا چاہئے۔ استرابو اس ضلع کو تترا پلس یا "چوبلدیہ" کہتا ہے۔ دوسری صدی ق م میں، یعنی اسکندر بالاس سے انطاکوس ہفتم تک ان چار شہروں میں جو سکے ڈھالے گئے اُن پر الفاظ "ادیلفون دمیون" یعنی بلدیات محالف" کندہ ہیں۔ اگر ہم

باب۵ سلیوکوس کے باقی ماندہ شہروں کا کچھ اندازہ بیان کرنے کی کوشش
کریں تو ہمیں مفصلۂ ذیل شہر ملیں گے: اوّل تو اورونتیس اور فرات
کے درمیان شہر اوروپوس جسے نکاتور کا آباد کردہ بتایا جاتا ہے؛
یہ شہر مقدونوی شہر اوروپوس کے نام پر موسوم ہے جہاں سلیوکوس
پیدا ہوا تھا۔ دریائے فرات پر اُس مقام پر جہاں مشرقی شاہراہ
اس دریا سے ملتی ہے اُس نے زیوگما، اور اُس کے مقابل مغربی
کنارے پر اپامیا اور اُس کے قریب ہی سلیوکیہ آباد کیا۔ زیوگما
کے جنوب میں بام بیکے ہیرا پولس ایک قدیم شہر تھا جسے سلیوکوس
نے اب دوبارہ آباد کیا۔ اُس کے قریب ہی دریائے فرات
پر ایک جدید امفی پولس بھی بسایا گیا۔ ہم اس نواح کے شہر نکاتورس کے
محل وقوع سے واقف نہیں ہیں۔ ضلع کیرستیکے میں (جس کا نام
مقدونوی شہر کیرھوس کے نام پر رکھا گیا تھا، زنجیرۂ امانوس، اور فرات
کے درمیان شہر بیر دیہ تھا جو آجکل حلب کہلاتا ہے، اور اسے
بھی نکاتور ہی نے آباد کیا تھا۔ اُس نے دجلہ اور فرات کے درمیان
ضلع آرھا میں ایدیسہ کا شہر بسایا جو ازمنۂ وسطیٰ میں چاردانگ عالم
میں مشہور رہا۔ ہم اُس کے شہر سلیوکیہ کی طرف، جو دریائے دجلہ
کے کنارے پر تھا، ناظرین کی توجہ اس کتاب کے بیسویں باب
میں مبذول کریں گے، لیکن یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس
بعید زمانے میں بھی یہ شہر نہایت وسیع اور اس کی شہرت درخشاں
تھی۔ میدیہ میں اُس نے شہر رھاگائے کا نام بدل کر یوروپوس رکھ
دیا، پارتھیا میں اُس نے کالیوپے اور ہکاتومپی لوس آباد کئے اور
موخر الذکر کو اُس نے اُس حصۂ ملک کا صدر مقام بنایا۔ شام کے
مغرب میں دریائے کالی کادنوس پر سلیوکیہ اور زنجیرۂ توروس پر
اپامیا دامیہ کی بنیاد بھی نکاتور ہی نے ڈالی تھی۔ سلیوکوس کے اکثر
بلدیات جن کا ذکر ہم سنتے ہیں، بحیرۂ روم اور مدیہ کے درمیان واقع

تھے۔ اُس کی خواہش یہ تھی کہ اورونتیس کے دہانے سے لے کر بابل تک کا ملک اُسی کے مکمل قبضۂ اقتدار میں ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلطنت شام کے بلدیات کی حیثیت کیا تھی۔ یونان میں بلدیہ کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اندرونی انتظامات میں خودمختار ہو، چنانچہ یہ سب شہر خودمختار تھے۔ اسی طرح ہمسایہ فنیقی شہر بھی، جنھیں یونانیوں کے ورود سے پہلے ہی سے اندرونی خودمختاری حاصل تھی، ان کے لئے بمنزلہ نمونہ کے تھے، اور مشرق کی تاریخ مابعد سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سے بہت سے بلدیات ایسے تھے جنھیں سکّہ سازی کا اختیار حاصل تھا۔ ہم یہ قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ آیا دیگر حصص عالم کے ساتھ وہ براہ راست تعلقات رکھ سکتے تھے یا نہیں۔ بہت سے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی اخلاقی اہمیت بہت بڑی تھی۔ مثلاً انطاکوس سوم کے عہد میں مدّعی تخت وتاج اکائیوس نے ان سے مدد طلب کی تھی۔ لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ انھیں شام کی فوج میں جدا جدا رسالے بھیجنے کی آزادی حاصل تھی یا نہیں، گو یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ وہ اضلاع جن میں یونانی زیادہ تعداد میں آباد تھے، اس فوج میں ایک قابل قدر حصّہ لیتے تھے جس کی مثال کے طور پر ہم کارھستائیوں کا ذکر کریں گے جن کے رسالے بالکل علیحدہ تھے۔ ظاہر ہے کہ بہت سے حصّہ جات مُلک ویسے بھی تھے جن کے باشندے اپنا انتظام بلدی نمونے پر نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ ایشیا کے معمول کے مطابق شیوخ قبائل کے ماتحت سلطنت کے باجگزار تھے۔

ان میں سے بعض ممالک ایشیائی تمدن کی صف اوّل میں تھے۔ آخر میں یونانی عنصر کو شہروں میں فروغ حاصل ہوتا ہے، اور یونانی زندگی کی ترقی اس واقعے سے عیاں ہے کہ مُلک شام تقریباً کلیّتہً شہری رقبہ جات میں منقسم ہو جاتا ہے۔

باب ۵

شام کے حکمرانوں اور شہریوں نے جو عظیم الشان خزانے معمور کئے
یہ دولت دراصل تجارت سے پیدا ہوئی تھی۔ اس معنی کر کے بھی
سلیوکوس کی سلطنت بابل و ایران کی صحیح جانشین سمجھی جاسکتی ہے
ان بادشاہوں نے قدیم ایشیائی شاہراہوں کو قائم رکھتے ہوئے نئی
شاہراہیں تعمیر کرنے کی کوشش کی، چنانچہ سلیوکوس نکاتور نے سلیوکیہ
بدریائے دجلہ پر بحیرۂ روم اور ہندوستان کی باہمی تجارت کا ایک
مرکز قائم کیا (دیکھو باب ۱۲)، اور ساتھ ہی یہ بھی پیش نظر رکھا کہ بحیرۂ خزر
اور بحیرۂ اسود کے درمیانی راستے کو بھی کام میں لائے۔ اُسنے پتر وکلیس
کو، جو مدبّر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ عالم بھی تھا، اس نواح میں بھیجا،
چنانچہ وہ بحیرۂ خزر کے شمال کی طرف رُخ کرکے اُن مقامات تک
چلا گیا جہاں اس سے پہلے دوسرا کوئی فرد بشر نہیں گیا تھا۔ اُس نے
اپنی اس سیاحت کی بابت ہمارے لئے ایک کتاب بھی چھوڑی
ہے۔ اس مہم سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکوس اب تک اپنے آپ کو
بحیرۂ خزر کے جنوبی ساحلوں کا مالک تصور کرتا تھا، گو بحیرۂ اسود کے
جنوب میں اس کا اقتدار صفر کے برابر تھا۔[۱۰]

[۱۰] سلطنت سلیوکیان۔ زمانۂ حال کے محققوں میں سے خاص طور پر قابل ذکر کلیس Cless ہے
جس نے پاؤلی کے "محیط" .Pauly 's R. E میں مضامین لکھے ہیں۔ گو جنوبی شام
یا "کیلوسُوریہ" جس میں ابتدا ء میں جولیبان و انتی لیبان کی درمیانی وادی اور پھر تمام
جنوبی شام شامل تھا، اس سلطنت سے اکثر و بیشتر بے تعلق اور سلطنت بطالسہ
کا ایک جزو تھا، تاہم اُسے علی العموم "سلطنت شام" ہی کا لقب دیا جاتا تھا۔
آل سلیوکوس کا تعلق ہندوستان سے: ستر ابو ۱۵، ۲،۴۴، ۷؛ ڈروائسے سن ۳، ۱، ۸، ۷، ۱؛
زیلوسے میول Susem ، ۵۴۷ / ۵۵۲
بہتر صوبے، اپیان: "سوریہ" App. Sy ۶۲؛ سلطنت پارتھیا کی
تقسیم کا اُصول اغلباً شام سے لیا گیا تھا۔ دیکھو متعاقب، باب ۱۹۔

باب ۵

اس کے برعکس مغربی ایشیائے کوچک پر سلیوکیوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ شاہان مقدونیہ کا دربار " اوڈلے" پولی بیوس ۱۸، ۵۵۔ حکمران کے قریب " دوستان شاہی" ؛ پولی بیوس ۵، ۲۲؛ لیوی ۳۰، ۴۲؛ ان میں سے بعض کو " دوستان اعلیٰ" کہتے تھے؛ مصر کے ابتدائی زمانے میں بھی " شاہی دوست" اور " منظورنظر دوست" تھے؛ ایرمان: " مصر" Erman. Aegypten ۱، ۱۱۰۔ مقابلہ کرو؛ اسپتا: " مقدونیہ میں دوستان شاہی" Spitta:De amicorum in regno Macedon. cond. برلن ۱۹۰۹ء۔ زمانۂ مابعد میں رومن شہنشاہوں کے بھی اسی نوع کے " دوست" ملتے ہیں۔ " رشتہ داران شاہی" کلیس، پاؤلی ۶، ۱، ۲۳۱ میں اس زمانے میں ان ملوکیتوں میں اس وقت تک سوریناس جیسے وزیر کا ذکر نہیں جو بعد میں پارتھیا میں وزیر اعظم تھا (شپیگل: " ایران قدیم" Spiegel: Eran. Alter ۲، ۱۰۴)؛ تاہم نوشتوں اور مصنّفوں کے اجزاء سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکیان کی سلطنت اور پرگامم میں وزیر اعظم کو " سربراہ کار امور" کہتے تھے (فرنیکل: " نوشتہ جات" Fraenkel: Inschr. ۱، ۱۱۰)۔ دیکھو عقب، باب ۲۷، حاشیہ ۱۔ یہاں لفظ " باضابطہ" کا اضافہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح متھراداتیس کے وزیر جنگ کا خطاب " سربراہ کار قوت"۔ مقدونیہ، شام، پرگامم، پونتوس کے حکمرانوں کے " اعزہ" (فرنیکل: " نوشتۂ پرگامون" F: Inschr. Von. Pergamon، حاشیہ نمبر ۱۷۹)۔

بعض صوبہ داروں کو " ستراپ" اور بعض کو " اپیارخ" (پریفکٹ) کہتے تھے، لیکن بعض جگہ انھیں استراتیگوئی کا لقب بھی دیا گیا ہے؛ پولی بیوس ۵، ۴۶؛ ڈرواسے ن ۳، ۱، ۶۵۔ بعض مرتبہ ہم سلطنت کے کسی بڑے رقبے کے " نائب شاہ" سے بھی دو چار ہوتے ہیں جیسے انطاکوس اوّل جو مشرق میں واقعتاً بادشاہ تھا، اور ایشیائے کوچک میں اکائیوس۔

تخت شاہی پر وارث کے تعین کا مسئلہ کہ وہ مرنے والے حکمران کا بیٹا ہو یا بھائی، واقعات وحالات کے تحت طے ہوتا تھا۔ سلیوکوس اوّل نے

صرف قبضہ ہی نہیں کرنا چاہا بلکہ یہ کوشش کی کہ اُس پر اُن کا حق ملکیت بھی	باب ۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جو شہر آباد کئے، دیکھو اپیان: "سوریہ" ۵۷، Amm. Marc. ۱۴، ۸۵؛ پَوسانیاس کہتا ہے کہ ان کی تعداد ۵۰ تھی۔ ملالاس کے قریب دمشق: میولر Fr. ۴، ۷۰، ۴؛ مقابلہ کرو ڈُرواے کے س ن ۳، ۲، ۴، ۲۵۴۔

سلیوکس" استرابو، ۱۶، ۷۵۰، تترا پولس، ایضاً ۷۴۹۔

زیوگما، اپامیا اور سلیوکیہ؛ ڈُرواے س ن ۲، ۳، ۷، ۳۰۶۔ اوروپس، استیفان ساکن بیزنطہ، بیرویہ (ڈُرواے س ن ۳، ۲، ۲۸۸) یعنی حلب اس وقت بھی ایران و ہندوستان کے سیدھے راستے پر ایک خوشحال شہر ہے؛ بیڈیکر؛ "فلسطین" ۴۰۵۔ سلطنت کے انتزاع کے وقت یعنی تقریباً ۱۰۰ قم میں بیرویہ و ہرقلیہ کا خود سر دیونی سیوس تھا؛ استرابو، ۱۶، ۷۵۱۔ ہیئے راپولس (موجودہ ملنبج؛ بیڈیکر: "فلسطین"، ۴۰۵) اور نکاتورس؛ ڈُرواے س ن ۲۸۹، ۲۹۰۔ امفی پولس ایضاً ۳۰۹۔ ادیسیہ، ایضاً ۳۱۱؛ بابلون "شاہان سوریہ" Babelon: Rois de Syrie صفحہ CIII

میں نے باب ۲۰ کے حواشی میں دجلہ والے شہر سلیوکیہ کا ذکر کیا ہے، جسے بابلی نوشتے "ملوکی شہر" کا لقب دیتے ہیں؛ "جریدۂ اشوریات" Zeitschrift fuer Assyriologie جلد ۷، ۲۳۲۔ سلیوکس کی بنیاد کے موقع پر موبدوں کی مخالفت، اپیان: "سوریہ" ۵۶۔

یوروپوس، وغیرہ؛ ڈُرواے س ن، ۳۱۹۔ ۳۲۱۔

سلیوکس بدریائے کالی کادنوس، اپامیا، دامیہ؛ ڈُرواے س ن ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۴۷؛ و نیز اسی کتاب کے ابواب ۱۳ و ۲۰۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دیمتریوس اوّل (۱۶۲ تا ۱۵۰ ق م) انطاکیہ سے باہر ایک قلعے میں رہتا تھا، اس لئے کہ اُسے شہر والوں کی طرف سے اطمینان نہیں تھا؛ اس سے شہروں کی خود مختاری کا اندازہ ہوتا ہے۔ مصر میں ایسی کوئی مثال دیکھنے میں نہیں آتی

پولی بیوس، ۵، ۵۰ میں مذکور ہے کہ ضلع کیرھوس کے ۶ ہزار سپاہی شاہی قوت کا

باش | مان لیا جائے۔ یہاں بھی یہ ضرور مستثنیات سے تھا اس لئے کہ

لقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایک بہت بڑا عنصر تھے۔ شامی فوج کی ترکیب۔ پولی بیوس ۵، ۷۹ نے جنگ رافیہ سے پہلے شامی فوج کی ترکیب کی پولی بیوس ۵، ۷۹، میں جو تفصیل دی ہوئی ہے اُس سے سمجھ میں آتی ہے۔ یہاں ہم بیس ہزار سپاہیوں کا جو اغلباً مقدونوی تھے، ایک جتھا پاتے ہیں جن کے ساتھ سلطنت کے دس ہزار سپاہی جو مقدونوی اُصول پر مسلح ہیں، ۲۵۰۰ کریٹی اور ایک انبوہ بربریوں کا ہے جو مفصلۂ بالا سپاہیوں سے تعداد میں کم ہے۔ ضلع کیرھوس میں بیرویہ، کیرھوس، ہیراپولس باسی کے تھے۔ اس ضلع کے علاوہ شام کے تین اور اضلاع کے یونانی مقدونوی نام تھے، (۱) حلب کے جنوب میں خالکدیس جس کا صدر مقام خالکس (موجودہ قنصرین) تھا؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۴۱۰۔ (۲) خالکدین، صدر مقام خالکس (لدیبان پر) جسے اب انجر کہتے ہیں (بیڈیکر: "فلسطین" ۳۰۵) اور جو دمشق سے بیروت تک کی سڑک پر واقع ہے۔ (۳) سلیوکس جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ ان اضلاع کے علاوہ بہت سے یونانی چار دیگر رقبہ جات میں آباد تھے: (۱) کوماگینی، مستقر ساموساتا دریائے فرات پر؛ دیکھو باب ۲۷ (۲) کیلوسوریہ (۳) تراخونی تس، جو جھیل جنسارتھ کے مشرق میں جبل حوران کا نام ہے؛ اس ضلع میں اس وقت تک سلطنت شام کے زمانے کے پتھر کے بیشمار مکانات ہیں؛ (۴) دیکاپولس؛ مقابلہ کرو پلینی ۵، ۷۴؛ شیورر: "تاریخ قوم یہود" Schuerer: Gesch. der fud Volkes ۲، ۸۳ وغیرہ۔ یہ دریائے اردون کے مشرق میں تھا اور اسی میں شہر گیراسا آباد تھا؛ بیڈیکر ۱۸۱۔ گدارا، بیڈیکر ۱۹۸؛ فلادیلفیہ (رباط عمون)، بیڈیکر ۱۸۷، و متعاقب، باب ۹، حاشیہ ۲، باب ۲۰، حاشیہ ۱۷۔ ان میں سے اضلاع ۲ لغایت ۴ مدت تک بطالسہ کے قبضے میں رہے، لیکن اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا اس لئے کہ مصر سے باہر بطالسہ یونان کی آزادی کے مخالف نہیں تھے۔ ہمسایہ عراق عربی میں صوبہ جات اوزردیکینے و میگدونیا کو بھی یونانی صوبے سمجھتا تھا، اور یہی حال سلیوکیہ بدریائے دجلہ کا بھی تھا۔

انھوں نے کبھی اس ملک پر رسمی دعوے نہیں کیا، اور چونکہ اس | باشِ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سسرو کی تحریر بنام دوستاں" ad famil. CIC ۱۲، ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ شامی شہروں میں یونانی ترقی کر رہے تھے ۔ اس میں کاسیس لکھتا ہے کہ دولابیلا نے طرطوس و دولابیلا سے ٹھیک وقت پر بظاہر ایک یونانی لشکر مجتمع کر لیا"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہروں میں ایک منظم شہری فوج ہو گی۔ نیز دیکھو باب ۲۹، حاشیہ ۸ ؛ گارڈنر؛ "ابواب جدید" صفحہ ۲۳۶۔

ایشیائے کوچک اور شام کے ان شہروں کی بابت جنھیں مقدس و مامون کہا گیا ہے، دیکھو متعاقب، باب ۱۸۔

بابلون CXLIV, CXII, CXI یہ ٹھیک فرض کر لیتا ہے کہ انطاکیہ بدریائے اورونتیس و نیز دوسرے اسی نام کے شہروں کے باشندوں کو خاص خاص حقوق حاصل تھے ؛ دیکھو متعاقب، باب ۱۸۔

جب جرمانی اقوام نے رومن سلطنت پر حملہ کیا ہے تو انھوں نے یہ قاعدہ مقرر کرایا کہ کسی ملک کے بیرونی باشندے خود اپنے ہی قوانین کے تحت رہیں گے، اور بجنسہ یہی قاعدہ سکندر اور اُس کے جانشینوں کے عہد میں جاری تھا، بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس کا رواج زمانۂ قدیم میں برابر تقریباً ہر جگہ تھا۔

اکائیوس بلدیات سے مدد کا طلبگار رہتا ہے ؛ پولی بیوس ۵، ۵۷ ۔ شام میں یونانی تمدن کے پھیلنے کی بابت تیولدیکے Noeldeke اور متائس Mitteis کے خیالات موخّر الذکر کی کتاب "قانون سلطنت و قانون قومی" Reichsrecht und Volksrecht ، لائپزگ، ۱۹۱، صفحہ ۲۶ وغیرہ میں دیکھنے چاہئیں۔ متائس یہ ثابت کرتا ہے کہ ضابطۂ پیئے رالیس میں جو شامی قوانین منضبط ہیں اُس کی بنیاد قانون یونان پر تھی۔

اصلی شامیوں کو شخصی محصول ادا کرنا ہوتا تھا؛ متائس صفحہ ۲۷۔

تجارتی راستے؛ ڈرواسے سن ۳، ۲ ؛ ۳، ۷ ؛ گارڈنر : "ابواب جدید" ۲۳۶۔

باب ۵　ملک کے خصائص میں یونانیت کا عنصر غالب تھا - اس لئے ہمیں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پیترو کلیس کے لئے زوسے میل Susemihl "۶۵۷/۶۵۹" -
سلطنت شام میں تمدن؛ ڈروائے سن ۳۱، ۱/۵، ۷۷، متعاقب باب ۲۰ -
سکہ جات: - پرسی گارڈنر: "فہرست سکہ جات شاہان شام بنوادرخانۂ برطانیہ"
۱۸۷۸ع - ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۶۳۷ وغیرہ: اس کی بابت خاص طور پر بابلون
: "شاہان سوریہ" Babelon: Rois de Syrie ، پیرس ۱۸۹۰ع دیکھنا چاہئے - بابلون
اپنی تمہید میں تحقیقات ماقبل سے کام نکالتا ہے اور اس کی توضیح کرتا ہے، نیز
دیکھو اسی کی کتاب: "امور مختلفہ متعلق مسکوکیات" Mélanges Num ismatiques
پیرس ۱۸۹۳ع، ص ۱۲۴/۱۲۹ - بابلون یہ دلچسپ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ "بعل ترز اور شیر والے
ستاتر جن پر یونانی حروف میں جو طغرا یا علامتیں کندہ ہیں، مجموعی حیثیت سے ان
سکوں کے قائم مقام ہیں جو سکندری عہدہ داروں نے، کیا بحیثیت صوبہ داروں
کے، اور کیا بحیثیت سپہ سالاروں کے ۳۰۶ ق م سے (یعنی اس تاریخ سے)
پہلے جب ان میں سے بعض نے چتر شاہی اختیار کیا، بنائے تھے، بدیں سبب
حروف ANT سے جو بعض سکوں پر منقوش ہیں (جن کے لئے دیکھو امہوف
"سکہ جات یونان" Imhoof: Monnaies greques ص ۳۷۷/۳۷۸) مراد انتی گونوس سے
اور ۵ سے مراد دیمتریوس سے ہوگی - سلیوکوس اور دوسرے جانشینان سکندر کے
کے سکوں میں خود سکندر کا اتباع کیا گیا ہے - نام نہاد سکہ جات سکندر (جلد ۳
باب ۷، ۲، حاشیۂ ۱۲) کی برابر تسکیک جاری رہی، اور صرف لواحقے سے یہ معلوم
ہوسکتا ہے کہ یہ تسکیک دراصل کس نے کرائی تھی - مقابلہ کرو میولر: "سکہ جات
سکندر اعظم" Mueller: Numismatique d'Alex le Grand کوبن ہاگن ۱۸۵۵ع -
مثلاً جن پر .بی سے انھیں کا ساندر کے ساتھ، جن پر عقاب بنا ہے انھیں
بطلیموس کے ساتھ جن پر شیر کا نصف دھڑ ہے وہ لیزی ماخوس کے ساتھ
اور جن پر گھوڑا بنا ہے وہ سلیوکوس کے ساتھ منسوب کئے جاتے ہیں؛ انتی پاتر،
یومنیس، اور انتی گونوس کے علامات کا ابھی تک انکشاف نہیں ہوا - جب

باب ۵ | اس سے خاص دلچسپی ہے۔ اس میں ضلع اولمپوس اور دریائے ھین داکوس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جانشینان سکندر نے لقب شاہی اختیار کر لیا (بالخصوص سنہ ۳۰۰ ق م کے بعد) تو یہ تبدیلی کر دی گئی کہ بجائے نشستہ زیوس کے "سکندری" سکوں پر ایستادہ پالاس نظر آتی ہے اور ان سکوں پر مختلف حکمراں اپنے اپنے نشانات ڈال دیتے ہیں۔ زاں بعد انطاکوس اول اپولو کی شبیہ کو شام میں مروّج کرتا ہے۔ سلطنت سلیوکوس کے سکّوں کی بابت یہ کہتا ہے کہ بہ نسبت دوسری سلطنتوں کے اُن کے نوشتوں میں زیادہ تنوّع پایا جاتا ہے، اور اس ضمن میں بطالسی سکوں سے اس کا خاص تبائن نظر آتا ہے۔ یہ تبائن دراصل ان دونوں سلطنتوں کے خصائص کے تبائن کی وجہ سے ہے۔ یہ سکّے مخصوص طور پر یونان کی پیداوار ہیں، لیکن اپنے ہمسایوں سے بالکل خلاف سلطنت بطالسہ میں علاوہ خاندان شاہی کے مشکل سے کوئی یونانی عنصر نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس سلطنت شام میں ہم متعدد یونانی بستیوں سے دوچار ہوتے ہیں، اور خود حکمران یونانی تمدّن کو پھیلانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاندان شاہی کے قیام کے بعد بھی یہاں کے سکّوں میں اس قدر یونانیت غالب نظر آتی ہے جیسی جانشینان سکندر میں سے کسی کی حکومت میں نہیں پائی جاتی۔

سلیوکوس نے بابل پر سنہ ۳۲۱ ق م میں قبضہ کیا، اور ابتدا میں اُس نے وہی سکّہ جاری رکھا جسے مازائیوس نے جاری کیا تھا اور اُس کی لنگر کی علامت کو اختیار کر لیا جو اُس کے خاندان کا مخصوص نشان رہا (دیکھو فوق باب ۲، حاشیہ ۸) سنہ ۳۰۶ ق م تک اُس نے اپنے نام سے سکّے نہیں ڈھلوائے۔ سینگوں والے سکّے بھی اُسی کے ہیں، اور ان میں سے کسی میں تو اُس کے اپنے سر پر کسی میں اُس کی خود پر اور کسی میں ہاتھی پر سینگ نظر آتا ہے۔ ان سکّوں کے لئے دیکھو بابلوں XXXV تا XXXIX سینگ سے مراد قوّت ہے اور معبودوں میں اُسے دیونی سیوس کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ سینگ دار گھوڑے سے بوکے فالوس کی یاد تازہ ہوتی ہے جس کے نام پر سلیوکوس کی سلطنت کا شہر

باب ۸

بالائی حصے کا ملک دریائے یار سے نیوس تک جو تیوس اور اماترس کے درمیان بحیرۂ اسود میں جاکر گرتا ہے، شامل تھا۔ اس مملکت کا قلب وہ ملک ہے جو بالائی سنگاریوس کے کناروں پر آباد ہے۔ اس میں بوسفورس کا ایشیائی کنارہ مع خالکدون کے، اور دوسرے قدیم و جدید بلدیات بھی شامل تھے جن کی طرف ہم ناظرین کی مزید توجہ متعاقب

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بو کے خالاموسوم کیا گیا تھا۔ ہاتھیوں کی مدد سے جنگ ایپوس سلیوکوس کے ہاتھ آیا اور انطاکوس اول نے غالویوں کو نیچا دکھایا۔ سلیوکوس کا لقب "سردار پیلان" تھا (پلوٹارک: "دیموس تھنیس ۲۵")۔ انطاکیہ میں ایک "ہشت دروازہ برائے پیلان" کا ذکر سننے میں آتا ہے جسے دیوکلی تیان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (بابلون XXVIII) سلیوکوس کے دوسرے سکوں پر جو شبیہیں بنی تھیں اُن کے لئے دیکھو بابلون۔ اپولو کی رسوم کی بابت یہ امر قابل لحاظ ہے کہ سنہ ۳۰۰ ق م ہی میں وا خنے کو معنون کیا گیا، سلیوکوس اور ستراتونیکے نے دیلوس تحائف بھیجے، لیکن ناف پر بیٹھی ہوئی اپولو کی تصویر سب سے پہلے انطاکوس اوّل نے رائج کی تھی۔ اس کے بعد انطاکوس چہارم نے عبادت زیوس کا احیاء کیا سلیوکوس کے ٹکسالوں کے لئے دیکھو بابلون XXXV تا XXXIX

سکندر کے جانشینوں میں سلیوکوس سب سے کم عمر تھا اور خود سکندر سے بھی چھوٹا تھا، اور وہی ایک تھا جس نے سکندر کے تمدنی طرز عمل کو سمجھا تھا اور پسند کیا تھا۔ میں اُسے سکندر کا ایک وفادار چیلہ سمجھتا ہوں۔

ڈروائے سن اسے تسلیم نہیں کرتا کہ سلیوکوس نکاتور نے اندرون ایشیا کوئی شہر آباد کیا ہو لیکن رادے Radet اپنی کتاب "نوآبادیات" De Colon. ۵۰ میں اس کی طرف لاؤدیسیہ کاتاکومینے اور تیاتیرا (مع مفصلات کے) منسوب کرتا ہے۔ لاؤدیکیہ کی بابت کافی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ تیاتیرا کی بابت شنت بیزانطیوس St. Byz. کا پارہ بلاشبہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو متعاقب، باب ۱۳، حاشیہ ۷۔

باب ۵

مبذول کریں گے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ بتھی نیہ کے فرماں روا بنی نوعِ انسانی کے لئے کوئی نمونہ تھے، بلکہ اس کے برعکس بعض تو طبعاً نہایت ہی رذیل تھے؛ لیکن فی الجملہ اُنھوں نے بہت سے دوسرے حکمرانوں، مثلاً فیلقوس یا قبل آخر شاہ مقدونیہ سے کم نقصان پہنچایا، اس لئے کہ ان میں اتنی عقل ضرور تھی کہ اپنے عمق کا صحیح اندازہ کر سکیں اور اس سے آگے نہ بڑھیں، چنانچہ محض اپنی حدِ پرواز کے اندازے کی وجہ سے وہ بے کار ظلم و ستم پسند نہیں کرتے تھے۔ دوسرے اُنھوں نے اپنے قلمرو کے یونانی بلدیات کو کافی آزادی دے دی تھی۔ ایجیئن اور بحیرۂ اسود کے مابین جو نہایت اہم تجارت ہوتی تھی اُس میں اُنھوں نے کبھی مداخلت نہیں کی، خواہ اس لئے کہ وہ اُس کے اہل نہ تھے، ورنہ اس لئے کہ اُنھوں نے اس کی کبھی خواہش نہیں کی۔ اُنکے تعلقات جمہوریۂ ہرقلیہ کے ساتھ اچھے خاصے تھے۔ ہم باب ۱۳ میں بتھی نیہ کا دوبارہ ذکر کریں گے اور ساتھ ہی پرگامم کے واقعات بھی پیش کریں گے جس کے ساتھ کیزی کوس کے وہی تعلقات تھے جو ہرقلیہ کے بتھی نیہ کے ساتھ تھے یعنی دونوں شہر آزاد تھے لیکن ساتھ ہی اپنی ہمسایہ مملکتوں کے دوست اور حلیف تھے۔ اتالوس اوّل کی ملکہ اپولونس، جو یومنیس دوم اور اتالوس دوم کی ماں تھی، کیزی کوس ہی کی رہنے والی تھی۔[۱۱]

۱۱ے بتھی نیہ۔ اس کا سنہ مروجہ، رائناش: "متھرادا تیس ۲۸۳"؛ موم سن کے نزدیک ۲۹۷ء ق م؛ ریمزے As. Min. ۲۸۳/۲۸۲ ق م۔ تاریخ بتھی نیہ، کلنٹن Clinton, F. H. ۲، ۴۲۰ وغیرہ۔

ہرقلیہ۔ اسناد: میم نون دیکھو بالا حواشی باب ۱؛ جسٹن ۱۶/۳ تا ۵؛ پولسبروہ "معاملات ہرقلیہ" Polsberw. rebus Heracl. ۱۸۳۳ء؛ کیمل: "معاملات ہرقلیہ"

باب ۸

اب ہم ایشیائے کوچک کے اہم ترین قدیم بلدیات کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور یہاں پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھیں اب کس قسم کی آزادی حاصل تھی۔ اس پر غور کرنے کے وقت یہ نامناسب ہوگا کہ ہم زمانۂ حالیہ کے خیالات سے متاثر ہوں۔ آجکل تو ہمارے پاس ایک ایسا قانون بین الاقوام ہے جو چند مسلّمہ مملکتی عہدناموں پر مبنی ہے، اور جس کی وجہ سے مختلف مملکتوں کی نوعیت مستقل ادارات کی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مملکت ایسی ہوتی ہے جس کی واقعی حالت وکیفیت کو دوسری مملکتیں تسلیم نہیں کرتیں تو پھر اس میں لازمی بےچینی ہوتی ہے، اور کبھی کبھی اُس کے مادّی تعلقات پر بھی اس کا اثر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Kaemmel: Heracleotica سنہ ۱۸۶۹ء؛ شنائیڈرورت: "ہرقلیہ" Schneiderwirth: Heraklea ۱۸۸۲/۱۸۸۴ء؛ فون ولاموودتز: انتی گونوس ساکن کارستوس صفحہ ۱۵۵۔

بطلیموس اول کا بھتیجا بطلیموس خالکدون اور استاکوس کی آزادی تسلیم کر لیتا ہے؛ ڈروائے سن ۲، ۲/ ۱۵۔

نکومیدیس اول کیوس کو بیزنطہ اور ہرقلیہ کے ساتھ ساتھ وصیت کی رو سے مختار بناتا ہے، چنانچہ وہ آزاد ہو جاتا ہے؛ دیکھو عقب باب ۹۔

کیزی کوس۔ مارکوارٹ: "کیزی کوس" Marquardt: Cyzicus برلن سنہ ۱۸۳۶ء؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۴۵۴۔

اپولونیا کے لئے دیکھو فرنیکل: "نوشتہ جات پرگامم" Fraenkel: Zu den Inschriften von Perg. نمبر ۱۶، ۱۶۹؛ کیوپ: "جریدہ تاریخ ازمنہ" Koep Beil. Z. All. Zeit سنہ ۱۸۹۲ء، یکم اپریل۔

کیزی کوس اور اتالوسیوں کے تعلقات مابعد، فرنیکل نمبر ۲۴۸۔

پرگامم کے لئے دیکھو عقب، باب ۱۰، حاشیہ ۲؛ باب ۱۳، اور خاص طور سے باب ۲۱۔

پڑتا ہے۔ قدیم زمانے کی صورت حال بالکل جداگانہ تھی اُس وقت قانون بین الاقوام کی بنا رواقعی حالات وواقعات پر تھی اور علی العموم اس کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی کہ کسی مملکت کے وجود کو دوسری مملکتیں بایں الفاظ تسلیم کریں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک مختلف مملکتوں کی یونانی حیثیت کا تعلق ہے، ہر مملکت کی اساس اور بنیاد بجنسہ اسی اُصول پر تھی۔ یونانی مختلف شہری بستیوں پر مشتمل تھے، اور ہر شہری بستی لازماً خودمختار ہی نہیں تھی بلکہ دوسرے بھی اُسے خودمختار تسلیم کرتے تھے۔ وہ اپنے تمام حرکات وسکنات کی خود ہی ذمہ دار تھے، ان بلدیات پر غیر ملکی اثرات بھی پڑتے تھے، لیکن ان اثرات سے اُن کی خودمختارانہ حیثیت میں مطلق کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا تھا، اور اکثر کے دوران میں بھی شہر کی حیثیت خودمختارانہ ہوتی تھی، چنانچہ ایسی حالت میں بھی کہ کوئی غیر ملکی جیش اُس پر قابض ہو، وہ برابر دوسروں سے عہد نامہ کرنے اور تعلقات رکھنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اُس عہد میں کسی بلدیہ کا دستور سیاسی کبھی کسی دوسری مملکت نے معطل نہیں کیا، اور حقیقت یہ ہے کہ غیر ملکی ہمیشہ ایک خاص حد تک دباؤ ڈالنے پر اکتفا کرتے تھے۔ علاوہ بریں مستقل سفارتوں کے فقدان کی وجہ سے بھی منفرد مملکتوں کی آزادی مستحکم تھی، اور دُنیا کو کسی مملکت کے دستور سیاسی کی داخلی تبدیلی کا بعض مرتبہ علم بھی نہیں ہوتا نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کس حد تک ایک مملکت جو نظریۃً آزاد ہو، کسی خاص موقع اور وقت پر کس حد تک دوسرے کسی کی دست نگر تھی۔ ہر ملت جو پیش پیش ہو سکتی تھی اُس کی قدر کی جاتی تھی، اور ساتھ ہی کسی مملکت کی آزادی کے سلب کرنے میں آجکل جس قسم کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں (جیسے کراکاؤ والے معاملے میں ہوئیں) وہ اُس زمانے میں نہیں ہوتی تھیں۔ اس کے برعکس مادی مشکلات بہت زیادہ تھیں، اس لئے کہ ہر ملت کو آزادی کا گویا

حق حاصل تھا، اور یہی کیفیت شہریوں کی بھی تھی، کہ خود مختار رہیں یا دوبارہ خود مختار ہو جائیں۔

انھیں امور کے باعث یہ طے کرنا ممکن نہیں کہ ایشیائے کوچک کے کون کون سے شہر آزاد تھے اور کون سے نہیں۔ قانوناً تو تمام قدیم یونانی شہر آزاد ہی تھے، لیکن واقعاً مکمّل آزادی ہمیشہ اُن کی قسمت میں نہیں لکھی تھی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی شہر جسے کسی بادشاہ نے آزاد کر دیا ہو اور اس کا نام اپنے نام پر یا اپنے کسی فردِ خاندان کے نام پر رکھ دیا ہو وہ واقعتاً یونانی کہلانے کا اور روایتی طریق پر خود مختار ہونے کا مستحق تھا یا نہیں، اس لئے کہ اس کی یونانیت اور خود مختاری دونوں واقعات و حوادث پر منحصر تھے۔

یہاں کے ممتاز ترین بلدیات مفصلۂ ذیل تھے: شمال میں لمپساکوس جو اپنے حسین اور خوبصورت سکوں کے لئے مشہور تھا، اور ابی دوس جس کا محل وقوع ہیلیس پونٹ کے تنگ ترین موقع پر ہونے کی وجہ سے اہم تھا، اور جسے ۳۰۲ء ق م میں لیزی ماخوس کے خلاف، اور اس سے بھی زیادہ شدّت کے ساتھ ۲۰۱ء ق م میں فیلقوس شاہ مقدونیہ کے خلاف جرأت و ہمّت دکھائی تھی۔ ان شہروں اور بیزنطہ کی وجہ سے بحیرۂ اسود کا راستہ صاف ہو گیا تھا۔ ان کے بعد سمرنا کا نمبر آتا ہے۔ الیاٹیس کی تاخت کے بعد اسکا بلدی مرتبہ جاتا رہا تھا اور اُس کی حیثیت چند قریوں کے مجموعے سے زیادہ نہیں رہی تھی۔ لیکن انتی گونوس نے اُس کے بلدیات کا احیاء کر دیا تھا اور لیزی ماخوس نے اُس کی تزئین کر کے اُس میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ ہمیں ایک کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ق م کے وسط میں وہ از سر نو ایک اہم شہر بن گیا تھا اور اس سے ہماری اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ اُس وقت بھی جب کسی شہر پر کسی غیر بادشاہ کا اثر ہوتا تھا یہ شہر رعایا کی لفظ سے نہیں بلکہ حلیف اور دوست کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بلاشبہہ اس قسم کے کمزور دوستوں کے ساتھ

باب ۵

ذی اقتدار حکمراں اچھا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال اُس فرمان سے ملتی ہے جو انتی گونوس نے تیوسیوں کو لیبے دوس اور تیوس کے سیاسی اتحاد اور لیبے دوس والوں کے نقل مکان کی بابت بھیجا تھا۔ ایونیہ کا اہم ترین شہر ایفی سوس تھا، لیکن یہ کبھی بیرونی اثرات سے آزاد نہیں رہا اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ پہلے تو یہ سلیوکیوں کی اور پھر مصر کی سیادت میں آگیا تھا۔ مزید تفصیلات کے لئے حاشیہ دیکھا جائے۔ جزائر کو لیجئے تو خیوس ساموس سے زیادہ آزاد ہے اس لئے کہ موخر الذکر مصر کا ماتحت نظر آتا ہے۔ کوس بھی کم و بیش ساموس ہی کی طرح خانوادۂ بطالسہ کا ماتحت تھا۔ یہاں رھوڈز کا ذکر نہیں کیا جائے گا؛ یہ جزیرہ بالکل آزاد تھا اور ہمیں اس کی طرف اکثر توجہ کرنی پڑے گی (دیکھو بالخصوص باب ۲۲) رھوڈز و مصر دونوں کے اقتدار کی وجہ سے کاریہ، لیدیہ اور پمفیلیہ کو بیرونی دُنیا میں اپنا نام پیدا کرنے کا مشکل سے کوئی موقع باقی رہا، لیکن ان کے باشندے بیرونی دُنیا کی صرف اس حد تک پروا کرتے تھے جب تک اُس سے تعلقات کی وجہ سے اُن کی جیبیں بھری جاتی ہوں۔ یہ سب، اور بالخصوص کاریہ اور پمفیلیہ والے تاجروں، اجیر سپاہیوں اور بحری قزاقوں کا پیشہ کرتے تھے[۱۲]

---

[۱۲] ایشیائے کوچک کے بلدیات کا محل وقوع؛ دیکھو بالا، باب ۲، حاشیہ ا۔
آجکل کے زمانے میں اُس عہد کے بلدیات کا سیاسی رتبہ دریافت کرنے میں بہت کچھ تحقیقات سے کام لیا جاتا ہے۔ خواہ یہ بلدیات خود مختار ہوں یا نہ ہوں، دیکھو گیبلر؛ "اریتھرائے" Gaebler: Erythrae ،۱، ۲۰، ۲۲، وبنز و دوسرے مؤرخوں کی تصانیف۔ لیکن باوجود ان مؤرخوں کی محنت کے اُنھوں نے کوئی قطعی معلومات بہم نہیں پہنچائیں۔ ہمیں قانونی حیثیت کی بجائے

باب ۵

آخر میں ہمیں اس امر پر دوبارہ زور دینا ہے کہ سلیوکیوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ واقعی سیاسی رتبے سے بحث ہوتی ہے، اور اکثر محض الفاظ کو واقعات کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ص ۱۷/۱۸ پر گیبلر کہتا ہے کہ انتی پاتر کی موت پر صوبہ داروں نے "آزاد بلدیات کو زیر کرنا اور لشکروں کے ذریعے سے انھیں دست نگر رکھنا شروع کیا" لیکن اس دوران میں انتی گونوس اُٹھتا ہے جو یونانیوں کا "نجات دہندہ" ہے، اور "وہ بلدیات کو از سرِ نو آزاد کر کے اُن کی حفاظت کے لئے اُن میں لشکر چھوڑ دیتا ہے"۔ گیبلر نے اپنے اس خیال کی تائید میں دیودوروس ۵۲، ۲، ۸ کا حوالہ دیا ہے اور گو میں نے دیودوروس کسی جگہ اسکا شائبہ بھی نہیں پایا، تاہم اگر بالفرض یہ سب درست بھی ہو، تو "اس نجات دہندہ" اور "ظالم حکمران میں" کوئی فرق باقی نہیں رہتا، اس لئے کہ لشکر تو لشکر ہی ہے، اور لشکر کے ذریعے سے آزادی ملنے کا مطلب ظلم و ستم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہم خواہی نخواہی اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بلدیات کی سیاسی حیثیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ بادشاہوں نے بلدیات پر جتنے چاہے مظالم ڈھائے اور وہی لفاظی، تو اس سے کچھ جاتا تھوڑا ہی ہے۔ رادے (Radet: De Coloniis "آبادکار" پیرس، ۱۸۹۲ء صفحہ ۸۲ وغیرہ) کہتا ہے کہ قاعدہ یہ تھا کہ اندرونی معاملات میں یہ بلدئے خود مختار رہتے، لیکن سپہ سالاروں اور کمانداروں کے ذریعے سے معاملات کی نگرانی کی جاتی تھی، اور یہ محاصل بھی وصول کرتے تھے۔ باشندوں کی وفاداری میں مذہب ممد و معاون ہوتا تھا، فہو ہذا: (۱) خود بلدئے کے بانی کی یا اُسکی جسکے نام پر یہ موسوم ہوتا تھا، پوجا کی جاتی تھی، جیسے انطاکوس، لاؤدیکے، اور پتھی سوں (۲)، سکندر اور زندہ مردہ حکمرانوں کی پوجا کی جاتی تھی؛ اور اُن کے پجاری مخصوص ہوتے تھے؛ سلیوکوس کے "مقدر" کو بھی معبود قرار دیا جاتا تھا (رادے ۸۷)۔ رادے (صفحہ ۱۷) اس تنازع کا بھی حوالہ دیتا ہے جو شہر مگنیشیہ میں یونانی "باشندوں" اور "سپاہیوں" کے درمیان برپا ہوا تھا۔ اس قسم کے معاملات میں بے حد تنوع نظر آتا تھا۔

باب ۵۶ | یونانی مقدونوی تفوق کے اصول میں سکندر اعظم کی پیروی کی اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ حکمرانان پرگامم کی حیثیت دلچسپ ہے؛ ابتداءً میں وہ ایک آزاد یونانی نوآبادی تھی۔ یہاں کے بادشاہوں کے لئے دیکھو فرنیکل: کتبہ نمبر ۵، و نیز مضمون سوبودا Swoboda، ۱۸۹۱ء Rh. Mus میں۔ پرگامم کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے بادشاہ عوام کی خودمختاری کا پاس کرتے تھے، لیکن اُس کی قرارداد وں ستراے گی اور ایستھلی مقرر کر کے طرح طرح کے اثرات ڈالتے رہتے تھے۔ دیکھو فرنیکل ۱۸۔

لیساکوس کے لئے ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات"، ۴۵۔

ابی دوس لیزی ماخوس کے خلاف نہایت بہادری سے لڑتا ہے؛ ڈر ۱۹ ائے سن ۲۰۱، ۲۱۱؛ اسی طرح فیلقوس پنجم کے خلاف بھی ہتھیار اُٹھاتا ہے؛ دیکھو عقب باب ۱۶۔

سمرنا؛ دیکھو کوہن Kuhn "قیام مملکت ہائے قدما" Entsteh. der Staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء، صہ $\frac{۳۲۹}{۳۲۲}$۔ اسی مقام پر لیزی ماخوس کے قائم کئے ہوئے دوسرے شہروں کا ذکر بھی مل جائے گا۔ سمرنا و مگنیشیا کے باہمی تعلقات، "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.G. ۳۱۳۷ = ہکس Hicks ۱۷۶ = ڈٹن برگر ۱۷۱۔

تیوس و لیبےدوس: لبا واڈنگٹن: "ایشیائے کوچک" Lebas-Waddington ۸۶ = ہکس ۱۴۹ = ڈٹن برگر ۱۲۶؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اختلاط باہمی ایسا آسان کام نہ تھا۔

ایریتھرائے کے لئے گیبلر کی کتاب دیکھنی چاہئے۔

عام طور پر ایونیائی شہروں کے لئے دیکھو ہیڈ: "فہرست سکہ جات نوادرخانۂ برطانیہ" "ایونیہ" XLVI XLVIII

ایفی سوس؛ باب ۱۳ و ۱۷ و ہیڈ کی کتاب "ایفی سوس کے سکوں کا سنوی تسلسل" Of the chronological sequence of the coins of Ephesas، لندن

باب ۳ | اُس کے کام کو جاری رکھا ۔ بلاشبہہ یہ طرز عمل نہایت نفیس تھا ،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ نمبر ۱۸۹ ؛ تاریخی امور میں ہیڈ زیادہ تر ڈروائے سن کا اتباع کرتا ہے ۔ جملہ واقعات صاف نہیں ہیں، لیکن اسی سبب سے کہ شہر بالکلیہ آزاد نہیں تھا، اس کی تاریخ نہایت دلچسپ ہے ۔ ۳۰۲ء ق م کے بعد ایفی سوس پر پہلے لیزی ماخوس کا اور پھر دیمتریوس کا قبضہ ہوا، لیکن آخر کار پھر اُس پر ہی دوبارہ لیزی ماخوس قابض ہوگیا اور اُس نے اس کا نام بدل کر اپنی بیوی ارسی نوا کے نام پر رکھ دیا اور اُس کی حکومت اپنے بیٹے اگا تھوکلیس کے سپرد کردی ۔ ہیڈ کہتا ہے (" ایونیہ" صفحہ XLVI کہ ارسی نوئے کے موقتی نام سے ایفی سوس نے اٹیکائی اٹھ او بولیاں اور تانبے کے سکّے ڈھالے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے یوری دیسیہ کے نام سے بھی تانبے کے سکّے لیزی ماخوس کی ایک بیٹی یوریدیس کے اعزاز میں ڈھالے" (تصویر نمبر ۱، ۷) ۔ لیزی ماخوس کی موت کے بعد ایفی سوس آزاد ہوگیا لیکن اُس پر یکے بعد دیگرے سلیوکوس، انطاکوس اوّل اور مصر کے اثرات پڑے ؛ دیکھو فیلارخوس .Ath ۱۳، ۵۹۳ ۔ اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے اُس کی تاریخ کی بابت ہیڈ اور بابلون میں اتفاق رائے نہیں اسلئے کہ ہیڈ کے نزدیک اُس عہد میں سلیوکیوں کا مطلق کوئی اثر نہیں اور ۲۵۸ء ق تک میں مصری طرز عمل سے متاثر ہوجاتا ہے، بابلون LXXIII یہ دکھاتا ہے کہ یوزے بیوس ۱، ۲۵۱ کے مطابق انطاکوس دوم کا ۲۴۶ء ق م میں ایفی سوس میں انتقال ہوا، چنانچہ مستقل مصری اثر اس سنہ کے بعد ہی شروع ہوا ہوگا، اور اُس کی ابتدا، سلیوکوس اور انطاکوس ہیئے راکس کے باہمی تنازعے سے ہوئی ہوگی ۔ ان اسباب کی بنا پر بابلون کو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ شہد کی مکھی والے سلیو کی سکّوں کو کیوں ہیئے راکس کی طرف منسوب نہ کیا جائے ۔ جب ایفی سوس بطالسی اثرات کا پھر تابع ہوا تو اُس نے از سر نو رھوڈزی معیار کے سکّے بنائے (ہیڈ: "ایونیہ" XLVII بطلیموس یوئرگی تیس کی بیوی بیری نیس دوم کی ایک طلائی اٹھ درہمی بھی ایفی سوس میں ڈھالی گئی ۔ ایفی سوس اور رھوڈز کے

لیکن اس کی تکمیل اُن لوگوں کے لئے نہایت دشوار تھی جن میں سکندر کی نقل کرنے کی اُمنگ تو ہو لیکن اُس کی سی قابلیت نہ تھی۔ یہ فرمانروا چاہتے تھے کہ اس طرز عمل کے ساتھ ہی ساتھ مطلق العنان بادشاہ بھی بن جائیں درآنحالیکہ (ایشیائیوں کے خلاف) یونانیوں کا رجحان غلامانہ حکمبرداری کی طرف تھا نہ ان میں اُس کی فطری اہلیت تھی اسی وجہ سے سلیوکیوں کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کا نتیجہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ تعلقات نہایت دیرینہ تھے (دیکھو جلد ۲ باب ۳، حاشیہ ۱۱)؛ چنانچہ جس وقت اُس نے سلیوکی جو ۱۱ پے کندھے سے اُتار پھینکا اور بطالسہ کا وفادار حلیف بن گیا اُس وقت اُس نے اپنے سکّوں کو از سر نو رھوڈز کے معیار پر بنایا اس لئے کہ رھوڈز بھی اُس وقت مصر کے محالفے میں شامل تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب ایفی سوس مشرق کے اہم ترین بندرگاہوں میں سے ایک بن گیا۔ اس واقعہ سے کہ گو ایفی سوس کلیۃً آزاد نہ تھا تاہم اپنے سکّے بناتا تھا؛ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مختاری کے معنٰی میں بہت کچھ بسبت وکشاد کی گنجائش تھی۔ نیز دیکھو عقب، باب ۱۳، حاشیہ ۲، باب ۲۱۔ حاشیہ ۴، جہاں ایفی سوس کے سکّوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کرتیوس نے بیت خانے کے تعلق کا جو ذکر کیا ہے اور سمرنا کی تشبیہ کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے۔

ساموس۔ ساموس اور پری اینے کے جھگڑے میں لیزی ماخوس کا تصفیہ؛ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.G ۲۱۵۶ = ہکس ۱۵۲۔

کوس۔ مقابلہ کرو پیٹن وہکس: "نوشتہ جات کوس" :Paton & Hicks The Inscr.، آکسفرڈ ۱۸۹۱ء جس میں کوس کی مفصل تاریخ دی ہوئی ہے۔ لارفیلڈ: "جریدۂ ہفتہ وار لسانیات" .Berl . Phil.Woch ۱۸۹۲ء نمبر ۲۲ و ۲۳۔ اوبیرانتی گونوس کے خط کا جو اقتباس دیا ہوا ہے (ڈٹن برگر) متحدۂ تیوسون ولیبے دوسیون میں کوس ہی کے قوانین رائج تھے۔ بطلیموس فلاویلفوس کوس ہی میں پیدا ہوا تھا۔

رھوڈز کیلئے دیکھو عقب؛ باب ۲۲؛ کریمیہ کے لئے باب ۲۵۔

باب ۵

یہ ہوا کہ انھیں خود اپنی ہی غلطیوں کی وجہ سے اپنے اقتدار کو خیرباد کہہ دینا پڑا۔ اُدھر شہری زندگی کو برابر فروغ ہوتا گیا تا آنکہ تمام سلطنت چھوٹے چھوٹے شہری رقبوں میں منقسم ہو گئی۔

ہم اقصائے شمال یعنی کریمیہ کے یونانیوں کا ذکر ایک خاص موقع یعنی باب ۲۵ تک ملتوی کرتے ہیں، اور اس وقت مصر کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

مصر میں جو صورت حال تھی وہ شام اور ایشیائے کوچک کی کیفیت سے بالکل جدا گانہ تھی۔ مصری حکمرانوں کا کام نسبتہً آسان تھا۔ حکومت کی داغ بیل ایک ایسے شخص نے ڈالی تھی جو بہادر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ مدبر بھی تھا اور جس نے حکومت کے کل پرزوں کو ملک کی کیفیات کے حسب حال ڈھالا جس کی وجہ سے یہ تقریباً خود بخود چلنے لگے۔ اس سہولت کے تین اسباب تھے؛ اوّل تو ملک کی حیثیت، دوسرے اُس کی ساخت اور تیسرے مصریوں کے فطری خصائص۔ یہ تینوں باتیں اپنی اپنی حد تک بالکل لاثانی تھیں اور اگر مصری حکومت کا مقابلہ باقی ماندہ اُن حکومتوں سے کیا جائے جو سکندر کے بعد پیدا ہوئیں تو ہمارے نزدیک اس کا ثانی ہرگز نہیں نظر آئے گا۔

مصر کے محل وقوع میں خاص بات یہ ہے کہ وہ چاروں طرف صحراؤں اور سمندروں سے گھرا ہوا ہے اور کوئی بڑی جانب سے اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اُسے طرح طرح کی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے؛ نیز یہ چونکہ ساحل نہایت ہی چھوٹا ہے اس لئے ملک کی حفاظت نسبتہً آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ملک شاہراہ تجارت میں واقع ہے۔ ملک کی قدرتی کیفیت ہے کہ فطرت کے ایک کلیے کی وجہ سے زرخیزی میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باشندوں کی طرز بود و باش بھی ہمیشہ سادہ رہی ہے اور وہ فطرتاً مسکین ہیں لیکن ساتھ ہی انھیں اپنی بات کی پیچ ہوتی ہے اور

باب ۵

کام میں مہارت پیدا کرنا اُن کا شیوہ ہے ۔ ان سب خصائص کی وجہ سے ہوشیار حکمرانوں کو اپنے آپ کو دولتمند بنانے کے خاص مواقع حاصل ہوتے ہیں، اور وہ ایسے دشمن سے اپنے ملک کا بچاؤ بھی کر سکتے ہیں جو بہت زیادہ طاقتور نہ ہو۔ الغرض حکومت سمجھدار افراد پر مشتمل ہو تو ملک مرفہ الحال بن سکتا ہے، اور اس کے خاندان شاہی کو نہ نام کی کمی ہو سکتی ہے نہ عیش وعشرت کی۔

بطلیموس نے جن اُصول پر حکومت مصر کو مبنی کیا اور جنہیں اُس کے اُن جانشینوں نے جاری رکھا جو عیش وعشرت میں مبتلا نہیں ہوئے تھے اور حکومت کی تھوڑی بہت پروا کرتے تھے، وہ اُصول سکندر اور سلیوکوسیوں دونوں کے اُصول سے مختلف ہوں، لیکن مصری رسم ورواج اور ملک واہل ملک کے حسب حال تھے۔ سب سے پہلا اُصول تو یہ تھا کہ بادشاہ کی حفاظت کے لئے ضرورت نہ ہو تو کسی قسم کی تبدیلی کی حاجت نہیں۔ ساتھ ہی ملکی انتظامات اور مذہب کو ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا ممکن تھا کہ مصریوں کا بغاوت کی طرف میلان ہو، چنانچہ اسے روکنے کے لئے اجیر سپاہیوں کا ایک لشکر رکھا گیا تھا جس میں مقدونوی، یونانی، کلٹی اور دوسری قوموں کے افراد شامل تھے۔ اُن کے سپرد اندرونی امن وامان ہی نہیں بلکہ یہ خارجی مہمات میں بھی بغایت کار آمد تھے۔ ظاہر ہے کہ اس فوج کا وہ حصہ جو اُس کا مرکز سمجھنا چاہیئے اور جس پر بطالسہ پورا اعتبار کرتے تھے، مقدونوی جماعت تھی، گو بعد میں اُس میں کریٹی جیسے پیشہ ور سپاہیوں کو بڑے بڑے عہدے بھی مل گئے اور امتداد زمانہ سے ہر ملک کے انبوہ جوق جوق اس میں آکر شامل ہو گئے۔ آخر میں جب خارجی لڑائیاں مسدود ہو گئیں تو اجیر سپاہیوں سے صرف لوگوں کو قابو میں رکھنے کا کام لیا جانے لگا۔

باب۸

ملک کے انتظام کے لئے تینوں بڑے بڑے صوبوں کیلئے
ایک ایک ایپی ستراتی گوس اور ہر ضلع پر ایک ایک ستراتی گوس مقرر
تھا، اور ان عہدہ داروں میں سے ایپی ستراتی گوس بہت کم مصری
ہوتے تھے۔ شاہی بیڑا دریائے نیل پر چکر لگایا کرتا تھا۔ چونکہ ملک
کا آباد خطہ دریا کے کناروں ہی پر واقع تھا، اور کہیں دس میل سے
زیادہ چوڑا نہ تھا، اور چونکہ نیل ہی ملک کی سب سے بڑی شاہراہ
تھی، اس لئے تمام ملک ایک ایسے شہر کے مماثل تھا جس میں
صرف ایک ہی چوڑی سڑک ہو اور جہاں آسانی کے ساتھ کوتوالی کا
انتظام ممکن ہو۔ ساتھ ہی ساتھ کم از کم ابتدا میں شاہان بطالسہ
نے اس کا خاص لحاظ رکھا تھا کہ حکومت کی خرابی کے باعث
ملک میں ابتری نہ پڑنے پائے، چنانچہ انھوں نے جو انتظام کیا وہ
ایرانی انتظامات سے کہیں بہتر تھا اور اس میں ملک والوں کے
خصائص اور دیرینہ تعصبات کا خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔ انھوں
نے ایرانی زمانے کے محاصل میں کمی بیشی نہیں کی، اور اب بھی
لوگ پہلے کی طرح اراضی پر محاصل عائد کرتے تھے۔ مذہبی عمائد
کی حالت تو عہد ایران سے بھی بہتر تھی۔ ان سب اسباب کی
بنا پر مصری علی العموم حکومت جدیدہ کے بدل ممنون تھے۔
اراضی صرف خاص، جاگیریں، کانیں اور کارخانے بادشاہ
کی ذات کے لئے مخصوص تھے۔ ملک کی پیداوار میں اناج کا
نمبر سب سے پہلے آتا تھا اور اُسے یونان، سسلی اور اٹلی کو بھیجا
جاتا تھا اور اس عہد میں مصر کی وہی حیثیت تھی جو بطالسہ کی آمد
سے پہلے بحیرۂ اسود کی تھی۔ علاوہ ازیں سوتی کپڑوں اور شیشہ آلات
کے لئے بھی یہ ملک مشہور تھا۔

ہندوستان و عربستان سے جو اشیاء یورپ جاتی تھیں
تو ان میں سے اکثر مصر ہو کر گزرتی تھیں۔ اُن کا راستہ یا تو بحر احمر میں سے

باب ۵

دریائے نیل کو نہر نیخوس ہو کر تھا جس کی مرمت ایرانیوں نے نہیں تو بطالسہ نے ضرور کی تھی؛ باقی ماندہ اشیاء کو میوس ہورموسس، لیوکوس لیمین (حالیہ قصیر) یا بحر احمر کے مغربی کنارے پر بیرے نیس پر اُتار لیا جاتا تھا اور وہاں سے پہاڑوں پر ہو کر دریائے نیل کے شہر قبطوس لے آتے تھے اور دریا کے راستے سے اسکندریہ پہنچا دیتے تھے جہاں سے وہ مال سیدھا بحیرۂ روم کے کسی دوسرے بندرگاہ کو چلا جاتا تھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس تجارت کا کس قدر منافع سے خزانۂ شاہی متمتع ہوتا تھا، لیکن ہمیں اس کا علم ہے کہ اناج کی تجارت کا بیشتر حصہ اُن ہی کے قبضے میں جاتا ہوگا۔ اس لئے کہ فی الواقع انھیں جتنے اناج کی ضرورت ہوتی اُتنا وہ آسانی سے حاصل کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے ابی دوس کے قریب بطلیمائس (جس کا دستور استرابو کے بیان کے بموجب یونانی تھا)، فیتوم میں ارسی نوے اور بحر احمر پر بیری نیس کے علاوہ مُلک بھر میں مشکل سے کوئی یونانی شہر قائم کیا ہوگا، لیکن اُس میں شبہ نہیں کہ ان شہروں کے علاوہ مُلک کے دوسرے حصوں میں بھی یونانی آباد تھے۔ بطالسہ کا پائے تخت اسکندریہ تھا جس کا ذکر ہم اس کتاب کے باب ۱۴ میں کریں گے، اور چونکہ یہ دریائے نیل کے مقدس چشمے پر نہیں تھا اس وجہ سے مصری اُس کی غیر ملکی کیفیت کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے۔ اس شہر کے محلِ وقوع کی وجہ سے بطالسہ آسانی کے ساتھ دوسرے ممالک سے تعلقات پیدا کر سکتے تھے۔ مصریوں کو کسی قسم کے سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے، اور سلیوکیوں کے برخلاف بطالسہ نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ مصریوں کو یونانیت کے سانچے میں ڈھال دیں۔ یہ فعل بنہایت عاقلانہ تھا، ورنہ اگر وہ اس کوشش میں رہتے تو انھیں یقیناً ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ یہ قاعدہ تھا کہ یونانی اُصول پر نشو و نما ہونے کے بعد مصریوں کی طرح آسانی سے مطیع و منقاد مشکل سے

ہو سکتا تھا، اور اگر یونانی تمدن کے ساتھ ساتھ ملک میں ایسے فلسفی نظر نہیں آئے جو مصریوں کو خود سری کے اصول سمجھائیں (اور یہ تیسری صدی ق م میں قطعاً ناممکن تھا) تو ایسی حالت میں بطالسہ کو یونانیت سے کیا فائدہ تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ یونانی تمدن اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے مصر میں اُس کے ماحول میں نشو و نما پاتا، افادیت اور مسرت کا ماخذ تھا؛ افادیت کا اس لئے کہ بطالسہ اس مسئلے سے بخوبی واقف تھے کہ علم سے قوت حاصل ہوتی ہے؛ اور مسرت کا اس واسطے کہ یونانی ہمیشہ مصری جیسے تمدنوں کو تعجب کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن اس پر انھیں رشک و حسد کبھی نہیں ہوتا تھا، گو یہ ضرور ہے کہ مصری فنون لطیفہ کے علاوہ اور اس کی شان سے یہ متحیر ہونے سے باز نہیں رہتے تھے؛ رہے مصری علوم، تو وہ تو بالواسطہ بھی حاصل کئے جا سکتے تھے۔ مختصر یہ کہ بطالسہ کے لئے مصر بمنزلہ ایک بڑی جاگیر کے تھا جس سے حتی الامکان بیش از بیش فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہو اور جہاں کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا صرف اس لئے مناسب ہو کہ جتنا زیادہ وہ محنت کریں گے اتنا ہی فائدہ اُن کے ذریعے سے حکمران کو پہنچے گا۔ بطالسہ مصری حکومت کو انفرادی حقوق کے زاویۂ نگاہ سے دیکھتے تھے، اور اُنھوں نے اس مُلک میں وہی طرز عمل جاری رکھا تھا جو مدت سے ولندیزیوں کا اُن کے مشرقی مقبوضات میں چلا آتا ہے۔ اسکندریہ گویا ایک مُلک غیر میں ایک یونانی مقدونوی نو آبادی تھی ہم اسکندری تمدن پر بعد میں بحث کریں گے اور دیکھیں گے کہ کس طرح یہ شہر جو ابتدا میں صرف یونانی درباری تمدن کا مرکز تھا، رفتہ رفتہ مشرق اور مغرب کے تمدنوں کا ایک نقطۂ لمس بن گیا۔ مصر کی جاگیری حیثیت سے اسکندریہ میں یونانیوں کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس شہر میں اُنھیں کوئی خاص حقوق حاصل نہیں تھے بلکہ اُنھیں محض

باب مخصوص امتیازات پر قناعت کرنی پڑتی تھی، مثلاً یہ امتیاز کہ انھیں چابک سے نہیں بلکہ لکڑی سے سزا دی جائے گی۔ ہم مصر میں یہودیوں کی اہمیت پر متعاقب بحث کریں گے۔

بطالسہ نے اپنی مصری جاگیر کے منافع سے دوسرے ممالک میں اپنے قدم جما کر ان سے وہ اشیاء حاصل کیں جو ان کی حکومت کی حفاظت اور نمود کے لئے ضروری تھیں لیکن جو اس ملک میں دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ اگر ہم تاریخ مصر کے چند ابتدائی عہدوں کو نظر انداز کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ صرف عہد بطالسہ ہی میں مصر ایک بڑے پیمانے پر سیاسیات عالم میں حصہ لینے لگتا ہے، گو وہ یہ حصہ زیادہ تر جنگی مہمات کے ذریعے سے لیتا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں محمد علی پاشا اور ابراہیم پاشا نے جو اس قسم کی کوشش کی تھی وہ قطعاً ناکام ہوئی۔ سکندر کے بعد جو مملکتیں قائم ہوئیں ان میں ممتاز حصہ لینے کے لئے بطالسہ کو تین چیزوں یعنی روپیہ، سپاہی اور اسلحہ کی ضرورت تھی۔ روپیہ تو مصری اراضی اور مصری تجارت سے حاصل ہو سکتا تھا؛ اجیر سپاہی بخوشی وہاں جانے کے لئے تیار تھے جہاں انھیں اچھی تنخواہیں ملیں خواہ مصر میں ہو یا کہیں اور، لیکن اسلحہ، جہاز اور ملاح ایسی آسانی سے مہیا نہیں ہو سکتے تھے بلکہ ان کی کان بیرونی مصری مقبوضات خصوصاً فنیقیہ اور قبرص تھے، نیز یہ وہ مقامات تھے جن سے بہ نسبت اسکندریہ کے معاملات یونان پر آسانی سے نظر ڈالی جا سکتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرمانروایان مصر نے ان دو مقامات کو نیز سرنہ کو اسی طرح تھوڑی بہت اندرونی آزادی دے رکھی تھی جیسے ازمنۂ وسطیٰ میں وینس نے اپنے اقلیمی مقبوضات کو۔[۱۳]

---

[۱۳] مقصر۔ متائس کی کتاب "سلطنت روما کے مشرقی صوبوں میں سلطنت اور افراد کے متعلقہ قوانین" Reichsrecht und Volksrecht in dem oestl. Prov. roem. Keiserreichs

باب۵

مصر ابتداء میں مصر کے ساتھ وابستہ تھا - اس ملک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (لائپزگ ۱۸۹۱ء) میں ص ۳۵ تا ۳۹ پر اسناد کا نہایت نفیس ملخص و اقتباسات اور اکتشافات و پاپیروسوں کی فہرست دی ہوئی ہے - یہاں میں صرف چند امور بیان کرنے پر اکتفا کروں گا - شارپ: "تاریخ مصر" S. Sharpe: Gesch. Aegyptens مترجمہ یولووچ Jolowicz مع حواشی گٹشمٹ Gutschmidt، لائپزگ، ۱۸۶۲ء؛ لیپ سیوس: "مصر قدیم کا کتابچۂ شاہی" Lepsius: Koenigsbuch der alten Aegypter برلن ۱۸۵۸ء؛ اسی مؤلف کی کتاب "تاریخ بطالسہ کے لئے مصری عمارتوں کی تحقیقات" Ergebnisse der ægy ptischen Denkm Ptolemær gesch. مجلس علمیۂ برلن، ۱۸۵۲ء؛ کلیس Cless پاؤلی کی محیط Pulys R. E. ۶، ۱۷۹، وغیرہ میں خصوصاً ۲۲۵ تا ۲۳۵ پر؛ کلنٹن: "یونانی جنتری" Clinton: Fasti Hell ۲، ۳۸۳ تا ۴۰۹؛ ہیوبرٹ: "تاریخ بطالسہ کا سنوی تسلسل" Hubert: Obs. Chronol. in Ptolem Hist ۱۸۵۷ء؛ مضامین لمبروسو Lambroso "مصر قدیم کے معاشی مسائل" Economie Politique de l'Egypte sous les Lagidos ٹیورن ۱۸۷۰ء "تحقیقات اسکندری" Ricerche allessandrin ۱۸۷۱ء؛ "مصر بزمانۂ حکومت یونان و روما" L. Egitto al tempo dei Græci edei Romani روما ۱۸۸۲ء؛ بیڈیکر: "مصر" Baedeker: Aegypten، دو جلد -

اپنی کتاب "مصر شناسی" Aegypt ologie. (لائپزگ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۴۸۹ پر) بروگش Brugsch لکھتا ہے کہ عہد بطالسہ کے لئے تاریخی اسناد بت خانوں کی دیواریں، پتھروں کے نوشتے، سیرا پیوم کے نوشتے اور یونانی پاپیروس ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر مواد ہمارے پاس محقق و متجسس کے لئے موجود پڑا ہوا ہے" اس ذخیرے میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا ہے خصوصاً آج کے زمانے میں جب فلنڈرز پٹری بہت سے پاپیرس لاکر انگلستان میں تحقیق کا ایک باب کھول دیا ہے اور انھیں سیس Sayce اور مہافی .Mahaffy نے ان کا مطالعہ کیا ہے - فیوم میں

باب ۵

آبپاشی کے وسائل نہایت عمدہ تھے اور اسکی زمین زرخیز تھی۔ اُسکے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ تیل الجروب میں جو مومیائی کے صندوق ہیں اُن پر ان سپاہیوں کے وصیّت نامے ہیں جو شاہی عطیّات کی وجہ سے زمیندار بن گئے تھے، اور ساتھ ہی کچھ کاروباری نوشتے بھی ہیں (بیڈیکر ۲، ۱۳؛ پٹری: Flinders Petre : Ten years' diggings in Egypt "مصر میں دہ سالہ کھدائیاں" لندن ۱۸۹۳ء ص ۱۲۸) ۔ مہافی کی اشاعت "فلنڈرز پٹری والے پاپیری مع ترجمہ توضیح وغیرہ" "ڈبلن" شاہی ایرستانی اکادمی، ۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۲ء کی لندن والی کانگریس مستشرقین میں مہافی نے موضوع "پٹری والے پاپیری سے مصر یا کونفع" پر ایک مضمون پڑھا۔ مہافی کے آخرترین اکتشافات میں سے ایک سپاہی کا ایک خط ہے جس میں شام کی جنگ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ دیکھو تحت، باب ۱۰، یادداشت ۱۔

اجیر سپاہیوں کی فوج؛ پولی بیوس ۵، ۶۲/۶۵؛ ۸، ۱۸، ۳۴، ۱۴۔

مالیات پر ڈرواسے سن نے اپنی کتاب "مالیات بطالسہ" Droysen: Zum Finanz wesen der Ptol. برلن ۱۸۸۲ء میں بحث کی ہے۔

عادلوں کے دورے بکلیس ۶، ۱، ۲۳۲، پ۔ گارڈنر: "ابواب جدید" صفحہ ۲۲۶ و ۲۸۴؛ متاثس ۴۸ وغیرہ؛ مصری و یونانی قانونی ضابطوں کا مقابلہ اور مصر میں ایک طرح کے "قانون اقوام" کی ترویج، متاثس ۵۰۔

بطلیموس اوّل کا بیان مہافی نے اپنی کتاب "خاندان بطالسہ" ص ۱۹/۱۱۱ میں کیا ہے۔ م۔ ل۔ سٹراک M. L. Strock نے اپنی کتاب "خاندان بطالسہ" Die Dynastie der Ptolemaeer برلن ۱۸۹۷ء میں اس خاندان کے سنویت اور حسب نسب پر نہایت باریک بحث کی ہے۔

بطالسہ کے خطابات پر گٹشمٹ Gutschmidt نے مکتوبات مختصر Schriften ۴، ۱۰۷ وغیرہ میں بحث کی ہے۔

ملوکیت بطالسہ کی ایک سطحی تصویر موم سن نے اپنی کتاب

باب ۸ | بلدیات پہلے تو خاندان باتوس کے ماتحت تھے، لیکن رفتہ رفتہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "تاریخ روما" Mommsen R. G. جلد ۵ صفحہ ۵۵۹ میں کھینچی ہے۔ وہ اس ملوکیت کا مقابلہ فریڈرک اعظم کی حکومت سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رائج الوقت نظام کے مطابق ایک ایسے بادشاہ کی ضرورت تھی جو روزمرہ کے انتظامات میں حصہ لے" اور "یہ حکمران اپنا خطاب "محسن الملک" مقرر کرنے میں حق بجانب تھے"۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ علاوہ بطلیموس اوّل کے کسی دوسرے حکمران نے امید کے مطابق روزمرہ کا کام کبھی انجام نہیں دیا، اور اگر بطلیموس دوم کی جبلت بجرت فریڈرک کے پائے کی ہوتی تو وہ سستی و کاہلی کا ایسا شکار ہرگز نہ ہوتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود یہ محسوس کرتا تھا کہ میری زندگی نہایت ہی بے کیف ہے۔ بطلیموس سوم کا خطاب "محسن" اوّل تھا لیکن اس خطاب سے اور اُس کے اجداد کے خطابات "پدر پسند" اور "مادر پسند" سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ خطاب کس درجہ لغو گو اور گستاخ تھے اور اُن کے مصاحب کس درجہ مطیع و منقاد تھے، چنانچہ یہ "محسن الملک" اپنے آخری زمانے میں اپنی بے پروائی اور عیش پرستی کی وجہ سے بدنام تھا اور عام طور پر کسی دوسرے مشرقی مطلق العنان سے کچھ کم نہ تھا (پولی بیوس ۵، ۳۴) - دیکھو کلیس ۶، ۱، ۲۰۸- جہاں تک فرائض منصبی کا تعلق ہے دوسرے بطالسہ کی بابت کم گوئی ہی مناسب ہے۔ بدترین بطالسہ میں سے بدترین وہ "پیٹو" "محسن الملک" سوم تھا جس کا مختصر ذکر باب ۱۹ میں کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سے تو آتالوسی حکمران ہی کو "محسن" کا خطاب زیادہ شایان تھا دیکھو فرنیکل: "نوشتہ جات پرگامم" ۱، ۲۱ - یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "تمام رعایا کے مفاد کے لئے انتظام ملکی کا وجود" بطالسہ کی ہی خصوصیت تھی، جن کی حکومت ۳۰۰ سال تک جاری رہی، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی ایسا حکمران تھا جو اسکا لحاظ کرتا تھا تو وہ بطلیموس اوّل تھا جس نے تقریباً ۲۳ سال تک بطور ایک

باب ۵ یہ آزاد ہو گئے اور اپنے اقتدار میں وسعت پیدا کر لی۔ انھوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بادشاہ کے حکومت کی، اور اُس کے لئے بھی یہ بات طے شدہ نہیں سمجھنی چاہیئے کہ اُس کی حکومت کا مقصدِ اعلیٰ رعایا ہی کا مفاد تھا یا نہیں۔ علی العموم ایک ایسی حکومت، جسے محکوموں کے مفاد کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے، زمانۂ حال ہی کی پیداوار ہے اور ازمنۂ قدیمہ میں نہیں پائی جاتی، بلکہ یونان و روما میں تو "حکومت" جیسی چیز مشکل سے نظر آتی تھی۔ لیکن بطالسہ کے زمانے کی حکومت مصر جو اس وقت زیرِ بحث ہے، دراصل قدیم فراعنہ کے اُصول پر مبنی تھی۔ مصر پر جن مورخوں نے قلم اُٹھایا ہے اُن میں سے ایک (جو اپنی انصاف پسندی کی وجہ سے ممتاز ہے) یعنی ارمان Erman (مصر قدیم، ۱۴۸) کہتا ہے کہ "مصر ہی میں نہیں بلکہ مشرق کے ہر مُلک میں حکومت کا مقصد صرف فرمانرواؤں کا مفاد ہوتا ہے"۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا بطلیموس اوّل اس صورتِ حال کو تبدیل کرنا چاہتا تھا یا نہیں اور اگر تبدیل کرنا چاہتا تھا تو اُسے اس کی قوت بھی حاصل تھی؟ کیا وہ چاہتا تھا کہ مصریوں کو ایسے انداز سے خوش رکھے جو اُن کے فہم سے بالاتر ہو؟ سکندر کی وفات پر، جب مصر کی صوبہ داری پر اُس نے قبضہ کیا ہے تو اُس کی عمر ۴۴ سال کی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے فوجی اور سپاہیانہ فرائض کے ادا کرنے کی فکر میں رہتا تھا، اور اُسے کبھی خیال بھی نہیں گزرتا ہوگا کہ اپنے ابنائے جنس کو خوش رکھنے کی کوشش کرے؛ اور اب اُس کا فوری مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح سے اس مُلک میں اپنے مخالفوں سے بالاتر رہے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور آخر ۶۱ سال کی عمر میں بادشاہ مصر بن گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس عمر میں اُس نے اپنی فطرت میں تبدیلی کر دی ہو گی؟ اُس کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ قدیم فراعنۂ مصر کے ڈھنگ پر حکومت کرتا تھا اور اُن کی طرح امن و امان قائم رکھتا اور مذہبی پیشوایان دینی کے کام میں مداخلت نہیں کرتا تھا۔ پھر ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ خاندان بطالسہ میں بطلیموس اوّل بہترین حکمران تھا، اور اس کے بعد جو حکمران ہوئے اُنھوں نے

باب۴

سکندر کے ساتھ تعلقات پیدا کر لئے تھے اور اپنے ملک کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - اس سے بھی کم اصول فریڈرک اعظم پر حکومت کی اور اس کا مقصد حیات صرف یہی رہ گیا کہ اپنی زندگی عیش و عشرت میں کاٹیں - اگر ہم عام حکم لگانا چاہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ بطالسہ کا تدبر نیپلز کے آخری چار بور بوں حکمرانوں کے تدبر کی طرح تھا - ان کی طرح انھوں نے بھی دیسی پادریوں اور غیر ملکی اجیر سپاہیوں پر تکیہ کیا اور ان دونوں کو بڑے بڑے استحقاقات دے کر خود جو چاہا کرتے رہے - میں نے بطالسہ کی بابت جس رائے کا اظہار کیا ہے اس کا مخالف مہافی Mahaffy کہتا ہے کہ بطالسہ نے حکومت کے میدان و نیز علوم و فنون کی سرپرستی میں بہت کچھ امتیاز حاصل کیا؛ اس کے لئے دیکھو خاص طور پر اتاج، صفحہ ۲۸۶ -

بہت سے ایسے نوشتے ہیں جن سے اپنی رعایا کی طرف بطالسہ کے خیالات کا اظہار ہوتا ہے؛ مثلاً صوبہ دار بطلیموس اول کے اعزاز میں ایک حکم، بروگش: "جریدۂ زبان مصری" Zeitschrift fuer ægypt. Sprache جلد ۹، ۱۸۷۱ء؛ و اخسموت Rhein Mus جلد ۲۶؛ بیڈیکر ا، ۳۱۸ (نوادر خانۂ قاہرہ میں لوح دیا دوخی) جہاں کے نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں کو مصری مذہب کا سرگروہ سمجھا جاتا تھا؛ بطلیموس دوم وارسی نوئے کی لوح 'دیکھو متعاقب' باب ۹ حاشیہ ۲؛ اسی نوادر خانے میں بطلیموس سوم کا "تانسی پتھر" جسے احکام کانوپوس بھی کہتے ہیں، بیڈیکر ا، ۳۳۴؛ آخر میں، مشہور آفاق بطلیموس سوم کے عہد کا روزیتہ والا پتھر، بیڈیکر ا، ۳۲۷ - پہلے تین بطالسہ کی بابت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے وہ مصری باقیات مصر واپس پہنچا دئے جو ایشیا چلے گئے تھے؛ اس کے لئے دیکھو عقب، باب ۹، حاشیہ ۲، باب ۱۰، حاشیہ ۱ -

اس خیال کی وجہ سے کہ سکندر بحتانے بوس دوم کا بیٹا تھا، مصریوں نے یونانی مقدونوی حکومت کے ساتھ رواداری برتی -

مہافی (پٹری پاپیروس، ۱۶) یہ فرض کر لیتا ہے کہ بطلیموس دوم نے

بہترین پیداوار کے طور پر تین سو جنگی گھوڑے اور گھوڑوں کی پانچ	باب ۵

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بہ نسبت مصری تمدّن کے یونانی تمدّن کی زیادہ تائید کی۔

نیز دیکھو اِ۔ مے یر E. Meyer کے مختصر اور چبھتے ہوئے خیالات جن کا اُس نے اپنی کتاب "تاریخ مصر قدیم" Gesch des alten Aeg. (برلن، ۱۸۸۷ء، صفحۂ ۳۹۷ وغیرہ) میں اظہار کیا ہے۔

بحر احمر کے ساتھ تجارت: "قبطوس" استرابو ۱۷، ۱، ۸۱۵، بیڈیکر ۲، ۱۱۲؛ "بیری نیس" استرابو ۱۷، ۱، ۸۱۵؛ بیڈیکر ۲، ۸۸؛ "قصیر" بیڈیکر ۲، ۸۷۔ بے گارڈنر ("ایواب جدید" ۴۲۳) کہتا ہے کہ "ہرپالوس نے موسمی ہواؤں کے روش کا اکتشاف کیا یا انھیں از سرِ نو دریافت کیا، چنانچہ مناسب موسموں پر اُن بندرگاہوں سے جو بطالسہ نے بحر احمر پر بنالی تھیں مصری بیڑے نکلتے تھے اور ملیباری ساحل کے ساتھ تجارت میں مشغول ہوجاتے تھے"۔

"بطلیمائس" استرابو ۱۷، ۱، ۸۱۳؛ بیڈیکر ۲، ۵۷۔ ارسی نوئے، استرابو ۱۷، ۸۰۹؛ بیڈیکر ۲، ۸؛ لیکن دیکھو مہافی: "سلطنت بطالسہ" Mahaffy: Empire of the Ptolemies صفحۂ ۸۱۔ ابتدائی بطالسہ تجارت کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔

سکّہ جات: "فہرست سکہ جات یونانی بطالسہ"، مولفۂ (سٹوئرٹ پول R. Stuart Poole: Cat. of Gr. Coins, Ptol. لندن ۱۸۸۳ء)۔

اندرونی تجارت کے لئے مصر صرف سونے اور تانبے کے سکّے استعمال کرتا ہے، اور چاندی کے سکّے صرف بیرونی تجارت کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ چاندی کے سکّے ابتدا میں فنیقیہ میں، اور جب یہ مُلک نکل گیا تو قبرص میں مسکوک ہوتے تھے۔ ۳۰۵ ق م سے پہلے بطلیموس اسکندری سکّے اور اس کے بعد خود اپنے نام سے سکّے بناتا تھا۔ انواع: ایک طرف بطلیموس کا سر، دوسری طرف بجلی پر عقاب۔ بطلیموس دوم کے ابتدائی سکّے اپنے باپ کے ہی طرز پر تھے (واضح ہو کہ اُس کا باپ اُس وقت تک بقیدِ حیات تھا)۔ نیز دیکھو گارڈنر:

باب ۵

ٹولیاں تحفۃً دی تھیں۔ سکندر کے انتقال کے بعد سرنہ میں اختلافات رونما ہوئے جس میں اسپارٹی تھبرون نے مداخلت کی۔ یہ وہ شخص تھا جس نے کریٹ میں ہرپالوس کو قتل کیا تھا، اور اس کے اجیر سپاہیوں اور اُس کے باقی ماندہ خزانے پر قبضہ کر لیا تھا۔ ہوا یہ کہ بعض جلا وطن سرنویوں نے تھبرون سے مداخلت کی درخواست کی، جس پر اُس نے سرنہ جا کر وہاں کے باشندوں کو بزور شمشیر اپنا مطیع کیا اور اپنے ہمراہیوں کو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ "ابواب جدید" صفحہ ۲۲۶۔

بطلیموسی مطلق العنانی اس درجہ غیر یونانی تھی کہ عہد بطالسہ میں مصر کے کسی شہر میں سکے مسکوک نہیں ہوئے؛ رومیوں نے مصر میں متعدد اقسام کے سکے ڈھالے جیسے اسکندریہ کے سکے اور صوبہ داری سکے۔ نوکراتس کا واحد سکہ جو شہری کو ملا تھا اُسے ہیڈ (تاریخ مسکوکیات، ۷۱۸) ۳۲۲ قم سے ۳۰۵ قم تک کے زمانے کی طرف منسوب کرتا ہے۔ نوکراتس کی حیثیت مخصوص تھی؛ یہ ایک نہایت قدیم غیر ملکی نو آبادی تھی اور اُس کا دستور ایک خاص قسم کا اور مسالیہ کے طرز کا تھا؛ ہم جانتے ہیں کہ فوکیہ نے نوکراتس کی آبادکاری میں مدد دی تھی۔ جانشینان سکندر اور تابعین کے خطابوں کے لئے سرقوسہ میں غالباً نظیر موجود تھی، جہاں ۴۸۰ قم میں گیلون کو "محسن الملک" اور "محافظ الملک" کا خطاب دیا جانا (دیودوروس ۱۱، ۲۶) بیان کیا جاتا ہے۔

بید اندازی میں جو فرق تھا (موم سن ۵، ۵۶۱، جہاں Philon in Flacc.
۱۰ کا اتباع کیا گیا ہے) اُسے ایک بطلیموسی درباری عالم دونوں اقوام کے روایتی خصوصیات پر محمول کر کے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ یہ ایک واقعی مستحفظی رواج تھا اس لئے کہ فراعنہ کوڑے کو اور اسپارٹی لکڑی کو استعمال کرتے تھے ایک ایسی سزا جس پر اعتراض کرنے کے لئے کوئی تمسطاکلیس موجود نہیں تھا؛ اُسے اسکندریہ کا "اِکّا دُکّا یونانی" الوہی حکمراں، کے کسی عہدہ دار کے ہاتھ سے برداشت کرنا بعید از قیاس نہیں تھا۔

بندرگاہ اپولونیہ تاخت و تاراج کرنے کی اجازت دے دی۔ اس پر سرنوی سخت متنفر ہوئے اور کریٹی منے سکلیس کی مدد سے، جسے تھبرون نے اپنے عہدے سے برخاست کر دیا تھا، اور جو تھبرون ہی کی وضع کا شخص تھا، لڑائی لڑنے پر کمربستہ ہو گئے۔ تھبرون نے تینے نا روم سے ڈھائی ہزار آدمی مہیا کیئے اور جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ واضح ہو کہ تینے نا روم کے اجیر سپاہیوں کو لائوس تھنیس ابھی حال میں جنگ لامیہ لے گیا تھا، لیکن کچھ مدت کے بعد ہزاروں اجیر پھر وہاں جمع ہو گئے۔

سرنہ کی حالت اب بہت بری تھی چنانچہ بہت سے باشندوں نے بطلیموس والی مصر سے مدد کی التجا کی، لہٰذا ۳۲۲ سنہ ق م کے قریب اُس نے پیلا کے ایک مقدونوی او فیلاس کو فوج لے کر سرنہ روانہ کیا۔ او فیلاس نے تھبرون کو شکست دے دی، اُسے توخیرا میں گرفتار کیا اور اپولونیہ لے جا کر اُسے صلیب پر چڑھا دیا۔ لیکن اس کے باوجود بیشتر سرنویوں نے او فیلاس کو شہر میں گھسنے کی اجازت نہیں دی جس کی وجہ سے خود بطلیموس کو آکر انھیں بذات خاص زیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ الغرض تقریباً ۳۲۱ سنہ ق م میں سرنہ پر مصر کا قبضہ ہو گیا۔ ۳۱۳ سنہ ق م میں (بلاشبہ انتی گونوس کے کہنے سے) سرنوی مصریوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن انھیں مغلوب ہونا پڑا، لیکن ۳۱۲ سنہ ق م میں خود او فیلاس نے بطلیموس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اگاتھوکلیس کی اس تحریک کو منظور کر لیا کہ وہ قرطاجنہ کے خلاف مہم سر کرے، لیکن سرنہ سے کچھ دور خود اگاتھوکلیس نے اُسے قتل کر دیا۔ اب بطلیموس پھر سرنہ پر قابض ہو گیا اور اُس کی حکومت اپنے سوتیلے بیٹے ماگاس کے سپرد کر دی۔ یہ شخص سرنہ کا حاکم بن گیا، اور پہلے تو بحیثیت ایک صوبہ دار کے حکومت کی لیکن بعد میں بطلیموس اوّل کے بعد اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا جس کی وجہ سے ۲۷۵ سنہ ق م تقریب

باب ۱۶ بطلیموس دوم کا سرنہ پر مطلق قابو نہیں رہا۔ لیکن اب واقعات نے پلٹا کھایا اور اس کے بعد اکثر و بیشتر سرنہ بطالسہ کے قبضے میں خواہ "حق ثانویت" کے تحت یا کسی اور شکل میں رہا لیکن مختلف جمہوریتوں کو تھوڑی بہت اندرونی آزادی حاصل رہی ؎

مصر کے لئے قبرص سرنہ سے بھی زیادہ اہم تھا، اور اُسے سرنہ کے برابر آزادی حاصل نہیں تھی۔ سکندر کے عہد میں دونوں کا رتبہ مساوی تھا، اور جب سکندر نے صور پر چڑھائی کی ہے تو سرنہ نے اُس کی مدد کی تھی۔ جب انتی گونوس اور اُس کے مخالفوں میں جھگڑا ہوا تو وہ کبھی انتی گونوس کے ساتھ اور کبھی بطلیموس کے ساتھ نظر آیا (سنہ ۳۰۵ ق م) لیکن بالآخر شاہ مصر ہی کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ لیکن سنہ ۳۱۳ ق م میں قبرصیوں نے سرنہ کی طرح مصر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، لیکن بطلیموس نے سرنویوں کی طرح انھیں بھی کچل کر نکوکریون ساکن سالامس کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ لیکن سنہ ۳۰۶ ق م میں دیمتریوس نظر آتا ہے، بطلیموس کو مشہور جنگ سالامس میں نیچا دکھاتا ہے اور جنگ اِپسوس کے بعد

؎ سرنہ - سرنہ و سکندر، دیودوروس ۱۷، ۴۹ - سرنہ پر مصر کا قبضہ، ڈروائے سن ۲، ۱، ۱۰۵۔

بطلیموس کے خلاف بغاوت فرو کر دی جاتی ہے؛ اوفیلاس کی صوبہ داری؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۳۵؛ اوفیلاس کی بغاوت؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۹۱۔

ماگاس کے مفصل حالات؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۹۴؛ مقابلہ کرو کیوپ: "بطلیموس اوّل کی جنگ ہائے شام" Koepp: Die syrischen Kriege der ersten Ptol., Rhein. Mus. (۱۸۸۴ء)۔

۳۹ سکہ جات میولر: "سکہ جات آفریقہ قدیمہ" Mueller: Numism. de l'ancienne Afrique ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۷۲۵ وغیرہ، خصوصاً ۷۳۲ "فہرست سکہ جات بطالسہ بہ نوادر خانۂ برطانیہ" Cat. Br. Mus. Ptol. بابلون: "مسکوکیات" ۱، ۳۳۳، ۳۴۔

باب ۵ بھی برابر ۲۹۴ ق م تک قابض رہتا ہے - اس کے بعد بطلیموس از سر نو اُس پر قبضہ کر لیتا ہے، اور جزیرے پر ایک ستراپی گوس مقرر کر دیتا ہے جس کا واحد کام یہ ہے کہ خراج جمع کر کے اسکندریہ روانہ کر دیا کرے - اسی زمانے میں قبرص بھی خانوادۂ مصریہ کے گویا حقدار ثانویت کا میدان بن گیا - مصر کے لیئے یہ جزیرہ نہایت قیمتی تھا اس لیے کہ یہیں سے جہاز سازی کے لیئے لکڑی جاتی تھی اور یہیں سے تانبا برآمد ہوتا تھا جو جزیرہ نمائے سینا کے تانبے سے کہیں زیادہ آسانی سے مصر پہنچ جاتا تھا۔ ۵ا

مصر فنیقیہ اور کیلو سوریہ پر (جس میں فلسطین شامل تھا) مدت دراز تک قابض رہا - قدیم و جدید مصر کی تاریخ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جب کبھی مصر طاقتور ہوا ہے، اس نے ہمیشہ ان ممالک پر قبضہ کرنا چاہا ہے - یہ ممالک چوتھی اور تیسری صدی ق م میں مصر اور شام کے درمیان مابہ النزاع تھے، لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ۳۰۱ ق م میں ان کی واقعی حیثیت کیا ہوگی - ان پر

۵ا قبرص - ڈروائے سن ۲، ۲، ۹، ۱۵، ۳۵، ۲۵۸ -
تھیوکریٹوس کے سترھویں گیت میں قبرص کا کہیں ذکر نہیں؛ اس کے لیئے دیکھو کیوپ ۱۱، ۲ -
قبرص کی پیداوار جو مصر کیلئے کارآمد تھی؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۵۶ -
سکے - ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۶۲۷؛ فہرست سکہ جات نوادر خانۂ برطانیہ؛ سکہ جات بطالسہ XXXIII, XXIII, XIX ، ان کی علامت ایک ڈھال تھی - گارڈنر (ابواب جدید، صفحہ ۱۶۵) اُن بطلیموسی نوشتوں کا جو اس جزیرے میں برآمد ہوئے ہیں"۔ اور اُن لاتعداد نقرئی سکوں کا حوالہ دیتا ہے جو قبرص کے ٹکسالوں میں ڈھالے جاتے تھے -

سنہ ۳۲۰ ق م میں بطلیموس نے، سنہ ۳۱۸ ق م میں تھوڑے دنوں کے واسطے یومنیس نے، سنہ ۳۱۵ ق م میں انٹی گونوس نے، سنہ ۳۱۲ ق م میں جنگ غازہ کے بعد پھر بطلیموس نے قبضہ کر لیا، لیکن میدان میوس میں اُسے جو شکست پہنچی اس کے بعد اسے انسے دست بردار ہو جانا پڑا۔ انٹی گونوس کے زوال کے بعد ان ملکوں کا ایک حصہ بطلیموس کے قبضے میں آیا، اور دیمتریوس کے زوال کے بعد شائد باقی ماندہ حصے کا بھی یہی مالک بن گیا، گو چند مخصوص حصے ایسے ہیں جن کی بابت ہم قطعی حکم نہیں لگا سکتے۔ مثلاً سنہ ۲۷۵ ق م میں شام کا ایک بڑا جزو بطالسہ کے قبضے میں تھا لیکن، ہم اُس کی حدود کا تعین نہیں کر سکتے۔ سنہ ۲۶۶ ق م کے بعد چاندی کے بطلیموسی سکے یعنی بچو درہمیاں نمودار ہوتی ہیں جو فنیقی بلدیات سیدا، صور، بطلیمائس، یافہ اور غازہ میں بنائے جاتے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ بطالسہ فنیقیوں کو بہت سے سیاسی حقوق دینے پر مجبور ہوئے ہوں گے۔ وہ علی العموم یہودیوں کے ساتھ بہت اچھی طرح سے پیش آتے تھے، اور اس قوم کے بہت سے لوگ خاص اسکندریہ میں بھی آباد تھے [۱۶]
مفروضے کے مطابق اُسی زمانے میں یعنی تقریباً سنہ ۲۶۰ ق م یا اس سے پہلے ہی جب تھیوکریتوس نے اپنا سترھواں گیت مرتب

---

[۱۶] فنیقیہ وکیلوسوریہ۔ ڈرواسے سن ۲، ۱، ۷، ۱۶، ۲، ۲، ۹، ۴۷، ۵۴ – Pol.
۵، ۷، ۶ کے اتباع میں کیوپ کی رائے یہ ہے (اور ہم اُس کی تائید کرتے ہیں) کہ بہت ابتدائی زمانے میں ہی یہ ممالک بطلیموس کے قبضے میں تھے۔
سکہ جات ہیڈ، ۶۵۰، ۶۶۵ وغیرہ۔ فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ، سکہ جات بطالسہ XXXVIII XXXIV XXIV
شامی سکوں کے لئے دیکھو عقب، باب ۹، حاشیہ ۴، فنیقیہ کے لئے باب ۱۶، حاشیہ ۲۔

باب ۵

کیا تھا تو اُس وقت میں بطالسہ کی عملداری نہایت وسیع ہو گی اسلئے کہ اُس میں فنیقیہ، عربستان، شام، طرابلس الغرب، حبشہ، پمفیلیہ، کیلیکیہ، کاریہ اور جزائر مذکورسب ہی تو شامل کیئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں مبالغہ آمیزی بہت کچھ ہے؛ مثلاً کلیکیہ کے وہ ہموار علاقے جو طرطوس کے قریب ہیں، مصر کے باجگزار نہیں تھے، لیکن ممکن ہے کہ پمفیلیہ مصر کا ہی ماتحت ہو، گو لکیہ اور کاریہ کا صرف ایک جزو یعنی تھوڑا سا ساحلی علاقہ انکا فرمانبردار تھا اور باقی حصوں پر سلیوکیون کا قبضہ تھا۔ یہ بلا شبہہ درست ہے کہ جزائر مذکور ضرور بطالسہ کے قبضے میں تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک درباری خوشامدی شاعر کے لئے یہ مناسب تھا اگر وہ کسی ملک کے قلعے میں مصری رسالہ دیکھے یا سنے کہ کسی ملک کے باشندے مصری علَم سے خوف زدہ ہیں تو وہ فوراً اُس ملک کو شاہان مصر کا باجگزار بنانے میں تامّل نہ کرے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ رھوڈز اور بہت سے دوسرے اضلاع میں ایتھنز کا جانشین مصر ہی تھا، لیکن فرق یہ تھا کہ ایتھنز محض ساحلی علاقے پر ہی اپنا سکّہ جما سکتا تھا [۱]

العرض ہم دیکھتے ہیں کہ $\frac{۳۲۳}{۲۷۸}$ ق م کے انتہائی خلفشار کے بعد

---

[۱] مصر و تھریس۔ ڈروائے سن (۳، ۱، ۲۶۸) یہ فرض کر لیتا ہے کہ ارسی نوے کی وجہ سے بطلیموس دوم نے لیزی ماخیہ، الِفی سوس اور لیزی ماخوس کے دوسرے شہروں پر دعوی کر دیا۔ بلا شبہہ اس حصۂ دُنیا میں بطلیموس سوم ہی نے سب سے پہلے اپنا قدم رکھا تھا؛ فون ولاموو تز بھی (انٹی گونوس ساکن کارستوس) یہ نہیں کہتا سنہ ۲۷۰ ق م میں تھریس بطالسہ کے قبضے میں تھا، سنہ ۲۲۳ میں اس کا ثبوت اس امر سے دیا جا سکتا ہے کہ اس سنہ میں اسپارٹی ہپومیدون تھریس کا مصری کماندار مقرر ہوا Telles in Stob.flor. ۲، ۷۲۔

باب ۵

ملوکیتوں اور جمہوریتوں، غرض تمام مملکتوں کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے بعض تو طاقتور مملکتیں ہیں، جیسے رہوڈز، بعض ایسی ہیں جو باہمی معاقدوں اور لیگوں کے ذریعے سے اپنی آزادی قائم رکھتے ہیں، اور بعض (ایفی سوسس کی طرح) حکمرانوں کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کر کے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ ملوکیتوں میں سے وہ جن پر مقدونوی خانہ ان حکمراں تھے سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ ان میں سے مصر پر تو مطلق العنانی کے اُصول پر حکومت ہوتی ہے اور خارجی معاملات میں اُس کا طرزِ عمل آزاد خیالی پر مبنی ہے؛ شام کے حکمران بلدیات کی فراوانی کی وجہ سے اندرونی معاملات میں آزادانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن خارجی معاملات میں جھگڑالو ہیں؛ مقدونیہ پر اب بھی آبوی اُصول پر حکومت ہوتی ہے اور اب بھی یہ بیرونی فتوحات کی طرف مائل ہے۔ ان تینوں ملکوں کے شاہی خاندان ان ممالک کی روایات کو جاری رکھتے ہیں جن میں اُنھوں نے اپنا گھر بنا لیا ہے، مثلاً انتی گونی تو قدیم مقدونوی شاہی خاندان کا اتباع کرتے ہیں؛ بطالسہ قدیم فرعونوں کی نقل کرتے ہیں اور سلیوکی قدیم ہخامنشیوں کے قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ یہ دراصل ماحول کا اثر ہے۔ لیکن ان خاندانوں پر مقدونیہ کا نسلی اثر بھی ضرور ہے اور اپنی یونانی تعلیم و تربیت سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ پولی بیوس ۵، ۳۴ کے مطابق ۲۲۲ ق م میں مصر لیزبی ماخیہ، اے نوس اور مارونیہ پر قابض ہے۔

جزائر مدور: فون ولاموو ترز ۲۴۰: بوسولٹ: "قدیمات یونان" Griech. Sfaots. اشاعت دوم صفحہ ۲۳۔ اس مقام پر کھسیلوں کو "بطلیموسیہ" نام دیا جاتا ہے۔ ولا مار: ابتدائی دو بطالسہ و عہدیت جزائر مدور" T. Delamarre Les deux premiers Ptolemees et la confederation des Cyclades پیرس ۱۸۹۶ء۔

باب ۵

ہم دیکھتے ہیں کہ انتی گونی اپنے تمدن کو (جو سکندر کے آباؤ اجداد کے تمدن سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھا) اپنے مقاصد کو نہایت قابلیت سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہخامنشیوں کے اتباع میں سلیوکی اپنی سلطنت کے مختلف حصوں کو بڑے بڑے اختیارات دیتے ہیں اور چونکہ اسی لئے اُن میں یونانی عنصر (جس کی سلیوکی دل سے قدر کرتے تھے) موجود ہے اس سلطنت کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ رہے بطالسہ تو وہ اپنے نئے مُلک کے روایتی ابوی طرز کو جاری رکھنے کی طرف مائل ہیں اور اسی میں اپنا مفاد تصور کرتے ہیں؛ مگر چونکہ مُلک والوں کے مذہب سے اُن کا تعلق نہیں ہے، خارجی معاملات میں وہ تربیت یافتہ یونانیوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں اور خانگی معاملات میں وہ عیش و عشرت میں رہتے ہیں اس لئے اُن کا طرز حکومت ایک طرح سے غیر مربوط ہے اور آخر میں تدبّر کے میدان تک میں ان کی توانائی اور فہم و ادراک جواب دیجاتے ہیں اور صرف عیش ہی عیش باقی رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ خود اور اُن کے مُلک دونوں کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔

جیسا باب ۳ کے اختتام پر میں نے کہا تھا، میرے نزدیک وہ ملوکی نظام جس کی نوع بنوع کیفیات کو میں نے اس باب میں بیان کیا ہے، اُس زمانے کے یونانیوں کے لئے کئی معنی کر کے مفید نہیں تھا، اور اب اس مقام پر میں بعض دوسری باتیں بھی بیان کرتا ہوں۔ یونانی بلد یئے کو صرف دوسروں سے امن و امان قائم کرنے کے لئے بادشاہوں کی حاجت تھی، اور دوسرے مقصد کے لئے سکندر کی یا اُس کے کسی ایسے جانشین کی حکومت جو سب پر قابو یافتہ ہوتا کسی کام کی ہوتی، اور اس قسم کی سلطنت ایک طرح کی رومن سلطنت کے مماثل ہو جاتی۔ اگر سلیوکوس کا تمام سلطنت پر قبضہ ہوتا تو وہ ان اُصول پر حکومت کر سکتا۔ لیکن وہ

تمام سلطنت پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ جانشینان سکندر اور "تابعین" میں اوّل تو ویسے بھی بہت سے نقائص تھے اور پھر انھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مسلسل جنگ کرکے بڑا بھاری نقصان پہنچایا، گو خود اپنے نقطۂ نظر سے یہ جنگ ان کے لئے ناگزیر تھی۔ ویسے تو لوکی اُصول اگر موروثی ہو تو ملک میں امن پیدا کرتا ہے لیکن اس موقع پر اس کے صرف تاریک پہلو ہی ظاہر ہوئے۔ ان کا واحد حق حقِ فتح تھا، اور یہ ایسا حق ہے جو قوّت کے خاتمے پر خود بھی سلب ہو جاتا ہے، چنانچہ یہ بالکل فطری امر تھا کہ ان سب کا کام تمام ہو جائے۔ بہر حال سلیوکیوں نے ایک بات ضرور کی جو قابل تعریف ہے، وہ یہ کہ اُنھوں نے اپنی سلطنت میں شہروں اور ریاستوں کے نشو و نما کو ترقی دی۔ اس کے بعد رومن سلطنت سکندر کی جانشین بن گئی؛ روما نے وہ کر دکھایا جو سکندر بھی نہیں کر سکا تھا، اور اُس کے اثر کا رقبہ بھی سکندری رقبے سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔

باب ششم

یونانیوں کا تمدّن

اب ہم تاریخ کے اس سے زیادہ مسرّت آفریں کیفیات کیطرف رجوع ہوتے ہیں اور اُس عہد کی تہذیب و تمدن پر بحث کرتے ہیں - سکندر کی فتوحات کے باعث یونانیوں کے اُن حالات میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں جن سے اُن کی تہذیب متاثر ہوتی تھی، اور ان سے ایک طرف تو یونانی تمدن کا میدان نہایت وسیع ہوگیا اور دوسری طرف دُنیائے یونان میں پہلے کی بہ نسبت اب آزاد ادارات کے غلبے میں کمی پیدا ہو گئی - ان تبدیلیوں کا اثر سب سے پہلے تو مذہب پر پڑا - جب یونانیوں کو ایشیا اور مصر کے ساتھ روابط پیدا کرنے پڑے اور اُنھوں نے ان ملکوں کے ادارات کی بابت معلومات حاصل کیں تو اس کی وجہ سے اُن کے مسلک یونان میں زیادہ مقبول ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ یونانیوں کی نظریں مختلف فرماں رواؤں کا (خصوصاً اُن فرمانرواؤں کا جنھوں نے مشرق میں اپنی سلطنتیں قائم کی تھیں) رتبہ معبودوں کے مساوی ہو گیا[1] یہ طرزِ عمل

---

[1] زدسے میل Susemihl نے اپنی کتاب: "تاریخ ادبیات یونان بزمانۂ سکندری"

باب ۶ (جس کا باب ۳ میں ذکر کیا جا چکا ہے) یونانیوں کے نزدیک کچھ ایسا لغو نہ تھا۔ اُن کے خیال میں مذہب ایک آزاد قوم کا ذاتی معاملہ تھا، اور جن افراد کو معبودوں کا رتبہ دیا جاتا تھا وہ ہمیشہ غیر ملکی ہوتے تھے کسی منفرد پولس یا مملکت کے لئے انسان کے مجرد تصادکا، یعنی اس معبود کا جس سے ہم واقف ہیں، گویا (نعوذ باللہ) وجود ہی نہیں تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Gesch. der Griech Litteratur in der Alexandinerzeit ۲ جلد، لائپزگ $\frac{1891}{1892}$ء میں (جس کا اس کتاب کے پہلے باب کی یادداشت میں ذکر کیا گیا ہے) مختلف مصنّفوں کی زندگی اور تصانیف میں جو کچھ واقعات دلچسپ ہیں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور نسبتہً غیر اہم مصنّفوں کو بھی نہیں چھوڑا ہے۔

انسانوں کی پوجا کے لئے دیکھو باب ۲، حاشیہ ۱۳۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ عزت صرف غیر ملکیوں کے لئے مختص تھی۔ علی العموم اس امر پر توجہ نہیں کی جاتی کہ سلطنت روما میں شہنشاہوں کی جو پوجا کی جاتی تھی اس کی توجیہ بھی اسی طرح کی جا سکتی ہے۔ رومن شہری زندہ شہنشاہوں کو اپنا معبود نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کی بجائے ان کی پرستش پہلے تو ایشیا کی اور پھر تمام سلطنت کے خود مختار یونانی ملتوں میں رائج تھی، اور یہ ملتیں نہایت اطمینان سے ایسے افراد کو جو اُن میں سے نہیں تھے بلا خوف وخطر اپنا معبود بنا سکتی تھیں۔ اس سے یونانیوں کی غلامانہ حیثیت کا مظاہرہ نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور مذہب کے بارے میں اُن کا تخیّل کس قدر ناقص تھا۔

یونانی مذہب میں تبدیلیاں، دیکھو پ۔ گارڈنر: " ابواب جدید" صفحہ ۱۴۱ وغیرہ، کی بیلے ومتھراس، $\frac{243}{244}$ ۔ عیش پسند فرقوں کے دیوتا خاص یونان میں؛ ۲۴۶۔

بطالسہ سلیوکی آتالوسیوں سے زیادہ الوہی اعزاز کے طالب معلوم ہوتے آتالوسیوں میں صرف مردہ بادشاہوں کو الوہی خطاب دیا جاتا تھا، اور جب تک فرمانروا زندہ رہتا، اُسے صرف "ہم جلیس الوہی" کہنے پر اکتفا کیا جاتا تھا۔

باب ۶

جو شخص کسی خاص شہر کا شہری نہ ہو اُس کے لئے اس شہر کا معبود بن جانا بالکل ممکن تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مذہب جو پولیو کی تیس جیسے شخص کو اپنا معبود قرار دے سکتا ہو، یقیناً نفرت کے قابل تھا۔ دیونی سوس جیسے معبود کا پایہ دیمترپوس جیسے معبود سے کچھ زیادہ بلند نہ تھا، تاہم یہ ممکن ضرور تھا کہ دیمترپوس کی جو تصویر تیار کی جائے اُس میں مطلحی رنگ آمیزی ہو، اس لئے کہ معبود محض خیالی ہو تو پھر کسی قسم کے صفات بھی اُس کے ساتھ وابستہ کیئے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے اُن نتائج کے باعث جو یونانی مذہب نے مستنبط کیئے تھے، یہ مذہب اب پہلے سے بھی زیادہ ناقص ہو گیا۔ لیکن یہ نقص صرف اُن حالات کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، بلکہ جس شخص نے اُسے ایک ادبی پیرایہ دے کر اُس میں تبدیلی کی وہ مسیا کا باشندہ شاہ کاساندر کا دوست اور اپنے زمانے کا مورّخ و جغرافیہ داں، یوہیمروس تھا۔[۲] یوہیمروس شاہ کاساندر کے کہنے سے ایشیا گیا، اور اپنی سیاحت کے دوران میں بحر ہند کے چند نہایت ہی عجیب و غریب جزیرے دریافت کیئے جن کا ذکر اُس نے اپنی تصنیف "نوشتۂ مقدس" میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ان جزیروں میں سب سے بڑے جزیرے کا نام پن کایہ تھا، اور اُس میں اُن افراد کی جانبازیاں لکھی موجود تھیں جنھیں یونانیوں نے اپنا معبود بنایا ہوا تھا، جیسے خود زیوس، اور کوہ اولمپوس کے دوسرے دیوتا۔ یہ قول کہ یونانی معبود ابتدا میں محض انسان تھے، زمانۂ مابعد میں علمائے عیسویت کو بہت پسند آیا اور وہ

---

[۲] یوہیمروس۔ دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی بزمانہ قدیم" Holm: Gesch. Sic. in Alterthum ۲، ۲۷۲ تا ۲۷۶ و ۲۸۱، برون ہوفر: "از ارال تا گنگ" Brunnhofer: Vom Aral bis zur Ganga (لائپزگ، ۱۸۹۲ء ص ۹۲، ۹۳)۔ اسکے نزدیک "پنکایہ" = بنگالہ، "بنارہ" = بنارس، "کریٹی" "کوریتاس = گرو" وغیرہ۔

باب ۲ اس کو بنظر اطمینان دیکھنے لگے کہ کس طرح ایک بت پرست خود اپنے مذہب کا اپنی تحریروں کے ذریعے سے بطلان کرتا ہے، چنانچہ آج بھی دینیات کی اس طرح تاویل کرنے کو یوہمریت کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یوہمیروس کا اصول لوگوں کے پسند خاطر نہیں تھا اس لئے کہ اس کے بانی نے اُن کے قدیم سیدھے سادے عقیدے کے معاوضے میں انھیں کچھ نہیں دیا، لیکن کاساندر اور اُس کے مصاحبوں کے لئے یہ اصول نہایت کارآمد تھا اس لئے کہ اب یہ بادشاہ خود اپنی الوہیت کا دعویٰ کرسکتا تھا۔ اگر یونانیوں کو ترغیب و ترہیب سے کہ وہ جانشینانِ سکندر جیسے انسانوں کی پوجا کرنے لگیں، تو پھر یونانیوں کے لئے یہ غیر ممکن نہ تھا کہ پانچویں یا چوتھی صدی کے زمانے سے بھی زیادہ اپنے سے کمتر مہذب اقوام کے مذاہب کی پیروی کریں اور اُنسے اطمینان قلبی حاصل کریں، چنانچہ تھریسی، افروجی اور مصری مذاہب، جن کا مدت سے یونانیوں پر اثر چلا آتا تھا، اب علی الاعلان پھیلنے لگے، اور شام و ایشیائے کوچک کے یونانیوں میں تو مختلف مذاہب ایکدوسرے کے ساتھ بالکل ہی مخلوط ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ یونانی تمدن کی تبدیلی کی وجہ سے اُسکی سطح پہلے کی بہ نسبت کچھ زیادہ بلند نہیں ہوئی۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جن ملکوں میں یہ تبدیلی زیادہ رونما ہوئی وہ تمدن کے میدان میں صف اوّل میں نہیں تھے۔ جانشینان سکندر کے ممتاز ترین مستقر اسکندریہ میں، اُس شہر میں جس کے ذریعے سے ایسس اور سیراپیس کی پوجا نے ہر یونانی مملکت میں پھیل گئی، یہاں بہت سے یونانی شاعر جمع ہوگئے لیکن یہ سب کے سب قدیم یونانی جمہوریتوں کے باشندے تھے اور ان میں سے اکثر وہاں گئے تمدن کے نمایاں آثار تھے۔ ناظرین معلوم کریں گے کہ تمدن کے اصلی مراکز وہی آزاد مملکتیں اب بھی بنی ہوئی تھیں، اور ان میں سب سے ممتاز ایتھنز تھا، جس نے

باب ۱۰

ایک حد تک پہلے سے بھی زیادہ یونانیوں کی ذہنی زندگی کی رہبری کا بیڑا اُٹھایا ہوا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۳۰۰ ق م کے قریب ہی کے زمانے میں ایتھنز نے فلسفے اور شعر گوئی میں وہ مسالک پیدا کیے جو اُس شہر کے پہلے کارناموں کے برابر نہ سہی، لیکن ہمارے زمانے تک کی دُنیا پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کوشش کی گئی کہ یونانی مذہب میں مشرقی معبود شامل کیے جائیں یا فلاں فلاں مقدس ہستی کو اولمپوس میں جگہ دی جائے، اس کا جواب ایتھنز نے اپنے فلسفے کو پیش کر کے دیا۔ یہ فلسفہ ایک دوسری چیز کا بھی جواب تھا، وہ یہ کہ زندگی کا مقصد محض موقتی فائدے کا حصول اور موقتی ضروریات کی تکمیل ہے یا کیا۔ اب ہم سب سے پہلے فلسفے کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

ایتھنز موجودہ مسالک کا مرکز بنا رہا اور ساتھ ہی اُس نے جدید مسالک کا بھی اضافہ کیا۔ دیمیوخاریس کے ہمنواؤں نے ایک شخص مسمّی سوفوکلیس کے ذریعے سے یہ کوشش کی تھی کہ ایتھنز کے اُصول کے برخلاف فلسفیانہ تعلیم مملکت کی نگرانی میں دے دیں، لیکن اس تحریک کو خلاف آئین قرار دے کر اسے بہت جلد منسوخ کر دیا گیا اس قانون کی وجہ سے تھیوفراستوس کو جلا وطن ہونا پڑا تھا، مگر اب وہ واپس آگیا اور اس کے بعد ایتھنز کی فلسفیانہ ترقی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی[1]۔

افلاطون کا مدرسہ یعنی اکادمی ابتداءً محض اپنے مشہور آفاق بانی کے نام پر ہی قائم تھا اور خود اُس نے کوئی خاص ترقی نہیں کی تھی۔ اُس نے

---

[1] فلسفہ۔ دیکھو مشہور کتابچے خصوصاً ونڈلباند فلسفیوں اور اُن کے ادبی کارناموں کے لیے زوسے میل ۱، $\frac{1}{107}$ ۔

لیزی ماخوس فلسفیوں کو جلا وطن کر دیتا ہے، Athen ۱۳، ۶۱۰۔

ان تصورات پر جن سے اس حکیم نے اپنے فلسفے کی ابتدا کی تھی، مطلق توجہ نہیں کی، بلکہ اس کی بجائے اس سے کم بار آور نظریے یعنی نظریۂ اعداد پر اپنا وقت صرف کیا۔ افلاطون کے بعد اُس کا بھتیجا اسپیوسی پوس صدر مدرس مقرر ہوا، اور تقریباً ۳۳۵ق م میں زینوکراتیس نے (جو اُسی کا ہم عمر تھا) اُس کی جگہ لے لی۔ گو زینوکراتیس باہر سے آیا تھا لیکن ایتھنزی اُس سے سفارتوں کا کام بھی لیتے تھے۔ اسکے بعد صدر مدرسی کا کام ایتھنزی پولےمون (۳۱۴ق م تا ۲۷۰ق م) اور ازاں بعد کراتیس کے سپرد کیا گیا۔ منجملہ اکادمی کے ارکان کے یوکسودوس ساکن کنیدوس جو علم ہیئت اور علم طب میں ماہر تھا، اور ہرقلیدوس ساکن ہرقلیہ جس نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں، ممتاز تھے۔ زمانۂ مابعد میں اکادمی افلاطونی خیالات سے اور بھی زیادہ ہٹ گئی اور مسلک 'ارتیابیہ' سے مل گئی جس کی بنیاد پرھون ساکن ایلیس نے ڈالی تھی۔ 'ارتیابی' گروہ دعاوی کے عدم تیقّن پر زور دیتے اور ہر قسم کے اثباتی کلام سے پرہیز کرتے تھے۔ اس 'تعطّل حکم' سے، جسے یونانی میں ایپوخے کہتے ہیں، ایک طرح کا اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے، اور یہی اُس عہد کی گویا جان ہے جس میں مختلف حکمرانوں کے باہمی مناقشوں کی وجہ سے ہمیشہ جوش کی کیفیت رہتی تھی، اور لوگوں کو اس اطمینان قلبی کی آرزو رہتی تھی۔ اسی 'ارتیابی' یا 'وسطی' اکادمی کا بانی، وہ شخص جس نے اس کا تصفیہ کیا کہ محض اغلبیت ہی تک انسان کی پہنچ ممکن ہے، ارکےسی لاؤس تھا۔[۱]

[۱] اکادمی اور ارتیابیت۔ اکدیموس و دلیو فانتوس؛ ڈروائےسن ۳، ۱، ۳۲؛ پرہی تانس، ڈروائےسن ۳، ۲، ۱۵۵۔ پرھون، گارڈنر: "ابواب جدید" ۴۴۸۔

باب ۶

ارسطاطالیس کے اُصول کے مطابق مشائین کا مسلک عام تحقیقات موجودات کا جائے پناہ بن گیا۔ اس کا پہلا جانشین تھیوفراستوس ساکن ایرےسوس تھا جسے علم موالید ثلاثہ میں مہارت پیدا ہوگئی۔ یہ ۲۸۵ ق م تک زندہ رہا۔ ان مشائین کے ہم عصر مفصلۂ ذیل بھی تھے: یودےموس جسنے اخلاقیات کا، ارسطوکسے نوس جس نے نظریۂ موسیقی کا اور دیکیارخوس ساکن مسانہ جس نے سیاسیات کا مطالعہ کیا۔ تھیوفراستوس نے اپنی تمام جائداد منقولہ اس مدرسے کے لئے چھوڑ دی جس کی وجہ سے اُسے استحکام حاصل ہوگیا۔ ۲۸۷ ق م سے ۲۶۹ ق م تک اس کا صدر ستراتون ساکن لمپساکوس تھا جس کا رجحان مادی خیالات کی طرف تھا، اور جب اس نے یہ اعلان کیا کہ سردی اور گرمی ہی ابتدائی قوتیں ہیں، تو وہ گویا قدیم یونانی فلسفے کیطرف واپس آگیا۔ مشائی فلسفے کا عملی پہلو دیمتریوس ساکن فالیروم کے ذریعے سے اسکندریہ میں غالب ہوگیا۔ [۵]

تقریباً یہ سب فلسفیانہ مسالک ارسطاطالیس کے اصل اُصول سے پھر گئے تھے۔ سقراط کا سب سے ممتاز خیال یہ تھا کہ انسان کو اپنے فرائض منصبی کا ہمیشہ دھیان رہنا چاہیئے، اور اُسے پورے غور وفکر کے بعد عمل کرنا چاہیئے۔ فلاطونیئین اور مشائین برابر علمی مباحث میں مشغول رہتے: ان میں سے اوّل الذکر کے مباحث ثانی الذکر سے زیادہ مجردانہ ہوتے تھے اور ثانی الذکر علوم کے مختلف شاخوں کے ارتقار اور ترقی کے ذریعے سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ وہ لوگ جنھیں عالم بننے کی تمنّا نہیں تھی، ان سب باتوں کو بالکل بیکار سمجھتے تھے، اور یہ بات ایسے زمانے میں اور بھی زیادہ افسوسناک تھی

---

[۵] مشّائین۔ فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس"، ۱۹۰؛ ٹرد ائے سن ۳، ۲، ۱۵۵۔

باب ۶

جب مذہب روز بروز کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اصل میں اس کی بہت ضرورت تھی کہ فلسفہ از سر نو مسائل زندگی پر توجہ شروع کرے، اور اس ضرورت کو پورا کرنے میں اُن دو مسالک نے جن کا ہم ابھی ذکر کریں گے خاص طور پر امتیاز پیدا کیا۔ ان کا قدیم مسالک سے وہی تعلق تھا جو فرانسسکی اور دومینکی کی رہبان کا بینی دکتی رہبان اور ان کے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ تھا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ موخر الذکر نے بنی نوع آدم پر بہت سے احسانات کئے ہوں گے، لیکن ان سے لوگوں کی فوری ضروریات پوری نہیں ہوئیں، اور ان ضروریات کے پورا کرنے میں گداگر عیسوی راہبوں نے، جو عوام میں نشست و برخاست کرتے تھے، صحیح طور پر بڑا رتبہ پایا۔ یہی کیفیت تقریباً ۳۰۰ ق م میں ارض یونان میں بھی اور "سقراطی" گروہ کچھ بھی ہو لیکن وہ سقراط کا پیرو نہیں رہا تھا۔ عین اس موقع پر تماشاگاہ یونان پر رواقین اور ابی قورین نمودار ہوتے ہیں، اور ان کے آتے ہی فلسفہ گویا آکاش سے گر کر دھرتی ماتا پر آجاتا ہے اور عوام الناس کی واقعی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اب یونانی مذہب سے پوری نہیں ہوتی تھیں۔

رواقی مسلک کا بانی قبرصی کیتوم کا رہنے والا زینو تھا، جو تقریباً ۳۴۰ ق م میں پیدا ہو کر تقریباً ۲۶۵ ق م میں راہیٔ ملک عدم ہوا۔[۶]

---

۶ رواق۔ زوسے میل ۱، ۵۲۔ فلسفیوں کا تعلق گوناتاس سے، ایضاً ۱، ۱؛ ڈروائسن ۳، ۱، ۸۹، ۱۹۷، ۲۳۰، ۲۱۴، ۲۱۶؛ فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کارسیتوس ۲۱۷۔

رواق ابتداء ہی سے زندگیٔ عامہ میں حصہ نہیں لیتا؛ زوسے میل ۱، ۶۰۔ رواقی فلسفہ زمانۂ مابعد میں سلطنت روما کا فلسفہ مطمح تھا (ونڈلبانڈ ۲۹۷) اور ابی قوریت فلسفۂ حقیقت تھا (ایضاً ۳۰۴)۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

باب ۷

وہ اپنے گھر کا کھاتا پیتا تھا اور تجارت کی غرض سے ایتھنز آیا تھا لیکن ساتھ ہی اُس کی آمد کی ایک وجہ وہ کشش تھی جو اس مدینۃ الحکما کی ذہنی زندگی میں باہر والوں کو کھینچے لاتی تھی۔ ایتھنز پہنچنے پر اُس نے پورے جوش کے ساتھ فلسفے کا مطالعہ کیا، اور خاص طور پر مسلک کلبیین کا جس کا ایتھنز کے عیش و عشرت کی زندگی سے تبائن خاص طور پر نمایاں تھا، کلبیت کے اُصول اُس کی نظر میں قابل قبول ضرور تھے لیکن اُس کے نزدیک اُن کی بنیاد حکمیات پر نہیں تھی۔ اس نے ذہنی الٹ پلٹ کا سبق میگاریوں اور فلاطونیوں سے حاصل کر کے ایک جدید فلسفے کا مکتب قائم کیا جس میں عملی اور حکمیاتی دونوں پہلو موجود تھے۔ اُس نے اپنا مرکز ستواپوئے کیلے یا رِواق بوقلمون کو بنایا جو ناف شہر میں واقع تھا۔ رواق کا محل وقوع بھی کچھ کم اہم نہ تھا۔ اکادمی اور لیکیوم دونوں فصیل سے باہر تھے، چنانچہ لوگوں کو وہاں پہنچنے کے لئے پہلے سے خاص طور پر ارادہ کرنا پڑتا تھا، لیکن رواق بوقلمون سے ہو کر ہر ایتھنزی تقریباً روزمرہ گزرتا تھا بجنسہ اسی طرح سے فرانسسکیوں اور دومی نیکیوں نے بینی ڈکٹیوں اور سسٹرسیوں وغیرہ کی طرح اپنی خانقاہیں دیہات اور تنہا مقامات میں نہیں بلکہ گنجان شہروں میں بنائی تھیں تاکہ اُن کے ذریعے سے اُن کے باشندوں کی حسب دلخواہ خدمت کر سکیں علمی اعتبار سے زینو کا جانشین کلیان تھیس ساکن اسوس تھا، لیکن وہ اپنے گرو کی برابری نہیں کر سکتا تھا گو اُس نے نہایت تنگدستی کی حالت میں ایک معمولی حیثیت سے ایک ممتاز رتبے تک ترقی کی تھی۔ اس انتھک محقق کے قلم سے ہمارے پاس تک زیوس کا ایک بھجن پہنچا ہے۔ رواقیوں کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ زینو اور کری سی پوس دونوں مشرقی نژاد ہیں، چونکہ مشرق تبائنوں سے بھرا ہے اسلئے نظر میں عمق ممکن ہے۔ رواق کا مستقر بدنام کلیکیہ تھا۔

تیسرا بڑا مجتہد کری سی پوس ساکن سولی (کلیکیہ) بھی بڑا عالم تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ "رواق کے پہلے تین سرگروہوں" میں سے دو یقیناً نیم یونانی ملکوں کے رہنے والے تھے، لیکن اس مسلک کا نشوونما یقیناً یہیں ہوا اور اُس کی بنیاد ایسے مشرقیوں نے ڈالی تھی جو مشرقی تزک و احتشام اور مبالغہ آمیزی پر غور و فکر کو ترجیح دیتے تھے۔

اگر ہم رواقیوں کے اُصول پر غور کریں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ وہ زندگی کے صحیح مسلک پر زور دیتے تھے اور اس طرح عمل کے میدان میں وہ اپنے پیش رو مسالک پر سبقت لے گئے تھے۔ رواقی ایک ایسے مفکر کی مطمحی تصویر کھینچتے تھے جس کا شیوہ غور و فکر کے ساتھ نیکی بھی ہو۔ ساتھ ہی اس مفکر کو بے نفسا بھی ہونا چاہئے اور ایسے قوانین پر عمل کرنا چاہئے جو مخلوق عالم پر مادی و روحانی اعتبار سے حکومت کرتے ہیں۔ اس کے معنیٰ دوسرے الفاظ میں یہ ہوئے کہ اُسے فطرت اور عقل کے مطابق عمل کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے فرائض منصبی پورے کر سکے۔ اس مسلک کے پیرؤوں نے جس تخیل پر خاص طور پر غور کیا وہ فرض منصبی کا تخیل ہے، لیکن اُس میں یہ یقین کرنے کی اجازت نہیں دی گئی کہ فرض سے مُراد خارجی افعال کا ارتکاب ہے بلکہ ادائیگیِ فرض میں جو عنصر سب سے اہم سمجھا گیا وہ ارادہ ہے۔ یہ امر فی نفسہٖ سب سے اعلیٰ اور قابل تعریف تھا اس لئے کہ اس سے یونانیوں کو اپنے مذہب کے نقائص دور کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی جس کا ایک بڑا حصہ محض رسوم پر مشتمل تھا۔ لیکن رواقی عقائد کے اس عنصر کی وجہ سے بہت سی خرابیاں بھی پیدا ہو گئیں۔ چونکہ ہر چیز ارادے پر مبنی سمجھی جاتی تھی اس لئے رواقیوں کے لئے یہ ممکن ہو گیا کہ اپنے مسلک سے بھی نہ ہٹیں اور ساتھ ہی بظاہر ناقص اور بد اخلاق افعال سے بھی پرہیز نہ کریں۔ اسی وجہ سے بہت سے رواقی تو کلبیوں کے بہت ہی قریب پہنچ گئے ہیں۔ لیکن یہ امر بھی اتنا ہی اہم تھا

باب ۶

کہ رواقی اُصول کے مطابق اب ارسطا طالیسی معنی میں فرد کی سیاسی حیثیت کا لزوم باقی نہیں رہا تھا، اور اس مسلک کے پیروؤں کیلئے پولس یا مملکت میں کسی قسم کی کشش باقی نہیں رہی تھی، بلکہ یہ فی الواقع مملکت سے بالاتر بنی نوع انسان کے بھائی چارے کے تخیل تک پہنچ گئے تھے۔ اس طرح نہ صرف یونانی مملکت کا خاتمہ ہو جاتا ہے بلکہ (اور یہ وہ بات ہے جس کی طرف ذرا کم توجہ مبذول کی جاتی ہے) یونانی اپنے مذہب کو بھی خیر باد کہہ دیتے ہیں اس لئے کہ اس کی بنیاد بھی پولس پر ہی تھی۔ سقراط سے "عالمیت" کے خیال کی ابتدا ہوئی تھی لیکن یہ رواقی ہی تھے جنھوں نے اُسے ایک خاص نظریئے پر مبنی کیا۔ اُنھوں نے اس طرح وقتی طور پر مملکت کا خاتمہ کر دیا اسلئے کہ علاوہ پولس کے اس وقت کوئی ایسی مملکت نہیں تھی جو یونانی خیال سے ٹکر کھاتی۔ لیکن کچھ زمانے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ پولس کے علاوہ ایک دوسری طرح کی مملکت کا خیال ممکن ہے جو اُنکی مطمحِ مملکت کے قریب تر ہوگی اور ساتھ ہی محض ایک بلدیئے تک محدود نہیں ہوگی؛ چونکہ اُس زمانے میں ایسی مملکت ملوکی ہی ہو سکتی تھی اسلئے رواقیت کے پیرو مختلف بادشاہوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اُن کے افعال پر عوام النّاس کے مفاد کی خاطر اثر ڈال سکیں۔ رواقیوں کے فلسفہ، فطرت کو اس قدر اہمیت حاصل نہیں تھی؛ یہ فلسفہ مسئلۂ ہمہ اوست پر مبنی تھا اور اس میں فطرت کے مختلف پہلوؤں کی افادی حیثیت پر زور دیا جاتا تھا۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ علاوہ براہِ راست ثبوت کے رواقی بنی نوع انسان کی یک جہتی کو بعض ناقابلِ ثبوت قضیوں کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اسلئے کہ اس یکجہتی میں انھیں وہ عقل نظر آتی ہے جو دُنیا پر راج کر رہی ہے۔

عملی اعتبار سے رواقی فلسفہ ٹھیک ہو، لیکن یہ ہر شخص کیلئے کارآمد نہیں تھا اس لئے کہ اس کی بنیاد عاقلوں کی فکر پر تھی اور محض

باب ۱۰

چیدہ چیدہ لوگ ہی اس سے کما حقہٗ استفادہ حاصل کرسکتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا سب انسان نہیں تو اُن کا زیادہ حصہ عارف بن سکتا ہے یا نہیں۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہو تو پھر ان بیچاروں کے لئے کیا باقی رہ گیا جنھیں اس راستے پر گامزن ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اس سوال کا جواب رواقیوں نے مطلق کچھ نہیں دیا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا جواب کسی فلسفی مسلک نے نہیں دیا، اگر دیا تو ایسے مذہب نے جو ہر آن یونانی مذہب سے ارفع و اعلیٰ تھا۔

اپی قوروس ساکن ایتھنز نے ایک دوسرے زاویۂ نگاہ سے عملی فلسفے کے مسائل کی طرف رجوع کیا۔ وہ ۳۴۱ء ق م میں ساموس میں پیدا ہوا تھا۔[۵۷] پہلے تو اس نے متی لنہ اور لمپساکوس

---

۵۷ اپی قوریت ۔ اپی قوروس نے اپنی زندگی لمپساکوس میں گزاری تھی، اور اسیطرح مترودوروس اور بہت سے بعد کے اپی قوری بھی شہر پر یاپوس کے باشندے تھے۔ کم از کم یہاں اُس طرح کے تباین کی جگہ جو رواق اور کلکیہ کے حکمراں سردانا پالوس کے مابین پایا جاتا ہے (دیکھو جلد ۳ باب ۲۲)، ایک طرح کی مشابہت ملتی ہے۔ ایک ایسی مملکت کے وجود کے سبب سے جسے اُنھوں نے کبھی کسی قسم کی تکلیف دینے کی خواہش نہیں کی، ان کے لئے ایک دائرہ بنانا اور ایک طرح کی اعیانی زندگی بسر کرنا ممکن ہوگیا تھا جس میں ایسی خوش مزاج عورتیں بھی شامل تھیں جو وقتاً فوقتاً فلسفیانہ مباحث میں بھی حصہ لیتی رہتی تھیں؛ اور جن میں سب سے مشہور لیون تیون تھی۔ ایک خاص نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو رواق عیسویت سے اور اپی قوریت اسلام سے مشابہ ہے۔ رواقی اُصول اور عیسویت کا اندرونی تعلق تو ہر شخص کو معلوم ہے، پھر اسلامی کہف، یعنی خاموش، ساکن، نیم خفتہ مملکت پر اپی قوری رنگ نظر آتا ہے۔

باب ب

میں درس دیا اور اُس کے بعد یہ ایتھنز آگیا جہاں اُس کے شاگرد شہر سے باہر ایک باغیچے میں جمع ہونے لگے۔ اُس کا انتقال ۲۷۰ء ق م میں ہوا۔ چونکہ اُس کا سب سے بڑا دوست مترودوروس اُس سے پہلے ہی مرچکا تھا اس لئے اُس کے بعد ہرمارخوس اُس کا جانشین ہوا۔ تھیوفراستوس کی طرح ابی قوروس نے اپنے مدرسے کی بنیاد کو باغیچے وقف کراکر مستحکم کردیا اور اس کے لئے اراضی، مکانات اور سرمایہ چھوڑ مرا۔ ایک معنی کرکے ابی قوروس کے فلسفے کو ارسطی فوس کے اُصول کا سلسلہ سمجھنا چاہیئے۔ اُس کا مقصد رواقیوں کے مقصد سے بھی زیادہ عملی پیرایہ لئے ہوئے ہے، اس لئے کہ اُس کا مطمح نظر خود مسرّت ہے جسے خوشی کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہتا ہے کہ ہر قسم کی مسرّت کے حصول کی کوشش نہیں کرنی چاہئیے اس لئے کہ بہت سی مسرتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بعد رنج و افسوس لوازمات سے ہوتا ہے اور نتیجہ اصلی مقصد سے بالکل برعکس نکلتا ہے۔ اسی وجہ سے ایسی مسرّت کا تعاقب مناسب نہیں ہے، اور مسرّت کے حصول کی کوشش میں غور و فکر سے کام لینا چاہئیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابی قوری مسلک کے پیرو رواقیوں سے کس طرح آگے بڑھ جاتے ہیں۔ رواقیوں نے غیر مشروط انداز میں یہ مطالبہ کیا کہ سب سے پہلے انسان کو عاقل ہونا چاہئیے؛ ابی قوروس یہ چاہتا ہے کہ انسان کو اس کا صحیح اندازہ ہونا چاہئیے کہ وہ کون کونسی چیزیں ہیں جن سے بغیر رنج کے مسرّت حاصل ہوسکتی ہے۔ الغرض اس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ ابی قوریت اور ابتدائی عیسویت کے درمیان ایک خارجی تعلق ہے جو دوستی کی اہمیت میں نظر آتا ہے اور جس پر حال میں ذرا زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ دیکھو مہافی: "مسائل تاریخ یونان" لندن ۱۸۹۲ء صفحہ ۲۰۶۔

باب۱

فلسفے کا مقصد اعلیٰ حقیقی مسرّت کا حصول ہے۔ چونکہ عقل محض مسرّت کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اس لئے یہ نسبتہً آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بہ نسبت اس کے کہ کوئی شخص قوانین قدرت کے عمق پر نظر ڈالے یہ اندازہ کرنا آسان ہے کہ تکلیف کا انسداد کیسے ہو سکتا ہے۔ ابی قوریوں کے نزدیک ایک طرح کی خوشی ہر ٹھنڈے دل سے سوچنے والے انانیت پرست کو حاصل ہو جاتی ہے، اور ایسی خوشی اُن لوگوں کے لئے بھی ممکن ہے جو رواقیوں کے معیار کے مطابق عقل کی کسوٹی پر پورے نہیں اترے۔ الغرض ابی قوریت بنی نوع انسان کی اکثریت کے حسب حال ہے، لیکن اُس کے پیرو اسی کی وجہ سے آسانی کے ساتھ بالکل غلط راستے پر لگ جاتے ہیں، اس لئے کہ جب مقصد اعظم حصول مسرّت ہی ٹھہرا تو پھر ہر نوع کے تلوّن کے راستے کھل جائیں گے۔ وہ شخص جو اپنی مسرّت کو ایسے سانچے میں ڈھال سکے کہ اسے خود کسی قسم کی تکلیف کا سامنا کرنا نہ پڑے وہ ہمیشہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو ابی قوروس کے قول پر عمل پیرا ہوں، گو وہ دوسروں کو تکلیف ہی کیوں نہ پہنچا رہا ہو۔ زندگی کے عملی مقصد سے گزر کر ابی قوروس مطالعۂ فطرت پر زور دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسرّت فقدانِ کلفت کا نام ہے اور اس فقدان کی وجہ سے ذہنی اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ کوئی چیز مذہب کے برابر ذہنی اطمینان کو گزند نہیں پہنچا سکتی، چنانچہ ابی قوروس کا خیال ہے کہ مذہب کا کام صرف یہی رہ گیا ہے کہ بنی نوع انسان کو خوف دلایا جائے اور اُس کے سامنے مشکلات پیدا کی جائیں، اس لئے مناسب ہے کہ خود مذہب ہی کا قلع قمع کر دیا جائے۔ وہ فلسفۂ فطرت سے کام لیتا ہے اور کسی ایسے نظریۂ فطرت کو تلاش کرتا ہے جس سے یہ مقصد حل ہو سکے۔ یہ نظریہ اُسے دیمقراطیس کے فلسفۂ ذرّات میں مل جاتا ہے جسے وہ تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ تسلیم کر لیتا ہے۔ ہر چیز ذرّات سے

باہمی تصادم سے بنتی ہے اور اس پر ابی قوروس یہ اضافہ کرتا ہے کہ اس تصادم کے لئے کسی معبود کی مطلق ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ دھوکا ہی دھوکا ہے، اس لئے کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بہت سے ذرات جو پہلے علیحدہ تھے، بیک وقت متحرک ہوئے تو پھر ان میں باہمی لمس آخر کیوں پیدا ہوا اور وہ آخر متحرک ہی کیوں ہوئے، یہ سب بغیر دوسرے مفروضوں کے مطلق سمجھ میں نہیں آسکتا۔ قدما کے نظریۂ ذرات نے صرف اُن لوگوں کو مذہب سے بیزار کیا جو اُس سے علیحدگی کا بہانہ ڈھونڈھا کرتے ہیں۔ انسانوں کے باہمی تعلقات کی شکلوں کے مسئلے میں ابی قوروس رواقیوں سے ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ رواقیوں نے تو بلدیہ کو بالائے طاق رکھ کر دنیوی شہریت کے تخیل کو پیش نظر رکھا تھا اور یہ فرض کیا تھا کہ بڑی بڑی مملکتوں کے مناسب طور پر یکجا کرنے سے شہریت وجود میں آجائے گی؛ ابی قوروس کی دانست میں افراد کے مابین بہترین تعلق دوستی کا ہوسکتا ہے، جس کے یہ معنی ہوئے کہ خانگی زندگی اور بے روک چناؤ کو مطمح نظر بنایا جاتا ہے، جو نظریۃً اور عملاً دونوں اعتبار سے ترقیٔ معکوس کے مترادف ہے، کیوں کہ بنی نوع انسان کی بقا کے لئے مملکتی تعلقات نہیں تو کم از کم دوسرے جبری تعلقات تو یقیناً ضروری ہیں۔ اگر ابی قوروس کے مسلک کے پیرو اس قسم کے جبری نظام میں تامل کرنا نہیں چاہتے تو پھر اُن کا خیال صرف یہی رہ گیا کہ وہ دوسروں سے کام نکال کر اپنی زندگی چین و آرام سے بسر کرنے کے خواہاں ہیں۔

اگر ابی قوریت نے ان لوگوں کی خوش قسمتی پر زور دیکر جو ایشیائی حکمرانوں کے باہمی تنازعات اور جنگ و جدال کی پروا نہیں کرتے تھے اور پُرامن خانگی زندگی سے محفوظ رہ سکتے تھے، گویا اس عہد کے عام رجحانات و میلانات کے مطابق سبق دیا تو

باب ۲

رواقیوں نے اُس عہد کے اُس زمانے کے اُن اعلیٰ حوصلوں اور آرزوؤں کو نمایاں کیا جو زندگیٔ عامّہ کے اصلاحات پر مشتمل تھے۔ فرائضِ منصبی کے تخیل کی وجہ سے رواقیت کے پیرو مملکتوں کی صحیح تنظیم کی ضرورت کی طرف سے بیخبر نہیں ہو سکتے تھے۔ خود زینو کے متعلق انتی گونوس گوناتاس کی رائے نہایت اچھی تھی، اور یہی کیفیت ایک دوسرے رواقی پرسائیوس کی تھی جسے زینو نے اپنی جگہ شاہ مقدونیہ کے پاس اپنا قائم مقام بناکر بھیجا تھا اور جو اس سے پہلے گوناتاس کے فرزند ہالکیونیوس کا اتالیق بھی رہ چکا تھا، چنانچہ شاہ مقدونیہ نے اُسے اپنی طرف سے کورنتھ کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اسی طرح بورسیس تھنیس کا رواقی فلسفی سفائروس کلیومنیس مصلح اسپارٹا کا مشیر کار تھا۔ خود اکادمی بھی سیاسی آرزوؤں سے کلیتہً بیگانہ نہیں تھی۔ ہم باب ۱ میں الکدیموس و دیموفانتوس کا ذکر کریں گے جو میگالوپولس کے رہنے والے اور ارکے سی لاؤس کے شاگرد تھے؛ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ اپنے شہر کو خود سرانہ حکومت سے نجات دیتے ہیں، اور دوسری جانب مشائی پریتانس ایک سیاست داں کی حیثیت سے انتی گونوس دوسون کی خدمت کرتا ہے۔

اُس عہد کے فلسفیوں کے کاموں کی ایک خصوصیت علماء کی خدمت ہے، لیکن مستثنیات میں سے ایک ابی قوری تھے جو کسی غیر ضروری کام کو انجام دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ مشائیوں نے تاریخ ادبیات پر اپنی خاص توجہ مبذول کی، اور صرف و نحو کی بنیاد رکھنے کا سہرا رواقیوں کے سر ہے۔

ان تمام مسالک کا منبع و ماخذ ایتھنز تھا، ان سب کے صدر دفتر ایتھنز ہی میں تھے، اور ان کی وجہ سے بہت سے ایسے غیر ملکی ایتھنز میں آتے جاتے تھے جو فرائض زندگی کی بابت صاف اور

باب ۱۷

صریح آرار حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ ان کی وجہ سے ایتھنز پہلے سے کہیں زیادہ ارض یونان کا مرکز بن گیا۔ ساتھ ہی اس مدینۃ الحکماء میں ایک نئی چیز یعنی سروریۂ جدیدہ کی ابتدا ہوئی جس کی وجہ سے یہ شہر نازک خیالیوں اور حاضر جوابیوں کا مرکز بن گیا۔ ۵۹

۵۹ سروریۂ جدیدہ اور ایتھنز کی اخلاقی حالت۔ سب سے پہلے میں ایک اقتباس دوں گا جو زمانۂ حال کے مصنفوں کے نہایت ہی قابل لحاظ آرار میں سے ہے۔ ڈر وائے سن (۲، ۲، ۱۰۲) کہتا ہے: "اُس زمانے کے ایتھنز میں خانگی زندگی، شرم وحیا بالکل ناپید تھیں یا اُن کا ذکر صرف گفتگو تک ہی محدود تھا، اور شہر کی مکمل زندگی محض لفاظی اور خوش طبعی پر ہی مشتمل ہو گئی تھی جس میں خود نمائی اور کاہل الوجودی کا پہلو بے حد نمایاں تھا۔ ایتھنز نے یہ شیوہ اختیار کر لیا تھا کہ جو ذی اثر ہوتے اُنہیں ہدیۂ توصیف و تعریف پیش کرتا تھا جس کے معاوضے میں اُسے تحائف و وظائف سے مالا مال کر دیا جاتا تھا۔ جیسے جیسے اس کی عددیت میں ترقی ہوئی ویسے ہی ویسے اُس کی غلامانہ روش میں اضافہ ہوتا گیا"........ "مذہب کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور تعلیم کے ساتھ جو بے پروائی بڑھی تو اُس کے ساتھ ہی ساتھ اوہام پرستی، جادوگری، نجوم اور مردہ پرستی نے بھی ترقی کی" ان واقعات کے ثبوت میں ڈر وائے سن صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہے کہ "اُس زمانے کے ایتھنز کی تصویر کھینچنے کے لئے اُس عہد کے سروریہ کے اجزاء بالخصوص مینانڈر کے سروریوں سے اُس کی خصوصیات کا اندازہ ہوتا ہے" مومسن اس سے بھی زیادہ جوش سے کام لیتا ہے ("تاریخ روما" I R. G، ۱۰۹ وغیرہ)، اور یہی کیفیت کرسٹ کی بھی ہے (۲۰۲)، لیکن میں یہاں اُن کے اقتباسات نہیں دوں گا اس لئے کہ وہ کسی نئے نقطۂ نظر کو پیش کرنے کی بجائے وہی ڈر وائے سن والا راگ الاپتے ہیں۔ پریلر Preller نے پاؤلی کی "محیط" ۴، ۷، ۷، ۱ پر مینانڈر پر جو نفیس مضمون لکھا ہے اُس میں وہ ذرا نرمی کا برتاؤ کرتا ہے، تاہم وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ سروریۂ جدیدہ میں عورتوں کا جو ذکر ہے اس سے "روزمرہ کی متاہلی زندگی کی

سرور یۂ جدیدہ ادبیات یونان کے نہایت تحیّر آفریں ہیولات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کمال بے ضابطگی کا اظہار ہوتا ہے" چونکہ علاوہ سرور یہ کے اور کسی قسم کا ثبوت پیش نہیں کیا گیا اس لئے اب یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ سب باتیں اس میں ملتی ہیں یا نہیں - ہم دیکھیں گے کہ اس میں یہ کچھ نہیں ملتا -

(۱) یہ واقعہ نہیں ہے کہ ایتھنز کے سرور یۂ جدیدہ سے اُس کے اخلاقی تنزل کا پتا لگتا ہے - عورتوں کو بُرا بھلا کہنا (پریکلیز) یونانیوں میں قدیم سے چلا آتا تھا - اگرچہ کچھ ہم سے کہا جاتا ہے اگر اُس کے من وعن باور کرنے کے دلائل موجود ہیں، تو پھر ہمیں اُن تصاویر کو بھی جو سیمونیدیس اور ارسطوفانیس نے اپنے زمانے کے حالات کی کھینچی ہیں اسی معیار پر منطبق کرنا پڑے گا، اور پھر ہم خواہی نخواہی اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ سنہ ۳۰۰ ق م کی عورتیں سنہ ۴۰۰ ق م کی عورتوں سے کہیں بہتر تھیں - اگر ہم مناندر کی عورتوں کا ارسطوفانیس کی عورتوں سے مقابلہ کریں تو بھی یہی بات ثابت ہوگی، یعنی یہ کہ چوتھی صدی ق م میں ایتھنز ہی کے اخلاق پہلے سے بہتر ہوگئے تھے - لیکن مناندر کے سروریوں کے نقّاد اُس کی تخریب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ بہر نہج جب ارسطوفانیس نے اپنے سرور یئے مرتب کئے تھے مملکت ایتھنز اپنے اوج کو پہنچی ہوئی تھی، جس سے یہ نتیجہ مستنبط کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ دوسرے شعبہ حیات زندگی میں ایتھنز کو فروغ حاصل تھا اس لئے اگر اخلاق ایسے اعلیٰ نہیں تھے تو کوئی زیادہ ہرج نہیں تھا اور کچھ نہیں تو کم از کم قوم کے عروج میں کوئی شک وشبہ نہیں - لیکن شومیٔ قسمت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ارسطوفانیس کے ہمعصروں نے اُس پر یہ اثر نہیں ڈالا کہ ان میں کسی قسم کا علو ہے، نہ وہ آجکل والوں پر ہی یہ اثر ڈالتے ہیں - اس کے لئے دیکھو جلد ۳، باب ۱۲، حاشیۂ ۸ - ممکن ہے کہ بحیثیت شاعر کے ارسطوفانیس مناندر سے بڑا ہو، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُس کے ہمعصر بھی مناندر کے ہمعصروں سے ارفع واعلیٰ ہوں گے - مذہب کے تنزل کی بابت ڈروائے سن کی جو رائے ہے اُس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی - ادہام پرستی وغیرہ ہر ملک میں ہر زمانے میں کسی نہ کسی

میں سے ایک ہے اور قدیم ہی نہیں بلکہ حال کے زمانے میں بھی | باب ۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تسکل میں پائی جاتی ہے۔ شرم و حیا کے فقدان کی بابت جو خیالات ہیں اُن کی قیمت وہی ہے جو ایتھنز کی اسی قسم کی تنقید کی ہے جس پر باب ۲، حاشیہ ۱۰ میں بحث کی گئی تھی، اور اُسی نوع کی ہے جیسے اٹلی اور سسلی کی تنقید کی۔

(۲) سنہ ۱۶۶۰ء کے بعد کے انگریزی سرویہ سے جو تشبیہہ دی گئی ہے، اس کی بابت دیکھو میکالے کا مقالہ اور لی ہنٹ (Leigh Hunt) کی کتاب "ویچرلے کے ناٹک" (Dramatic works of Wycherly) سنہ ۱۸۴۱ء جو اُسکے مقالوں کے سلسلے میں طبع ہوئی ہے۔ اگر مناندر کے سرور ئے سے کہیں بدتر سرویہ بھی مل جائے اُس سے بھی یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ لوگ اتنے بُرے تھے جتنا سرویہ میں بیان ہوا ہے۔ الغرض ڈرواۓ سن کا یہ مفروضہ درست نہیں ہے کہ مناندر کے زمانے کے لوگوں میں شرم و حیا نہیں تھی۔

یہی نہیں، بلکہ اس کے برعکس بہت سے ثبوت اس امر کے موجود ہیں کہ اُس زمانے کے ایتھنزیوں میں بہت اچھی ٹھوس صفات موجود تھیں اور اُنکے اخلاق کم از کم اُتنے ہی اچھے تھے جتنے ارسطوفانیس کے زمانے میں۔ پہلا ثبوت تو اُس جنگ سے ملتا ہے جو سکندر کی موت کے بعد لڑی گئی؛ یہ ضروری نہیں ہے کہ کارہائے نمایاں فتوحات ہی پر مشتمل ہوں، بلکہ بُرے وقت مایوس نہ ہونا بھی عظمت کی دلیل ہے۔ یہ کارہائے نمایاں مفصلہ ذیل تھے: (۱) جنگ لامیہ (باب ۲)، (۲) اولمپیودورس کی ماتحتی میں بغاوت (باب ۲) (۳) کلٹوں کے خلاف جنگ میں شرکت (باب ۴) (۵) جنگ خریمونڈیس (باب ۹) اب ہم سوال کرتے ہیں کہ آیا آزادی کی حمایت میں یہ مسلسل جنگجویانہ حرکت، اور وہ بھی مسلسل ناکامیوں کی فضا میں واقعاً عظیم الشان اور عالی نقش نہیں؟ دوسری دلیل وہ عظیم الشان اخلاقی انقلاب ہے جو تقریباً سنہ ۳۰۰ ق م والی فلسفیانہ تحریک سے ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کا مظاہرہ بالخصوص رواق کی بنیاد سے ہوا۔ اس

باب ۶ | سرور یہ کے معیار کا مآخذ سمجھا جاتا ہے۔ اُس کے اور ارسطوفانیس کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ضمن میں کلیانتھیس کی زندگی ممتاز ہے؛ دیکھو Diog. Laert. ۷، ۵۔ کلیانتھیس، ایتھنز غربت و افلاس کی حالت میں آتا ہے اور ایک مالی کے یہاں نوکر ہو جاتا ہے جہاں وہ رات کے وقت مالی کا کام کرتا ہے اور دن کے وقت زینو کے درس میں شریک ہوتا ہے۔ پھر کلیانتھیس اپنی نوع کا واحد فرد نہ تھا جسے وہی علم کی پیاس تھی اور ایثار کا مادہ تھا جس سے ہم ایک سو سال پہلے سقراط کے شاگردوں میں دوچار ہوئے تھے۔ موم سن (۱، ۴، ۲۹) اس کی بابت کہتا ہے کہ یہ "کاریم شبی کی وجہ سے روزانہ وقت ضائع کرنے" کے مترادف تھا، لیکن ہماری رائے میں جتنے لوگ ایسا کرتے اُتنا ہی اچھا تھا۔ صرف ایک ضمن میں ڈروائے سن کا قول درست ہے کہ عددیت کے فروغ کے ساتھ ساتھ ایتھنزیوں کی غلامانہ روش میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں ہم یہ کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ سنہ ۳۰۰ ق م کے ایتھنزیوں کی موم سن نے جو ہنسی اُڑائی ہے اُس کا بدلہ اُس نے اپنی تاریخ روما کی پانچویں جلد میں سلطنت کے تحت ایتھنزیوں کی زندگی کا حال بیان کر کے کر دیا ہے؛ وہ (Anth. ۱۲، ۸، ۷ کا اتباع کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ "غروب کے وقت بھی وہی سورج نظر آتا ہے"۔ یہ سچ ہے لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ سنہ ۳۰۰ ق م میں سورج کے غروب کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سنہ ۴۰۰ ق م میں ایتھنزیوں کی جو کیفیت تھی وہی سنہ ۳۰۰ ق م میں بھی رہی۔

یہ غور کرنا ایک دلچسپ مشغلہ ہوگا کہ علمائے تاریخ کیوں اور کس طرح سنہ ۳۰۰ ق م کے ایتھنزیوں کی بابت ایک غلط نتیجے پر پہنچے ہیں۔ چونکہ ان علماء کی رائیں علی العموم درست سمجھی جاتی ہیں اس لئے اور بھی زیادہ ان خیالات کی تصحیح کی ضرورت ہے۔ ان کے استدلال کی بنیاد تین عناصر پر ہے، ایک تو اُس عہد کے یونانیوں کی ناقابل تردید غلطیاں دوسرے زمانۂ حال کے لوگوں کے اُس عہد کے بادشاہوں کی طرف زیادہ میلان اور اُس عہد کی جمہوریتوں سے نفرت، اور تیسرے سنہ ۴۰۰ ق م کے ایتھنزیوں کی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ خصائص کا غلط اندازہ۔ جہاں تک دوسرے عنصر کا تعلق ہے میں نے صحیح نقطۂ نظر پر کافی زور دے دیا ہے (جس کے لئے دیکھو تمہید کا حاشیہ)' اور یہاں میں صرف یہ دکھانے پر اکتفا کروں گا کہ آجکل کا میلان یہ ہے کہ اُن مضمونوں میں بھی جن کی بابت ذرا ملائم رائے ممکن ہے' جمہوریتوں کی جس قدر بھی تخریب کی جائے مناسب ہے۔ جب ۷۴۰ ق م میں دو اکارنانی کسی نہ کسی طرح سے رازہائے الیوسس کے مرکز میں پہنچ گئے تو انھیں اتھنزیوں نے سزائے موت دی (لیوی ۳۱' ۱۴) ' جسے موم سن ایک سفیہانہ اور ظالمانہ خود نمائی'' کا مظاہرہ بتاتا ہے۔ ('تاریخ روما' ' ا' ۱۰۰۷)۔ ظاہر ہے کہ یہ ممکن ہے کہ موم سن کا حکم بالکلیہ بے انصافانہ نہ ہو' لیکن اس فعل کے لئے تین ایسے سخت الفاظ استعمال کرنا' خصوصاً جب یہ کارروائی کسی حالت میں خلاف قانون نہ تھی' سخت گیری نہیں تو کیا ہے؟ بہرنہج مورخ کو بادشاہوں کے رویئے پر بھی ایسی ہی سخت رائے قائم کرنی چاہئے۔ اُنھیں ان حکمرانوں میں ''بے عقلی'' ' '' خود نمائی'' اور '' ظلم'' کی بہت سی مثالیں ملیں گی' لیکن مورخ علی العموم اُنھیں نظرانداز کردیتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا یہ جواب دیا جائے کہ اس قسم کے الفاظ باربار دُہراتے سے پڑھنے والے کا جی گھبرا جاتا ہے اس لئے کہ یہ تو ان حکمرانوں کے صفات ہی ہیں' اور یہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ لیکن اصلی وجہ یہ نہیں ہے' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بادشاہوں پر حکم لگانے کا جو معیار اختیار کیا گیا ہے وہ جمہوریتوں کے معیار سے مختلف ہے۔ مثال کے طور پر میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ ایک معمولی اہلیت کے شخص گوناتاس کو بہت اونچا کر کے دکھایا جاتا ہے اور فیلقوس پنجم کی لغویت آمیز تقریروں کو '' زیرک'' قرار دیا جاتا ہے۔ (دیکھو باب ۱۶' حاشیہ ۴)۔ اشخاص وافعال پر حکم لگانے میں اس طرح دُہرا معیار قائم کرنے سے ایک تو آزاد مملکتوں کا معیار بلند کر کے گویا اُن کے اوصاف کی تعریف غیر شعوری طور پر کی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی پڑھنے والے کی رائے کو مختل بھی کر دیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کی نظر

لبقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسناد پر نہیں ہے وہ اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ اُس زمانے کے بادشاہ ہمیشہ قابل اور نیک منش اور عوام ہمیشہ بد باطن اور بداخلاق ہوتے تھے، گو واقعتاً دونوں میں ایک ہی قسم کے نقائص تھے، اور جو فرق تھا وہ یہی کہ عوام کے مقاصد بادشاہوں کے برابر خود غرضانہ نہیں تھے نہ اُن کے ذرائع میں اس قدر بدمعاشی نظر آتی تھی۔

آجکل دیموس تھنیس کے خصائص کا جو غلط اندازہ کیا جاتا ہے (جسکی بابت میں جلد ۳ میں بحث کر چکا ہوں) اس کی وجہ سے اور بھی زیادہ تیسری مدی کے متعلق مغالطہ ہو رہا ہے۔ جو شخص دیموس تھنیس کو اعلیٰ اخلاق والا اور دوراندیش اور سچا انسان سمجھتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتا ہے کہ اُس کے ہم عصر ہمیشہ رشوت کے لئے تیار رہتے تھے اور اُن کی توانائی میں کمی تھی۔ اُن کے لئے یہ یقین کرنا آسان ہے کہ پچاس سال جیسے قلیل عرصے میں لوگوں میں کوئی خاص اصلاح نہیں ہوئی ہوگی۔ لیکن وہ لوگ جو میری طرح اس کا یقین کرتے ہیں کہ دیموس تھنیس کے ہم عصر ایتھنزیوں میں اعلیٰ منشی پائی جاتی تھی اور وہ صراط مستقیم سے صرف اس لئے ہٹے کہ اُن کے رہبر کو حقیقت آشکارا نہیں ہوئی، یا اگر ہوئی بھی تو اُس نے اُسے ظاہر نہیں کیا، اور باوجود اپنی تمام تقریروں کے جو اُس نے جنگی معاملات پر دی تھیں وہ لڑائی کی بابت کچھ بھی نہیں جانتا تھا، ایسے لوگ یہ آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ سنہ ۲۸۰ ق م اور سنہ ۳۳۰ ق م میں ایتھنزیوں کی حالت تقریباً ایک سی ہی تھی، اُن کے حوصلے اعلیٰ تھے، لیکن اُن کے مقاصد میں تلوّن کی کیفیت پائی جاتی تھی اور بعض مرتبہ وہ اپنے خواہشات اور تکرہات میں حدود معینہ سے باہر قدم رکھتے تھے۔ اس اُصول پر دلائل مبنی کئے جائیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اُنھوں نے فوکیون کو قتل کرایا تو اُنھوں نے بڑی غلطی کی، یہ کہ جب امراء نے دیمتریوس ساکن فالیروم کی چاپلوسی کر کے اپنی پستی اور نکبت کا ثبوت دیا، اور جب اختیار شدہ عمومیت نے اپنے

باب ۶ | کی بابت کسی خاص قاعدے کی پیروی نہیں کی جاتی، در آنحالیکہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اپنے آزاد کرنے والے پولیور کی تنیس کی ضرورت سے زیادہ عزت و وقعت کی تو انھیں حد سے تجاوز کرنا ہرگز مناسب نہیں تھا۔ آخری حکم جو لگایا جائے گا وہ یہ ہوگا کہ سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک ایتھنز میں بہت سے بحران کے زمانے آئے جس میں کبھی ایک فریق کبھی دوسرا حد سے تجاوز کر گیا، لیکن جب یہ بحران کا زمانہ گزر گیا تو شہر پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا اور اپنے آپ کو اپنے گزشتہ زمانے کا اہل ثابت کیا۔ نیز ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جو کچھ ایتھنزیوں نے عام جوش کی حالت میں کیا اُس کی بابت بہ نسبت غاصب حکمرانوں کے ہم ملائم رائے قائم کریں جنھوں نے محض نیچے درجے کے غاصبوں کا برتاؤ کیا۔ پولی بیوس بھی یونانی عنصر کو بری روشنی میں دکھانے میں ممد و معاون ہوا ہے (مثلاً ۱۸، ۳۴)؛ دیکھو فون سکالا: "مطالعاتِ پولی بیوس" Von Scala: Studien des Pobybîos، ۲۰۸۔

سروریۂ جدیدہ کے لئے دیکھو کرسٹ ۱۹۹/۲۰۵؛ زوسے میل ا، ۲۴۸/۲۶۹،

گ. گیزو: "مطالعۂ تاریخی و ادبی بموضوع سروریہ و معاشرۂ یونان" G. Guizot: Etude histor. et litter. sur la comédie et la société grecques پیرس سنہ ۱۸۵۵ء۔

پلوٹارک نے اپنی کتاب: "مقابلۂ ارسطوفانیس و منانڈر" میں منانڈر کی بڑی تعریف کی ہے

تقریروں کے لکھنے والوں نے مطالعۂ خصائص میں بہت ترقی دی؛ اس کے لیے دیکھو اس کتاب کی جلد ۳ باب ۱۲۔ ساتھ ہی خطّاب ہمیشہ سروریہ نویسوں کی تصانیف کا مطالعہ کیا کرتے تھے؛ دیکھو پریلر، پاؤلی ۴، ۹، ۱۷۔ ائس خنیس کے زمانے میں سوفسطائیوں کے مسلک دوم کے خصائصی خاکے؛ بلاس: "عہد سکندری کے خطّابان یونان" وغیرہ، ۵۸۔

قدیم وسطی اور جدید سروریوں کے درمیان فرق گیزو، ص ۱۴۸/۱۵۰۔ ایپی خارموس

باب ۲۸ | سروریہ جدیدہ میں حقیقی زندگی کا پرتو نظر آتا ہے اور ایسے قواعد معینہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نے خوشامدی اور ارسطوفانیس نے شیخی باز سپاہی کی سب سے پہلی تصویر کھینچی۔

ریبک: "تاریخ نظم روما" Ribbeck ;Gesch. d. roemischen Dichtung جلد ۱، (شٹٹگارٹ ۱۸۸۷ء) میں رومن سروریہ آمیز ناٹک کے اشخاص اور پلاٹ کا بیان دیا ہوا ہے۔ جنھیں یونانی ادبیات سے اخذ کیا گیا تھا۔ اگر منانڈر و فیلے مون کو اس کی ضرورت ہو تو اس بیان سے ان کی مزید تعریف و توصیف ممکن ہے

گینیرو نے اپنی کتاب "منانڈر" ۸۷ میں "فازما" یا "دیو" کی تحقیقات کی ہے۔

کرسٹ نے (۱۸۹) ارسطوفانیس کے "سحاب" کو "مبالغہ آمیز نقل" کا لقب دیا ہے اور میں اس سے متفق ہوں؛ یہی حکم اس ناٹک لکھنے والے کی دوسری تصانیف پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔ نقلیں اپنی قسم کی اعلیٰ تصانیف ہو سکتی ہیں لیکن یہ نقلیں بہترین نہیں کہی جا سکتیں؛ اس سے اعلیٰ درجہ تو جدید اٹیکائی سروریہ کا ہے جس میں انسانی نقائص و عیوب۔ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ شانتز اپنی کتاب "تاریخ ادبیات روما" Schantz : Roem Litteraturgesch. ۱، ۳۲ میں پلوتوس کے "محبوساں" پر لیسنگ کے اتباع میں کہتا ہے کہ "یہ تصنیف بہترین ہے جو کبھی تماشاگاہ پر لائی گئی" تو پھر لیسنگ کا خیال اصلی یونانی کھیل کی بابت کیا ہوگا؟ گیوٹے کی (ایکرمان سے گفتگو" ۱۸۲۵ء) رائے بھی منانڈر کی بابت اتنی اونچی تھی کہ اس کے خیال میں سوفوکلیس کے بعد اسی کا نمبر تھا؛ لیوبکے؛ "منانڈر" Luebke: Men. صفحہ ۵۔ ۱۰۔ فون شلیگل اپنی کتاب: "اسباق فن تمثال و ادبیات" A. W. Von Schlegel: Vorles ueber dram Kunst und Litteratur جلد ۱، سروریہ جدیدہ کے بابت انصافانہ رائے قائم کرتا ہے۔

باب

کی پیروی کی جاتی ہے جن کا زمانۂ مابعد میں جملہ سروریوں میں اتباع کیا جاتا ہے۔ جزاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ خارجی اعتبار سے اس کا نشو و نما سروریۂ وسطی سے ہوا ہے جس میں سروریۂ قدیم کا مبالغہ آمیز اور مزاح آمیز عنصر باقی رہا۔ لیکن جبمیں سیاسی مقاصد کا پتہ نہیں تھا۔ ہم سروریۂ جدیدہ کے داخلی ماخذ پر بعد میں بحث کرینگے یہیں اسکا افسوس ہے کہ جدید اٹیکائی سروریہ جس کی قدما اتنی قدر کرتے تھے، وہ محض اجزاء کی شکل میں ہم تک پہنچا ہے، اور یہ اجزاء ایسے ہیں کہ ان سے کھیل کے ارتقاء اور سانگیوں کے خصائص جیسے اہم معاملات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ ان امور کی بابت ہمیں ٹیرنس اور پلوتوس کے رومن سروریہ جات سے معلومات حاصل ہوتی ہیں جنھوں نے یونانی سروریۂ جدیدہ کے کھیلوں کی تطبیق کی؛ لیکن چونکہ ان رومن ناٹک نویسوں نے خود اپنی طرف سے بھی بہت کچھ اضافے کئے اس لیے یہ ممکن نہیں کہ ان کے ذریعے سے جدید اٹیکائی سروریہ کی بابت قطعی طور پر صحیح رائے قائم کی جا سکے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس موضوع پر جو کتابیں زمانۂ حال میں تصنیف ہوئیں رہیں اُن میں سروریۂ جدیدہ کو خوب لتاڑ اگیا ہے، اور یہ رائے در اصل اُس غلط فہمی پر مبنی ہے جو اُس زمانے کے ایتھنز کی اخلاقی حالت کی بابت آجکل عام ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ سروریہ کی بابت جو غلط رائے قائم کی گئی ہے اُس کی تائید اُس زمانے کی اخلاقی حالت کی بابت جو خیالات رائج ہیں اُن سے کی جاتی ہے، درآنحالیکہ یہ اخلاقی حالت اس لئے خراب تصور کی جاتی ہے کہ اس کا چربہ ان کھیلوں میں اُتارا گیا ہے! ہم مثال کے طور پر ایک واقعے کا ذکر کرینگے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے نصف آخر کی نسبت (جبمیں ارسطوفانیس نے اپنے سرود رئے قلمبند کئے) چوتھی اور تیسری صدی ق م میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت نہایت خراب تھی، اور سروریۂ جدیدہ کو اس خراب حالت کا گویا آئینہ بتایا گیا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا

باب ۶

کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ چوتھی اور تیسری صدی ق م میں ایتھنزی قوم کی حالت بدتر ہو گئی تھی، بلکہ اس کے برعکس بہتر نہیں تو مساوی حالت کا استدلال بہت سے امور سے کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہہ فوکیون کا مجرم ٹھہرایا جانا اور دیمتریوس اکبر و اصغر کی بابت ایتھنزیوں کی غلامانہ روش کو اس حکم کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن حکم لگانے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ فوکیون کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا تھا وہ اس سلوک سے بدتر نہ تھا جو مہم ارگنوسائے کے بعد سپہ سالاروں کے ساتھ کیا گیا تھا، اور یہ کہ دیمتریوس ساکن فالیروم کے ۳۶۰ مجسموں کی تجویز ایک خود ساختہ عدیدی مجلس ہی نے تو منظور کی تھی جو کسی طرح ایتھنز کی قائم مقام نہیں کہی جا سکتی۔ نیز اس واقعے کو بھی ملحوظ نہیں رکھا جاتا کہ اس عہد میں انتی گونوس اور دیمتریوس پولیورکیتیس کا جو اعزاز و اکرام کیا گیا اس میں نہ صرف کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی (جیسا ہم نے باب ۲ حاشیہ ۱۳ میں دکھایا ہے) بلکہ یہ سب اس زمانے کی زوردار رائے عامہ کے مطابق تھا۔ ہم اس باب کے حاشیہ ۳ میں دکھا چکے ہیں کہ تیسری صدی ق م ہی میں ایتھنز اپنی توانائی اور جنگی قابلیت اور آزادی کی محبت کا نہایت ہی قابل لحاظ ثبوت دے چکے تھے۔ اب صرف وہ دلائل باقی رہ جاتے ہیں جو سرودیۂ جدیدہ سے اخذ کئے جاتے ہیں اور جن سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اس زمانے میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت خراب تھی؛ لیکن یہ دلائل بھی قطعاً بیکار ہیں۔ اول تو ہمیں یہ کہنا ہے کہ سرودیۂ جدیدہ سے جو استنتاج کیا جاتا ہے اس کا جواب زمانۂ مابعد کے اس سرودی ناٹک سے ملتا ہے جو اس کا جانشین تھا، یعنی اس میں بھی بداخلاق نوجوان عورتوں، مکار بیویوں، بدتمیز چاپلوسوں، شیخی باز سپاہیوں کا تذکرہ ہے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے بعد کے تمام زمانوں میں ایتھنز کی اتنی ہی خراب حالت تھی جتنی عہد زیر بحث میں علاوہ ازیں سرودیۂ جدیدہ کے اجزا سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمعصر

باب ۶

ایتھنز میں اس قسم کے ذلیل اخلاق کو اُتنا ہی بُرا سمجھا جاتا تھا جتنا کسی دوسرے مُلک یا کسی دوسرے زمانے میں۔ چنانچہ ان اشخاص تمثیلی کے وجود سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ایتھنزیوں کے صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس نظر لئے کے مطابق سترھویں صدی عیسوی کے نصف آخر کے انگریزی سروریئے، جو اخلاقی اعتبار سے اُن یونانی سروریوں سے کہیں بدتر تھے، اور جن کے موضوع پر میکالے نے ہمارے لئے ایک نفیس مقالہ چھوڑا ہے، ان سے معلوم ہوگا کہ اس عہد کی انگریزی قوم، وہی جس نے جیمز دوم کو نکال باہر کیا، ایک اوّل درجے کی بد اخلاق قوم تھی۔ اس کے برعکس جدید ایتھنزی سروریوں کی بابت جو کچھ ہمارے پاس تک پہنچا ہے اُس کا مطالعہ کرنے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوّل تو بحیثیت ایک فن کار کے اُس کا رتبہ نہایت اعلیٰ و ارفع ہے، اور دوسرے تیسری صدی ق م میں خانگی زندگی کے اعتبار سے ایتھنزی اپنے پیش رؤوں سے کچھ بدتر نہیں تھے۔ جہاں پانچویں صدی ق م میں ارسطوفانیس اپنے ہم بلدوں کی خانگی زندگی کے بدترین اور قابل نفرت حصے کا ذکر کرتا ہے، وہاں سروریۂ جدیدہ میں جس زندگی کا ذکر کیا جاتا ہے اُس میں علی العموم کوئی بُری بات نہیں پائی جاتی۔ گو ظاہر ہے کہ اس میں سروری کیفیت پیدا کرنے کے لئے لغویات اور بدکاریوں جیسے حشوات و زوائد پر زور دینا لازم تھا۔ ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ایتھنز میں ایسے معزز خاندان بھی تھے جنھیں دوسروں کے لئے گویا نمونہ تصوّر کیا جاتا تھا، اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئیے کہ سنہ ۳۰۰ ق م میں فلسفے کی جو نئی طرز ڈالی گئی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس عہد کے ایتھنزیوں نے خصوصاً اور یونانیوں نے عموماً کسی کوشش میں دریغ نہیں کیا۔ بلا شبہہ ہم ایک ایسے معاشرے کو جس میں کلیاں تھیس کی عزت کی جاتی ہو کسی طرح سے بد اخلاق نہیں کہہ سکتے۔

اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ سروریہ جدید کیوں ضروری تھا یا کم از کم کیوں مناسب تھا تو ہمیں مفصلۂ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔ سروریۂ قدیم میں محض مردانہ معاشرے کی ایک ایسی نقل اُتاری گئی تھی جس کے ارکان میں حاضر جوابی کا مادّہ ہو لیکن جو اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ پانچویں صدی ق م میں متمدّن ایتھنز کا معاشرہ بالکلیہ مردوں پر مشتمل تھا۔ اسپازیہ چاہتی تھی کہ اس صورت حال میں تبدیلی ہو جائے لیکن اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئی۔ سروریے صرف اُن مردوں کے لئے لکھے جاتے تھے جن کی دلچسپی ادبیات وسیاسیات تک محدود تھی، اور جو عورتوں کو صرف اُن کی بُری حیثیت سے یاد کیا کرتے تھے۔ کسی معزّز عورت کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ ارسطو فانیس کے کھیلوں کو دیکھے یا اُن کے مکالمے سُنے، اور دراقعہ یہ ہے کہ اس کے لئے اُن کھیلوں میں کچھ نہیں رکھا تھا اس لئے کہ سیاسیات کی نقل جو صرف اُن ہی لوگوں کے لئے دل خوش کن تھی جو بازار میں کاروبار کرتے تھے، یا خانگی زندگی کی نقل، یہ دونوں معمولی بیبیوں کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ ایک ایسا سروریہ جو معزّز خواتین کے لئے باعث کلفت ہو یا جس کی وجہ سے اُس کی طبیعت مسرور نہ ہو اُسے تمدّن کے ایک مخصوص عہد کی پیداوار کہا جا سکتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ہر عہد میں مفید مطلب ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سروریہ اور وردیہ دونوں کی دلچسپی عام ہونی چاہئے اور اس میں انسانیت کا عنصر ہونا چاہئے اور یہی وہ چیز ہے جو ادبیات یونان میں نہیں پائی جاتی۔ ہر شخص، عورت ہو یا مرد، ائس خیلوس، سوفوکلیس اور یوریپیڈیس سے محظوظ ہو سکتا تھا لیکن ارسطو فانیس میں صرف مرد ہی دلچسپی لے سکتے تھے، اور اگر کھیل کے ساتھ اس کی تفسیر بیان نہ کی جائے تو پھر صرف پانچویں صدی ق م کے مرد ہی۔ ایتھنزی سروریہ کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اُس نے

باب ۶

سروری ناٹک کو انسانیت کے قالب میں ڈھال دیا، اور میلوں تماشوں کے لئے وہ کتابیں جو کلیون اور اُس کے ہمعصروں کیلئے لکھی گئی تھیں، ہرکس و ناکس کا آلۂ مسرت بن گئیں۔ سروریۂ جدیدہ میں اُس تبدیلی کی جھلک نظر آتی ہے جو پانچویں صدی ق م کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ چوتھی صدی ق م کے اواخر میں عورتوں مردوں کا ایک مخلوط معاشرہ بن گیا تھا جس میں اب بھی معزز خواتین کی بجائے نیم فاحشہ عورتوں کا عنصر غالب تھا، اور یہی وہ معاشرہ تھا جس کے لئے یہ یہ سروری ناٹک دراصل مرتب ہوئے تھے۔

قدیم، وسطی اور جدید سروریہ کے موضوعات کو گیزرو نے نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ یہ مصنف کہتا ہے کہ قدیم سروریہ زندگی عامّہ کا، وسطی کیفیات عامّہ میں زندگی کا اور جدید خانگی زندگی کی تصویر کھینچتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سروریۂ جدیدہ کا موضوع خانگی زندگی ہے، اور اس کے اوّلین اور عظیم ترین لکھنے والوں نے اسے کچھ اس طرز پر بیان کیا ہے کہ اُن کے اصول اس وقت بھی اُتنے ہی قیمتی ہیں جتنے پہلے دن تھے۔ اس کا موضوع خاص عشق و محبت تھا اور اس وقت بھی اس قسم کے سرویوں میں یہی موضوع چلا آتا ہے۔ سروریۂ جدیدہ میں طرز تمثیل یہ ہے کہ ایک طرف تو کھیل کی بندش کو نہایت نفیس پیرائے میں واکیا گیا ہے اور دوسری طرف اشخاص تمثیل کے خصائص کا چربہ اُتار گیا ہے۔ بندش اگر کسی گم شدہ عزیزہ کی تلاش پر مبنی ہوتی ہے اور اکثر اُس کی وضع نہایت سادہ ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس جدید اٹیکائی سروریہ میں سانگیوں کے خصائص کا بیان زمانۂ مابعد کے ناٹکوں سے کسی نہج کمتر نہیں ہے۔ یہی وہ سروریہ تھا جس نے زمانۂ مابعد کے اکثر انواع خصائص تمثیلی کی بنیاد ڈالی، اور اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ حقائق زندگی کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ مختلف قسم کے ماں باپ، لاڈلے بیٹے،

باب ۶

غلام، بازاری عورتیں، شیخی باز سپاہی، خوشامدی، فلسفی، یہ سب سروریۂ جدیدہ میں بالکل اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے زمانۂ حال کے سروری کھیلوں میں سروری ناٹکوں میں یہی کیفیت انسانی خامیوں اور عیبوں، مثلاً غصہ، اوہام پرستی، بڑبڑانے اور بدباطنی کی ہے۔ ان ناٹک نویسوں کی نفسیاتی نظر کی خوبی اُن چھوٹے چھوٹے کہاوتوں سے ظاہر ہوتی ہے جو اس وقت تک اُن کھیلوں میں سے موجود ہیں۔

آخر میں ہمیں ایک کم و بیش اہم بات یہ لکھنی ہے کہ سروریۂ جدیدہ محض خارجی اعتبار سے قدیم اور وسطی سروریہ کا سلسلہ کہا جا سکتا ہے اور اس لئے میلوں اور عیدوں کے مواقع پر اُن کی جگہ لے لی جہاں تک اندرونی کیفیات کا تعلق ہے یہ دراصل یوری پدیس کے دردیہ آمیز ناٹکوں کا جانشین ہے، اور چونکہ لوگوں کو اس کا احساس محض رفتہ رفتہ ہوا اس لئے جو روایتی نفرت یوری پدیس سے تھی وہ متاندر کو منتقل ہو گئی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یوری پدیس معمولی زندگی کی روزمرہ کیفیات کے مطابق تصویر کھینچتا ہے۔ لیکن اُس کے سانگیوں کی وضع انسانی نہیں بلکہ سورمائی تھی اور یہ سورما اب بھی گویا قدیم زمانے ہی میں رہتے سہتے تھے۔ سروریۂ جدیدہ میں بندش اسی طرح سے پیش کی جاتی ہے جیسے یوری پدیس ہیں۔ لیکن اشخاص تمثیل اب میکنائے یا آرگوس میں نہیں بلکہ ہمعصر رھوڈز یا ایتھنز میں رہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ نیا اسلوب پُرانے اسلوب سے زیادہ صحیح اور دلچسپ ہو گا۔ بہت سے امور میں سروریۂ جدیدہ ابی قوریت کا گویا تتمہ ہے، اور بہر نہج اس کا مقصد حیات بہ نسبت رواقی ہونے کے زیادہ تر ابی قوری ہے۔

اس سروریہ کا تریس فلے مون[۹] معلوم ہوتا ہے جو اپنی زندگی کے اوائل میں سولی یا سرقوسہ سے ایتھنز آیا اور اولمپیاد ۱۱۲ (۳۳۰ ق م) سے وہاں رہکر تمثیلی نظم کہنے لگا[۹]

---

[۹] فلے مون مقابلہ کرو لاڈے وگ Ladewig پا ؤلی جلد ۵ میں۔ اس کا بیان

دیکھو صفحہ آئندہ

باب ۶

مناندر نے اپنا کاروبار دو اولمپیاد بعد تک سنبھالا۔ مختلف ادبی مقابلوں میں فلے مون جیت جاتا تھا اور آجکل یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اُسی زمانے کی بڑی بڑی ممتاز شخصیتوں کا یہ قدیم انداز سے مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اُس نے اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ ایتھنز سے باہر تبسر کیا اور منجملہ دوسرے مقامات کے ماگوس ساکن سرنہ کے ساتھ بھی رہا۔ وہ تقریباً ایک سو سال کا ہو کر اولمپیاد ۱۲۹، ۳ (۲۶۴ ق م) کے قریب مرگیا، اور اُس کی نسبت مشہور ہے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک برابر کام پر لگا رہا۔ اُس کے ناٹکوں کی پلوتوس نے جو تطبیقیں کیں اُن سے اس کے کھیلوں موسومہ "سوداگر" و "خزانہ" کا حال معلوم ہوتا ہے۔

لیکن مناندر فلے مون سے بھی زیادہ ہر دل عزیز ہو گیا۔ یہ اولمپیاد ۱۰۹، ۳ (۳۴۲ ق م) میں ایتھنز میں پیدا ہوا تھا۔ وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ زوسے میل ۱، ۲۵۹ میں۔

مناندر کیفی زیا نامی دیموس کا باشندہ تھا مقابلہ کرو پلسر پاؤس، جلد ۴ میں۔ گیزو؛ دنی؛ "سرریۂ یونان" Denis: La Comédie Grecque جلد ۲ پیرس ۱۸۸۶ء؛ مختصر بیان زوسے میل ۱، ۲۵۳ میں: ۵ لیوبکے H.Leubke "مناندر" برلن ۱۸۹۲ء

دوسرے سرریٰ مصنف۔ دنی لوس ساکن اسنوف زوسے میل ۱، ۲۶۰

فلپی دیس بیاینہ نامی دیموس کا باشندہ تھا، اور نہ صرف شاعر تھا بلکہ امیر اور سیاس بھی تھا اور لیزی ماخوس کے دربار میں اُس کا نام تھا۔ وہ ایتھنز کا محسن تھا۔ زوسے میل ۱، ۲۶۲ میں اس کی بابت ایک تجویز نقل کرتا ہے؛ ہکس ۱۶۰۔

پوسی دی پوس ساکن کاساندریہ؛ زوسے میل ۱، ۲۶۴۔ واٹیکان میں اُس کے اور مناندر کے نشستہ مجسمے اب تک موجود ہیں۔

اپولودوروس ساکن کاریستوس، زوسے میل ۱، ۲۶۴

باب ۶

ابی قوروس کا ہم عمر تھا اور لڑکپن میں یہ دونوں ساتھ ساتھ رہتے تھے اور اُن کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ اس پر فلسفیوں میں سے تھیوفراستوس نے سب سے زیادہ اثر ڈالا، اور ابی قوریت گویا ایک ایسی ذہنی تحریک تھی جس کی فضا میں اُس نے اپنی زندگی بسر کی اور ناٹک لکھے۔ وہ دیمتریوس ساکن فالیروم کا بھی دوست تھا جسے طرز زندگی کو ملحوظ رکھ کر ابی قوری کہا جا سکتا ہے۔ منا ندر ایک خوش پوش شخص تھا اور اُسے زندگی کا حظ حاصل کرنے میں خاص ملکہ تھا۔ اُسے بطلیموس اوّل نے اسکندریہ طلب کیا لیکن اُس سے ایتھنز نہیں چھوٹتا تھا۔ وہ اولمپیاد ۱۲۲، ۲ (سنہ ۲۹۱ ق م) میں صرف ۵۱ سال کی عمر میں مر گیا۔ منا ندر کو خصائص کے بیان میں خاص مہارت تھی اور اپنے زمانے کے عادات و اطوار کا خاکہ کھینچنے میں اُسے کمال حاصل تھا۔ جو لوگ اُس کے ناٹکوں کو دیکھتے تھے وہ محسوس کرتے تھے کہ اُس کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی کے اہم مسائل پر غور کریں، اور جو لوگ تمدن یافتہ تھے وہ اُس کے کھیلوں کو دوسرے ناٹکوں پر ترجیح دیتے تھے۔ خود وکلا کو اُس کے کھیلوں سے سبق حاصل ہوتا تھا۔ اُس کے بہت سے ناٹکوں سے ہم ٹیرنس کی تطبیقوں کے ذریعے سے واقف ہیں، مثلاً "اندریہ" "برادران"، "خود مکلف" اور "زنخہ"۔ اس نے "تائیس" نامی ایک سروریہ لکھا جس کی وجہ سے یہ نام "بازاری عورت" کے مترادف ہو گیا، اور دانتے نے اُسے گویا اپنا کر لیا۔ اُس کی ایک مدخولہ تھی جس کا نام گلی کرا تھا جسے اُس نے ایک سروریہ میں داخل کر کے ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔

سروریۂ جدیدہ کے دوسرے مصنفوں کی بابت ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں اس لئے اس مقام پر اُن پر بحث نہیں کی جاتی۔ جہاں فلسفے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد یونانیوں نے

باب ۶

کس طرح اعلیٰ ترین مسائل وجود کو حل کرنے کی کوششیں کیں وہاں سرو ریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے، اور بالخصوص ایتھنز یوں نے کس طرح سے عملی دُنیوی ادراک کے مسلّمہ اُصول پر عمل کر کے روزمرہ کی زندگی سے ایک مسرّت آفریں اور سبق آموز عنصر اخذ کیا۔ فلسفہ ترقی کا جانشین ہے، سرو ریہ آرام دہ استحفاظ کا، اور دونوں نے ان خیالات پر جن پر وہ مبنی تھے، اعلیٰ ترین سطح پر پہنچا دیا۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ایتھنز نے اپنے معاصرین میں وہ حیثیت برقرار رکھی جو اُسے زمانے سے حاصل تھی۔ چھٹی صدی ق م میں اُس نے حصول ادراک کے لئے سولون کے ذریعے سے رہبری کے فرائض انجام دیئے اور نفاست میں اگارستہ کے ہاتھ کے لئے جو دو امیدوار سکیون آئے تھے اُنکی وساطت سے یونان کے لئے شمع ہدایت بنا۔ اس کے مزید ثبوت کی ضرورت نہیں کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز ادراک و نفاست دونوں میں یکتائے روزگار تھا۔ چوتھی صدی ق م کے اختتام اور اور تیسری صدی ق م کی ابتدا میں وہ ان میدانوں میں ستل پون، تھیوفراستوس زینو، ابی قوروس، فلیمون اور منا ندر کے ذریعے سے رہبری کرتا ہے، اور اس کے ذریعے سے تمام ہمعصر یونان پر اور عام طور پر بنی نوع انسان پر اثر ڈالتا ہے۔ اس سے مقابلہ کیا جائے تو شاہی پائے تختوں کے کارنامے ہیچ معلوم ہوں گے؛ دُنیا کیلئے کالی ماخوس اور اپولونیوس ابی قوروس اور منا ندر کی خاکپا کے برابر بھی نہیں ہم دیکھیں گے کہ حکمیات کا نشو و نما مصر میں ضرور ہوا، اور ارسطاطالیس نے جو کام ایتھنز میں شروع کیا تھا اُسے اُس کے شاگردوں نے اسکندریہ میں کمال کو پہنچایا۔ اس لئے اگر حکمیات میں مصر ایتھنز پر سبقت لے گیا تھا تاہم وہ ادبیات و فنون میں یونان کا رہبر نہیں تھا، بلکہ اس میدان میں رھوڈز اُس پر سبقت لے گیا تھا۔

الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فنون میں پھر ایک جمہوریہ ہی ہے جسے

باب ۶

اوّلیت کا فخر حاصل ہے۔ لیکن یہ واقعہ کہ فنون کا نشو و نما ایتھنز میں نہیں بلکہ ایک ایشیائی شہر میں ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے لئے فلسفے اور شاعری کی طرح صرف فراست ہی کی نہیں بلکہ بڑی حد تک مادّی وسائل کی بھی ضرورت تھی، اور ان چیزوں میں ایتھنز رھوڈز کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اس ضمن میں زمانۂ مابعد تک ردّ عمل شروع نہیں ہوا۔ رھوڈز ہی فنون کا رجحان اعلیٰ کی طرف تھا، جب سادگی کی طرف میلان ہوا تو ایتھنز از سر نو مدینۃ الفنون بن گیا۔ اس پہ ابواب ۲۲ و ۲۳ میں بحث کی جائے گی۔[۱]

---

[۱] اس عہد کا مقابلہ زمانۂ حال سے: پ. گارڈنر: "ابواب جدید" ۴۹۔ عیش و عشرت اور کشت و خون، ۵۱، ۵۲۔

پ. گارڈنر نے (۵۱ وغیرہ) اُس زمانے کے یونانیوں کی معاشری تبدیلی کا حال بیان کیا ہے، عورتوں کی حیثیت، انجمنیں، فطری حسن کا احساس، فنون میں فطرت کی نقل، بربریوں کے اصناف۔

باب ہفتم

اگاتھوکلیس

جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو مغربی یونان میں کیا کیا واقعات رونما ہو رہے تھے؟ مشرقی اور مغربی یونان میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے، لیکن اوّل الذکر کی بہ نسبت یہاں کے واقعات ذرا زیادہ پردۂ اخفاء میں ہیں۔ یہاں بھی جانشینان سکندر کے خصائص اور خودغرض حکمرانوں کی بے پروایانہ تشدّد کی جھلک نظر آتی ہے، بلکہ سچ پوچھو تو اسمیں شدّت کی زیادتی ہے، اور ساتھ ہی مشرق کے رھوڈز اور ایتھنز کی طرح کوئی جمہوری ملت نہیں ہے کہ اس تشدّد کے خلاف تمدّنی اور ذہنی ترقی کی پشت پناہی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ "یونان کبیر" اور سسلی وہ ممالک ہیں جن پر اب ہماری توجّہ مرکوز ہوتی ہے، اور خاص طور پر ہم سسلی کیطرف ناظرین کے خیال کو ملتفت کریں گے جو ہمیشہ اپنے ہمسایہ "یونان کبیر" سے ممتاز رہتا تھا۔ یہاں جانشینان سکندر اور تابعین کی جگہ اگاتھوکلیس نظر آتا ہے، اور یہ صقالوی خودسر اپنا دائرہ مشرق میں ماوراے اطالیہ اور مشرق میں ماوراے صقالیہ، ایپائروس و قرطاجنہ تک وسیع کر دیتا ہے، جس کے باعث اُسے زمانۂ قدیم کی سب سے ذی اثر شخصیتوں

باب

میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں مغرب کے متعلق جو کچھ تھوڑا بہت کہنا ہے وہ سب اُس کی جانبازیوں اور کارناموں پر مشتمل ہے اس کے بعد ہماری توجہ ایک بالکل دوسری نوع کے شخص یعنی پرھوس کی طرف مبذول ہو جائے گی۔ اگاتھوکلیس کے حالات سے از ۳۱۷ء ق م تا ۲۸۹ء ق م کا زمانہ بھرا ہوا ہے، گو آخر میں چل کر یہ حالات بہت ہی جزوی رہ جاتے ہیں، اور اس کے بعد پرھوس ۲۷۴ء ق م تک ہماری رہبری کرتا ہے۔

اگاتھوکلیس، کارکی نوس ساکن رہے گیوم کا بیٹا تھا اور سسلی کے شہر تھرمائے (موجودہ ترمینی) میں اپنے باپ کی جلاوطنی کے زمانے میں پیدا ہوا تھا[۱]۔ تھرمائے سے کارکی نوس سرقوسہ گیا اور یہاں پہنچ کر اُس کا بیٹا اگاتھوکلیس ذی اثر داماس کا منظور نظر بن گیا، اور اسی تقرب سے وہ اُس لشکر میں جو اکراگاس کے خلاف لڑ رہا تھا، خلیارخ مقرر ہو گیا۔ داماس کے انتقال کے بعد اُس نے اسکی بیوہ

---

[۱] میں یہاں اگاتھوکلیس کے متعلق زمانۂ حال میں جو لکھا گیا ہے اُس کا حوالہ دیتا ہوں: گروٹ، باب ۹۷، ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Holm: Gesch. Sicilien Alterthum ، ۲، $\frac{۲۱۹}{۲۲۷}$ و $\frac{۴۷۴}{۴۸۵}$؛ میلٹزر: "تاریخ قرطاجنہ"، ا؛ شوبرٹ: "تاریخ اگاتھوکلیس" Schubert: Gesch. des Agathokles بریزلاؤ ۱۸۸۷ء، جس میں اسناد کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔ دیکھو میری تنقید: "جریدہ ادبیات المانیہ" Dentsche Litteraturzeitung ۱۸۸۸ء میں؛ نیز نے Niese ، ا، $\frac{۴۳۰}{۴۸۶}$

قدیم زمانے اور حال کے زمانے میں مؤرخوں نے جو نقطۂ نظر اختیار کیا اُس پر تمائیوس کا بڑا اثر پڑا ہے، اور تمائیوس اس خاص معاملے میں انصاف سے کام لیتا ہے۔ دیکھو تحت باب ۲۳، حاشیہ ۸۔

اگاتھوکلیس کی تاریخ کا آخری حصہ غیر متیقن ہے، اس لئے کہ ہماری خاص سند یعنی دیودورس کی تاریخ صرف ۳۰۱ء ق م تک جاتی ہے۔

باب ۲

سے نکاح کر کے خود اپنا اقتدار اور اپنی دولت دونوں بڑھالی۔ لیکن وہ خاموش شہری زندگی سے کسی طرح مطمئن نہیں تھا۔ جب وہ اس سرقوسی لشکر میں خلیارخ تھا جو کروتونیوں کی مدد کے لئے برتیون کے خلاف روانہ ہوا تو وہ راستے میں اپنے سپہ سالار سوستراتوس سے لڑ پڑا اور سرقوسہ پہنچ کر اُس پر بہت سے الزامات قائم کئے۔ جب اُس نے دیکھا کہ شہر والے اُس کی شنوائی نہیں کرتے تو وہ سرقوسہ چھوڑ کر چل دیا، اور اجیر سپاہیوں کی ٹولیوں سمیت اٹلی اور سسلی میں کبھی کسی حکمران کی خدمت میں اور کبھی خود اپنے آپ چھاپے مارنے لگا۔ وہ کروتون پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا اور تارنتیوں نے اُسے اس وجہ سے برخاست کر دیا کہ انھیں اُس کی کارروائیوں پر شک و شبہ سا ہو گیا تھا۔ الغرض سوستراتوس اور اُس کے پیرووں کے زوال کے بعد وہ سرقوسہ واپس آیا لیکن اس پر بھی اُسے چین نہیں آیا اور سرقوسہ کی خدمت سے دست کش ہو کر دشمنان سرقوسہ کے ساتھ مل گیا۔ لیکن اُس کا مستقل ارادہ یہ تھا کہ خود سرقوسہ میں اپنی قوت کو مستحکم کر لے اور اُس نے اس مقصد کو قرطاجنی سپہ سالار ہملکار کے ذریعے اسے پورا کیا۔ یہ شخص اُس وقت سسلی میں کمان کر رہا تھا؛ اور اُس نے اگاتھوکلیس کو صرف اس لئے مدد دی کہ اپنے خیال میں وہ اُس کے ذریعے سے گویا خود اپنا راستہ صاف کر رہا تھا۔ قصہ مختصر، اگاتھوکلیس سرقوسہ آتا ہے اور وہاں کا سپہ سالار بن جاتا ہے۔ برسر اقتدار ہوتے ہی اُس نے چار ہزار سرقوسیوں کے سر قلم کر کے اپنی حکومت کی بنیاد کو اور بھی زیادہ مستحکم کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے اعلان کیا کہ اب عدیدی تشدد کے خلاف طبقۂ اسفل کی حمایت کروں گا، اور اس چال سے آخر کار ۳۱۷ء ق م میں اُس نے اپنے اقتدار کو عموم سرقوسہ سے تسلیم کرا ہی لیا۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک سرقوسہ پر حکومت کرتا رہا۔ اُس نے اپنے عہد میں امیروں اور تعلیم یافتہ طبقوں

باب ۸

پر نہایت سختی کا برتاؤ کیا اور عوام النّاس کے مفاد کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ اس کی بہت جلد یہ آرزو ہو گئی کہ اپنی سلطنت کے حدود کو وسیع کرے سب سے پہلے تو اُس نے مسانہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، لیکن قرطاجینوں نے اُس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا اور نہ صرف اُسے زک دی بلکہ سرقوسی جلاوطنوں نے اکراگاس، گیلا اور مسانہ کی مدد سے ایک مخالفہ قائم کیا اور مخالفوں نے اسپارٹی اکروتاتوس ولد شاہ کلیومنیس کو اپنا سپہ سالار بنایا۔ سسلی کے راستے میں اکروتاتوس تارنتوم اُترا جہاں والوں نے صرف اُس کی مدد کا وعدہ ہی نہیں کیا بلکہ واقعاً مدد بھی بھیجی تھی، حالانکہ وہ ۳۲۰ق م میں روما اور سامنیوم کے مابین صلحکار کی حیثیت سے پڑ چکا تھا اور اس طرح گویا سسلی کے حالات کی وجہ سے بہت کچھ مصروف کار تھا۔ لیکن اکروتاتوس کو سراسر ناکامی ہی ہوئی (۳۱۴ق م)۔ وہ چاہتا تھا کہ سسلی میں خود اپنی سلطنت قائم کرے اور اسی مقصد کے حصول کے لئے اُس نے سرقوسی جلاوطنوں کے رہبر سوستراتوس کو جان سے مروا ڈالا۔ لیکن اس واقعے کی وجہ سے عوام النّاس کے خیالات میں ردّ عمل پیدا ہو گیا۔ اُسے شہر بدر کر دیا گیا اور آخر کار اگاتھوکلیس کی مخالفت کا خاتمہ ہو گیا اور جزیرے کے مشرقی شہروں نے سرقوسہ کی سیادت کو تسلیم کر لیا۔ لیکن امن وامان کا زمانہ زیادہ دن تک نہیں رہا۔ صلحنامے پر دستخط ہملکار کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے ہوئے تھے، لیکن قرطاجنی سینیٹ نے اُس کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا، اور یہ کہہ کر کہ اس میں قرطاجنی مفاد کا ملحوظ نہیں، وہ اگاتھوکلیس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئی۔ اس کی دیکھا دیکھی صقالوی مخالفوں نے بھی کمرِ ہمت باندھ لی اور متفق ہو کر جنگ کی سفارش کی۔ پہلے تو کامیابی کا سہرا اگاتھوکلیس ہی کے سر رہا اور اُس نے مسانہ پر قبضہ کر لیا، لیکن چونکہ اکراگاس کی حفاظت قرطاجنی کر رہے تھے اس لئے وہ اُسے مغلوب نہیں کر سکا۔

باب

بہر حال ۳۱۲ ق م میں اُس نے دینوکراتیس اور اُس کی فوج کو، جو سرقوسی عدیداریوں نے روانہ کی تھی گالاریہ کے مقام پر شکست دی۔ لیکن اس کے بعد اُسے ایک بڑی بھاری زک ملی۔ وہ قرطاجینوں سے کوہ ایکنوموس پر، جو جنوبی ہمرا پر واقع ہے، جنگ آزما ہوا، اور جس طرح دیونی سیوس نے گیلا میں شکست کھائی تھی اسی طرح اُسے بھی اسی مقام پر نیچا دیکھنا پڑا۔ دیونی سی سیوس ہی کی طرح وہ سیدھا سرقوسہ گیا، لیکن بجائے اس کے کہ وہ خود قرطاجینوں کے خلاف شہر کی حفاظت کرے، اُس نے شہر کو اپنی قسمت پر چھوڑ دیا اور وہاں سے خود دشمن کے مُلک میں جاکر اُس پر حملہ کر دیا۔

یہ جانبازی جانشینان سکندر کے عہد کے شایان شان تھی، اور تاریخی اعتبار سے قابل یادگار تھی۔ سب سے پہلے تو اگاتھوکلیس نے بہت سے امیر سرقوسیوں کو تہ تیغ کرایا اور اُن کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے بھائی انتاندر کو صوبہ دارِ سرقوسہ بنا کر اور خود چھ سو جہاز ساتھ لے کر چلدیا لیکن یہ کسی سے نہیں کہا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ وہ قرطاجنی بیڑے کو، جو اُس وقت سرقوسہ کی بندرگاہ کی ناکہ بندی کر رہا تھا، دھوکا دے کر افریقہ میں راس ہرمائیوم (راس بون) پہنچا جو قرطاجنہ کے مشرق میں واقع ہے اُس نے یہ بہانہ کیا کہ اُس نے اس مقام پر کامیابی کے ساتھ اُترنے کی دیمیتر اور پرسی فونے سے منت مانی ہے اور بیڑے کو، جو اب اُس کا سدّ راہ بن گیا تھا، جلا کر خود ایک زرخیز حصّۂ ملک میں ہو کر جس میں سے اُس نے بہت کچھ مال غنیمت حاصل کیا، قرطاجنہ کی طرف بڑھا۔ شہر اس کے حملے کے واسطے تیار نہیں تھا، اور اس سے بھی بدتر یہ کہ اُس کے باشندے باہمی جنگ و جدال میں مبتلا تھے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اگاتھوکلیس کو اس صورت حال کی اس سے پہلے سے خبر ہو گی۔ بہر نہج باشندوں نے حتی الامکان مدافعت کی

باب

کوشش کی۔ اُنھوں نے ایک بڑا لشکر جمع کیا اور ہانو اور بوملکار کو اپنا سرگروہ مقرر کیا۔ وہ دو ایسے خاندانوں کے افراد تھے جو درِ اصل ایک دوسرے کے مدِمقابل تھے، اور قرطاجنی سنیات نے انھیں اس لئے سپہ سالار بنایا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو حد سے نہیں بڑھنے دیں گے۔ لیکن اس ترکیب کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ہانو تو لڑائی میں کام آیا اور بوملکار لڑنے کی بجائے پیچھے ہٹ گیا، چنانچہ فی الوقت اگاتھوکلیس کھلے ملک کا مالک بن بیٹھا۔ قرطاجنیوں نے اپنے معبودوں کے سامنے انسانوں کی قربانیاں کر کے اُن کے غصّے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی، اور ہملکار سے، جو سسلی میں کمان کر رہا تھا مدد کی درخواست کی۔ لیکن اگاتھوکلیس برابر بڑھتا ہی گیا۔ اُس نے ہدرامیلیتوم پر قبضہ کر لیا۔ خود قرطاجنیوں نے اُس کی مدد کرنی شروع کر دی اور لبیہ کا ایک سردار مسمی ایلی ماس اُس سے مل گیا۔ یہ مفاہمت زیادہ دن تک قائم نہیں رہی اس لئے کہ ایلی ماس نے علمِ بغاوت بلند کر دیا لیکن اُسے شکست دے دی گئی اور اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔

جزیرۂ سسلی میں قسمت کبھی اس طرف کبھی اس طرف پلٹا کھاتی تھی۔ ۳۰۹ ق م میں ایپی پولائے میں ایک سخت طوفان برپا ہوا جس کی وجہ سے ہملکار سرقوسیوں کے پنجے میں آگیا اور اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ سرقوسیوں نے اُس کا سر اگاتھوکلیس کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ اُسے قرطاجنیوں کو دکھائے۔ ساتھ ہی اگاتھوکلیس کے دشمنوں نے بھی سسلی میں حرکت شروع کی۔ اکراگاس نے زینودیکوس کی سیادت میں ایک لشکر جمع کیا، اور اُسے اندرون جزیرہ میں کچھ کامیابی بھی ہوئی۔ افریقہ میں اگاتھوکلیس کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہاں اُس کے بیٹے ارکاگاتھوس اور کسی چھوٹے سے افسر کے درمیان جھگڑا ہوا اور یہ خیال ہونے لگا کہ شائد فوج قرطاجنیوں کے قبضے میں چلی جائیگی،

باب ۷

لیکن محض اپنی مستقل مزاجی کی وجہ سے اگاتھوکلیس بمصر فوج کو اپنی طرف لے آیا اور قرطاجنیوں کو شکست دے دی۔

سنہ ۳۰۸ ق م میں افریقی محاذ جنگ ذرا اندرون ملک کی طرف ہٹ گیا، جس پر چالاک جانباز نے والئ سرینہ یعنی مقدونوی اوفیلاس سے گفت وشنود شروع کردی [۲]۔ اُس نے اُس سے کہا کہ میں تمھیں مال غنیمت کا ایک حصہ دوں گا، اور اگاتھوکلیس سے ملنے کے لئے اوفیلاس تونس کی طرف بہت سے سپاہیوں سمیت، جو مختلف اطراف واکناف سے آئے تھے، بڑھا۔ لیکن وہ پہنچا ہی تھا کہ اگاتھوکلیس نے اُسے مروا ڈالا، اور اُس کے سپاہیوں کو اپنے لشکر میں شامل کرلیا۔ لیکن اسی زمانے میں اس جانباز کے ایک بڑے مقدونوی معاون شخص کا کام تمام ہوگیا۔ بوملکار نے یک بیک قرطاجنہ پر قبضہ کرنے کی اسی طرح سے کوشش کی جیسے اگاتھوکلیس نے قرطاجنہ لینے کی کی تھی، لیکن جب وہ آدھا شہر فتح کرچکا تو وہ گرفتار ہوگیا اور اُسے فی الفور ملک عدم کو پہنچا دیا گیا۔ قرطاجنہ کے شہری اپنی پرانی ہمت اور استقلال کو نہیں بھولے تھے۔ بوملکار کے خاتمے کی وجہ سے جانباز سسلی کے خاص سہارے یعنی باہمی تنازعات کا خاتمہ ہوگیا اور اُسے شہر کے فتح کرنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ بلاشبہ ابتداء میں تو اس نے اپنی طاقت اس قدر محسوس کی کہ یوٹیکا کی تسخیر کے بعد یعنی سنہ ۳۰۷ ق م میں وہ تھوڑے سے سپاہی لے کر سسلی گیا تاکہ وہاں کی نازک حالت میں اصلاح کرے، اور افریقہ میں اپنے لشکر کے ایک بڑے حصے کو اپنے بیٹے ارکاگاتھوس کی کمان میں چھوڑ دیا۔ لیکن اس

سنہ ۵۲ ایتھنز میں قرطاجنی سفرا اگاتھوکلیس کا کاٹ کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔
[۲] اگاتھوکلیس کا حلیف اوفیلاس ایتھنز میں، "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C.I.A. ۲، ۲۲۵ = ہکس ۱۴۲ مع تفسیر کے۔

باب

بیٹے کی قسمت میں شکست ہی شکست لکھی تھی، چنانچہ وہ اپنے باپ کو واپسی کے لئے لکھنے پر مجبور ہوا۔ اگاتھوکلیس نے قرطاجنی بڑے اور اکراگاس کی فوج کا خاتمہ کر دیا۔ بہت سے امن پسند شہریوں کو مروا ڈالا اور ۳۰۶ ق م میں افریقیہ چلا گیا۔ وہاں اس نے جانشینان سکندر کی طرح اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا (دیکھو باب ۲) اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو کسی طرح سے ان سے کمتر نہیں سمجھتا تھا؛ لیکن بادشاہ ہونے کے بعد اس نے افریقیہ میں جو کچھ کیا وہ اس سے کم تھا جو اس نے اپنی سپہ سالاری اور خودسری کے زمانے میں کیا تھا۔ وہ قرطاجنیوں سے جنگ آزما ہوا، لیکن یہاں اسے ہی شکست ملی، اور جو واقعات اس کے بعد رونما ہوئے ان کی وجہ سے اس کے مقاصد ہی کا سرے سے خاتمہ ہو گیا۔ لڑائی کے بعد رات کے وقت پانچ ہزار لبیہ والے جو اگاتھوکلیس کے لشکر میں تھے، اس کا ساتھ چھوڑ کر قرطاجنی کیمپ میں چلے گئے۔ لیکن اس کیمپ میں اس وقت آگ لگ رہی تھی، اور جب لبیہ والے موقع پر پہنچے تو تعجب سے بھرے ہوئے قرطاجنیوں نے سمجھا کہ وہ حملہ آوروں میں سے ہیں، اور گھبرا کر سب کے سب قرطاجنہ بھاگ گئے۔ اب لبیہ والے اگاتھوکلیس کے پڑاؤ میں پہنچے لیکن یہاں بھی انھیں دشمن ہی سمجھا گیا اور صبح کے وقت تک برابر ہی گڑبڑ رہی، یہاں تک کہ آخر کار صبح ہونے میں غلطی معلوم ہوئی اور لڑائی ختم ہوئی! لیکن اب لبیہ والوں نے اگاتھوکلیس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ ہی کامیابی کا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ بالکل مایوس ہو گیا اور اس نے اب اپنے بیٹے ارکاگاتھوس کو افریقیہ میں چھوڑ کر خود سسلی واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ سن کر ارکاگاتھوس نے یہ خبر مشہور کر دی، جس پر غضبناک سپاہیوں نے اگاتھوکلیس کو قید کر لیا لیکن ہوشیار خودسر نے ترکیبیں چل کر آزادی حاصل کر لی اور کیمپ سے نکل کر سیدھی سسلی کی راہ لی۔ سپاہیوں نے اس کے دو بیٹوں کو جو افریقیہ میں رہ گئے تھے، جان سے

باب ۷

مرو اڈالا اور قرطاجنیوں کے ساتھ اچھے شرائط پر صلح کر لی - یہاں اگاتھوکلیس کی افریقی مہم کا خاتمہ ہوگیا - یہ مہم نہایت عجیب و غریب تھی، اور اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ وہ شہر جو دوسرے ملکوں میں اپنے اقتدار کو قائم کئے ہوئے تھا، اُس کی حکومت خود سرزمین افریقہ میں محض جبر پر مبنی تھی - لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرطاجنی شہری قوت کی گویا کان تھے جو کسی خارجی جانباز کے حملوں سے، خواہ وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، اور نہ اپنے کسی فریق کی غداری سے مغلوب ہو سکتے تھے - قرطاجنہ کو اجیر سپاہیوں کا کوئی خود غرض سرگروہ مغلوب نہیں کر سکتا تھا، اور یہ غلبہ ایک قوی مملکت کو ہی حاصل ہونے والا تھا جو ایک خاص اخلاقی اصول پر مبنی تھی، اور یہ مملکت روما تھی -

سسلی پہنچ کر اگاتھوکلیس نے اپنی زندگی کے نئے دور کو بڑے بڑے مظالم سے شروع کیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں رعب قائم کر دے - اس بہانے سے کہ اُس کی زندگی کے خلاف سازشوں کا بازار گرم ہے - اُس نے اپنے حلیف شہر سیگستہ کے باشندوں کو شکنجے میں کسا اور جان سے مارا، اور اُس کے بھائی انتاندر نے اُن سرقوسی خاندانوں کو جو اُس کے ساتھ افریقہ گئے تھے، تہ تیغ کر دیا - اس کے بعد اُس نے دینوکراتیس کے ساتھ (جو سرقوسی مہاجرین کا سردار تھا) گفت و شنود شروع کر دی، اور جب اُس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تو اُس نے قرطاجنیوں کے ساتھ صلح کر لی جن کے پاس اب جزیرۂ سسلی میں دریائے ہالی کوس کے مغرب والا ملک باقی رہ گیا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ جب اُسے افریقہ میں شکستیں مل رہی تھیں تو اس وقت اُس نے رفتہ رفتہ قرطاجنیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کیا ہوگا، ورنہ سرقوسہ کے طویل محاصرے کے بعد اس قسم کا صلح نامہ قطعاً ناممکن تھا - یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریقوں نے ایکدوسرے سے مفاہمت کر لی ہوگی -

باب ٹ

اب چونکہ اگاتھوکلیس کے لئے تمام سسلی پر قبضہ کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے اپنے پیش رو دیونی سیوس کی طرح اس نے اپنا منھ مشرق اور اٹلی کی طرف موڑا۔ اُس نے سنہ ۳۰۴ ق م میں لیپارا کو تاراج کیا اور اس کے بعد اپنی توجہ کورسائرا کی طرف مبذول کی۔ سنہ ۳۰۳ ق م میں اس جزیرے پر اسپارٹی کلیونی موس نے (جو اُسی اکروستاتوس کا بیٹا تھا جس نے کچھ مدت تک تارنتیوں کی خدمت کی تھی) قبضہ کر لیا تھا۔ دیمتریوس نے اس سے جزیرے کو لے لیا، لیکن اس کے بعد کاساندر نے یہاں سے اُسے ہٹا دینے کی کوشش کی۔ اب اگاتھوکلیس ایک نئے بھیس میں تماشا گاہ پر نمودار ہوتا ہے، مقدونیوں کو شکست دیدیتا ہے اور خود اپنے طور پر کورسائرا کو تاراج کر دیتا ہے۔ پرھوسس شاہ مولوسیاں اس وقت بطلیموس والیٔ مصر کے (جس کے ساتھ اگاتھوکلیس نے اپنی بیٹی لاناسا کا نکاح کر دیا تھا) زیر حمایت تھا، اور یہ اب اس جزیرے پر قابض ہو گیا، اور اُس بیڑے کو ساتھ لے کر جس پر سرقوسہ کا خودسر اپنی بیٹی کو اُس کے شوہر کے پاس لے جا رہا تھا کروتون پر حملہ کیا اور اُسے مسخر کر کے تاراج کر دیا۔ ایک دوسرے موقع پر اس نے ہیپونیوم پر قبضہ کر لیا۔ اُس کا سمندر پر اس قدر اقتدار بڑھا ہوا تھا کہ لوگ اب اُسے "مالک جزائر" کا لقب دینے لگے تھے۔ اس نے لاپی گیون اور پیوکیتیوں سے مل کر بحری قزاقی کا کاروبار ایک وسیع پیمانے پر پھیلایا جو فریقین کے لئے نہایت سودمند تھا۔ اسکے بعد اُس کے داماد پرھوس نے اُسے کچھ ناخوش کرنا شروع کر دیا جس کے بعد اگاتھوکلیس نے دیمتریوس سے گفت و شنود شروع کر دی اس لئے کہ وہ اس محالفے کے لئے اتنا ہی تیار تھا جتنا کسی دوسرے محالفے کیلئے۔ دیمتریوس نے اوکسی تھے مس کو، جو اُس کا رازدار تھا، اگاتھوکلیس کے پاس بطور سفیر کے بھیجا اور خود لاناسا کے ساتھ نکاح کر لیا۔

بہتر سال کی عمر میں اگاتھوکلیس نے پھر قرطاجنہ کے ساتھ لڑائی کا

باب ۔

خیال کیا، لیکن اُسے اُس کے پوتے ارکاگاتھوس نے، جس پر اُس نے اپنے بیٹے اگاتھوکلیس کو ترجیح دی تھی، زہر دے دیا۔ کہتے ہیں کہ اوکسی تھےمس نے اسے چتا پر موت سے پہلے ہی رکھوا دیا تھا (۲۸۹ق م)۔

سرقوسہ کی مبتذل حالت کا اندازہ اس واقعے سے پورے طور پر عیاں ہوتا ہے کہ ایک ایسے حکمران کا سفیر، جس کی حالت خود اپنے مُلک میں دگرگوں تھی، خودسر کے بستر مرگ پر ایسا برتاؤ کرے۔ دو ہی سال بعد دیمتریوس کے قبضے سے مقدونیہ نکل جاتا ہے، اور مایوسی کی حالت میں فیلہ اپنی جان لے لیتی ہے۔ لکھا ہے کہ بستر مرگ پر اگاتھوکلیس نے اپنی بیوی (جو شائد مصر کے بادشاہ کی سوتیلی بیٹی تھی) اور اپنے بچوں کو دیمتریوس کے مدمقابل بطلیموس کی حمایت میں دے دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خودسر کے دربار اور خاندان میں دو فریق ہو گئے، ایک بطلیموس (اور پرھوس) کا فریق اور دوسرے دیمتریوس کا فریق۔ یہ خودسر دیمتریوس کے لئے مصر سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے، لیکن جب وہ مصر کی خاطر دیمتریوس سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتا ہے تو دیمتریوسی فریق، جس میں خود اُس کا پوتا شامل ہے، اُس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

قدیم زمانے کے فن خطابت کا یہ نہایت تحیر آفریں کارنامہ ہے کہ اس بڈھے گنہگار کی زبان سے اُس کے بستر مرگ پر ایسی اخلاقی تقریریں کرائی ہیں جن سے سننے والوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس نے آخر وقت میں سرقوسہ کو آزادی بخش دی، اور اگر فی الواقع اُس نے یہ کیا تو پھر وہ ہمارے نزدیک ایک چالاک خودسر ہی نہیں بلکہ ایک اعلیٰ درجے کا سانگی بھی تھا، اس لئے کہ علی العموم موت کے وقت، خصوصاً ایسی موت کے وقت جیسی اگاتھوکلیس کی ہوئی، اکثر لوگ سوانگ بھرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بُرائی میں اگاتھوکلیس اور بطلیموس کیرانوس دونوں برابر تھے۔ اگاتھوکلیس

باب ۵

سے نے جنگ اور امن دونوں میں اپنے فائدے کو ملحوظ رکھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے چالاکی میں کیرالوس کو بھی مات کر دیا۔ ایک نوع کر کے اس کا مقابلہ سیزر بورجیا سے کیا جا سکتا ہے۔ اُسے عوام الناس پسند کرتے تھے، اور ان میں اور اُس میں بہت سی باتیں مشترک بھی تھیں۔ وہ نقالی سے اُنھیں خوش کیا کرتا تھا، اور جب عموم خوش ہوتے تو وہ نہایت اطمینان سے مرفہ الحال شہریوں کے مال کو تاراج کر سکتا تھا اُنھیں شکنجے میں دے سکتا تھا اُنھیں قتل و غارت کر سکتا، یعنی بغیر عوام الناس کے رنجیدہ کیے ہزاروں انسانوں کا خون بہا سکتا تھا۔[۳]

یہ مسئلہ تصفیہ طلب ہے کہ اُس نے یونانی تمدن کو نقصان پہنچایا یا فائدہ۔ یہ واقعہ ہے کہ یہ ایک یونانی ہی تھا جس نے سسلی سے نکل کر خود برّاعظم افریقہ میں قرطاجنیوں سے جنگ آزما ہوا، اور یہ یقینی امر ہے کہ اس سے اقصائے مغرب تک یونان کی شہرت ہو گئی ہوگی۔ ممکن ہے کہ اُس نے سسلی میں خارجی اعتبار سے ایک حد تک یونانی عنصر کو قوت پہنچائی ہو، لیکن دیونی سیوس کی طرح اس کی وجہ سے بھی اٹلی میں تو یونانیت کو نقصان ہی پہنچا، اور دیونی سیوس وہ شخص ہے جس کے عہد حکومت سے اُس کی پوری زندگی مطابق کی جا سکتی ہے۔ لیکن دونوں اشخاص کے خصائص جداگانہ ہیں۔ اگاتھوکلیس سے مقابلہ کیا جائے تو ہمیں دیونی سیوس تقریباً سچا، کم از کم قابل فہم اور ایک حد تک دل خوش کن شخص معلوم ہوگا، اس لئے کہ دیونی سیوس کی توانائی،

---

۳ فرڈیننڈ شاہ نیپلز (۱۷۵۹ تا ۱۸۲۵) بھی عوام الناس سے اسی قسم کا برتاؤ کرتا لیکن وہ اگاتھوکلیس سے مختلف تھا۔ اگاتھوکلیس کے زمانے کے سرقوسیوں اور آج کل کے نیپلزیوں کے خصائص ایک سے ہی ہوں گے، گو آج کل کے سسلی والے ذرا زیادہ سنجیدہ ہیں جنھیں نہ اگاتھوکلیس خوش کر سکتا ہے نہ فرڈی ننڈ۔ ہمارے نزدیک یہ فرق عربوں کے اثر سے پیدا ہوا ہے۔

فہم، اور اخلاقی حالت کے درمیان، ارادہ، ذہنیت اور قوتِ قلبی کے مابین ایک طرح کی یکسانی نظر آتی ہے، اور ہم اُسے ذلیل انسان نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کے برعکس اگاتھوکلیس بجید فریس، بجید صاحب توانائی تھا لیکن طبعاً بے حد ذلیل بھی تھا، اور اُس نے دیونی سیوس کی طرح کبھی حاضر جوابی کی کوشش نہیں کی۔ اگر اُس نے ملائمت اختیار کی تو پھر اُس کی گفتگو بالکل سوقیانہ ہو جاتی۔ اُس نے سسلی کو بڑے بھاری اختلال میں پھنسا ہوا چھوڑا[۵۴]۔ باب

---

۵۴ اگاتھوکلیس کے سکے؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۵۸/۱۶۰۔ انھیں تین عہدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) ۳۱۷ سنہ ق م سے ۳۱۰ سنہ والی مہم افریقہ تک (۲) ۳۱۰ سنہ ق م سے مہم کے اختتام ۳۰۶ سنہ ق م تک؛ (۳) ۳۰۶ سنہ ق م سے اعلان بادشاہی ۲۸۹ سنہ ق م تک۔ عہد اول میں سونے اور چاندی کے سکے مسکوک ہوئے یعنی اٹیکائی معیار کی چو درہمیاں جن کے ایک طرف عورت کا سر اور دوسری طرف چوکڑی بنی ہوئی ہے، اور کورنتھی استاتر جس پر پالاس اور پیگاسوس کی شبیہ تھی۔ ان کے علاوہ تانبے کے سکے بھی مسکوک ہوئے۔ یہ نہیں ہے کہ ان سب سکوں پر خودسر کا نام کندہ ہو، لیکن ہر ایک پر لفظ "سیراکوزیون" اور مثلث کی علامت ہے جس سے مثلثی جزیرہ مراد ہوگا۔ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ سسلی کے لئے اور سسلی میں یہ علامت استعمال ہوئی ہے۔

دوسرے عہد میں ان کے علاوہ ایک طلائی سکہ یعنی اٹیکائی چو درہمی بھی

بقیہ صفحہ آئندہ

باب ہشتم

پرھوس اٹلی اور سسلی میں

اگاتھوکلیس کے انتقال سے کچھ مدت بعد اس سے ایک بہتر شخص پرھوس تماشا گاہ یونان پر نمودار ہوتا ہے اور اس کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نظر آتی ہے۔ اس کے ایک طرف زنانہ سر اور دوسری طرف فتحمند اپولو علامت فتح گاڑھتا ہوا نظر آتا ہے؛ اس پر لفظ "اگاتھوکلیوئس" کندہ ہے۔ اس کے علاوہ تانبے کے سکے بھی ہیں۔

تیسرے عہد میں سونے اور تانبے کے سکے مع الفاظ "اگاتھوکلیوئس بازی لیوس" و نیز چاندی کے پیگاسوس والے سکے جن پر کوئی الفاظ کندہ نہیں۔ ان کا وزن ۱۳۵ گرین نہیں بلکہ ۱۰۸ گرین ہے۔

اگاتھوکلیس کے سکوں پر بہت کچھ غور ہوا ہے۔

اگاتھوکلیس کے عہد میں سسلی کا کوئی مصنف اپنے ملک میں نہیں رہ سکتا تھا، اور باہر والے اُس کی حد اختیار سے باہر ہی رہتے تھے۔ اُس زمانے کے صقالوی مصنف دکیارخوس ساکن مسانہ (جو ایک اہم مصنف جغرافیہ و سیاسیات تھا (جسکے لئے دیکھو میری کتاب "تاریخ صقالیہ قدیمہ" ۲، $\frac{۲۶۵}{۲۶۷}$) اور تمائیوس ساکن توروسے یرزم تھے۔ ان میں سے موخرالذکر کے لئے دیکھو عقب، باب ۲۳، حاشیہ ۸۔

ذریعے سے وہ دور اُفتادہ مُلک ایپائروس کا بھی تاریخ عالم میں اضافہ کرتا ہے[1] ایپائروس میں ایک مقام دودنا نامی ہے جس میں زمانۂ دراز سے زیوس کا بت خانہ تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمدّن یونان کا ایک قدیم مرکز ہوگا، لیکن امتداد زمانہ سے اس تمدّن نے اس سے گریز کرکے دوسری شاہراہیں اختیار کرلی تھیں اور پرانے راستوں کو چھوڑ دیا تھا۔ جو قبیلے ایپائروس میں رہتے تھے، جیسے مولوسی، خایونی، تھسپروتی وہ سب مقدونیوں کی طرح موروثی حکمرانوں کے ماتحت تھے، انکا تمدّن مقدونوی وضع کا تھا، اور اُن ہی کی طرح وہ جنگ کے دلدادہ تھے؛ بس فرق اتنا ہی تھا کہ بجائے زراعت کے وہ گلّہ بانی میں زیادہ مصروف نظر آتے تھے۔ فیلقوس شاہ مقدونیہ کے اولمپیاس کے ساتھ نکاح اور سکندر اعظم کی جانبازیوں کی وجہ سے مولوسیوں کے بادشاہوں کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔ جب اولمپیاس کا بھائی اٹلی میں کام آیا تو اُس کی جگہ اُس کا چچیرا بھائی ایاکی داس تخت نشین ہوا، لیکن اُسے کاسانڈر نے شکست دے کر اُس کا خاتمہ کردیا۔ اُس کے نوعمر بیٹے پرھوس کو الیریائی بادشاہ گلاؤکیاس نے بچالیا اور بارہ برس کی عمر میں تخت ایپائروس پر بٹھادیا۔ لیکن اُسے پھر جلاوطن کردیا گیا، اور وہ وہاں سے فرار ہوکر اپنی بہن دئی دامیہ کے شوہر دیمتریوس پولیورکی تیس سے جا ملا، جس کی صفوں

---

[1] اسناد۔ خود پرھوس نے "یادداشتیں" مرتب کی تھیں؛ میولر، جزو ۲، ۴۶۱؛ تمائیوس نے بھی پرھوس پر کچھ لکھا تھا، میولر، ۱، ۲۳۱؛ علاوہ ازیں ایک شخص مسمی زینو کی بھی ایک تصنیف پرھوس کے موضوع پر تھی "سسلی اور اٹلی میں مہمات"، میولر، ۳، ۴، ۱۷۔ ہمارے لئے پلوٹارک کی نوشتہ سوانح عمری خاص طور پر اہم ہے؛ دیکھو حواشی باب ۱، بالا ان کے علاوہ جو اسناد میں وہ پرہوس کے سوانح حیات کے خاکوں پر مشتمل ہیں، اور یہ مقدونیہ یونان، روما اور سسلی کی تاریخوں میں نظر آتے ہیں، لیکن اُنکے اقتباسات یہاں بے سود ہیں علاوہ ازیں دیکھو پاؤلی، ۶، ۱، ۳۱۲ تا ۳۲۰۔

باب۴

ہیں وہ میدان الیسوس میں لڑا، اُسے خاص یونان میں مدد دی اور اس کے اور بطلیموس کے باہمی صلح نامہ ہوا تو اُس کی طرف سے بطور یرغمال کے مصر گیا۔ مصر پہنچ کر یہ خوبرو، تنومند اور جری نوجوان بادشاہ کا منظور نظر بن گیا، اور اُس نے اُس کی سوتیلی بیٹی سے شادی بھی کرلی۔ اس کے بعد شاہ مصر نے اُسے واپس اپیائروس بھیج دیا جہاں پہلے تو اپنے عزیز نیو بطلیموس کے ساتھ مل کر اور موخرالذکر کے قتل کے بعد تنہا اپیائروس پر حکومت کرنے لگا (دیکھو باب ۲ بالا)۔ اُس نے کاساندر کے بیٹے سکندر سے مخالفہ کر کے شمال میں پاراویہ اور تیم فایہ، اور جنوب میں امبریسیہ اُس کے ہاتھ آیا، چنانچہ اُس نے موخرالذکر شہر کو اپنا صدر مقام بنا کر اُس کی خاطر خواہ تزئین کی۔ اُسے اگاتھوکلیس کے ذریعے سے کورکائرا ملا، وہ اس طرح سے کہ جب اُس کا ساتھ چھوڑ کر لاناسا دیمتریوس سے جا ملا اور اُسے یہ جزیرہ نذر کر دیا تو تارنتوم کے بیڑے کی مدد سے پرھوس نے اُسے دیمتریوس سے واپس لے لیا۔ وہ چند روز تک شاہ مقدونیہ بھی بنا، لیکن لیزی ماخوس نے اُسے اُس ملک سے باہر نکال دیا۔ یہ جری اور بہادر حکمران، جسے ہنی بعل اپنے زمانے کے بہترین سپہ سالاروں میں شمار کیا کرتا تھا، اب اٹلی کی طرف مائل ہوا، اور سوچنے لگا کہ جو بات اُس کے رشتہ دار سکندر سے بھی نہیں ہوئی تھی کیا وہ بھی اُسے پوری نہیں کر سکتا؟ اس مہم میں اُسکے تمام ہم عصر حکمرانوں نے اُس کا دل بڑھایا تاکہ انھیں ایک خطرناک مدمقابل سے انھیں نجات ملے۔ الغرض تارنتوم کے معاملات کی وجہ سے پرھوس کو اٹلی میں مداخلت کرنے کا بہانہ مل گیا۔

تارنتوم کے مشہور آفاق عیش و عشرت کے باوجود اُس کے باشندوں کو بیمانۂ کبیر کی سیاسیات سے بھی دلچسپی تھی، اور انھوں نے سرزمین اٹلی میں اپنے ممتاز رتبے کو قائم رکھا تھا۔ اب اس موقع پر تارنتوم والوں کو اجیر سپاہیوں کے کسی بیرونی سردار کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

باب ۵

آرخی داموس شاہ اسپارٹا، سکندر شاہ ایپائروس اور اسپارٹی کلیومنیس سب نے تارنتوم کو مدد دی، لیکن یہ مدد کچھ دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ اب انھیں پہلے سے کہیں زیادہ خطرہ تھا اور پیرھوس جیسے شخص کی مدد سے زیادہ کسی چیز سے انھیں مسرّت نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اس وقت روما کے ساتھ ایک جھگڑے میں مبتلا تھے اور سائنیوم کو شکست دے کر رومن فوجیں وینوزیہ اور تھوریئی تک بڑھ آئی تھیں اور تارنتوم پر دو سمتوں سے چڑھائی کر رہی تھیں۔ ان کے اور رومنوں کے درمیان ایک قدیم عہد نامہ تھا جس کی رو سے رومنوں کو راس لی کی نیوم کے مشرق میں جہازرانی کی اجازت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود ۲۸۲ ق م میں ایک چھوٹا سا رومن بیڑا تارنتوم کے سامنے نمودار ہوا جسے تارنتوم والوں نے اپنی نہایت ہی سخت توہین تصوّر کیا۔ لیکن بجائے بندرگاہ کی ناکہ بندی کرنے اور روما سے احتجاج کرنے کے انھوں نے اس بیڑے پر حملہ کر دیا۔ چار جہازوں کو ڈبو دیا، ایک گرفتار کر لیا اور رومن قیدیوں کو تہ تیغ یا فروخت کر دیا۔ اس کے بعد وہ تھوریئی گئے اور وہاں کے رومن حربی محافظ اور اعیان کو نکال باہر کر کے شہر تاراج کر دیا۔ اس طرح تارنتوم والوں نے ایسے حقوق پامال کر دیئے تھے جن کی پامالی کو متمدن اقوام نظر امعان سے نہیں دیکھتیں، اور جو مزید حقوق کی پامالی کے لئے ایک بہانہ بن جایا کرتے ہیں۔ تارنتوم کو اب اچھے یا بُرے نتائج کے لئے تیار رہنا تھا، اور روما اور تارنتوم کی قوّت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ زیادہ مشتبہ نہیں رہ سکتے تھے۔ روما نے نہایت ہی لائقانہ اور عاقلانہ برتاؤ کیا اور صرف اُن واقعات کی طرف سے اطمینان چاہا جو تارنتوم اور تھوریئی میں ہوئے تھے۔ اس کا تارنتوم والوں نے صاف انکار کر دیا جس کا ظاہر ہے انھیں پورا حق تھا، لیکن ساتھ ہی اُنھوں نے رومن سفیر کی توہین و تذلیل بھی کی۔ الغرض

باب

فریقین کے درمیان جنگ بالکل ناگزیر ہو گئی۔ رومنوں نے تارنتوم میں تفوق حاصل کرنے کی ایک آخری کوشش کی اور اپنے کانسل کوئن ٹس ایمی لیوس باربولا کو ایک لشکر لیکر بھیجا اور تارنتیوں سے کہلوایا کہ اب بھی ان ہی شرائط پر صلح کرلو۔ اب تارنتوم کی اعیانی صلح پسند جماعت برسر اقتدار ہو گئی تھی، اور اُس کا ایک رکن آگس سپہ سالارِ افواج مقرر ہو گیا تھا لیکن عین اس موقع پر پرہوس کا وزیر، یعنی تھسالوی کی نیاس، تارنتوم پہنچا اور اعلان کیا کہ اُس کا آقا، جس کے ساتھ تارنتوم کی عمومی مدت سے گفت و شنود کر رہے تھے، عنقریب اٹلی میں اپنی فوج روانہ کرے گا۔ اس پر جدید سپہ سالار سے فوج کی کمان لے لی گئی اور تارنتوم پرہوس کا جانبدار بن گیا۔[۱]

سب سے پہلے اُس کا سپہ سالار میلو تین ہزار آدمیوں کو لیکر آیا اور سنہ ۲۸۰ ق م کے موسم بہار میں خود پرہوس بیس ہزار ہوپ لیت، تین ہزار سواروں، دو ہزار تیر اندازوں۔ اور بیس ہاتھیوں کو لے کر

[۱] تارنتوم اور روما۔ اہنے (Ihne) نے اپنی کتاب "تاریخ روما" Roem. G. ۱، ۴۸۱ میں جن واقعات کا اعادہ کیا ہے اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تارنتی رومن بیڑے کے آنے کو اپنے حقوق شکنی سمجھنے میں ٹھیک تھے، لیکن ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے لئے مناسب طرزِ کار یہ ہوتا کہ بندرگاہ کی ناکہ بندی کر دیتے اور روما سے شکایت کرتے۔ ممکن ہے کہ رومن سفیروں کی اسی طرح سے تذلیل نہ کی گئی ہو جیسے لکھا ہے، لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ تارنتی بہت ہی بدتمیز ہو گئے تھے۔ علی العموم اس قسم کی باتیں بنائی نہیں جاتیں بلکہ ان میں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اہنے کا خیال ہے کہ سیبارس کی طرح تارنتوم کو بدنام کیا گیا تھا، ممکن ہے کہ یہ واقعہ ہو، لیکن دونوں میں "تانہ باشد چیزکے مردم نگویند چیزہا" والی مثل صادق آتی ہے۔ گو ممکن ہے کہ ہر شخص کے متعلق جس واقعے کا اعادہ کیا جاتا ہے وہ درست نہو۔ لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ وہ شخص اس واقعے کا اہل ضرور ہو گا۔

باب ۵

سرزمین اٹلی میں آموجود ہوا۔ اُس نے آتے ہی تارنتوم والوں کو فوجی قواعد سکھانا شروع کی، لیکن گو نہ صرف تمام عمومی سامان تفریح بلکہ جملہ مجالس حکماً بند کردی گئی تھیں اور (اگر ہم زمانۂ حال کی اصطلاح استعمال کریں تو) تارنتوم گویا "حالت محاصرہ" میں تھا، تاہم وہ اس نسائیت پسند قوم کے تیار کرنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوا۔ پرھوس کو یہ خیال دلایا گیا تھا کہ اٹلی کے یونانیوں میں بڑا جوش و خروش پھیلا ہوا ہے، لیکن یہاں اس جوش کا شائبہ بھی نہ تھا، اُس سے وعدہ کیا گیا تھا کہ سائنیوم والے، لوکانی، بروتی سب اٹھ کھڑے ہونگے، لیکن یہ بھی نہیں ہوا۔ رومنوں نے اپنے کانسل والی ریوس لیوی نیوس کو فوج دے کر (جس میں دو رومن لیجن اور تقریباً پچیس ہزار حلیف سپاہی تھے) لوکانیہ روانہ کیا۔ فریقین میں ہرقلیہ (بدریائے سیرس) کے مقام پر جنگ ہوئی۔ رومن مختلف کمپنیوں میں لڑے، جس کی وجہ سے حملے اور مدافعت دونوں حالتوں میں انھیں نسبتاً آزادی مل جاتی تھی؛ اس کے برعکس پرھوس کی فوج ٹھوس مقدونوی جتھوں میں صف بستہ تھی۔ پرھوس نے سات مرتبہ رومن حملے کی مدافعت کی اور ٹس سے مس نہیں ہوا، اور اس کے بعد وہ خود حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا۔ رومن فوج ہاتھیوں سے ڈر کر پسپا ہوگئی اور اُن کے سپاہیوں میں سے سات ہزار تو میدان میں کام آئے اور دو ہزار گرفتار ہوئے۔ لیکن پرھوس کے چار ہزار بھی کام آئے اور خود اُس کے منھ سے یہ نکل گیا کہ یہ فتح میرے لئے نہایت گراں گزری ہے۔ اب اُسے یونانی آبادی میں سے خاصکر نئے حلیف مل گئے۔ لوکری کے رومن حرس کا خاتمہ کردیا گیا، لیکن دوسری طرف رھیگیوم والوں نے روما سے مدد کی درخواست کی اور رومنوں نے انکے پاس ایک کمپانوی لیجن روانہ کردی۔ لیکن ان کمپانیوں نے خود اپنے طور پر رھیگیوم پر قبضہ کرلیا، کرولون کے رومن رسالے کو تہ تیغ

کیا اور کولونیہ کو تاراج کر دیا۔ اس طرح اسی زمانے میں مامرتی نیوں نے مسانہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اٹلی کے اصلی باشندوں میں سے بہت سے سامنی، لوکانی اور بروتی، پرھوس کے علم کے نیچے آ گئے، لیکن یہ استدلال صحیح ہے کہ یہ اکثر و بیشتر بے قاعدہ طور پر لڑنے پر اکتفا کرتے تھے۔

پرھوس برابر بڑھتا ہی گیا؛ لیکن ساتھ ہی اس نے کنیاس کو روما بھی روانہ کیا تاکہ رومنوں سے صلح کے لیے تحریک کرے اور یہ شرط پیش کرے کہ روما، اٹلی کے یونانیوں کو آزادی دے دے۔ کنیاس نے کوشش کی کہ رومن سیناتیوں کو رشوت دے کر کام نکال لے، لیکن اسے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے دل میں رومن سینات کی بڑی وقعت تھی اور وہ عادتاً سینات کو مجلس ملوک کا لقب دیا کرتا تھا۔ اس نے اپنی انصافانہ تحریک کو چکنی چپڑی باتوں سے اس قدر وقعت دے دی کہ سینات ڈانواڈول ہو گئی، اور اگر بوڑھا اپیوس کلودیوس جو کسی زمانے میں سینسر رہ چکا تھا، انھیں حب وطن کے نام سے نہ پھسلاتا تو شاید وہ سر تسلیم خم کر دیتی۔ لیکن اس کے کہنے سے سینات نے کسی قسم کی گفتگو کرنے سے اس وقت تک انکار کر دیا تاوقتیکہ پرھوس، اٹلی سے چلا نہ جائے۔ اب روما سے یہ صدا اٹھتی ہے کہ اٹلی روما کے لئے ہے۔ یہ سب قصے سن کر پرھوس کمپانیہ ہو کر چلا لیکن راستے میں اسے کاپوا اور نیپلز کو چھوڑتا ہوا شاہراہ لاتیوم ہو کر اناگنیا پہنچا۔ رومنوں نے اس پر حملہ نہیں کیا، لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ اگر میں آگے بڑھوں گا تو میرے رسل و رسائل منقطع ہونے کا اندیشہ ہے، چنانچہ اناگنیا سے وہ کمپانیہ واپس آ گیا۔ اب فریقین میں قیدیوں کی رہائی کی بابت گفت و شنود شروع ہوئی، جس میں پرھوس، سینات اور سفیر فابریکیوس سب نے نہایت قابلیت سے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کیا۔ لیکن اس پر بھی امن ابھی دور تھی، اور ۲۷۹ ق م میں

باب ۸

ایک دوسری لڑائی میں جو مشرق میں اسکولوم کے قریب ہوئی (جہاں پرھوس غالباً شہر دینوسیہ پر قبضہ کرنے کے لئے گیا ہوگا) رومنوں کو شکست ہوئی لیکن اُن کی فوج قلعہ بند کمپیو میں بھاگ گئی جس کی وجہ سے اس شکست اور اسپارٹیوں کی لیوکترہ والی شکست میں ایک طرح کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ لیکن پرھوس نے اپنی کامیابی سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا، اور اس کی بجائے اُس نے اپنی توجہ ایک جدید مہم کی طرف مبذول کرلی جو ایک طرح سے رومن مہم سے متعلق تھی؛ اُس نے اب سسلی کا رخ کردیا۔

سسلی پہلے ہی سے ایسے مدبّر کی تلاش میں تھی جو اس جزیرے کے مسلسل اختلال کا خاتمہ کرسکے۔ اگاتھوکلیس کی موت کے بعد اُس کے قاتلوں اور ہکےتاس کے مابین، جسے سرقوسیوں نے اپنا سپہ سالار مقرر کیا تھا، نزاع چلا آتا تھا۔ قرطاجنی واپس آگئے لیکن اگاتھوکلیس کے کمپانی اجیر سپاہیوں کو واپس کردیا گیا، اور جب وہ واپس جارہے تھے تو راستے ہی میں اُنھوں نے مسانہ فتح کرلیا اور اس کے بعد اس شہر پر مامرتی نیوں کے نام سے حکومت ہونے لگی (۲۸۸ق م) اُنھوں نے اپنے دائرۂ اقتدار کو سسلی کے اندرونی حصے تک پھیلادیا اور جنوبی ساحل تک چھاپے مارنے لگے جہاں اُنھوں نے گیلا اور کامارینہ تاراج کیا۔ ۲۸۸ق م سے ۲۷۹ق م تک سرقوسہ ہکےتاس کا محکوم رہا اور اس کے علاوہ دوسرے شہروں پر بھی خودسروں کی حکومت ہوگئی جن میں سے اہم ترین فینتاس والیٔ اکراگاس تھا جس نے جنوبی ہمرا کے کنارے پر گیلا کی جگہ ایک شہر اپنے نام پر آباد کیا۔ ہکےتاس کے زوال کے بعد تھوئے نون اور سوسسترا توس میں سرقوسہ کی سیادت کے لیے جھگڑا ہوا اور موخرالذکر اورتی گیا پر قابض ہوگیا۔ اس موقع پر ایک دوسرا قرطاجنی بیڑا بندرگاہ سرقوسہ میں داخل ہوا، اور شہر کی اب بجنسہ وہی کیفیت ہوگئی جو

باب۳

اس واقعے سے ساٹھ برس پہلے تمولیون کی آمد پر تھی۔ لیکن اب اس وقت یونان میں آزادی کا پتا نہیں تھا اور کوئی آزاد مملکت ایسی باقی نہیں تھی جس سے مدد طلب کی جاتی۔ لیکن پرھوس اٹلی میں ضرور تھا، چنانچہ تھوئے نون اور سوستراتوس دونوں اس سے مدد کے خواستگار ہوئے۔ مقصد پیش نظر وہی تھا جو پہلے تھا، یعنی قرطاجنیوں کی قوت کیسے توڑی جائے۔

عجیب وغریب بات یہ تھی کہ جب پرھوس نے اُن کی طلب پر لبیک کہا تو اُس نے در اصل گویا روما ہی کے خلاف جنگ چھیڑ دی، گو اس وقت اُس کی حیثیت پہلے سے مختلف تھی۔ ۲۷۹ ق م میں روما اور قرطاجنہ کے مابین ایک عہد نامے پر دستخط ہوئے تھے جس کی ایک شرط یہ تھی کہ فریقین میں سے کوئی دوسرے کے بغیر پرھوس کے ساتھ مخالفہ نہیں کرے گا، لیکن ایک دوسرے کی مدد کرنے کے شرائط اس قدر پیچیدہ تھے کہ ان سے کوئی نتیجہ نکلنا عملاً نہایت دشوار تھا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی مدد کرنا چاہتا ہی نہ تھا۔ رومیوں اور قرطاجنیوں کی متحدہ فوج نے رھیگیوم پر قابض ہونا چاہا لیکن انھیں مطلق کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اور جب قرطاجنی آبنائے کی نگرانی کر رہے تھے تو پرھوس لوکری سے سیدھا تورومی نیوم گیا جس کے حاکم تن داریون نے اسے اسی طرح خوش آمدید کہا جیسے اندرو ماخوس نے تمولیون کو کہا تھا (۲۷۸ ق م)۔ وہاں سے وہ سرقوسہ کی طرف چلا جہاں سے قرطاجنی بیڑا واپس چل دیا، اور تھوئے نون اور سوستراتوس نے شہر کے وہ حصے جن پر وہ قابض تھے، اُس کے حوالے کر دیئے۔ اس ابتدائی کامیابی کی وجہ سے جزیرے کے دوسرے یونانی شہر پرھوس کے طرفدار بن گئے۔ اکراگاس پر قبضے کی خاص اہمیت تھی، اور سوستراتوس کے ذریعے سے یہ بھی مسخر ہو گیا۔ جسے مرکز

بنا کر پرھوس نے جزیرے کے قرطاجنی حصے پر مہمات سر کرنا شروع کیں۔ اُس نے اُس کے اہم ترین حصوں کو مغلوب کر لیا جن میں سے پالرمو اور اریکس کے درمیان ہیرکتے کا پہاڑی قلعہ بھی تھا جو افرودیت کے بت خانے کے لیے مشہور تھا۔ لیکن وہ بحری قلعہ للی بیوم (موجودہ مارسالہ) کا کچھ نہیں کر سکا۔ اُس نے دیکھا کہ اس قلعے کو صرف طویل اور دشوار محاصرے کے ذریعے سے زیر کیا جا سکتا ہے، چنانچہ جب قرطاجنیوں نے شرط پیش کی کہ للی بیوم کو چھوڑ کر پرھوس باقی تمام جزیرے پر قابض ہو جائے، تو اُس نے اس پر آمادگی ظاہر کی۔ اُس نے یہ سوچا کہ اس کے بعد میں فوراً اٹلی واپس جا سکوں گا جہاں اسی اثناء میں کانسل فابریکیوس نے خلیج تارنتوم کے شہر ہرقلیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ صقالوی یونانیوں نے ضد کی کہ وہ اس شرط کو مسترد کرائے، چنانچہ اُس نے پوری قوت اور ترکیبوں کے ساتھ للی بیوم پر حملہ کر دیا۔ لیکن اُسے اُس کی تسخیر میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اُسے چاہیئے تھا کہ اگاتھوکلیس کی طرح میدان جنگ افریقہ کو منتقل کر دے، اور وہ چاہتا بھی یہی تھا، لیکن اس تدبیر کو کامیاب بنانے میں اُسے بڑی بڑی تیاریاں کرنی پڑتیں اور سسلی والوں کو بھی اس سے لازماً نقصان پہنچتا جس کے لیے وہ تیار نہیں تھے۔ اب پرھوس نے اپنے احکام کی تعمیل کرانے کے لیے واقعی مالک کا چولا پہن لیا۔ اس کی وجہ سے جزیرے میں بے چینی کے آثار نمودار ہو گئے، اُس کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی، سوسستراتوس نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ مجبور ہوا کہ مخالفانہ طرز عمل کی یاداش میں تھوئے نون کو جان سے مروا ڈالے۔ لیکن اس قسم کے افعال اُس کی توانائی پسند ذہنیت کے خلاف تھے، اور اس کا جبلی میلان بہ نسبت سیاسی مصالح کے جرأت و ہمت اور جانبازانہ افعال کی طرف تھا۔ اُسے یہ ناپسند تھا کہ محض قوت کے خوف یا استبدادی

باب ۹

اور چالبازی سے حلیفوں کو یکجا رکھے اور ایسی مہمات اُسے خوشگوار نہیں معلوم ہوتی تھیں جن میں وہ حاکم مطلق نہ ہو۔ الغرض وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ تاشکرے صقالویوں کی خاطر اتنی تکالیف برداشت کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ اُس کے اطالوی حلیف بہت دن سے اُسکی واپسی کے مشتاق تھے، چنانچہ ۲۷۶ ق م میں اُس نے سسلی کو خیرباد کہہ دیا۔ لکھا ہے کہ جزیرے سے قدم اُٹھاتے وقت اُس کی زبان سے یہ الفاظ جاری تھے کہ ہم رومنوں اور قرطاجنیوں کی آویزش کے لیے کیسا نفیس میدان چھوڑ رہے ہیں!

سرقوسہ سے تارنتوم پہنچنے کے لیے پرھوس کو قرطاجنی بیڑے میں ہو کر لڑ کر نکلنا پڑا، اور یہاں سے وہ بڑھے گیوم کی عملداری میں ہو کر رہے گیوم کے مامرتینی اور کمپانی سپاہیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ کروتون اور لوکری اُس وقت رومنوں کے زیر اقتدار تھے، چنانچہ پرھوس نے لوکری پر دوبارہ قبضہ کر کے اُسے تاراج کر دیا۔ اُس نے تارنتوم پہنچ کر وہاں کی فوج کو منظم کیا اور اُسے لے کر شمال کی طرف چل دیا۔ جب وہ بینے ونتوم پہنچا تو اُسے مارکوس کوریوس کی ماتحتی میں ایک رومن لشکر ملا جو ایک مضبوط مقام پر پڑا ہوا تھا۔ اُس نے اُس پر حملہ کیا لیکن اُسے ہی شکست ملی (۲۷۵ ق م) اس کے بعد اُس نے اپنی اکثر فوج لی اور تارنتوم میں میلو کو ایک محافظ دستے سمیت چھوڑ کر خود ایپائروس واپس چلا گیا۔

ہم پرھوس کی باقی ماندہ زندگی کا حال اگلے باب میں بیان کریں گے، اور یہاں صرف تارنتوم کے انجام کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔ رومن فوج شہر کی فصیل کے روبرو اور ایک قرطاجنی بیڑا بندرگاہ سے باہر پڑا ہوا تھا، اور چونکہ میلو شہر پر قابض تھا اس لیے دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی شہر کا معاملہ طے نہیں کر سکتا تھا۔ یہ واقعات ۲۷۲ ق م کے یعنی اُس سال کے ہیں جب پرھوس کا انتقال ہوا ہے۔ بہرحال جب

باب ۵

میلو نے اپنے آقا کی وفات کی خبر سنی تو اُس نے ایپائروس واپس جانے کی ٹھان لی، اور رومنوں سے ایک عہد نامہ کیا جس کے بموجب شہر اور قلعہ دونوں اُن کے قبضے میں چلے گئے۔ اب شہر کا اعیانی فریق جو روما کا طرفدار تھا، شہر کا حاکم بن گیا اور اُس کے افراد کے ساتھ رومنوں نے نہایت ملائمت کا برتاؤ کیا۔ ۲۷۰ ق م میں روما نے رہیجیوم بھی فتح کر لیا، اور جن کمپانیوں نے غیر وفادارانہ طور پر شہر پر قبضہ کیا تھا انھیں سخت سزائیں دی گئیں۔

جہاں اگاتھوکلیس نے دیونی سیوس کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کی اور سسلی میں یونانیوں اور قرطاجینوں کے باہمی مناقشوں کو جاری رکھا وہاں پرھوس بھی قرطاجینوں کے ساتھ لڑا، لیکن اس کی زندگی کا سب سے دلچسپ واقعہ اُس کی اور روما کی آویزش ہے۔ جہاں تک سپہگری کا تعلق ہے جانشینانِ سکندر میں اس کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اُس نے مغرب کی سب سے بہادر اور جری قوم کے ساتھ جنگ آزمائی کی، لیکن گو ابتدا میں اُسے بہت کچھ کامیابی بھی ہوئی لیکن آخر کار اُسے ہی نیچا دیکھنا پڑا۔ یہ جنگ آئندہ کی مقدونیہ، یونان اور روما کے جنگوں کا پیش خیمہ تھی۔

ہم تاریخ کے اس خاکے کو یہاں چند فقروں پر ختم کر دیتے ہیں اور جو کچھ کہا گیا ہے اس کا ملخص اور اُس سے انتاج ناظرین کے سامنے پیش کریں گے۔ مختلف اشخاص اور اُن کے حالات زندگی کے اعتبار سے اگاتھوکلیس اور پرھوس کی شخصیتیں بے حد دلچسپ ہیں، اور اُن کی زندگی کے واقعات اُن کی انفرادی حیثیت سے بالکل مماثل ہیں۔ وہ دونوں عہد جانشینانِ سکندر کے قائم مقام ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ پرھوس ایک قدیم شاہی خاندان کا فرد ہے اور اگاتھوکلیس فوج کا سپہ سالار ہے۔ جو چیز ہماری دلچسپی کو دوبالا کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مشرق میں ان دونوں کا کوئی بھی ثانی نہیں، یہاں پرھوس کی طرح کوئی شخص ایسا

باب ۷

نظر نہیں آتا جو کسی قدیم خانوادۂ شاہی کا رکن ہو اور نہ اگاتھوکلیس کی طرح کوئی ایسا شخص نظر آتا ہے جس نے طبقۂ اسفل سے جان بازانہ ترقی کی ہو۔ اس کے برعکس یہاں جتنے بھی حکمراں ہیں وہ سب کے سب سکندر کے سپہ سالاروں کے، یعنی ایسے لوگوں کے جانشین ہیں جو خود تو حکمراں نہیں تھے لیکن جنھوں نے حکمرانوں کے ذریعے سے اپنی قدر و منزلت بڑھائی تھی۔ مغرب میں ہمیں بڑے بڑے تباین نظر آتے ہیں، یعنی ایک تو ایک قدیم خاندان شاہی کا فرد ہے اور دوسرا ایک کمھار کا لڑکا ہے۔ ایک اور بات ہے جو مغرب کی سرشت سمجھنی چاہیئے، وہ یہ کہ ایک عالی منش بادشاہ اپنی مہم سے اس لیے دست بردار ہوتا ہے کہ اُس کی طبیعت اس طرف نہیں آتی کہ وہ اپنے مخالفوں کی سخت گیری کرے۔ لیکن "راہگیر خودسر" آخر تک اپنی قوت کو قائم رکھتا ہے۔ ان دونوں کی جلت پھرت کا انداز بھی قابل لحاظ ہے۔ جانباز اگاتھوکلیس دوسرے جانبازوں سے ایسی مملکت (یعنی قرطاجنہ) کے خلاف ہتھیار اُٹھاتا ہے جن کی خدمت میں دوسرے جانباز بھی موجود ہیں، اور وہ اس مملکت کو اس لیے مغلوب نہیں کر سکتا کہ اس کے شہری اب بھی اپنی مملکت کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہیں؛ پرھوس جو ایک قدیم خاندان شاہی کا فرد ہے، وہ بہادر وفادار ایپائروسیوں کو لے کر اطالوی اور حلقالوی حلیفوں اور اجیر سپاہیوں کے ساتھ سسلی میں قرطاجنیوں کے خلاف لڑتا ہے اور تھوڑی ہی سی مدت میں اُنھیں ایسی زک دیتا ہے کہ دیونی سیوس اور اگاتھوکلیس نے بھی نہیں دی ہوگی۔ اس کے بعد وہ میدان سے ہٹ جاتا ہے اور پھر ایک مرتبہ روما کا مقابلہ کرتا ہے، لیکن یہاں اُسے شکست مل جاتی ہے۔ ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ قرطاجنہ کسی جانباز کے ہتھے چڑھتا نظر نہیں آتا، اور روما کو ایسے بہادر سپاہی بھی نیچا نہیں دکھا سکتے جو محض اپنے اخلاقی مقاصد کی وجہ سے ایک دوسرے سے ہمکاری

باب ۴

پر کمر بستہ ہیں۔

ان سب باتوں سے قرطاجنہ اور روما کے مابین جو آویزشیں ہوئیں، اُن کے نتیجے کی بابت جو رائے قائم کی جا سکتی ہے وہ بالکل عیاں ہے[۲]۔

---

[۲] پرھوس کے سکہ جات۔ ہمیں پرھوس کے سکّے مختلف ممالک مثلاً ایپائروس، مقدونیہ، اٹلی اور سسلی سے ملتے ہیں۔ اُس کے طلائی سکّے اور ۹۰ گرین کے نقرئی سکّے سرقوسہ کی ساخت کے ہیں، اور یہی کیفیت اُس کے بہترین تانبے کے سکّوں کی ہے۔ (دیکھو ایونز: "سواران" حاشیہ ۱۷۵، اور ہیڈ: "سرقوسہ" Head : Syrac. ۵۶) "معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی چودرہمیاں اور اٹیکائی معیار کی دودرہمیاں لوکری میں بنی ہوں گی۔ اُس کے مقدونی تانبے کے مقدونی سکوں کے ایک طرف مقدونی ڈھال ہے اور اُس کے ایپائروسی سکوں پر زیوس کا سر کندہ ہے لیکن یہ موخرالذکر اتنے نفیس نہیں ہیں" (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات ۲۷۳)۔ ہیڈ مفصلۂ ذیل سکوں کو پرھوس کی طرف منسوب کرتا ہے:۔ (۱) طلا:۔ ایک طرف پالاس کا سر ہے، دوسری طرف نیکے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور اُس کے ایک ہاتھ میں پتّوں کا گھیرا اور دوسرے میں فتح کی یادگار ہے؛ یہ سکّہ سرقوسہ میں بنا ہوگا۔ (۲) نقرہ:۔ ایک طرف دودونی زیوس کا سر، دوسری طرف نشستہ دیونے؛ یہ چودرہمی ہے (لوکری، دیکھو اوپر)۔ ایک طرف اکی لیس کا سر، دوسری طرف

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

بابِ نہم

مشرقی ممالک اور یونان ۲۸۰ ق م سے ۲۴۶ ق م تک۔

تمام اور مصر کے مابین آویزش پرھوس کی وفات

انتی گونوس گوناتاس، جنگ خرمیونیدیز

ان واقعات کے بیان کرنے میں جو عہد اوّل کے دوسرے حصے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ تھے تس ہیومعپ پر بیٹھی ہوئی، دو رہمی (لوکری، دیکھو اوپر) پرسی فونے کا سر، دوسری طرف پالاس نیزہ ہاتھ میں لیے ہوئے (۹۰ گرین وزن، اس لیے یہ سرقوسہ میں بنی ہوگی، دیکھو اوپر)۔ (۳) تانبا:- بہت سے نمونے ہیں جن میں سے نقاب پوش فتشیہ کی شبیہہ والا بھی ہے۔ شائد ایک نقرئی درہم جس پر صرف لفظ "بازی لیوس" کندہ ہے اور کوئی نام نہیں ہے، پرھوس کا ہی سکہ ہوگا، دیکھو امہوف: "سکہ جات یونان" (Imhoof : Monnoies grecques) ۴۳۹، ہیڈ: "سرقوسہ" صفحہ ۵۶۔ نیز دیکھو یادداشت ۱ ہٹے باب ۱۲۔

مقدونیہ میں، جہاں پرھوس نے کچھ دن حکومت کی (یعنی (۱) ۲۸۷/۲۸۶ ق م میں (۲) ۲۸۴ ق م میں مغربی مقدونیہ میں (۳) ۲۷۴/۲۷۲ ق م میں تمام مقدونیہ میں) نقرئی

(بقیہ بر صفحۂ آئندہ)

باب ۹

میں (یعنی سنہ ۲۸۰ ق م سے سنہ ۲۲۲ ق م تک) ہوئے ہم سب سے پہلے اپنی نظر مشرق کی طرف، یعنی اُن مملکتوں کی طرف دوڑائیں گے جن کے ابتدائی حالات ہم نے پانچویں باب میں بیان کیے ہیں اور جن میں بحیرۂ ایڈریاٹک سے سرحد ہندوستان تک کے ممالک شامل ہیں۔ یہ زمانہ ان ملکوں کی سیاسیات میں رومنوں کی براہ راست مداخلت پر ختم ہو جاتا ہے۔ روما کی مداخلت سے ان ملکوں کی سیاسی حالتوں میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی ہیں، لیکن اس مداخلت کی ابتدا تک، یعنی زمانۂ زیر بحث میں مقدونیہ، شام و مصر صف اوّل میں آجاتے ہیں اور خاص طور پر چھوٹی چھوٹی مملکتوں کے وجود کی وجہ سے ایک دوسرے کا توازن قائم ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس عہد کے مختلف واقعات کا، بالخصوص اُن واقعات کا جو مشرق میں پیش آئے، علم ضرور ہے، لیکن وہ نامکمل ہے، اور اُن کی سنویت ایک حد تک غیر متیقن ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جہاں تک حکمرانوں کے باہمی تنازعات کا تعلق ہے، تاریخ کو اس عدم یقین سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچتا۔ اس یا اُس حصۂ دنیا میں سیلوکوس یا انطاکوس یا بطلیموس کو فتح ہوئی یا شکست، یہ امر اُن معاصر کے لیے بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سکندری سکے ملے ہیں جو شائد پرہوس ہی نے مسکوک کرائے ہوں گے۔ میولر: "سکہ جات سکندر اعظم" Mueller : (Numism. d' Alex. le Gr.) ہیڈ: "سکہ جات متقدمین" (Head : Coins of the Ancient) تصویر ۴۶، ۴۷ تا ۴۹ میں پرہوس کے بعض نہایت نفیس سکوں کی نقلیں دی ہوئی ہیں۔

پرہوس کے سکے بہت وافر ہیں، اور اُس کے فطری خصائص کی طرح اتنے منظم نہیں جیسے اگاتھوکلیس کے سکے۔

سسلی میں پرہوس کی مہم کے لیے دیکھو میلتزر: "تاریخ اہل قرطاجنہ" Meltzer Gesch. der Karthager جلد ۲، برلن، سنہ ۱۸۹۶ء، صفحہ ۲۲۶/۲۴۵

باب ۹

جو میدان کارزار کے قریب نہ تھے، ناقابل لحاظ تھا۔ لیکن اگر تین بڑی طاقتوں کی بجائے کوئی عظیم الشان سلطنت قائم ہو جاتی تو اس کی اوّل درجے کی اہمیت میں کس کو کلام ہوتا۔ لیکن ایسی کوئی سلطنت قائم نہیں ہوئی۔ ساتھ ہی یہ بلا شبہہ بہت کچھ قابل افسوس ہے کہ تیسری صدی ق م میں یونانی مملکتوں کے متعلق ہمیں اس قدر کم معلومات حاصل ہیں [۱]۔

[۱] ۲۸۰ ق م سے ۲۲۰ ق م تک کی تاریخ کے اسناد۔ یہاں بھی واحد کتاب جس میں مختلف واقعات سلسلہ وار لکھے ہیں جسٹی نوس کی ہے جس پر میں باب ۱ کے حواشی میں تبصرہ کر چکا ہوں۔ اس کی کتاب ۲۴ میں بطلیموس کیرانوس اور غالوی حملے کا ذکر ہے جس میں لفاظی اور خطابت کا عنصر نمایاں ہے۔ باب ۴ کا ماخذ غالباً تمائیوس ہے؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۲۴۳ وغیرہ کتاب ۲۲: غالوی ایشیا میں؛ انتی گونوس دیر ھوس۔ کتاب ۲۶: ارسطوتیموس کے مظالم ایلس میں؛ انتی گونوس کے ہاتھوں غالوی اجیروں کا قتل عام، لیکن اس کے موقع کا ذکر نہیں کیا گیا؛ سرینہ۔ کتاب ۲۷ میں ۲۲۶ ق م تک کا ذکر ہے، اور اس میں جن واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے وہ صاف نہیں۔ کتاب ۲۸ ۲۲۰ ق م تک جاتی ہے، اور اس میں (خوں ریزیوں کی وجہ سے) ایپائروس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے؛ اراتوس کا اس کی غیر دلچسپ شخصیت کی وجہ سے ذکر ہی نہیں۔ جسٹی نوس نے اس قسم کے لوگوں کے لیے اپنی کتابیں لکھیں جیسے آجکل گشتی کتب خانوں سے لے کر کتابیں پڑھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کتابوں میں "تمہیدیں" ہیں، جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اس تصنیف کی ترتیب تروگوس میں بھی ٹھیک نہیں سمجھی گئی تھی؛ دیکھو فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" ۲۲۶۔ جسٹی نوس اور "تمہیدوں" میں جو مواد ہے وہ اس قدر بے ترتیب ہے اور اس کے فقرے اس قدر مشکوک ہیں کہ ہمیں ایک ایسی اشاعت کی بہت ضرورت ہے جسمیں تاریخی تفسیر بھی ساتھ ساتھ ہو۔ اگر ایسی تفسیر ہو تو اس کی وجہ سے ان تصانیف پر حقیقتی عناصر بہ نسبت کسی مسلسل بیان کے زیادہ نمایاں ہو جائیں گے۔

دیکھو صفحہ آیندہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیودوروس کی تصانیف میں سے کتاب ۲۲ (۲۸۰ / ۲۶۵ سنہ ق م) کتاب ۲۳ (۲۶۴ / ۲۵۱ سنہ ق م) کتاب ۲۵ (۲۴۱ / ۲۱۹ سنہ ق م) سنوی اعتبار سے اسی عہد سے متعلق ہیں، لیکن جو اجزا ہم تک پہنچے ہیں اُن میں صرف مغربی ممالک کا حوالہ ہے، اور ان میں اراتوس، آگس اور کلیومینس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اس تالیف کی ترتیب کا مطالعہ کرنے کے لیے یہ واقعہ غیر اہم نہیں ہے؛ دیکھو جلد ۲، صفحہ ۱۵ / ۱۶؛ نیز حواشی باب ۱۵۔ ۲۸۰ / ۲۲۰ سنہ ق م کے زمانے کے واقعات سے دیودوروس بالکل خالی ہے جس کی وجہ سے اُس زمانے کے واقعات اس قدر پردۂ خفا میں ہیں کہ اُن کا ثانی ملنا مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض مرتبہ پڑھنے والے کو یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ میں چھٹی صدی ق م کا بیان پڑھ رہا ہوں۔

پلوٹارک صرف پرھوس، اراتوس، آگس اور کلیومینس کی سوانح عمریوں میں مسلسل بیانات پیش کرتا ہے۔ مقابلہ کرو شلتز: "مآخذ سوانح حیات ہائے آگس، کلیومینس و اراتوس" (Schultz: Quibus ex Fontibus fluxerint Agidis Cleomenis, Arati Vitae) برلن، ۱۸۸۶ء۔ لیکن پلوٹارک سنوی تسلسل کی مطلق پروا نہیں کرتا۔

پولی بیوس کا ذکر ہماری اس کتاب کے ابواب ۱۵ و ۲۶ میں کیا گیا ہے، اور حالات زیر بحث میں اُس سے بہت ہی کم مدد ملتی ہے۔ ۲۲۰ سنہ ق م کے بعد کے زمانے کی بابت وہ صرف مغربی معاملات کے بیان پر اکتفا کرتا ہے۔

نوشتہ جات، بالخصوص نوشتہ جات پرگامم، سکہ جات۔ فلنڈرز پٹری نے مصر میں جو پاپی روس جمع کیے تھے؛ بابل کے مسیحی نوشتے۔

ان مصنفوں میں سے جن کی تصانیف ناپید ہو گئی ہیں لیکن جو زمانہ بعد کے مورخوں کے ہمعصر مآخذ تھے، اہم ترین اراتوس اور فلارخوس ہیں۔ اراتوس کے لیے دیکھو میولر F. H. G. ۳، ۲۱ / ۲۲ اور زوستے میل ۱، ۲۲۷ / ۲۳۰، جو قدیم تصانیف کے اقتباسات دیتا ہے اور حواشی سے بھی حالات کو صاف کرتا ہے؛ اسیں دیکھو

(دیکھو صفحہ آئندہ)

باب ۹ | زمانے میں انتی گونوس گوناتاس مقدونیہ میں (سنہ ۲۸۰ — ۲۳۹ ق م) انطاکوس اوّل

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ۵۳۴، ۵۴۸، ۵۴۷ ب۔ پولی بیوس اور پلوٹارک ہی ایسے مصنف ہیں جنھوں نے اراتوس سے کام لیا۔ اُس نے ایسے مدبروں کی طرح (جیسے گیزو Guizot) جو اپنے مقاصد میں ناکام ہو گئے ہوں اور جو اپنے افعال کو بہترین روشنی میں لانا چاہتے ہوں، ایک خود نوشتہ تذکرہ چھوڑا۔

فیلارخوس: میولر LXXVII وغیرہ: ۳۳۴/۳۵۸؛ زوسے میل ۱، ۶۳۰/۶۴۴۔ غالباً فیلارخوس نیوکراتس کا باشندہ تھا۔ اس نے ۲۸ جلدوں میں خطابانہ انداز سے کلیومینس کی موافقت میں "واقعات" تالیف کیے؛ مقابلہ کرو پولیائے نوس ۲، ۵۶۔ فیلارخوس پلوٹارک اور تماگنیس کی، اور اس لیے تروگوس کی اوّلین سند ہے۔ چونکہ اُس نے بہت سے نادر واقعات بیان کیے ہیں شائد اسی لیے ہو اُس کے بہت سے اجزاء باقی رہ گئے ہیں۔

عیسائی مورخوں کی تحریروں میں بھی بعض واقعات ملیں گے، مثلاً یوسے بیوس کے وقائع۔ اس نے شاہی مہمات کا حال ایک حد تک پورفی ریوس سے لیا تھا، جس کے لیے دیکھو کرِسٹ (۵۳۶)؛ میولر ۳، ۶۸۸/۷۲۷؛ شیورر: "تاریخ یہودیان" Schuerer : Gesch, des jued. Volkes ۱، ۱۲۸؛ یوسے بیوس کی شیونے Schoene والی اشاعت۔

فی الجملہ اس زمانے کے متعلق اس قدر قلیل معلومات ہیں کہ ڈروائے سن (۳، ۲، ۲۲) لکھ اُٹھتا ہے کہ "اس کی تاریخ مرتب کرنا نہایت ہی دشوار گزار کام ہے"۔ اُس کے زمانے سے جن اسناد کا انکشاف ہوا ہے، جن میں سے پرگامم کا نوشتہ ممتاز ہے، ان کی وجہ سے تحقیقات کے لیے جدید مواد ہمارے ہاتھ آیا ہے، لیکن اس کی وجہ سے یہ نہیں کہ علماء میں کسی قسم کی ہمرائی پیدا ہو گئی ہو۔

ان علماء کی تصانیف میں ڈروائے سن کی کتاب "تاریخ تابعین" Droysen : Gesch: der Epigonen، اشاعت دوم ۱۸۷۷ء، اہم ترین ہے۔ اس میں ڈروائے سن نے بہت تھوڑی سی اینٹوں سے ایک بڑا ایوان تیار

دیکھو صفحہ آئندہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس سے خود اُسی کو اتنی بے اطمینانی ہوئی ہے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا گیا ہے۔ اس ایوان کی تعمیر صرف اسی طرح ممکن تھی کہ اس میں طرح طرح کے قیاسات کا مسالہ لگایا جائے، اور ان قیاسات کو ڈروائےسن اکثر ظاہر کر دیتا ہے۔ ان واقعات کو بیان کرنے میں جو اُس کے دماغ سے منکشف ہوتے ہیں، ڈروائےسن بہت کچھ وقت لیتا ہے مثلاً اُس نے جنگ خریمونیدیز کا جو بیان صفحہ ۲۲۵ سے صفحہ ۲۴۷ تک دیا ہے اُسکے واقعات ہماری اسناد میں مشکل سے دو سطروں سے زیادہ دئیے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے یہ غور کرنا باعث اضافۂ معلومات ہے کہ اس موقع پر وہ نیز اسی طرح کے دوسرے مواقع پر وہ اس تاریک موضوع پر مختلف سمتوں سے حملہ کرکے خود اپنے نظریئے کو کس طرح صاف کر دیتا ہے۔ یہ کتاب نہایت قابل تعریف مضامین کا ایک ذخیرہ ہے جسے صرف ڈروائےسن ہی جیسا آدمی جمع کر کے قابل مطالعہ بنا سکتا تھا۔

شورن: "تاریخ یونان از قیام معاقدۂ ایتولیہ و اکائیہ تا مسماری کورنتھ" Schorn : Geschichte Griechenlands von der Enstehung des aetol. und ach. Bundes bis auf die Zerstorung von Corinth بون ۱۸۳۳ء۔ ہرٹسبرگ کی کتاب: Hertzberg : Gesch. Griechenlands unter der Herrschaft der Roemer "تاریخ یونان زیر سیادت روما" جلد ۱، ہالے ۱۸۶۶ء) میں ہمارے موضوع کا صرف خاکہ دیا ہوا ہے۔

مشرقی معاملات پر کلیس Cless نے پاؤلی کی "محیط" میں، بالخصوص "سلیوکیان" و "بطالسہ" کے تحت ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی ان کے لئے پرگام کے نوشتوں کی تفسیر مؤلفۂ فرینکل، فون گٹشمٹ Von Gutschmidt کے مضامین جن میں سے چند کوپ Koepp بابلون Babelon ریول F. Ruehl نے جمع کیا ہے، مضامین کیوبیہ گیبلر Gaebler ("ایرتھرائے" برلن ۱۸۹۲ء) وغیرہ بھی دیکھنے چاہئیں۔ کلنٹن کی کتاب Fasti hellenici اور "یونان کی ملکی و ادبی سنویت از اولمپیاد ۱۲۴ تا وفات آگسٹس"

دیکھو صفحہ آئندہ

باب ۹ اور بطلیموس "فلادیلفوس" (۲۸۵ تا ۲۴۶ ق م) مصر میں حکمراں تھے، ہم بالفعل صرف سیاسی واقعات کے بیان تک اپنے آپ کو محدود کر دیں گے، اور اس عہد کی تاریخ تمدن کو باب ۱۴ کے لیے چھوڑ دیں گے جس میں اس کے ساتھ ساتھ (۲۲۲ تا ۱۴۶ ق م) کے تمدن کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اول تو مشرق کو لیجیے، یہاں شاہی حکمرانوں کی صورتیں مصری بادشاہوں کی کامیابی کی وجہ سے مسخ ہو گئی ہیں۔ بلا شبہہ انطاکوس "سوتر" ایک نہایت قابل شخص تھا، اور اس نے ایک مشکل صورت حال سے اپنے آپ کو عزت کے ساتھ نکال لیا تھا؛ رہا انطاکوس "تھیوس" تو اس کی جتنی شہرت تھی ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ قابل ہو۔ لیکن دنیا ان دونوں کی وجہ سے اتنی متاثر نہیں ہوئی جتنی بطلیموس فلادیلفوس سے۔ جسمانی اعتبار سے یہ بادشاہ نہایت کمزور لیکن ذہنی لحاظ سے نہایت تندرست اور تیز تھا، اور یہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ The Civil and Literary Chronology of Greece from the 124th Ol. to the death of Augustus جس کے تتموں میں مختلف شاہی خاندانوں کا بھی ذکر ہے قابل دید ہیں۔ ہم نے ان خاندانوں کا جو ذکر کیا ہے اُن کا اثر ناظرین پر حسب دلخواہ نہیں پڑے گا اس لیے کہ ہم تمام بادشاہوں کے خطابات کا ترجمہ نہیں کر سکے ہیں اور انھیں اصلی یونانی شکل میں رہنے دینے پر مجبور ہوئے۔ ان خطابات سے ان بادشاہوں کی شکل نہایت مقدس معلوم ہوتی ہے۔ قدما نے تاریخ کے طعنہ آمیز پیرائے کو فوراً پہچان لیا جب انھوں نے دیکھا کہ "باپ کا عاشق" کس طرح اپنی ماں کو قتل کرا دیتا ہے، یا جس شخص کو وہ "مہربان پیٹو" کا لقب دیتے ہیں اُس کے مظالم کی داستان کس طرح سننے میں آتی ہے لفظ "اپی فانیس" کا صحیح مطلب، جس کے معنی "درخشاں اور چشم دید معبود" کے ہیں ہماری زبان میں بیان ہونا ناممکن ہے۔ یونانیوں کے نزدیک بطلیموس پنجم کے افعال کا سنجیدہ اعادہ اور ساتھ ہی اُس کا لقب "معبود ذی مرتبت" اعلیٰ درجے کا طعنہ نہیں تھا تو کیا تھا۔

باب ۹

اُس کام کے لیے نہایت موزوں تھا جس کی اُس کے زمانے کے مصر کو بغایت ضرورت تھی۔ وہ میدان جنگ کی بہ نسبت میدان تدبیر میں زیادہ ہوشیار تھا، اور یہ صفت اُس زمانے کے مصری حکمرانوں کے لیے نہایت ہی مناسب تھی۔ وہ اپنے دوسرے ہمسروں کی طرح بالکلیہ مطلق العنان تھا، لیکن جب اُس نے دیمتریوس ساکن فالیرم کو اس جرم کی پاداش میں مصر بالائی کو جلاوطن کر دیا کہ اُس نے اُس کی تخت نشینی کی مخالفت کی تھی، تو اس سے اُس نے ایک طرح پر اُس نوادر خانے کو تقویت پہنچائی جسے دیمتریوس نے تیار کیا تھا۔ اُس کی چلت پھرت اور اُس کے حوصلوں میں، خواہ وہ نیک ہوں یا بد، اُس کی دوسری بیوی (جو اُس کی بہن بھی تھی، یعنی) ارسی نوئے نے اُسے ہمیشہ عملی مدد پہنچائی، اور وہ ہمیشہ اُس کی عزت کرتا رہا۔ اُس نے یہاں تک کیا کہ سکّوں میں اپنی شبیہہ کے ساتھ ارسی نوئے کی بھی شبیہہ بنوائی اور اسی لیے یہ فلادیلفوس یا "خواہر پرست" مشہور ہوا۔ اُس کی دیکھا دیکھی مصر میں بھائی بہن کے باہمی نکاح کا رواج خاندان شاہی میں پڑ گیا اور باہر کی شاہزادیوں سے مناکحات سے جو خارجی خرابیاں پیدا ہو جاتی تھیں اُن سے انسداد ممکن ہو گیا، لیکن ساتھ ہی شاہی نسل میں اس کی وجہ سے جو اسقام پیدا ہوئے وہ نہایت ہی کریہہ تھے۔ اس رواج سے بطلیموس کے جانشینوں کی ذہنی تنگ نظری کا وافر ثبوت ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس نے ارسی نوئے سے اس لیے نکاح کیا تھا کہ لیزی ماخوس کے ذریعے سے تھریس و ایشیائے کوچک میں اس عورت کے بہت سے دعاوی تھے، لیکن ہمارے نزدیک اس کا اصلی سبب خود اُس کے خصائل اور شخصی اسباب ہی ہوں گے۔ اس "خواہر پرست" کی دوراندیشی اس سفارت سے ظاہر ہوتی ہے جو اُس نے ۲۷۳ قم میں روما کو روانہ کی، اور جو مخالفہ ان دونوں کے درمیان ہوا وہ ان ملکوں کے مابین دیرینہ دوستانہ مراسم کا پیش خیمہ

باب ۹

تھا۔[2]

۲ہ بطلیموس فلادلیفوس ("خواہر پرست") یا بطلیموس دوم۔ دیکھو کلیس حسب بالا؛ مہافی: "یونان کی زندگی" ۱۹۹ وغیرہ، "شہنشاہی" ص ۱۱۲/۱۹۲، خصوصاً ۱۶۲۔ ارسی نوئے کے لیے دیکھو پاؤلی وِسووا (Pauly Wissowa) کا مضمون، جلد ۲، ۱۲۸۲/۱۲۸۹؛ وینیز مہافی: "شہنشاہی" ۱۵۷۔ ڈرواےسن کے خیال میں ارسی نوئے سے بطلیموس نے جو نکاح کیا وہ سیاسی مصالح پر مبنی تھا (۳، ۱، ۲۶۷ وغیرہ)، لیکن میرے نزدیک اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ دونوں کی شخصیتیں ایک سی تھیں اور دونوں کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ ان کے اقتدار میں وسعت ہو، سازش کا موقع ملے اور عیش و عشرت سے زندگی بسر ہو۔ وہ ایک دوسرے کو خوب سمجھتے تھے، ایک دوسرے کی مدد کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے قصوروں سے درگزر کرتے تھے۔ ویڈے مان کے خیال کے مطابق دونوں میں ۲۷۳ ق م میں نکاح ہوا ہوگا۔ مصر میں بہن بھائی کی شادی کے لیے دیکھو ارمان: "مصر" Erman : Aegypten ۲۲۱۔

الفیوم میں جو فوجی چھاؤنی قائم کی گئی تھی وہ بطلیموس دوم ہی کے عہد میں قائم کی گئی ہوگی۔ اس کی بابت پٹری پاپیروس میں جس کی مہافی نے ادارت کی ہے معلومات ملیں گی (دیکھو اسی کتاب کا باب ۵، حاشیہ ۱۳، بالا)۔ جس شہر کے اطراف میں یہ سپاہی، جن میں سے اکثر سوار تھے، پڑے ہوئے تھے، اسے کروکوڈائنوپولس کہتے تھے اور اس کا نام بعد میں تبدیل ہو کر ارسی نوئے ہو گیا تھا۔ اغلب امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ ارسی نوئے ہی نے وہ اراضی منتقل کی ہوگی جس پر یہ شہر (موجودہ مدینۃ الفیوم) واقع ہے۔ استرابو (۱۷، ۸۰۹) کہتا ہے کہ صرف اسی شہر میں زیتون کے درخت اور انگور کی بیلیں نظر آتی تھیں، یعنی یہی مصر کا وہ رقبہ تھا جس میں یونانی طرز پر زراعت ہوتی تھی۔ بطلیموس اول و دوم نے بطلیمائس میں یونانیوں اور مقدونیوں کو آباد کر لیا تھا؛ مہافی: "پٹری پاپیروس" ۱۸، دیکھو بالا، باب ۵، حاشیہ ۱۳۔ لیکن شہر بطلیمائس بالائی مصر میں بہت دور تھا

دیکھو صفحہ آیندہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اور السیوط سے بھی اوپر تھا؛ الفیوم اسکندریہ کے قریب تھا، اور اعیانی سواروں کے لئے ایک عمدہ فرودگاہ بن سکتا تھا، چنانچہ اس مقام پر اُن کے تفریحی مساکن بنے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خانگی کاغذات سے ہماری تاریخی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس سرکاری کاغذات، شک و شبہہ سے بالاتر نہیں ہیں، مثلاً وہ لوح جو ناویل Naville کو اس شہر میں، جسے "تیھوم" فرض کیا گیا تھا، دستیاب ہوئی (دیکھو ہفتہ وار "جریدۂ لسانیات" Philol. Woch. سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۹۶) اس لوح میں صرف اُن نہروں کے اور شہروں کے نام ہی نہیں لکھے ہوئے ہیں جو بطلیموس دوم نے بنائے تھے بلکہ اُس میں یہ بھی مندرج ہے کہ اُس نے ایران سے وہ سب معبود واپس لے لئے جو ایرانی مصر سے چرا لے گئے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کبھی سوس یا ایران میں تھا بھی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اُن بابلی ماخذ سے جن کا ہم نے اگلے حاشئے میں ذکر کیا ہے، اس کی تفہیم کر سکیں؟ نیز دیکھو باب ۱ حاشیۂ ا۔

فلادیلفوس نے عمونیوں کے صدر مقام "رباط عمون" کا نام بدل کر فلادیلفیہ رکھ دیا؛ استیفان ساکن بیزنطہ؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۴، ۳۰؛ پاؤلی ۵، ۱۴۶۲؛ بیڈیکر ۱۸۷۔

بطلیموس "خواہر پرست" بیزنطہ کی طرفداری کرتا ہے اور بیزنطینی اُس کے نام پر ایک بت خانہ بناتے ہیں (جو پیرا کے ساحل پر خندقلی کے قریب واقع تھا) فرک Frick پاؤلی میں ۱، ۲، ۹۰ ۲۶ ... ۴ کلٹوں کا بیان، Callim. Del ۱۷۰ وغیرہ۔ مقابلہ کرو کیوپ: "جنگ سوریہ" Koepp : De Syr. Kriege وغیرہ؛ Rhein. Mus. ۳۹، ۱۱۲۔

بطلیموس "خواہر پرست" کے زمانے میں نیوکراتس کے "پان ہیلیون" میں اضافے؛ فلنڈرز پٹری: "دس سال" صفحہ ۴۳ ۔ "خواہر پرست" معماروں کے

باب ۹

ہوا ہو، چنانچہ اس کی ناکامی کی مثال سرنہ سے دی جا سکتی ہے جہاں کا صوبہ دار اُس کا سوتیلا بھائی ماگاس تھا بلا شبہہ اپنے خسر انطاکوس اوّل کے کہنے سے ماگاس مصر سے باغی ہو گیا، اور مار ماریکا کے صوبے کے سرحدی شہر پارتی تونیوم پر قبضہ کر لیا۔ لیکن فلادیلفوس نے ترکیب چل کر مار ماریکا کے باشندوں کو، بلکہ شاید قرطاجنیوں کو بھی بھڑکایا اور آخر کار باغی اپنا مقبوضہ علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ تاہم سرنہ برابر اسی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کام میں ذاتی دلچسپی لیتا تھا۔ Jos. Ant. ۱۲، ۲، ۷۷–۱۰۰۔

بطلیموس "خواہر پرست" کے مالیات کے لئے دیکھو "بطلیموس فلادیلفوس کے "مالی قوانین" اشاعت پ۔ گ۔ گرینفل P. G, Grenfell: The Revenue Laws of Ptolemy Philadelphus جس کی تمہید مہافی نے لکھی تھی؛ اکسفرڈ، سنہ ۱۸۹۶ء مع متن و تصاویر کے۔

سکہ جات: "فہرست نوادر خانۂ برطانیہ" بطلیموس دوم ابتدا میں اپنے والد کی طرح روپیہ مسکوک کرتا ہے۔ اس کے بعد بطلیماس، یافہ، غازہ، صور، سیدا کی چودرہمیاں آتی ہیں؛ دیکھو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۷۱۴۔ انواع:۔ ایک طرف بطلیموس اوّل کا سر، دوسری طرف بجلی پر عقاب تانبے کے سکوں کے ایک طرف عموّن کا سر بنا ہے۔ بطلیموس دوم کے زمانے میں نفیس نقرئی اور طلائی سکے ملتے ہیں اور مدت دراز تک جاری رہتے ہیں:۔ ۱۔ بطلیموس دوم اور ارسی نوئے دوم کے سر، اور دوسری طرف بطلیموس اوّل اور بیرینیس اوّل کے سر؛ ایک طرف الفاظ "ادیلفون" اور دوسری طرف "تھیون"۔ یہ امر قابل یاد ہے کہ "اد" سے مراد زندہ اور "تھے" سے مراد مردہ حکمران ہی سے ہو سکتی تھی، لیکن دونوں مل کر دونوں حکمرانوں کے لئے استعمال ہو سکتے تھے۔ ۲۔ ایک طرف ارسی نوئے دوم کا نقاب دار سر، دوسری طرف بجلی پر دو عقاب؛ "ارسی نوئس فلادیلفوسے"۔ فلادیلفوس نے روما کو جو سفارت روانہ کی اُس کا بیان Liv. Epit. ۱۴؛ Eutr. ۲، ۱۵ میں ہے۔

باب ۹

قبضے میں رہا اس لئے کہ اُس کی فوج کے چار ہزار کلٹی سپاہی اُس سے باغی ہو گئے جس کی وجہ سے فلادیلفوس اس کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکا۔ اُس نے آخر کار دریائے نیل کے ایک جزیرے میں اُس نے ان اجیروں کی ناکہ بندی کر لی اور اُنھیں بھوکا مار ڈالا۔ فلادیلفوس نے اپنے بیٹے یوئرگی تیس کی نسبت ماگاس کی لڑکی بیرے نیس سے کر کے خیال کیا کہ اب تمام پیچیدگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا، لیکن اس میں اُسے دھوکا ہوا۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس موقع پر شام کی طرف سے مداخلت ہوئی، اور مقدونیہ نے بھی کچھ مدت کے بعد معاملات سرنہ میں مداخلت کر دی۔ ۲۵۸ ق م میں ماگاس کے انتقال پر اُس کی بیوہ اپامے نے مقدونیہ کو "خوبرو" دیمتریوس سے جو گوناتاس کا سوتیلا بھائی تھا، کہلوایا کہ آ کر اُس کی بیٹی بیرے نیس سے نکاح کر لے۔ اگر اپامے بطلیموس جیسے قبول صورت حکمراں سے سازش نہ کرتی تو سرنہ بطلیموس کے پنجے سے بالکل نکل جاتا۔ اس سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصری فریق نے دیمتریوس کا خاتمہ کر دیا اور بیرے نیس یوئرگی تیس کے نکاح میں آ گئی۔ آخر کار سرنہ پر مصر ہی کا پرچم لہرایا۔

بطلیموس فلادیلفوس کے تعلقات شام ایشیائے کوچک اور مقدونیہ کے ساتھ، بالخصوص ان ملکوں کے ساتھ جو سلیوکیوں کے قابو یا نگرانی میں تھے، اور خود سلیوکیوں کے ساتھ جو ان کے دفتری تعلقات تھے ان کی کیفیت صریح طور پر معلوم نہیں، اور جہاں تک مقدونیہ کا تعلق ہے ہم تھوڑی بہت معلومات یونان کی تاریخ سے اخذ کرتے ہیں۔ انطاکوس اول کو ۲۸۰ ق م میں بتھی نیہ والوں نے شکست دی تھی لیکن اس کے بعد اسی بادشاہ نے ایک بڑی لڑائی میں غالویوں کو نیچا دکھایا تھا، گو ہمیں اس کا مطلق علم نہیں کہ اُس نے کب اور کس طرح اس کامرانی کے بعد "سوتر" یا "منجی" کا لقب اختیار کیا۔ اس کے بعد اُس نے مصر پر حملہ کیا تاکہ کیلوسوریہ اور فنیقیہ پر قابض ہو جائے،

باب ۹

لیکن مصری فوج اور بحری قزاقوں کی مدد سے بطلیموس نے اسے شکست دے دی۔ اس کے بعد مصر کے بادشاہ نے ایک لشکر شمالی ایشیائے کوچک کی طرف روانہ کیا، لیکن اُسے متھرداتیس اور راریوبارزانیس اور گالاتیوں نے نیچا دکھایا۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ اس شکست کی وجہ سے انطاکوس اوّل کو کیا کیا فائدے حاصل ہوئے، لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ اپنی حکومت کے آخری زمانے میں وہ اُن ہی ممالک میں ناکام ہوا تھا اور یومنیس شاہ پرگامم نے اُسے ساردس کے قریب شکست دے دی تھی۔ الغرض جب اُس کا بیٹا انطاکوس "تھیوس" ("معبود"!) تخت پر بیٹھا تو اسے ایشیائے کوچک میں اپنی حیثیت تسلیم کرانے میں کافی مشکل پیش آئی ہوگی۔ انطاکوس اوّل نے شمالی بربریوں سے دریائے مارگوس ("مرغاب") کے نخلستان مارجیانا کی حفاظت کرنے کے لئے پندرہ سو استادیا (تقریباً ۱۰۰ میل) لمبی ایک فصیل بنوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اپنی سلطنت کی حفاظت پر خاص نظر تھی۔[۱]

---

[۱] شام کی تاریخ کے لئے مقابلہ کرو ولکن Wilcken کے اُن نفیس مضامین کا جو اُس نے انطاکوس اول و دوم پر پاؤلی وِسووا جلد اول میں لکھے ہیں۔

انطاکوس اول "سوتر" کی جانبازیاں Trog. Prol. ۲۴۔ انتی گونس گوناتاس اور انطاکوس کی آویزشیں؛ ڈرواسن ۳، ۱، ۱۹۰؛ Memn ۱۵، ۱۸۔ گالاتیوں پر غلبہ App. Syr. ۶۵؛ Leic. Zeus ۸، ۱۱۔ ڈرواسن ۳، ۱، ۱۸۶، ۲۵۸؛ مہافی: "یونانی زندگی"، ۲۰۹۔ جدید الیوم کا شکریہ انطاکوس کو "مجموعہ نوشتہ جات یونان" C. I. Gr. ۳۵۹۹ = ہکس ۱۶۵۔

بابلون Babelon یہ فرض کر لیتا ہے کہ انطاکوس اول کی موت کے بعد تک اُسے خطاب "سوتر" نہیں ملا؛ دیکھو فوکارٹ: "جریدۂ مراسلات یونان" Foucart : Bull. Corr. hellénique ۹ (۱۸۸۵ء) صفحہ ۳۸۷؛ اس کے اعزاز میں

باب ۹

ہمیں بطلیموس فلادیلفوس اور انطاکوس دوم "تھیوس" کی جنگ کی بابت، جسے، دوسری جنگ شام کہتے ہیں، اتنی ہی کم معلومات حاصل ہیں جتنی اسی بطلیموس اور انطاکوس اوّل والی جنگ شام کی بابت ہیں۔ رونیموس کی تفسیر "دانیال" میں ایک مختصر بیان اول الذکر جنگ کا دیا ہوا ہے، اور بعض مورخوں نے اس میں دوسرے بیانات شامل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ایک میلا بھی لگا کرتا تھا۔ اغلباً اَتالوس اول کو بھی "سوتر" کہتے تھے؛ فرینکل $\frac{43}{45}$ -

نام نہاد پہلی شامی مصری جنگ کا ذکر صرف پوسانیاس ۱/ ۷ میں نظر آتا ہے۔ پول (Poole) نے "فہرست نوادر خانۂ برطانیہ"، "بطلیموس XXIX) اس کا تعلق بطلیموس اور ماگاس کی جنگ کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس دوم اس جنگ کے بعد فنیقیہ کا مالک بن گیا، چنانچہ ۲۶۸ قم کے بعد اسی ملک میں اس کی ٹکسالیں تھیں۔ میں کیوپ (Koepp) سے متفق ہوں کہ تیسری صدی ق م کے ابتدا سے ہی فنیقیہ پر مصر کا قبضہ تھا۔

بابل کے پجاریوں نے جو علم ہیئت کے مسائل حل کئے تھے ان کی اور دوسرے امور کی صحیح تحریریں اس وقت تک موجود ہیں جو انھوں نے $\frac{273}{272}$ ق م میں قلمبند کیں (ایپنگ و شٹراس مائر: "مجلۂ جدیدۂ اشوریات" (Epping und Strassmaier: Zeitschrift f. Assyriologie) صفحہ ۲۲۰ وغیرہ۔ ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے فرات کی دوسری جانب بھی ایک مصری رسالہ تھا؛ نیز انہیں بادشاہوں اور دوسرے لوگوں کی سیاحت کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

یومنیس کے ہاتھوں انطاکوس کی شکست سترابو ۱۱، ۵۱۲۔ اس فصیل سے جو ۱۵۰۰ استادیس یا تقریباً ۱۹۰ میل طویل تھی، دیوارِ چین کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور ممکن ہے کہ اسی سے وہ قصہ نکلا ہو جسکے بموجب سکندر اعظم نے ریگستان کے کنارے کنارے ایک فصیل تعمیر کی تھی۔ اس کتاب کے لکھنے کے وقت اس ضلع میں روسیوں نے آبپاشی کے طریقوں کا احیاء کر کے اسے کاشتکاری کیلئے گویا ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ ہندوستان سے تعلقات؛ گٹشمٹ: "ایران" ۲۸-

کر کے ایک مسلسل کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے (دیکھو حاشیہ ۴)
علاوہ ازیں ہمیں انطاکوس "تھیوس" کے متعلق صرف اس کا علم ہے کہ وہ عیش پرست اور سخت شراب خوار تھا، اور اس نے معاملات سلطنت کو نالائق منظوران نظر کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا۔ نیز ہمیں اس کی تھریسی مہم کا حال بھی معلوم ہے۔ الوہی لقب اس لئے ملا کہ اس نے ملطیوں کو ان کے خود سر تمارخوس کی چنگل سے چھڑایا تھا، اور وہ ایونیہ کے شہروں میں عام طور سے ہر دلعزیز تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان بلدیات کو فرمانروائے شام سے مدد لینے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ انھیں اپنے ہمسایوں اور مصریوں سے آزاد ہونے کی خواہش تھی۔ شام اور ایشیائے کوچک میں جو لڑائیاں اس وقت ہوئیں ان کے نتیجے کا استدلال مصر کے خارجی تعلقات کے دو بیانات سے کیا جا سکتا ہے، یعنی تھیوکری توس کے سترھویں گیت سے، جو اس نے فلادیلفوس کی مدح میں لکھا تھا، اور اس قصیدے سے جو بطلیموس یوئرگی تیس کے اعزاز میں مرتب کیا گیا تھا۔ تھیوکری تیس کہتا ہے کہ فلادیلفوس کے قبضے میں فنیقیہ، عرب، شام، لبیہ، اینتھیوپیہ، اقوام پمفیلیہ، کلیکیہ، لیکیہ، کاریہ اور جزائر مدور تھے؛ درآنحالیکہ قصیدۂ یوئرگی تیس میں مذکور ہے کہ جب وہ تخت نشین ہوا ہے تو اس کے قبضے میں مصر، لبیہ، شام، فنیقیہ، قبرص، لیکیہ، کاریہ اور جزائر مدور تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تھیوکری توس قبرص کو، اور قصیدۂ یوئرگی تیس کلیکیہ اور پمفیلیہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اول الذکر میں قبرص کیوں چھوڑ دیا گیا ہے، اس لئے کہ اگر یہ جزیرہ فلادیلفوس کے قبضے سے کچھ مدت کے لئے نکل بھی گیا تھا تو بھی اس کا حوالہ دینے میں مضائقہ نہ تھا، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ تھیوکری توس کے نزدیک کلیکیہ اور پمفیلیہ فلادیلفوس کے قبضے میں تھے لیکن قصیدے والے نوشتے میں اس کا ذکر نہیں، تو اس سے یا تو یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ آخر کار فلادیلفوس کے قبضے سے نکل گئے ہوں گے ورنہ تھیوکری توس نے

شاعرانہ مبالغے کو کام میں لاکر کلیکیہ اور پمفیلیہ کے چند محافظ رسالوں کی وجہ سے جو صرف وہاں کے ساحلی علاقے میں پڑے ہوئے تھے، فلادیلفوس کو ان ممالک کا مالک قرار دیا۔ اگر ہم تھیوکری توس کی نظم کی صحیح تاریخ سے واقف ہوتے تو اس سے فلادیلفوس کی تاریخ پر زیادہ روشنی پڑتی؛ لیکن موجودہ معاملات کے تحت ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ مدحیہ قصائد اُس کے ابتدائی زمانے کے متعلق ہوں گے۔ الغرض یہ فرض کر کے کہ تھیوکری توس نے صرف تھوڑی ہی سی مبالغہ آمیزی کی ہوگی اس سے مشکل سے اختلاف کیا جاسکتا ہے کہ اُس زمانے میں فلادیلفوس کی قوت ایشیا میں روبانحطاط تھی، جس کا اصلی سبب یہ تھا کہ ایشیا ہی میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی سیاسی بساط میں تبدیلی ہو رہی تھی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف یورپی سیاسیات کا اثر ایشیا کے معاملات پر پڑا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ غالویوں کا حملہ خاص طور پر شام کے لئے نقصان رساں اور مصر کے لئے سودمند تھا۔ بلاشبہہ انطاکوس اول نے ایشیائے کوچک پر قبضہ رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن اُس کے عہد حکومت کے اوائل میں اُسے بتھنیوں نے اور اواخر میں پرگامم نے شکست دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی بار تو دریائے رھیندا کوس اور دوسری مرتبہ دریائے کئے کوس کی وادی میں ہوکر نکل جانا چاہتا تھا، لیکن اُسے دونوں مرتبہ زک پہنچی۔ اس میں شک نہیں کہ اُس نے غالویوں کو شکست ضرور دی، لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ پہلے ہی طرح سے آزاد رہے۔ اُدھر اُس کا بیٹا ایک لشکر کو ہمراہ لے کر تھریس پہنچ گیا، لیکن ہمیں اُس کی اس ملک میں کسی مستقل فتوح کا علم نہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کو مغربی ایشیا میں اچھی حیثیت حاصل تھی، اور اگر اس کے باوجود اُسے اس ملک میں پسپا ہونا پڑا تو اس کا سبب (علاوہ ایسے مقامی حالات کا جن کا ہمیں علم نہیں) مصر و مقدونیہ کے

باب ۹ باہمی تعلقات ہوں گے۔ ہمارے کانوں میں ان واقعات کی بابت
کچھ کچھ پڑتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مصر کا اثر مقدونیہ سے
کہیں زائد تھا۔ ان اسباب کی بنا پر ہم سب سے پہلے یورپ کا ذکر
کریں گے، اور اس کے بعد شام ومصر کو لیں گے[۵۴]۔

۵۴ انطاکوس دوم "تھیوس" انطاکوس اول کا دوسرا بیٹا تھا۔ اُس کا ایک بیٹا،
سلیوکوس، اس سے بڑا تھا لیکن اُس پر باپ کے خلاف بغاوت کا الزام لگا کر
سزائے موت دے دی گئی؛ پاؤلی وِسووا ۱، ۲۴۵۲ (مضمون ولکن (Wilcken
دوسری جنگ شام ومصر۔ دانیال کی ہیئے رونی موس نے جو تفسیر لکھی ہے
اُس میں بیان ہے کہ یہ لڑائی انطاکوس دوم نے بطلیموس دوم سے لڑی تھی (۱۱، ۶)؛
تھریگے (Thrige) اور دوسروں کو اُس کے محل وقوع میں شک ہے ہم ڈروائے زن
سے متفق ہیں (۳، ۱، $\frac{۳۱۸}{۴۴۴}$) کہ ایسی جنگ ضرور ہوئی، اس لئے کہ ہم صرف اسی
طرح سے مصری مقبوضات کے اس فرق کو سمجھ سکتے ہیں جو تھیوکری توس ۱۷، ۸۶
کے نزدیک بطلیموس دوم کے اور بطلیموس سوم کی تخت نشینی کے وقت کے
درمیان نظر آتا ہے ("مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۵۱۲۷ = ہکس ۱۷۳؛ جہانی
"سلطنت" ۱۷۹۔ یہ نوشتہ اس "توصیف ممالک عیسوی" میں محفوظ ہے جو
کزموس انڈیکوپلوستوس نے جو ۵۴۷ء میں مرتب کی تھی (Cosmos Indicopleustos:
Topographia Christiana).

ایک بابلی تختی میں اس ہبہ کا ذکر ہے جو انطاکوس دوم نے لاؤدیس اور
اُس کے بیٹوں کے نام کیا تھا اور جو انھوں نے بابلی بیت تمانوں کو کر دیا؛ دیکھو
دیکھو "جریدۂ اشوریات" (Zeit sch. f. Assyriologie) ۷، ۳۳۲ ہم دیکھتے
ہیں کہ ارادوس کا سال $\frac{۲۵۹}{۲۵۸}$ ق م میں شروع ہوتا ہے جس سے یہ استنتاج کیا
جا سکتا ہے کہ شمالی فنیقیہ میں انطاکوس کا اقتدار بطلیموس کے اقتدار سے زیادہ
تھا۔ دیکھو بابلون LVII؛ نیز اس کتاب کا باب ۱۹، حاشیۂ ۲۔
فیلارخوس: Ath. ۱۰، ۴۳۸ اور پی تھرموس Ath. ۷، ۲۸۹ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ انطاکوس "تھیوس" کے خصائص کا تاریک پہلو معلوم ہوتا ہے۔ ڈروائےسن ۲،۱، ۳۱۱ نے اس پر کچھ ملمع کیا ہے، بلکہ وہ اُس کے درباریوں ارسطوس و تھے میسون کے رویے کے عملی اسباب دریافت کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک .Memn ۲۳ (جنگ بیزنطہ) سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ انطاکوس دوم نے تھریس میں کوئی کار نمایاں انجام دئے۔ اگر پولیائے نوس (۴، ۱۶) کی رائے درست ہے اور اُس نے دریائے ہیروس کے شہر کیپ سے لا پر قبضہ کیا تھا، تو محض اس واقعے سے یہ استدلال لازمی نہیں ہے کہ نہ صرف لیزی ماخیہ بلکہ ائے نوس اور مورونیہ نے بھی اس کے ساتھ اتحاد عمل کر لیا ہوگا، نہ اس سے ڈروائےسن کا یہ انتاج لازم آتا ہے کہ "تھریس کے جنوب میں بیزنطہ سے مقدونیہ تک کا تمام ملک آخر کار شام والوں کے قبضے میں آگیا تھا"، اور ہماری دانست میں یہ انتاج بجائے باوثوق ہونے کے انسان کو سخت حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ لیوی ۳۳، ۴۰ میں بیان ہوا ہے کہ انطاکوس سوم نے تھریس کا جو دعویٰ کیا ہے اُس کی بنا اُس نے یہ قرار نہیں دی کہ اُس پر انطاکوس دوم کا قبضہ تھا بلکہ اس کا دارومدار اس واقعے پر ہے کہ سلیوکوس نے لیزی ماخوس کو شکست دی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انطاکوس دوم کا تھریس پر کبھی قبضہ نہیں ہوا۔

تمارخوس خودسر ملطہ کو انطاکوس دوم شکست دیتا ہے اور اس کے بعد اُس کے خطابات میں "تھیوس" کا اضافہ ہو جاتا ہے، .App. Syr ۶۵ ترو گوس (تمہید ۲۶) کے مطابق بطلیموس والی مصر کا بیٹا، جو آخر کار ایفی سوس میں کام آیا، وہ تمارخوس کا حلیف تھا، .Ath ۱۳، ۵۹۳۔ معلوم ہوتا ہے کہ بابلون نے جو استدلال کیا ہے وہ غلط ہے (CCXXIX حاشیہ ۲)۔ انطاکوس دوم ایونیہ کے بلدیات میں ہردلعزیز تھا، "مجموعہ نوشتہ جات یونان" ۳۱۳۷ = ہکس ۱۷۶ = ڈٹن برگر ۱۷۱؛ اُس نے ساموس اور پرینے کے مابین جھگڑے کی "مجموعہ نوشتہ جات یونان"

باب ۹ | صرف یہی نہیں کہ چند حوصلہ مند بادشاہ ایک دوسرے کے علاقے پر

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - ۵ - ۲۹ ؛ نیز دیکھو Jos. Ant. ۱۲، ۳ ؛ ڈروائے سن ۳، ۳۰ -

سکہ جات :- انطاکوس اوّل ، بابلون XXXIX/LV انطاکوس اول نے سلطنت کے مشرقی حصے پر بطور بادشاہ کے ۲۹۳ ق م سے ۲۸۱ ق م تک بارہ سال حکومت کی - وہ سغدیانی سپتامنیس کی بیٹی اپاما کا بیٹا تھا ، چنانچہ مشرق میں اُس کا گویا دوسرا گھر تھا - اس زمانے میں اُس نے جو سکّے ڈھلوائے وہ اسی نوع کے ہیں جیسے سلیوکوس کے سکّے -

انطاکوس کے بعد کے سکّوں کے ایک طرف تو فرمانروا کی حلقہ دار آنکھوں والی شبیہہ ہے اور دوسری جانب اومفالوس پر اپولو نظر آتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک تیر ہے ، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انطاکیہ والے اپولو کی شبیہہ ہے - تیر گو اس واقعے کی تلمیح ہے کہ اپولو نے اپنے تیروں کو اورونتیس کی طرف پھینکا دیا جس کے بعد دافنے نے پتوں کے گھیرے کی شکل اختیار کر لی - علاوہ ازیں انطاکوس اول کا یہ سکہ نکوکلیس والیٔ پافوس کی نقل ہے - لیبان (۱، ۳۰۷، حاشیہ) کا بیان ہے کہ انطاکوس نے قبرص کے بت خانوں کو تاراج کر دیا ، چنانچہ یہ ممکن ہے کہ انطاکیہ میں اپولو کا جو بت تھا وہ اسی جزیرے سے وہاں منتقل کیا گیا ہو - (بابلون) -

اغلباً انطاکوس نے یورپ میں بھی سکّے بنوائے ہوں گے ، اس لیے کہ ہمارے علم میں تین قسم کے ایسے تانبے کے سکّے دستیاب ہوئے ہیں جن پر اُس کا نام ہے اور جو یورپی ساخت کے ہیں ؛ اوّل تو وہ سکّے جن پر مقدونوی ڈھال ایک طرف اور ہاتھی دوسری طرف بنے ہیں ؛ دوسرے وہ جن کے ایک طرف زیوس اور دوسری جانب کڑکتی بجلی ؛ تیسرے وہ جن کے ایک طرف اپولو اور دوسری جانب بائی کی تصویر ہے - دوسری اور تیسری نوع کے سکّوں پر کالی دونی سوٗر کا جبڑا بھی بنا ہے جو ایتولیہ کی مخصوص علامت ہے - یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے

باب ۹

قبضہ کرنے کے لئے باہم دست و گریباں ہو رہے ہوں بلکہ یہاں آزاد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کہ آئندہ چل کر انطاکوس سوم نے ایتولیہ سے جو تعلقات پیدا کئے اُس کی پیش بندی اس سے بہت پہلے ہی کر دی گئی ہے۔ اس میں شبہہ نہیں ہے کہ بابلون نے (XLVIII) یورپ میں انطاکوس کی طرف جو قسمت آزمائیاں منسوب کی ہیں ان میں سے بعض کا کوئی ثبوت نہیں؛ لیکن اس میں بھی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ انطاکوس کے سپاہیوں کا ایک دستہ خود تھرموپلی پر لڑا تھا، چنانچہ اس طرح ایتولیوں کے اس بادشاہ سے تعلقات سمجھ میں آسکتے ہیں۔

انطاکوس دوم؛ بابلون $\frac{LV}{LXIV}$ بعض مرتبہ انطاکوس کی شبیہوں میں اس کی کنپٹی پر پر نظر آتے ہیں جس سے کسی معبود کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ سکّوں کے انواع ایک حد تک وہی ہیں جو انطاکوس اوّل کے زمانے میں تھے، سوائے اس کے کہ نشستہ اپولو کے ہاتھ میں تیر کی بجائے کمان نظر آتی ہے۔ ارساکیس نے اس نوع کی نقل پارتھیا میں کی۔ انطاکوس دوم کے زمانے کی انواع جدیدہ: کیمے والا سکہ جس پر ہرقل ایک چٹائی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہرقل سے مقدونیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ انطاکوس دوم کا ایک منظور نظر تیمی سون تھا اور وہ ہرقل کا روپ بھرے نظر آتا ہے۔

دیودوتوس والی بختاریہ نے بھی، جس نے تیوس اے گیوخوس کے نوع کے سکّے مسکوک کئے (جن کی خود انطاکوس دوم نے نقل کی) انطاکوس نکانور کے نام پر سکّے ڈھالے۔ بابلون XLIII کہتا ہے کہ یہ نکاتور انطاکوس اول ہی ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ انطاکوس دوم کا دار الضرب اسکندریہ تروآس تھا، لیکن بابلون کا خیال کہ اُس نے بیرونی ایشیا کے دوسرے مقامات پر بھی سکّے ڈھالے، مشتبہہ معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ بعض سکّوں پر کیزی کوس اور اللہ بندہ

باب ۹

بلدیات کے باہمی جھگڑوں کا بھی پتا چلتا ہے۔ ہم نہایت مسرّت سے حبِّ آزادی کے احیاء کو دیکھتے ہیں جو یونان کے مختلف حصّوں میں اپنا سر اُٹھاتی ہے، لیکن جس کا گلا یونانیوں کے نفاق و شقاق اور شاہ مقدونیہ کے اقتدار کی وجہ سے گھونٹ دیا جاتا ہے۔ لیکن اس بادشاہ کو ابتداء میں ایک بڑے خطرے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

انتی گونوس گوناتاس کی قابلیت مسلّمہ تھی۔ اس کا نشو و نما کسی متموّل گھرانے میں نہیں ہوا تھا، نہ اس نے کسی دربار ہی میں پرورش پائی تھی۔ وہ سنہ ۳۱۸ ق م میں پیدا ہوا تھا، اور اپنی کم عمری ہی میں اُس نے غالباً اپنے باپ کے ساتھ سیر و سیاحت کرکے دُنیا دیکھی تھی، لیکن اُس کی عالی منش ماں فیلا نے کسی نہ کسی طرح سے اپنے شوہر کی بداخلاقیوں کے متعدی مرض سے اُسے پاک رکھا تھا۔ جنگ اپسوس کے بعد جب یہ "شہروں کا تسخیر کرنے والا" اپنے قلّۂ اقتدار سے گرا تو انتی گونوس کی عمر بیس برس کی بھی نہیں تھی اور یہ یقینی بات ہے کہ اُس کے سنجیدہ دماغ پر اس واقعۂ ہائلہ کا یہ اثر پڑا ہوگا کہ کامیابی کی ایک اہم شرط عقل و فراست بھی ہے۔ اُس نے اپنی زندگی کے آئندہ بیس سال یونان میں گزارے اور ان بیس سال میں سے دس برس تک اُس نے اپنے عہد کے متمدّن اشخاص کی صحبت حاصل کی اور دس برس وہ بطور بادشاہ کے تختِ شاہی پر جلوہ افروز رہا۔ اُسے فلسفے کا ذوق تھا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ کے علامات ہیں جو ایک دوسرے سے بہت بعید ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ ان دونوں مقامات پر ایک ہی سکّہ ڈھالا جاتا ہو (بابلون LVI بحیثیت "بکتیوس" کے بعض مرتبہ انطاکوس کے سر پر ایک ہالہ دکھائی دیتا ہے) بابلون LVI (ایک سکّے کا حوالہ دیتا ہے جس پر حروف "م ر ی ل" کندہ ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس دوم نے ملطہ کی خاص خدمت کی تھی۔

باب ۹

اور وہ رواقین کی صحبت کو پسند کرتا تھا جب وہ بادشاہ بنا تو اُسے یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح سے اپنے ہم قوموں کی بہتری کی کوشش کرے۔ اُس نے بدنام خودسر اپولودوروس کے بلند کاساندریہ پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کے حدود کو وسیع کیا، اور پرھوس کے حملے تک اُس کی قوت کے استحکام میں مطلق فرق نہیں آیا۔ پرھوس کو یہ شکایت تھی کہ انتی گونوس نے اٹلی کو کسی قسم کی مدد نہیں بھیجی تھی، اور اس بہانے سے وہ خود تخت مقدونیہ کا مدعی بن گیا۔ اُس کا خیال ہوا کہ جب وہ ایک مرتبہ انتی گونوس کے باپ سے مقدونیہ لے چکا ہے تو وہ اُس کے بیٹے کو بھی نیچا دکھائے گا۔ بہرحال فریقین میں جنگ شروع ہو گئی جس میں انتی گونوس کی مقدونوی فوج نے پرھوس کی کوئی خاص مدافعت نہیں کی۔ مقدونیوں پر بہ نسبت اُن کے بادشاہ کے پرھوس کی شہرت کا کہیں زیادہ اثر تھا، چنانچہ ایک موقع پر ذرا سے اشارے پر مقدونوی سپاہی پرھوس کی طرف چلے گئے۔ انتی گونوس کے سب سے وفادار خادم اُس کے اجیر سپاہی تھے، اور جنگ میں ان کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ الغرض پرھوس پھر ایک مرتبہ مقدونیہ کا حکمراں بن گیا۔ لیکن اُسے خاموشی کے ساتھ حکومت کرنے کی اتنی ہی کم خواہش تھی جتنی پولیورکی تیس کو، اور نہ صرف یہ کہ وہ کاروبار سلطنت میں مطلق کسی قسم کی دلچسپی نہیں لیتا تھا، بلکہ اُس نے اپنے غالوی اجیروں کی زیادتیوں کے ساتھ رواداری برت کر اور اُسے کے لئے یعنی ایدیسیہ کی ادر اُس میں مقدونوی بادشاہوں کے جو مقبرے تھے اُنکی تاراجی کی اجازت دے کر لوگوں کو برافروختہ کر دیا۔ آخر کار اُس نے بے صبری میں آکر اُس ملک میں جسے وہ پورے طور پر زیر نہیں کر سکا تھا، انتی گونوس کی مخالفت کے لئے اپنے بیٹے بطلیموس کو چھوڑ کر خود یونان کا راستہ اختیار کیا تا کہ اس حصۂ دنیا میں اپنی شہرت میں چار چاند لگائے۔[۵]

۵ انتی گونس گوناتاس کے ذاتی خصائص، ٹرواے کے سن ۴۳، ۲، ۲۸۴، ۳، ۴، ۶۵۲

باب ۹

اس مہم کو کلیونی موس ولد کلیومنیس دوم شاہ اسپارٹا کی وجہ سے مزید تقویت حاصل ہوگئی۔ یہ شخص جبلی طور پر بے چین اور جانبازیوں کا خواہاں رہتا تھا۔ ۳۰۹ ق م میں، جب اُس کے باپ کا انتقال ہوا ہے تو اُسے تخت پر بیٹھنے کی امید تھی، لیکن اسپارٹیوں نے آریوس کو ترجیح دی جو اُس کے بڑے بھائی اکروستاتوس کا بیٹا تھا۔ اس واقعے کے بعد وہ اجیر سپاہیوں کی ٹکڑیاں لے کر ادھر اُدھر پھرنے لگا۔ اُسنے تارنتوم کی خدمت کی، پھر کورکائرا میں لڑا جہاں اُسے دیمتریوس نے نکال باہر کیا، اور اس کے بعد وہ بیوتیہ پہنچا۔ اپنی سیاحت کے دوران میں اُس نے کبھی اپنی جرأت، بے چینی اور بے پروائی کی خصلت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ آخرکار وہ ایک مرتبہ پھر اسپارٹا گیا جو اس وقت جانبازانہ طرزِ عمل اختیار کئے ہوئے تھا اور کاساندریہ کے خودسر اپولودوروس کی مدد کے لئے تیار تھا۔ ممکن ہے کہ یہ امید بندھ گئی ہو کہ وہ اپنے وطن مالوف میں نام پیدا کرے گا اور آخرکار آریوس کی جگہ تخت نشین ہو جائے گا۔ لیکن آریوس اپنی جگہ جما رہا، اور جب کلیونی موس اسپارٹا کی طرف ہو کر مسقدونیوں کے خلاف (جن سے اُس نے تروائے زین لیا تھا) جنگ آزما ہوا تو یہ ملک چھوڑ کر پرھوس سے جا ملا اس لئے کہ اُسے اس کا یقین تھا کہ پرھوس ہر طرح کی مہم کے لئے تیار رہے، اور اُس سے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ دونوں مل کر اسپارٹا پر تاخت کریں اور اُسے مسخر کرلیں۔ پرھوس فوراً ایک جلیل القدر لشکر لے کر جس میں پچیس ہزار پیدل، دو ہزار سوار اور پچیس ہاتھی تھے، ۲۷۲ ق م میں پیلوپونیز کو چل دیا۔ یہ مہم اس سے پہلے اٹلی اور سسلی والی مہم کی طرح سیاسی اعتبار سے بے نتیجہ ثابت نہیں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" ۲۱۱ وغیرہ؛ دیکھو تحت، حاشیۂ ۹۔

ہوئی۔ پہلی مہم کا مقصد یہ تھا کہ رومنوں کے حلیفوں یعنی اہل قرطاجنہ کو شکست دی جائے۔ پیلوپونیز میں اس وقت بھی ایسے لوگ موجود تھے جو انتی گونوس کے ہمنوا تھے اور جو اُس کے قبضہ مقدونیہ سے بہت پہلے سے آباد تھے۔ اُس کا کورنتھ پر اب بھی قبضہ تھا، اور جوں ہی کلیونی موس ہٹا، فوراً اسپارٹا نے بھی اس سے مخالفہ کر لیا۔ اب اگر پرھوس نے کلیونی موس کے ذریعے سے پیلوپونیز پر اپنا اثر قائم کر لیا تو پھر اس کی حکومت مقدونیہ پر بھی بلا شبہ مستحکم ہو جائیگی، اس کے لئے بہترین حکمت عملی یہ ہوتی کہ وہ مقدونیہ سے ہٹتا ہی نہیں اس لئے کہ جوں ہی اُس نے پیٹھ موڑی ہے کہ انتی گونوس نے مقدونیہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن پرھوس کے لئے ایسی پیش بندی ممکن ہی نہ تھی۔ بہر نہج پہلے تو یہ مہم بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ آریوس اُس وقت کریٹ میں گورتی نہ والوں کی ایک جنگ میں اُن کو مدد دے رہا تھا۔ پرھوس نے اسپارٹا کی فصیل کے سامنے ہی اسپارٹا والوں کو شکست دی، اور اگر وہ کلیونی موس کی صلاح پر کاربند ہوتا اور اسی روز شہر پر دھاوا بول دیتا تو وہ یقیناً اس پر قابض ہو جاتا۔ لیکن اس کی بجائے اُس نے حملے کو اگلے دن کے لئے ملتوی کر دیا اور اگلے دن یہ حملہ بعد از وقت ثابت ہوا۔ اسپارٹیوں میں ان کا پر اتنا جوش پیدا ہو گیا اور مدافعت میں عورتوں تک نے حصہ لیا۔ آخر کار پرھوس کو پسپا ہونا پڑا۔ اُس نے خیال کیا کہ کچھ وقت گزرنے پر وہ پھر حملہ آور ہو گا لیکن رفتہ رفتہ اسپارٹیوں کو مدد مل گئی۔ آریوس واپس آ گیا۔ اُدھر انتی گونوس نے بحری قزاقوں کے سردار امی نیاس کو، جو بڑی جنگ میں بھی حصہ لے سکتا تھا، روانہ کیا اور آخر کار خود پیلوپونیز آ کر کورنتھ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ آرگوس، پرھوس اور انتی گونوس کے درمیان گویا ڈانواں ڈول تھا، لیکن اکثر آرگوسی انتی گونوس سے زیادہ خوف زدہ تھے اس لئے کہ ان کے نزدیک وہ پرھوس

باب ۹ب

سے کہیں زیادہ ہوشیار تھا۔ آخر کار آرگوس نے انتی گونوس ہی کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ اس پر پرھوس نے اسپارٹا کا محاصرہ اٹھاکر شمال کا رخ کیا۔ بدقسمتی سے عین اُس موقع پر پرھوس کو ایک اور داغ نصیب ہوا کہ اُس کا بیٹا بطلیموس لقونیہ سے واپسی پر مارا گیا۔ انتی گونوس اور پرھوس دونوں نے میدان آرگوس میں پڑاؤ ڈال دیا، ایک نے شہر کے اس طرف اور دوسرے نے دوسری طرف۔ لطف یہ تھا کہ شہر دونوں میں سے کسی کے سامنے بھی سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ آخر کار پرھوس کے آرگوسی فریق میں اُسے شہر میں داخل ہونے دیا، جس پر فریق ثانی نے انتی گونوس کو بھی بلالیا اور اُسے قلعوں پر قابض کردیا۔ جب پرھوس نے دیکھا کہ اُس کے دشمن کا پلڑا بھاری ہوگیا ہے تو اُس نے فوراً شہر کو خیرباد کہنے کی تیاریاں شروع کردیں، اور اپنے بیٹے ہیلے نوس کے پاس، جو شہر سے باہر پڑا ہوا تھا، حکم بھیجا کہ میرے لئے تنگ دروازے میں ہوکر راستہ رکھنا۔ لیکن ہیلے نوس کو غلط فہمی ہوئی اور اُس کی تعمیل کی بجائے اُس نے شہر میں بہت سے مزید سپاہی لا داخل کئے۔ اس طرف یہ سپاہ آرہی تھی اور اُس طرف سے پرھوس کا لشکر شہر خالی کر رہا تھا چنانچہ ان دونوں کی مڈبھیڑ سے بڑا ہی خلفشار مچا، اور اسی خلفشار میں کسی بڑھیا نے، جو کسی مکان کی چھت پر سے دیکھ رہی تھی کہ اُس کا بیٹا خود پرھوس سے دست و گریباں ہے، کھپریل کا ایک ٹکڑا اٹھا کر مارا جو بادشاہ کے سر میں لگا۔ اس ضرب سے پرھوس گر گیا جس پر ایک مقدونوی مسمّٰی زوپیروس نے اُس کا سر قلم کردیا اور اُسے اٹھاکر انتی گونوس کا بیٹا ہالکیونیوس اپنے باپ کے پاس لایا۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے مرتے ہی اس کی فوج، جس کا زیادہ تر حصہ اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا تتربتر ہوگیا۔ فاتح نے ہیلے نوس کو اُس کے بھائی سکندر کے پاس ایپائروس روانہ کردیا جس سے انتی گونوس سے دوستی تھی۔ اسوقت

باب ۹ دردانی قوم ویراکیوم اور اپولونیہ پر دانت جمائے بیٹھی تھی، اور سکندر اُن سے برسرپیکار تھا۔ ان دردانیوں نے بہت جلد روما کے ساتھ محالفہ کرلیا، اور اب رومایونانیوں کے حامی و مددگار کی حیثیت سے تماشاگاہ تاریخ پر نمودار ہوتا ہے۔

اس کامیابی کے بعد اسپارٹا اور انتی گونوس میں نزاعات پیدا ہوگئے۔ اسپارٹا کے لئے یہ ناممکن تھا کہ مقدونیہ کی سیادت کے خاتمے کا خیال بھی دل میں لائے۔ علاوہ ازیں انتی گونوس، ارسطونی موس جیسے قابل نفرین خودسر کی پشت پناہی کررہا تھا جو میسینیوں کے تعاون سے اسپارٹی فریق کے خلاف ایلس میں برسر اقتدار تھا۔ ارسطونیموس اہل ایتولیہ کی (جو ایلس کو دق کررہے تھے) مخالفت کے باوجود اپنی جگہ جما رہا۔ لیکن آخرکار یہ خودسر ایک سازش کی نذر ہوا اور اسکے بعد ایلس بھی ایتولی لیگ میں شامل ہوگیا[۶]۔

---

۶ پرھوس مقدونیہ و پیلوپونیز میں؛ ڈرواسے سن ۳، ۱، ۲۰۲/۲۲۰ – ان واقعات کے اسناد؛ ڈروائے سن ۲۰۸، ۳ع؛ پلوٹارک (جس میں بہت سامواد فیلارخوس سے ماخوذ ہے)، پوسانیاس ۱، ۱۳ (جس میں ہیرونیموس کے ماخوذات قابل وثوق ہیں)، جسٹی نوس، کتاب ۲۵، پولیائے نوس)۔

اپولونیہ؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۲۲۱؛ ارسطوتی موس؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۲۲۳/۲۲۵۔ پرھوس کے خصائص: یہ پولیورکی تیس کی طرح بے چین اور بیقرار تھا لیکن سپہ سالاری میں اس سے بڑھ گیا تھا۔ سکندر کے بعد وہ یونانیوں کا سب سے بڑا سپہ سالار تھا، اور اسی سے شہنشاہ ماکسی می لین کی یاد تازہ ہوتی ہے، جسے "مبارز آخری" کہتے تھے، جو پرھوس کی طرح عالی منش تھا، اور اس کی طرح بڑی بڑی مہمات کا نقشہ بنانے میں طاق تھا، اور اپنے ایپاکروسی پیش رو کی طرح بدقسمت بھی تھا۔

ہرکولے نیوم کے ایک مرمری مجموعے میں سکس نے پرھوس کی ایک

باب ۹

پرھوس کی موت سے گویا یونان کا آخری سپہ سالار، جو تھوڑا بہت سکندر سے مشابہ تھا، تماشا گاہ تاریخ سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس میں اس بڑے مقدونوی کی بہ نسبت جانشینان و تابعین سکندر سے کہیں زیادہ خصوصیات تھیں۔ وہ غیر معمولی طور پر بہادر تھا، اس کا دماغ نہایت ارفع و اعلیٰ تھا، وہ ایک نہایت قابل فوجی رہبر اور منتظم افواج تھا، اور اس کی شخصیت بغایت درخشاں و تاباں تھی۔ لیکن اس میں سکندر کی وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے اسکی کامیابی کا آفتاب عروج کو پہنچ جاتا یعنی پرھوس کے ارادے اور دور اندیشی کے درمیان مطابقت نہیں تھی۔ وہ اتنا دور اندیش نہیں تھا جتنا مستعد کار، جس کے باعث اس کی دور اندیشی وقتی جذبات سے مغلوب ہو جاتی تھی۔ اس میں اور سکندر میں بڑا بھاری فرق یہ تھا کہ وہ مستقل مزاج ہونے کی بجائے پولیورکی نیس کی طرح تلون کا شکار رہتا تھا۔ سکندر کا یہ اصول تھا کہ جس کام کی ابتدا کی جائے اسے انتہا پر بھی پہنچانا چاہئے بشرطیکہ راستے میں ناقابل حل مشکلات پیش نہ آجائیں۔ اسکے برعکس پرہوس کبھی اٹلی سے سسلی جاتا ہے اور کبھی مقدونیہ سے یونان کا رخ کرتا ہے، اور ہر ملک کو کام ختم کرنے سے پہلے ہی خیر باد کہہ دیتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ہر کام کے لئے وہ خود وقت مقرر کر سکتا ہے۔ اس نے اسپارٹا پر یلغار کرنے کو ایک دن کے لئے اس لئے ملتوی کر دیا کہ اس کی رائے میں اگلے دن کی یلغار میں بھی کامیابی کا یقین تھا، اور جب اس نے دیکھا کہ اسپارٹا کا قصہ ایسے طے نہیں ہوتا تو وہ آرگوس چلا گیا۔ اسے دنیوی مکر و فریب بھی کم آتا تھا، اور یہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ شبیہہ دریافت کی ہے:" نوادر خانۂ نیپلز"۔ ۶۱۵۰ شاہ پرھوس کی ایک شبیہہ" Un ritratto del re Pirro "جریدۂ انجمن آثاریات" Bull. lust, arch ۱۸۹۱ء۔

باب ۹

ایسی صفت تھی جو زمانۂ زیر بحث میں بنہایت ضروری تھی۔ پرھوس کی موت کے وقت اُس کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔

پرھوس کو مغلوب کرنے کے بعد انتی گونوس گوناتاس بلا کسی دوسرے سہیم و شریک کے مقدونیہ کا حکمراں بن گیا۔

ہم نے جو امیدیں یونان کے ساتھ وابستہ کی تھیں وہ مندرجہ بالا واقعات سے پوری نہیں ہوتیں۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ دراصل اُن حالات کی صف میں آتا ہے جن کا فیصلہ کن عنصر چند حوصلہ مند انسانوں کا باہمی جھگڑے پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہم نے آزادی کے جن عناصر کی طرف توجہ دلائی تھی وہ صرف پرھوس اور اسپارٹا کی باہمی آویزش میں نظر آتے ہیں، اور یہاں بھی صرف حملے کے وقتی ردِ عمل کی شکل میں۔ اب جو باتیں ہم بیان کرنے والے ہیں اُن کی سطح اس سے کہیں بلند تر ہے۔ آزادی کے جذبے میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں، گو یہاں بھی درباری حکمت عملی کا ہی بالآخر بول بالا ہوتا ہے۔ یہ امر نہایت درجہ قابل افسوس ہے کہ اس عہد کے جو بھی اسناد ہیں ان میں معلومات کا ذخیرہ بہت کم ہے۔

واقعۂ زیر بحث ایک جنگ ہے جس کا مرکز ایتھنز ہے، اور جسے ایک قدیم مصنف نے رواقیوں کے امام زینو کے دوست خریمونیدیز کے نام پر جو اُس وقت ایتھنزیوں کا رہبر تھا، خریمونیدیزی جنگ کا لقب دیا ہے۔ اس جنگ اور اُسکے تفصیلی واقعات کے متعلق ہمارے پاس واحد ذریعۂ معلومات پیوسانیاس کے ان فقروں پر جو اسپارٹی فرمانرواؤں کے تذکرے کے سلسلے میں اُس نے لکھے ہیں، جسٹی نوس کی چند سطروں پر اور ائی لیانوس میں فلے مون کی موت کے متعلق ایک سرسری حوالے پر مشتمل ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے پاس تک ایتھنز اسپارٹا اور بطلیموس دوم کے درمیان ایک معاہدے کا بیان پہنچا ہے جو ۲۶۷ سنہ ق م یا ۲۶۶ سنہ ق م میں ہوا تھا اور جسے خریمونیدیز کی تحریک پر جمعیت عوام

باب ۹

نے منظور کر لیا۔[۱]

وہ محالفہ جس میں ایتھنز اب شامل ہوتا ہے ایک نہایت عجیب و غریب محالفہ تھا۔ قرارداد کے ابتدائی فقروں میں مذکور ہے کہ ایتھنزیوں، اسپارٹیوں اور اُن کے حلیفوں نے ہمیشہ ظالموں کے خلاف آزادی کا علَم بلند کیا ہے۔ وہ اب بھی یہی کرنے کے لئے تیار ہیں چنانچہ اب وہ بطلیموس شاہ مصر اور اُس کی بہن کے ساتھ محالفہ کرتے ہیں اس لئے کہ انھیں اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ بطلیموس کے دل کو آزادی یونان کی لو لگی ہوئی ہے۔ اسپارٹیوں کے علاوہ (جن کے بادشاہ آریوس کا نام لے کر تذکرہ کیا گیا ہے) ایلِس، اہل اکائیہ، بعض آرکیڈی بلدیات مثلاً ٹگیہ، مین تی نیہ، اور خومینوس، فگالیہ، کافیاے، اور چند کریٹی شہروں کے نام زمرۂ اراکین لیگ میں نظر آتے ہیں۔ عجیب بات

---

[۱] جنگ خریمونِدیز۔ اسناد: پوسانیاس، ۳، ۶؛ جسٹی نوس ۲۶، ۲ و تمہید ۲۶؛ ہیگے ساندروس Ath ۶، ۲۵۰ (میولر ۴، ۴۱۵) میں یہ کلمۂ "خریمونِدیزی جنگ" استعمال کرتا ہے۔ اسے لیانوس، ٹکڑا ۱۱ (وفات قلے مون)۔ اہم نوشتے: "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۳۳۲ = ہکس ۱۶۹ = ڈٹن برگر ۱۶۴؛ دیو مون: "جریدۂ آثاریات" Dumont : Rev. archéolog سنہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۳۱۹۔ اس نوشتے میں ایتھنزی شہریوں کے اختیاری چندوں کی فہرست درج ہے۔

زمانۂ حال کے مصنف: نیبور: "جنگ خریمونِدیز" Niebuhr : Ueber den Chrem Krieg. (Kl. hist Schriften) "مختصر تاریخی مکتوبات" جلد ۱؛ گراوئرٹ Grauert: ڈروائے سن ۳، ۱، $\frac{۲۲۵}{۲۴۴}$؛ داخسموت: "بلدیہ ایتھنز" ۱، ۶۲۷۔ فون ولاموونز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" ۲۱۹ وغیرہ، ۲۵۱ وغیرہ؛ کرتیوس کا قول بالکل درست ہے کہ ایتھنز کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ از سرِ نو محض ایک مقدونوی صوبہ کا مستقر بن جائے۔"

باب ۹ یہ ہے کہ کہیں ایتولیوں کا ذکر نہیں ہے حالانکہ وہ ایتھنز اور بالخصوص ایلیس کے ساتھ ضرور ملے ہوئے تھے۔ دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ اس محالفے میں ان حلیفوں کے سب سے بڑے دشمن مقدونیہ کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان سب ارکان محالفہ نے یہ طے کیا تھا کہ وہ اس وقت تک کوئی پیش قدمی نہیں کریں گے جب تک کہ انتی گونوس اپنے صریح افعال سے اپنی مخالفت کا مظاہرہ نہ کرے۔ بہرحال اُنھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا اس لئے کہ اُس نے بہت جلد ایتھنز پر حملہ کردیا۔ اسی پر جو جنگ برپا ہوئی اُس کے حالات پئوسانیاس بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب اسپارٹا کے تخت پر آریوس ولد اکروتاتوس بیٹھا تھا اُس وقت انتی گونوس نے ایتھنز کے خلاف فوج اور بیڑا روانہ کیا۔ ایتھنز نے اُس کی مدافعت کی، جس پر پتروکلیس کی سیادت میں مصری بیڑا نمودار ہوا اور ساتھ ہی لکدمونی لشکر میدان کارزار میں اُتر آیا۔ ادھر انتی گونوس اس کوشش میں تھا کہ حلیفوں کو ایتھنز پہنچنے سے باز رکھے، اُدھر پتروکلیس اپنے ایلچی آریوس کے پاس روانہ کیے اور اس سے یہ کہلوایا کہ اگر اُس نے انتی گونوس پر حملہ کردیا تو وہ بھی مقدونوی عقب پر دھاوا بول دے گا، لیکن ساتھ ہی اپنی مجبوری ظاہر کی کہ میں اپنی مصری فوج اور ملاحوں سے حملے کا آغاز نہیں کرسکتا۔ لکدمونی سپاہی جنگ کے لئے آمادہ تھے، لیکن جب سامان جنگ ختم ہونے لگا تو آریوس اُنھیں یہ کہہ کر اسپارٹا واپس لے گیا کہ محض غیروں کی خاطر اس قدر بے پناہ جنگ میں اپنے آپ کو ڈالنا قرین عقل نہیں ہے۔ ایتھنزیوں نے اس لڑائی میں بڑی بڑی قربانیاں کیں، اور تاحد امکان برابر لڑتے رہے؛ لیکن بالآخر انھیں انتی گونوس سے ان شرائط پر صلح کرنی پڑی

باب ۹

کہ میوزخانے میں ایک مقدونوی رسالہ رہے گا، لیکن انتی گونوس نے اس رسالے کو بھی بہت جلد واپس بلالیا۔ اس مقام پر پیوسانیاس کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزیوں کو بھوکا مار کر مغلوب کیا گیا ہوگا۔ تروگوس کی تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوس کورنتھ کے مقام پر انتی گونوس سے لڑتا ہوا مارا گیا اور موخرالذکر نے بعض غدار کلٹوں کو بمقام مگارا تہ تیغ کیا۔

زمانۂ حال میں ان واقعات سے، جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، چند اور واقعات کا استنتاج کیا گیا ہے۔ گو ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس جنگ کا اصلی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح سے ایتھنز پر قبضہ ہو جائے لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ انتی گونوس اور بطلیموس کے مابین بلاواسطہ بھی جنگ ضرور ہوئی ہوگی، اور اگر یہ واقعہ ہے تو ممکن ہے کہ پلوٹارک نے تذکرۂ جزیرۂ کوس والے جس بحری معرکے کا حال بیان کیا ہے اس کا تعلق اسی جنگ سے ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں انتی گونوس ہی مظفر و منصور رہا ہو، اس لیے کہ دوسرے ماخذ سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ بطلیموس کسی بحری معرکے میں انتی گونوس پر غالب نہیں ہوا۔ اسی جنگ کوس کے مزید حالات کا ایک بڑی حد تک ثبوت مل چکا ہے، اور ریس نے ان پر و نیز سنوبیت واقعات پر حواشی میں بحث کی ہے[۵]۔ ایتھنز کے مغلوب ہونے پر بھی

---

[۵] کوس کی بحری لڑائی۔ اس کی بابت نسبتاً بہترین خیالات فون والامووتز ۲۲۷ میں درج ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ جنگ ۲۶۷ ق م یا ۲۶۶ ق م میں شروع ہوئی۔ ۲۶۵ ق م میں اریوس کا کورنتھ میں خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فلےسون تقریباً ۲۶۳ ق م میں محاصرۂ ایتھنز میں کام آتا ہے اور یہ محاصرہ ۲۶۱ ق م میں ایتھنز کے ہتھیار رکھنے پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ مقدونیہ اور مصر کے درمیان جنگ سمندر پر جاری رہتی ہے جس میں کوس کی لڑائی لڑی جاتی ہے اور تقریباً ۲۵۸ ق م میں صلح

باب ۹

مصر و مقدونیہ کے مابین جنگ جاری رہی، لیکن ہمیں اس کا علم

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - ہو جاتی ہے - اس واقعے کے متعلق بھی کسی نتیجے پر پہنچنا آسان نہیں - پیؤسانیاس ۳، ۶ کے مطابق یہ فرض کر لینا پڑے گا کہ جب آریوس نے ایتھنز کو مدد دینے سے انکار کیا تو اُس وقت آریوس بڑی مشکلات میں پھنسا ہوگا - یقیناً یہ ۲۶۵ ق م سے پہلے کا واقعہ ہوگا اس لئے کہ اس سال تو آریوس مارا ہی گیا ہے - تاہم ایتھنز برابر ۲۶۱ ق م تک لڑے جاتا ہے - یہ امر بھی غیر متیقن ہے کہ آیا اُس زمانے میں مقدونیہ کا کاریہ پر قبضہ ہو گیا یا نہیں؛ دیکھو تحت، باب ۱۰، حواشی ۱۲ و ۱۶ -

دوسرے نتائج میں سے جو اس جنگ کے سلسلے میں اخذ کئے گئے ہیں ایک یہ ہے کہ اس جنگ کا حوالہ ایک سکّے میں موجود ہے؛ دیکھو "سکّہ جات قدما" تصویر ۱۴، ۲؛ ہیڈ، صفحہ ۲۰۳؛ یہ ایک چودرہمی ہے جس کے ایک طرف پوسیدون کا سر اور دوسری طرف اپولو ایک اگر بھاگ پر بیٹھا نظر آتا ہے اور اسی طرف الفاظ "بازی لیوس انتی گونوسے" کندہ ہیں - یہ امر بہت دن تک مابہ النزاع رہا کہ اس سے مطلب کونسی بحری جنگ اور کونسے انتی گونوس سے ہوگا - اِمہوف نے اپنی کتاب "سکّہ جات یونان" صفحہ ۱۲۸ میں یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد گوناتاس اور اُس کی فتح کوس سے ہے - بلاشبہہ ایونز نے اسی بحری لڑائی کو واقعی سنہ سے ذرا پہلے دکھایا ہے ("سواران" ۱۵۰) - اس کے برعکس کنیدوس کے نوشتے میں گوناتاس کے متعلق اسی سے زیادہ عدم تیقّن کی کیفیت ہے؛ اس نوشتے کو اوزینر نے Rhein Mus N,.F. ۲۹، ص ۲۵/۵۰ میں نہایت علم آموز انداز سے بحث کی ہے - ظاہر ہے کہ اس نوشتے میں انتی گونوس کو ایپی گونوس کا بیٹا بتایا گیا ہے، اور اس سے ظن غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نام ایپی گونوس ہی ہوگا اس لئے کہ (۱) اس زمانے میں یہ بات عین روایت کے مطابق تھی کہ باپ اور بیٹے کا نام ایک ہی ہو، (۲) اگر ایپی گونوس سے مراد ایپی گونوس گوناتاس سے تھی تو جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ اُس سے

باب ۹

نہیں کہ ان دونوں ملکوں کے مابین کب اور کن شرائط پر صلح ہوگئی۔ بہر نوع بحیرۂ ایجیئن میں سیادت مصر کی بنیاد اس جنگ کی وجہ سے ہل گئی، اور اگر اس واقعے کو پیش نظر رکھا جائے تو بہ آسانی سمجھ میں آجائیگا کہ کیوں بطلیموس یورگی تیس کی تخت نشینی کے وقت مصر کے بیرونی مقبوضات اُس کے باپ کے زمانے سے کم تھے، گو یہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے کہ مقدونیہ سے مغلوب ہونے پر جزائر مدور، لکیہ اور کاریہ ہی نہیں بلکہ کلیکیہ اور پمفیلیہ بھی اُسکے قبضے سے کیسے نکل گئے ہوں گے۔[۹]

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ آنکھ مچولی کا کھیل مقصود ہے، وہ ہرگز اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتا، چنانچہ جو اعزاز اُس کا کیا گیا وہ ایسی حالت میں پردۂ خفا ہی میں رہ جاتا۔

۹ نی بور Niebuhr کا خیال ہے کہ اسے لیانوس کے اس ٹکڑے کا تعلق جس میں فلے مون کی وفات کا حال دیا ہوا ہے، ایتھنز کی تسخیر سے ہے، لیکن اس کے استدلال کی بناء اس نوشتے کی غیر مستند ترمیم پر ہے، اور لطف یہ ہے کہ ڈرواےسن نے اُس کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ لیکن خصوصیت نے "بلدیۂ ایتھنز" ۱، ۶۲۸ میں صحیح رائے قائم کی ہے اور اس میں بر ہنارڈی اور دوسرے موٴرخوں کا اتباع کیا ہے۔

گوناتاس: آجکل یہ قاعدہ ہوگیا ہے کہ اس کے کسی فعل کو بُری نظر سے نہ دیکھا جائے۔ جنگ خریمونیدیز میں وہ حق بجانب ہے۔ فون وِلاموو تز کہتا ہے کہ "مقدونیہ کو یہ خطرہ تھا کہ جال میں پھنسا کر اُس کا گلا گھونٹ دیا جائیگا" (۲۲۲)۔ یہ واقعے کے خلاف ہے، اس لئے کہ شمال میں مملکت زیر بحث کی بڑھتی ہوئی طاقت کی وجہ سے صرف تجارتی جمہوریتیں (مثلاً بیزنطہ، کیزیکوس، ابی دوس وغیرہ) ہی محفوظ ہوئیں، اور اس کی وجہ سے مقدونیہ کی صرف ایشیائی طاقت بن جانے سے باز رکھا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہی گوناتاس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کا اصلی مقصد تھا، لیکن اس کے سوا کسی دوسرے کو اس میں مطلق کوئی دلچسپی نہیں تھی - اسی طرح ایتھنز کا اقتدار بہت کچھ گھٹ جاتا ہے - فون ولاموونز کہتا ہے کہ (۲۲۲) کہ ایتھنز تو ابع بطالسہ کی گویا بڑھی ہوئی چوکی تھی، میرے نزدیک یہ رائے صائب نہیں ہے - ایتھنز مصر کا آزاد حلیف تھا اور مصر کا کوئی محافظ جیش ایتھنز میں نہیں تھا، رہا مقدونیہ تو اُس کا کبھی تو ایتھنز پر قبضہ ہو جاتا تھا کبھی نہیں - مقدونیہ پر جو غلط حکم لگایا جاتا ہے وہ ایتھنز کے لئے بالکل درست ہے، یعنی خطرہ یہ تھا کہ ایتھنز اس جال میں آکر گلا گھٹ کر مر جاتا جو اُس کے دشمن مقدونیہ نے اُسے پھانسنے کے لئے بچھایا تھا، اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانے میں وہ مقدونیہ کے برخلاف ایک منظفر و منصور مملکت نہیں رہا تھا - یہ ایک واقعہ ہے کہ ایتھنز کی حکمت عملی ۲۶۰ء ق م والی حکمت عملی سے مختلف تھی، اور یہ ۲۰۰ء ق م کے واقعات کی مشابہت سے معلوم ہوتا ہے جب اُس نے فیلقوس کے خلاف نہایت شدید مخالفت کی - ۲۰۰ء ق م میں مصر کی قوت میں بہت کچھ انحطاط پیدا ہو گیا تھا - ۲۰۰ء میں ایتھنز بلا شبہہ آزادی کے لئے برسرپیکار رہا - تو پھر کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا کہ ۲۶۰ء ق م میں بھی اُس نے مقدونیہ کی پیش بندی کی مخالفت نہ کی ہو - اس میں شک نہیں کہ جمہوریتوں کو بادشاہوں کی دوستی کی ضرورت تھی، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمہوریتیں بادشاہوں کے حکم کے تابع ہوں گی - ہم دیکھتے ہیں کہ رھوڈز کے تعلقات مصر کے ساتھ اچھے ہیں، لیکن باوجودیکہ وہ بطالسہ سے نہایت شریفانہ برتاؤ کرتا ہے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بطالسہ کے ماتحت تھا - صورت حال یہ ہے تو پھر ایتھنز کیوں مصر کا تابع ہوا؟ اصل میں جمہوریتیں دور افتادہ بادشاہوں کی دوستی کا دم بھرتی تھیں بشرطیکہ اس سے فائدہ ہو نقصان نہ ہو، جیسے ایتھنز دیمتریوس کا ہمنوا بن گیا جب کاساندر مقدونیہ پر قابض تھا،

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ لیکن جب دیمتریوس مقدونیہ کے تخت پر بیٹھ گیا تو وہ پرمعوس اور مصر کا ساتھ دینے لگا۔ مملکتی حکمت عملی کی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ کمزور ہمیشہ کسی ایسی قوی مملکت کا ساتھ دینے کو ترجیح دیتا ہے جو اُس سے دور ہو بہ نسبت ایسی مملکت کے جو قریب ہونے کی وجہ سے اُسے گزند پہنچا سکے۔ خود ہمارے زمانے میں بھی اسکی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خریمونیدیزی تجویز عوام جس میں آزادی پر زور دیا گیا ہے اُس میں جنگ لامیہ والی تجویز عوام سے زیادہ منافقت کا پہلو نہیں ہے۔ دیودوروس ۱۸، ۱۰۔

اگر یہ درست بھی ہو کہ "گوناتاس ایک بڑا امتوّلی تھا" (ڈرواے سن ۳، ۱، ۸۹) تو بھی اوپر کے نتائج صحت پر مبنی ہوں گے۔ لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس کے انتظام میں واقعی کوئی عظمت کا پہلو تھا۔ وہ عقلمند اور چست و چالاک ضرور تھا، لیکن اُس نے بربریوں کی مخالفت میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا (دیکھو اوپر باب ۴، حاشیہ ۶)، حالانکہ اُس کی اس مفروضہ کامیابی ہی کی وجہ سے اُس کے سر پر شہرت کا تاج رکھا جاتا ہے۔ جب ایک قابل حکمراں کو ایک بڑے فرماں روا کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے تو اُس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ مورّخوں نے اُس زمانے کے بادشاہوں کے معیار کو گرادیا ہے۔ دیکھو فیلقوس اور سکندر کے لئے جو معیار قائم کیا جاتا ہے وہ کس درجہ بلند ہے! فیلقوس نے اپنے مخالفوں میں سے کسی کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگے اور سکندر نے اگر رنگے تو اس کے بعد وہ اپنے فعل پر پشیمان بھی ہوا! باوجود اس کے اُن کی علی العموم ملامت کی جاتی ہے اور بالخصوص فیلقوس کو تو بغایت مورد الزام بتایا جاتا ہے = اس کے برعکس ۳۲۳ سنہ ق م اور ۲۸۰ سنہ ق م کے درمیان جو بادشاہ ہوئے اُن کے مظالم کی کڑیوں کے لاتناہی سلسلے اور اُس کے جلب اراضی کی حرص و آز کی وجہ سے مورّخوں کے

باب ۹

یہ ہے کہ اس کے بعد مقدونیہ اور مصر کے سیاسی مناقشات میں اب بجائے ایک کے دوسرا پلڑہ بھاری ہوگیا، اور ہمارے نزدیک یہ خیال بالکل حق بجانب ہے۔ کچھ مدت سے شمال میں مصر کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا۔ اُس کے تعلقات ہرقلیہ اور بیزنطہ کی تجارتی جمہوریتوں سے اچھے تھے، اور اُس کی پرھوس شاہ ایپائروس سے گہری دوستی تھی۔ اس کے بعد اُس نے بظاہر آزادی یونان کی خاطر اسپارٹا اور ایتھنز سے محالفہ کرلیا، اور چونکہ انتی گونوس اس کا دل سے خواہاں تھا کہ کسی طرح سے بطلیموس کو زک پہنچے اس لئے یہ یقینی ہے کہ اُسے یہ محالفہ ایک نظر نہ بھایا ہوگا۔ جنگ خرمونیدیز میں بطلیموس کو نقصان ہی پہنچا، اور اُس کا یہ نتیجہ واقعی نہایت اہم ہے۔ لیکن ہمیں اس بغاوت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے جس سے اس جنگ کی ابتداء ہوئی تھی اور جس کا اصل باعث خاص ایتھنز تھا۔ لیکن اگر ہم ایتھنز کو بطلیموسی توابع کی محض ایک بڑھی ہوئی چوکی تصور کریں تو اس حقیقت پر پردہ پڑجائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ایتھنز نے بطلیموس کا ساتھ دیا، اور انتی گونوس کی مخالفت کی، لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ایتھنز مصر کا ماتحت بن گیا تھا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اُس کی ذہنی اور اخلاقی آزادی اب بھی باقی تھی۔ یونان پر مقدونیہ کا جو دباؤ تھا اُسکا یونان

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ — احساسات کند ہوگئے ہیں چنانچہ وہ اب نہ کوئی خاص الزام نہیں رکھتے، اور کوئی بادشاہ ایسا نمودار ہوتا ہے جو محنتی ہو یا جو بیشمار انسانوں کا خون نہ بہائے یا جو ادبیات کی سرپرستی کرے تو ان مورخوں کی مسرت کی انتہا نہیں رہتی کہ انھیں آخرکار ایک ایسا بادشاہ مل گیا جو بالکلیہ ابلیس کا جامہ نہیں پہنے ہوئے ہے، چنانچہ وہ فوراً اُسے "اعظم" کے لقب سے یاد کرنے لگتے ہیں اور ایسے خصائص اُس سے منسوب کرتے ہیں جنکی ہوا بھی اُسے نہیں لگی تھی۔

میوزخانے سے مقدونوی لشکر کا تخلیہ: پیوسانیاس ۳، ۶، Hier. اور Eus. Arm. ol. 131.2 یوسی بیوس ۲، ۱۲۰۔

ضرور روادار تھا، لیکن بددلی سے، چنانچہ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایتھنز ہیں مقدونیہ کے خلاف ایک زبردست لیگ قائم کرنے کی تحریک کی ابتدا ہوئی ہو۔ الغرض یونانی آزادی کی تحریک کی ابتدا کرنے کا سہرا ایتھنز کے سر بجور کہا جاتا ہے اس میں شبہہ کی بہت کم گنجائش ہے اور نہ ہم اس میں شک کرسکتے ہیں کہ ایتھنز نے اس جنگ میں نہایت بہادری دکھائی گو آخر میں اُسی کو ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ اسکے برعکس ہمارے پاس اس خیال کا ثبوت نہیں کہ انتی گونوس جنگ میں صرف اس لیئے شامل ہوا تھا کہ اُسے مصر کی طرف سے خطرہ تھا۔ مصر شمالی ایجئین میں ضرور تجارتی آزادی کی حفاظت کرتا تھا، لیکن اس کے جو مقبوضات اس نواح میں تھے وہ کچھ ایسے اہم نہ تھے۔ اور پھر تجارتی راستوں کی آزادی سے مقدونیہ کا کیسے گلا گھونٹا جاسکتا تھا؟ قصہ مختصر ہمیں یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ انتی گونوس ایک ایسا شخص تھا جو محض اپنے بچاؤ کی خاطر کسی جھگڑے میں حصہ لینے پر مجبور کیا جاسکے۔ اصل میں وہ چاہتا تھا کہ شمالی ایجئین میں مصری اثر کا خاتمہ کردے اور یونان کو اپنے اقتدار میں لے آئے۔

ہمیں انتی گونوس گوناتاس سے ایک طرح کی ذاتی دلچسپی پیدا ہوتی ہے اس لیئے کہ وہ بطلیموس فلادیلفوس کی طرح عیش پرست ہونے کی بجائے ایک محنتی حکمراں ہے۔ لیکن محض ان اوصاف کے باعث ہمارے لیئے اس کا رتبہ زیادہ بڑھانا ٹھیک نہیں، چنانچہ وہ نقطۂ نظر اختیار کرکے جو کسی غیر متعصب پڑھنے والے کے لیئے سب سے زیادہ عیاں ہے، محض ایسی تاریخ سے گریز کرکے، جس میں عملی سیاسیات پر زیادہ توجہ کی جاتی ہو اور ذہنی میلانات کا کماحقہٗ اندازہ نہیں کیا جاتا ہو، ہم اس بات کا یقین کریں گے کہ ایتھنز نے یونانی اور مصری مدد سے ایک نہایت قابل تعریف کوشش اس امر کی کی کہ وہ اس جال کے پھندے سے جو جالاک گوناتاس نے

باب ۹

یونان کے چاروں طرف پھیلا دیا تھا، توڑ کر پھینک دیں اور یونانیوں کے مفاد کی خاطر اُس کے حوصلوں کو ایک حد تک محدود کر دیں۔ اس کوشش میں ایتھنز کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس ناکامی کا باعث ایک حد تک آریوس تھا اور نوشتوں کے نقص کے باوجود ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایتھنز نے اپنا فرض ضرور ادا کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصر نے بھی کوتاہی نہیں کی، اور اگر پتروکلیس نے یہ کہا بھی کہ میں بغیر مدد کے ایتھنز کو رہا نہیں کر سکتا تو یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہیے کہ طویل دیواریں کھنڈر پڑی تھیں جس کی وجہ سے مقدونوی ایتھنز اور سمندر کے درمیان حائل ہو رہے تھے، اور واقعہ یہی ہے کہ بغیر مدد کے پتروکلیس کر ہی کیا سکتا تھا۔ لیکن آریوس نے بھی ہاتھ پاؤں ہلانے سے صاف انکار کر دیا۔ اُس نے اس بے عملی کی جو وجہ بتائی وہ سراسر لغو تھی۔ اگر جنگ کے معنیٰ یہ تھے کہ ایک بے پناہ تنازعے میں شرکت کی جائے (اور واقعہ ہے کہ اسپارٹی فوج کے میدان جنگ میں چلے جانے کی وجہ سے اسپارٹا کے پاس جیش محافظ بالکل نہیں رہا تھا) تو اسپارٹی اس سے اُس وقت بھی واقف تھے جب اُن کی فوج میدان جنگ کی طرف کوچ کر رہی تھی۔ اگر اس فوج کا مقصد ہی یہ نہ تھا کہ جنگ میں شریک ہو تو پھر اُس نے میدان میں جانے کی تکلیف ہی کیوں گوارا کی؟ بلاشبہہ آریوس کو اب بھی اس کا خیال تھا کہ اُس کے جس دوست نے پرھوس کے خلاف اُس کا ساتھ دیا تھا وہ اب بھی اسپارٹی عددیت کا بہترین حلیف رہے، اور اُسے زیادہ گزند نہیں پہنچنا چاہیے۔ بعد میں اُسے انتی گونوس کے خلاف لڑنا پڑا، اور جب وہ اس لڑائی میں کام آیا تو غالباً صرف شاہ مقدونیہ ہی کو اُسکی موت کا افسوس ہوا ہوگا۔

کچھ زمانے کے بعد ۲۵۶ ق م میں انتی گونوس نے اپنا رسالہ

باب ۹

میوزرخاف سے واپس بلالیا، لیکن مقدونیہ والے بندرگاہوں اور سونیوم میں اڑے رہے تاآنکہ ۲۲۹ق م میں انھیں اراتوس نے نکال باہر نہ کردیا۔ یہاں ہم اراتوس کی زندگی کے حالات بیان کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ وہ اس باب کے سنوی سلسلے میں آتے ہیں، لیکن چونکہ اس سے واقعات مابعد کے اندرونی سلسلے میں خلل واقع ہوگا اس لئے ہم یہ ذکر آیندہ باب کے لئے اٹھائے رکھتے ہیں اور اس کی بجائے اس وقت مشرق کا رخ کرتے ہیں تاکہ یہ بتا سکیں کہ انطاکوس دوم "تھیوس" اور بطلیموس فلادیلفوس کے عہد حکومت کے اختتام تک اس حصۂ دنیا میں کیا ہو رہا تھا۔

بتھی نیہ میں نکومدیس کے مرنے کے بعد پیچیدگیاں پیدا ہوگئی تھیں، اس نے دو شادیاں کی تھیں، ایک ویتی زیلا کے ساتھ اور دوسری ایتازیتا کے ساتھ۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام زیائے لاس تھا، اور دوسری سے کئی اولادیں ہوئیں جن میں سے ایک کا نام تبوئے تیس یا زیوئے تیس تھا۔ اس نے وصیت کی کہ اس کے بعد تخت ایتازیتا کی اولاد کو جائے، اور مصر، بیزنطہ، ہرقلیہ اور ریوس سے درخواست کی کہ وہ اس وصیت کے تکمیلے کی نگرانی کریں۔ لیکن کسی نہ کسی طرح سے زیائے لاس نے تولستو بوئی گالاتائے کی مدد سے اقتدار حاصل کرلیا۔ آخر ہرقلیہ نے بیچ میں پڑکر معاملہ کرایا۔ زیوئے تیس مقدونیہ چلا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بتھی نیہ میں انطاکوس کا اثر بڑھ گیا ہوگا اس لئے کہ ہمیں یہ فرض کرنا پڑے گا کہ زیائے لاس نے اس مملکت پر تکیہ کیا جس پر نکومدیس اپنے قائم کردہ ورثا کے مفاد کی نگرانی سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہمیں ان واقعات کی صحیح تاریخ کا علم نہیں۔ نکومدیس غالباً ۲۵۰ق م میں مرگیا [۱۵]

---

[۱۵] وراثت بتھی نیہ؛ پولی بیوس ۴، ۵۰، T. Chil ۲۲ Memn ۴۳، ۹۰؛

باب ۹

اگر انطاکوس "تھیوس" ایشیائے کوچک میں بالکلیہ ناکام نہیں بھی ہوا، تو مشرق میں اُسے یقیناً بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سلیوکوس نے پنجاب کو سلطنت ہند کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا، اور اب اُسے اس نواح میں مزید رقبہ جات سے دست بردار ہونا پڑا۔ سلیوکوس کی سلطنت میں سے اب دو تین ملوکیتیں بن گئیں، ایک تو بختیاریہ اور ایک پارتھیہ، اور ایک تیسری مملکت یعنی اتروپاتینے کی میدوی سلطنت پہلے سے بہت کچھ قوی ہوگئی۔ اس آخرالذکر سلطنت کے لئے زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں؛ رہیں پہلی دو، تو تیرھویں باب میں مشرقی معاملات کے سلسلے میں ان کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ یہاں میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کروں گا کہ بختیاری سلطنت نے یونانی تمدن کی مخالفت نہیں کی درانحالیکہ اتروپاتینے کی میدوی سلطنت کی تقویت کا سبب وہ ردّعمل تھا جو سکندر کے رائج کردہ یونانی عنصر کے خلاف دیسی ایشیائی عناصر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ڈروائےسن ۳، ۱/۱ ۳۱۱ وغیرہ۔ لیکن خدا جانے ڈروائےسن اسے کیوں فرض کرلیتا ہے کہ زیائےلاس کی تخت نشینی سے بتھی نیہ پر مصر کا اثر غالب آگیا، مصر نے ضرور تبوئے تیس کی پشت پناہی کی تھی۔ لیکن تبوئے تیس کو نیچا دیکھنا پڑا تھا اور زیائےلاس تخت پر بیٹھ گیا۔ شام سے کبھی یہ درخواست نہیں کی گئی کہ تبوئے تیس کے مفاد کی نگرانی کرے گا۔ پھر ان واقعات کے بعد کیا صحیح نتیجہ یہ نہیں ہوگا کہ بتھی نیہ پر مصر کا نہیں بلکہ شام کا اثر تھا؟ نیز دیکھو Memn ۲۳۔ یہاں بھی سنوی تسلسل غیر متیقّن ہے۔ عام طور پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ زیائےلاس نے ۲۵۰ق م سے حکومت کرنا شروع کی، لیکن ڈروائےسن کہتا ہے (۳۵۰) کہ وہ ۲۶۰ق م میں تخت پر بیٹھا تھا۔ نیز دیکھو رائے ناش "تین سلطنتیں" Reinach; Trois Roy. ۱۰۰، نیز اس کتاب کا باب ۱۳، حاشیۂ ۱۔

باب ۹

کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ خالص ایرانی تمدّن کا مظاہرہ اکثر اترو پاتینے میں ہوتا تھا، اور پارتھی ملوکیت، جس کی بنیاد ترکستان کے بربریوں نے ڈالی تھی، فی نفسہٖ یونانی تمدن کے مخالف نہیں بلکہ صرف سلیوکوسیوں کی حکومت کے خلاف رہی۔ اترو پاتینے کی ملوکیت شمالی و مشرقی ایشیائے کوچک میں ایرانی مذہب کے استحکام کے لئے بہت مناسب تھی [۱۱]۔

اب ہم انطاکوس "تھیوس" اور بطلیموس "فلادیلفوس" کی حکومت کے خاتمے تک پہنچ جاتے ہیں [۱۲]۔ ہمیں یاد ہے کہ وہ ایکدوسرے

---

[۱۱] اترو پاتینے: پاؤلی: "محیط" ۴، ۲۱۶۸۵: فون گتشمٹ Gutschmidt: "ایران" Iran ۲۱: اترو پاتینے اس لئے قابل لحاظ ہے کہ یہ سکندر کی سلطنت میں پہلی جدید دیسی ملوکیت ہے، اور یونانیت کے خلاف ایک ایرانی ردّ عمل کی پہلی علامت ہے"؛ نیز دیکھو یہی مورّخ، صفحہ ۳۶۔

[۱۲] انطاکوس کی حکومت اور لاؤدیس کے جرائم کے لئے مفصلۂ ذیل اسناد قابل لحاظ ہیں: فیلارخوس (۲۳ واں ٹکڑا، Ath ۱۳، ۵۹۳؛ ہیئے رونیموس، Dan ۱۱، ۶، ۵؛ پلینی ۷، ۱۲؛ والیریوس ماکسی موس ۹، ۱۰ وغیرہ؛ جسٹی نوس ۲۷، ۱؛ پولیائے نوس ۸، ۵۰۔ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۳، ۱، ۳۷۸، جس کا قیاس ہے کہ فلادیلفوس اپنی بیٹی بیرے نیس کی موت تک زندہ تھا؛ لیکن کیوپ Koepp. کو اس سے اختلاف ہے۔ ("جنگ سوریہ" Die Syr. Kriege صفحہ ۲۲۰) اس کی کیا وجہ ہے کہ بیرے نیس کو اُس کا باپ صرف پیلوزیوم ہی تک لے جاتا ہے؟ کیا جنوبی شام اُس زمانے میں لاگوسیوں کے قبضے میں نہیں تھا؟ یوزے بیوس کہتا ہے کہ لاؤدیس اخائیوس کی بیٹی تھی؛ لیکن پولیائے نوس کہتا ہے (۸، ۵۰) کہ وہ انطاکوس اول کی بیٹی اور انطاکوس دوم کی سوتیلی بہن تھی؛ اور جب سے رائناش نے اپنی کتاب "تین ملوکیتیں" لکھی ہے (۲۰۵) اُس وقت سے اسی کا اتباع کیا جاتا ہے، گو مہافی اسے تسلیم نہیں کرتا ("سلطنت" ۱۹۶)۔

باب ۹

کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ ہیئے رونیموس کا بیان ہے کہ جنگ وجدال کا خاتمہ کرنے کے لئے بطلیموس نے اپنی بیٹی بیرےنیس کی نسبت انطاکوس کے ساتھ کی اور اُسے بہت کچھ ساز وسامان ساتھ لے کر پیلوزیوم لایا۔ انطاکوس کی ایک اور بیوی لاؤدیس بھی تھی جو غالباً خود اُس کی بہن بھی تھی، لیکن اس نئی دُلھن کے آتے ہی اُس نے لاؤدیس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ تھوڑی مدت کے بعد اُس نے اپنا خیال بدل دیا اور لاؤدیس کو واپس بلالیا۔ اب لاؤدیس کے موقع ہاتھ آیا، چنانچہ اُس نے اپنے شوہر کو زہر دیا اور بیرےنیس اور اُس کے شیر خوار بچے کو قتل کرادیا۔ لاؤدیس کی خونخواری اس سے ظاہر ہوگی کہ اُس نے اپنی ملازمہ دانائے کو بھی مرواڈالا حالانکہ وہ اُس کی تمام بدکاریوں کی رازدار تھی۔ دانائے کا واحد قصور یہ تھا کہ اُس نے اپنے عاشق سوفرون کو حقیقت حال سے آگاہ کر کے قتل سے بچالیا تھا۔ اب لاؤدیس کا بیٹا سلیوکوس دوم تخت شام پر بیٹھتا ہے (۲۴۶ تا ۲۲۶ ق م)۔

تقریباً اسی زمانے میں بطلیموس فلادیلفوس بھی راہی ملک عدم ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی ہی میں اپنی بیٹی کا حشر دیکھ لیا تھا، لیکن اس کے بدلے لینے کا کام وہ اپنے بیٹے کے سپرد کر گیا۔ ہم باب ۱۳ کے اختتام پر پھر فلادیلفوس کے حالات کی طرف رجوع کریں گے۔

باب دہم

مشرق اور یونان ۲۴۶ سنہ ق م سے ۲۲۰ سنہ ق م تک شام اور مصر کے مابین آویزشیں۔ یونان کی لیگیں

آراتوس؛ آگس؛ کلیومنیس؛ انتی گونوس دوسون

(۱)

عہد زیر بحث کے دوسرے حصے کی تاریخ کے سلسلے میں سب سے پہلے ہم مصر کا بیان شروع کرتے ہیں اس لئے کہ یہی وہ ملک ہے جو صدی کے اس ربع میں فرائض رہبری انجام دیتا ہے۔ اس ملک کا حکمراں بطلیموس سوم "یوئرگی تیس" (۲۴۶ سنہ ق م تا ۲۲۰ سنہ ق م) تھا جو فلاڈیلفوس کا بیٹا اور سرینہ والی بری نیس کا شوہر تھا۔ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی بہن کی موت کا بدلہ لینے کی غرض سے شامیوں پر فوجکشی کی۔ ہمیں اس مہم کی بابت بھی، جسے تیسری جنگ شام کا لقب دیا جاتا ہے، بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں[۱] ہم اس سے پہلے ہی

سلہ بطلیموس سوم کے لئے دیکھیے مہافی: "سلطنت" ۱۹۳/۲۴۲، جہاں وہ اس فرماں روا کے خصائص کا صحیح اندازہ کرنے کی مشکلات بتاتا ہے اور اس

باب ا | اوڈولے (واقع بحر احمر) والے نوشتے کا ذکر کر چکے ہیں؛ اسی نوشتے کا ایک

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مسئلے کا حل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بطلیموس کی پہلی مہم کے موقع پر بری نیس اپنے بالوں کو معبودوں کے نام پر معنون کرتی ہے اور اسی سے ایک کوکبہ کا نام "گیسوئے برنیقہ" پڑ گیا ہے۔ دیکھو مہافی، ۱۹۶۔

ایشیا میں اس کی مہم۔ اڈولے کا نوشتہ؛ دیکھو اوپر باب ۹، حاشیہ ۴۔ یوسے بیوس: "اخبار" ۱، ۲۵۱؛ Sch Hieron؛ یوستی نوس ۲۷، ۱؛ App. Syr. ۶۵؛ پولیائے نوس ۸، ۵۰۔ پٹری والے ایک پاپی روس میں سے مہافی نے چند اقتباسات لے کر اتھے نایوم ۱۸۹۳ء (۱۰ ردسمبر صفحہ ۸۱۸) میں طبع کرائے ہیں۔ عام طور پر اس مہم کے لئے دیکھو مہافی، "سلطنت" ۱۹۷ وغیرہ۔ وہ صفحہ ۲۰۱ پر کہتا ہے کہ بطلیموس سوم بجائے ایشیائے کوچک جاتے کے، جہاں وہ وسیع علاقے فتح کر سکتا تھا مشرق کی طرف، جہاں اسے کوئی مستقل کامیابی نہیں ہو سکتی تھی، جو گیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رمعوڈز ایشیائے کوچک میں اس کا سد راہ تھا۔ بطلیموس سوم ۲۴۰ ق م ہی میں لیسا اور تلمے سوس پر قابض ہو گیا تھا: رادے: "نوآبادیات" Radet : De Colon صفحہ ۳۵ (جہاں نوشتوں کا اتباع کیا گیا ہے)۔ مقابلہ کرو ڈروائے سن، ۳، ۱، $\frac{۳۷۷}{۳۹۲}$، خصوصاً ۳۸۴۔ یوئرگی تیس کے فتوحات کی تصویریں جنھیں روسے لینی اور شامپولیوں نے مصر کے بتکدۂ ایسنے میں دیکھا تھا، اور جن میں ارمنستان، تھریس اور مقدونیہ کے قیدیوں کی شبیہیں تھیں، یہ سب اب نابود ہو چکی ہیں؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۳۸۴؛ بیڈیکر ۲، ۲۶۲۔ یوسے بیوس کے بیان کے مطابق اس نے شام و دمشق کو اور ہیئے رونیموس کے بموجب "اضلاع بالائی ماورائے فرات" کو اور پولیائے نوس کے مطابق "ہندوستان تک کے ممالک" کو فتح کیا۔ ایسنے میں جن تھریسی اور مقدونوی قیدیوں کی تصاویر تھیں ممکن ہے کہ انھیں اس نے ایشیا کے کسی حصے میں گرفتار کیا ہو۔ اغلب ہے کہ اس مہم کے بعد

باب ۱۰ فقرہ حسب ذیل ہے:۔ "وہ ایشیا کی طرف پیدلوں اور سواروں کی فوج، جہازوں کا بیڑا اور ترو گلودی و حبشی ہاتھیوں کی ٹولی لے کر جنھیں اُسکے باپ نے پکڑ کر جنگ کے لئے سدھایا تھا، ایشیا کی طرف چلا۔ اُسنے پہلے تو دریائے فرات کے اس طرف کے تمام ملکوں اور کلیکیہ، پمفیلیہ، ایونیہ، ہیلیس پونٹ، تھریس کے علاقوں کو فتح کیا اور وہاں کے تمام لشکروں اور ہندوستانی ہاتھیوں کو نیچا دکھایا اور

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مدینۃ الفیوم میں ایشیائی نوآبادی قائم ہو گئی ہو، الفیوم میں جو پاپی روس نکلا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو مہافی کا مضمون لندن کے مستشرقین کی کانفرنس کی روداد میں ۱۸۹۲ء۔

شمال میں شہر اور تھوزیہ؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۱۸۱۔

تانس والا نوشتہ؛ ویشر: "جریدۂ آثاریات Wescher: Rev. Arch ۱۸۶۶ء، صفحہ ۴۹؛ ہکس، ۷۹ ابیپسیوس: "حکم کانوپوس"، برلن ۱۸۶۶ء؛ بیڈیکر ۱، ۴۳۳؛ مہافی: "سلطنت" ۲۰۵، ۲۲۶۔ مقابلہ کرو باب ۵، حاشیہ ۱۳؛ باب ۹، حاشیہ ۲؛ معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس اول اور بطلیموس دوم دونوں مسروقہ بتوں کو واپس لے آئے۔

واقعات سریہ؛ پولی بیوس ۱۰، ۲۵؛ پلوٹارک: "حیات فلوپاتر" ۱، ڈروائے سن ۳، ۱، ۳۰۴؛ مہافی (: "سلطنت" ۲۰۴) ڈروائے سن کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔

پولیائے نوس ۵، ۱۸ کے بموجب رھوڈز مصری امیر البحر خرمیوندیس کے ساتھ الفی سوس کے قریب لڑا اور کامیاب ہوا۔ خرمیوندیس اس جنگ کے بعد جو اُس کے نام سے موسوم ہے، مصر گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رھوڈز جیسی تجارت پسند جمہوریہ کو بطلیموس سوم "یورگی تیس" کے فتوحات سے ضرور خطرہ محسوس ہونے لگا ہوگا جس کی وجہ سے غالباً اُس کے عہد حکومت میں انھوں نے مصر کے خلاف آزادی بحری کی حفاظت کرنیکی یہ کوشش کی ہوگی۔ مہافی: "سلطنت" ۲۰۱۔

یورگی تیس کے زمانے کے نوشتے جو جزوب کے مقبروں سے برآمد ہوئے؛ مہافی: "سلطنت" ۲۰۹۔

جملہ حکمرانوں کو مغلوب کیا۔ اس کے بعد دریائے فرات کو عبور کر کے اور دجلہ و فرات کے دوآبے، سوسستان، فارس، مدیہ اور باختر تک تمام باقی ماندہ اضلاع کو مغلوب کیا اور اُن مقدس باقیات کی تلاش کر کے جنھیں ایرانی مصر سے اپنے ساتھ لے گئے تھے، انھیں اور ان سب ملکوں کے خزینے لے کر اپنی افواج کو نہروں میں ہو کر جانے کا حکم دیا۔" یہاں یہ نوشتہ یکایک ختم ہو جاتا ہے۔ میں نے حاشیے میں اس مہم کے متعلق چند مزید حوالوں کا ذکر کیا ہے۔ مقدس باقیات کی واپسی کا ذکر دیلتائے نیل کے مقام تانس کے ایک مذہبی نوشتے میں بھی ملتا ہے۔ اس جنگ کی ابتدا کی بہت سی تفصیلات جہاں مصریوں کی فتح سلیوکیہ اور اودونتیس وا لے انطاکیہ میں انکے نہایت جوش و خروش کے ساتھ استقبال کا بیان ہے، حال ہی میں مصری یا پاپی روس میں منکشف ہوئی ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ اذولے کے نوشتے کے بموجب مصر مختلف ممالک کے حکمرانوں کو تسلیم کرتا ہے، اور وسیع رقبوں پر سلیوکیوں کے جو دعاوی تھے انھیں بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ بلکہ سلیوکیوں کا ذکر تک نہیں کرتا۔

سوال یہ ہے کہ اگر یوئرگی تیس نے اپنے دعوے کے مطابق سکندر کی سلطنت کو از سر نو فتح کر لیا تھا تو پھر یہ اس پر قابض کیوں نہیں رہا؟ یوستی نوس کہتا ہے کہ اندرون ملک کی ایک بغاوت کی وجہ سے اُسے مصر واپس آنا پڑا۔ ممکن ہے کہ بالکل اُسی طرح جیسے نپولین کے موسکو والی مہم کے زمانے میں جنرل مالے نے پیرس میں اُس کے خلاف سازش کی تھی اسی طرح باختر میں بطلیموس کے قیام کے دوران میں اُس کی مصری رعایا نے بغاوت کا سامان کرنے کی کوشش کی ہو۔ ڈروائے سن کہتا ہے کہ اُسی زمانے میں یونانی ایکدے موس اور دیموفانیس سرینہ میں جمہوری تحریک کی ابتدا

باب ۱۷

کر رہے تھے۔ یوئرگی تیس کی مہم بلاشبہ ایک نہایت درخشاں مہم تھی؛ لیکن اس مہم کا مستقل نتیجہ کیا نکلا؟ اڈو کے والے نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے جن بادشاہوں پر حملہ کیا انھیں نیچا دکھایا، لیکن جوں ہی اُن کی پیٹھ مڑی ہوگی، اُن کی مغلوبیت محض الفاظ تک ہی محدود رہ گئی ہوگی، اور مصر حقیقت میں صرف فنیقیہ اور تھریس کے ساحلی علاقے کے چند ایسے مقامات پر غالب رہا ہوگا جہاں تک اُس کے بیڑے کی دسترس تھی، اور یہاں بھی اُسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ہوگی۔

ہم اس سے واقف نہیں کہ سلیوکوس نے اس حملے کی کس طرح مدافعت کی، لیکن یوستی نوس اُن واقعات کو بیان کرتا ہے جو اس کے بعد ایشیا میں پیش آئے۔ وہ کہتا ہے کہ بطلیموس کے چلے جانے کے بعد سلیوکوس نے باقی شہروں کے مقابلے کے لئے ایک بیڑا تیار کیا، لیکن یہ بیڑا طوفان کے نذر ہو گیا، اور اس مجبور بادشاہ کے ساتھ رحم کھا کر اور ہمدردی کر کے، جس کی جان بس بال بال بچ گئی تھی، باغی بلدیات پھر اُس کے مطیع ہو گئے۔ لفاظ اور عبارت آرا مورخوں کی تصانیف میں جو لغو اور بے بنیاد واقعات دئے ہوتے ہیں اُن کا یہ فقرہ ایک عمدہ نمونہ سمجھنا چاہیئے۔ یوستی نوس کہتا ہے کہ اس کے بعد سلیوکوس بطلیموس سے از خود جنگ آزما ہوتا ہے لیکن شکست کھا کر انطاکیہ بھاگ جاتا ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر پھر یوئرگی تیس کے قبضے سے نکل چکا تھا!)۔ اب وہ اپنے بھائی انطاکوس ہیئرا کس کی طرف رخ کرتا ہے اور امداد کے معاوضے میں طاروس تک تمام ایشیا (یعنی ایشیائے کوچک) کا اُس سے وعدہ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک میں انطاکوس آزاد تھا۔ اب بطلیموس خوف زدہ ہو کر دس سال کے لئے سلیوکوس کے ساتھ صلح کر لیتا ہے۔

باب ۱

لیکن ہیئے راکس کا برتاو برادرانہ نہیں تھا؛ اس نے سلیوکوس پر حملہ کر کے غالطیوں کی مدد سے اُسے (تروگوس کی تمہید کے بموجب) انگورہ پر شکست دے دی۔ کہتے ہیں کہ سلیوکوس لڑائی میں کام آیا، جس پر غالطیوں نے اپنے مالک انطاکوس کا خاتمہ بھی کرنا چاہا تاکہ وہ تمام ایشیا پر آسانی کے ساتھ قابض ہو جائیں۔ لیکن انطاکوس نے تحفہ تحائف دے کر انھیں رام کر لیا۔ یوستی نوس کے بیانات کا تتمہ یوسے بیوس کی تالیف کو سمجھنا چاہیئے۔ اُن کا بیان ہے کہ انطاکوس کے ماموں اسکندر نے جو ساردس میں رہتا تھا، اُس کی مدد کی؛ چنانچہ سلیوکوس نے سارڈس یا الفی سوس پر قبضہ کر لیا جس کا بطلیموس محاصرہ کیئے ہوئے تھا۔ کاپادوسیہ میں سلیوکوس نے متھرادائیس کے ساتھ ایک بڑی لڑائی لڑی جس میں اس کی طرف کے بیس ہزار سپاہی کام آئے اور وہ خود بھی "غائب ہو گیا" معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی جنگ انگورہ ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ بطلیموس نے شام کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا، لیکن وہ اور تھوزیہ پر قبضہ نہیں کر سکا اس لیئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اولمپیاد ۱۳۴، ۳ یعنی ۲۴۲ ق م میں) سلیوکوس اُس کی طرف پیش قدمی کر دیتا ہے جب انطاکوس ہیئے راکس افزدجیۂ عظمیٰ میں محاصل وصول کرنے کیلئے جارہا تھا تو اُس کے جیش محافظ یا منظوران نظر نے اسے بربریوں کے سپرد کر دیا، لیکن وہ آنکھ بچا کر فرار ہو گیا؛ اُس نے بطلیموس کی مدد سے اگلے دن انھیں شکست دے دی اور کچھ عرصے بعد نیئے لاس والی بتھی نیہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ یوستی نوس اور یوسے بیوس کے ان اجزائی بیانات سے ہم اصلی واقعات کی بابت صرف قیاس ہی قیاس کر سکتے ہیں اور صرف ان ہی کے ذریعہ سے اندرونی تعلقات کا پتا چلا سکتے ہیں جس کی وجہ سے تقریباً ہر شخص جو اُس عہد کی تاریخ پر قلم اُٹھاتا ہے وہ ایک بالکل ہی مختلف اور غالبیت

لئے ہوئے یہاں تک پہنچ جاتا ہے (دیکھو یادداشت ۲)۔ ان دونوں مورخوں کی تالیفات کے اجزا سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر اور شام کے مابین اور دو سلیو کی بھائیوں کے درمیان جنگ جاری تھی بلکہ میدان کارزار میں غالطی بھی تھے، اور شاہان پرگامم کے ہاتھوں موخرالذکر کی شکست کھانا پڑی، ان سب باتوں کا تعلق تاریخ تمدن یونان کے ایک نہایت اہم باب، یعنی فنون ایشیائے کوچک کے شباب سے ہے۔ بلاشبہہ پرگامم کے نوشتوں کے اجزا سے اس کی بابت کچھ معلومات حاصل ہوتے ہیں، لیکن یہاں بھی ہر چیز پر تاریکی چھائی ہوئی ہے اور نہ تو نفس مضمون نہ سنوسیت میں کسی قسم کی صفائی یا قطعیت نظر آتی ہے، چنانچہ اگر آج کسی عالم کے قلم سے کوئی قطعی بات نکل جاتی ہے تو اسے اس کے ثبوت میں بہت سی ایسی باتیں پیش کرنی پڑتی ہیں جن میں بہت کچھ شک و شبہہ کی گنجائش ہے۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ ہم اس مضمون پر زیادہ بحث نہیں کر سکتے، اور حاشیۂ متعلقہ میں بھی ہم نے صرف خاص خاص اسناد کا حوالہ دینے ہی پر قناعت کی ہے۔

دوسرے بنہایت دلچسپ واقعے، یعنی بطالسہ کی روز افزوں قوت کو رھوڈزیوں کے روکنے کی کوشش کا بھی قدرنا بہت ہی کم تذکرہ کرتے ہیں۔ ایفی سوس کے قریب رھوڈزیوں اور مصریوں کے مابین لڑائی ضرور رہی، لیکن اس کے فوری اسباب اور اس کے نتائج سے ہم واقف نہیں ہیں۔

اب از سر نو سلیوکوس کی طرف آئیے جس کا خطاب کالی نی کوس یا "فاتح عظیم" تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس خطاب کا وہ کیسے مستحق بنا؟ اس کا جواب دینے میں ہمیں مشرق بعید کی تاریخ بتانی پڑتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سلیوکوس نے دیار مشرقی کی طرف ایک بڑی مہم سر کی، جس کی بابت بھی ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔

باب ۱۰

استرابو میں توساکائے اور یوستی نوس میں پارتھیوں کا ذکر سننے میں آتا ہے۔[۱] سلیوکوس نے ارشک شاہ پارتھیا کو مغلوب کیا، اور موخر الذکر یہ خیال کر کے کہ دیودوتوس اول شاہ باختراش کی مخالفت کریگا امور دریا اور سر دریا کے دوآبے میں رہنے والی قوم اپاسیاکائے کے پاس بھاگ گیا۔ لیکن ارشک اول اور دیودوتوس اول کے جانشین دیودوتوس دوم کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا اور ان دونوں نے مل کر سلیوکوس کو ملک شام کی طرف واپس بھگا دیا۔ ارشک کی اس فتح کو پارتھی قوم ہر سال مناتی تھی۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کالینی کوس کا جو خطاب سلیوکوس نے اختیار کیا وہ اس کا اتنا ہی مستحق تھا جتنا کوئی دوسرا مشرقی فرماں روا، اور اس "سورما" نے، جو محض اپنی قسمت کی یاوری سے پارتھیوں کے ہاتھوں سے بال بال بچا، اپنی دریائے فرات کے کنارے والی موروثی جاگیر میں جو شہر کالینی کون آباد کیا اس سے آس پاس کے

---

[۱] دونوں مد مقابل بھائیوں یعنی سلیوکوس وانطاکوس کے مزید حالات سلیوکوس کی مشرق کی طرف پیش بندی: استرابو، ۱۱، ۱۳، ۵؛ یوستی نوس، ۴۰، ۴۱؛ ڈروائے سن، ۳، ۲، ۴ وغیرہ؛ فون گوٹشمٹ: "تاریخ ایران" V. Gutschmid: Ges. Irans. ۳۳ مقابلہ کرو کیوپ: "بطلیموس اول کی جنگ ہائے سوریہ" Kœpp: Die Syrischen Kriege des ersten Ptol ۱۸۸۴ء صفحہ ۲۰۹/۲۳۰ جہاں اس موضوع کے تصانیف ماقبل پر بحث کی گئی ہے، جن میں سے ڈروائے سن وکیوہلر کی کتاب ممتاز ہے۔ کیوپ نے جو نتائج اخذ کئے ہیں ان کے لئے دیکھو باب ۱۳، حاشیہ ۶۔ نیز دیکھو بیلوخ کا مضمون Rhein. Mus. ۱۸۸۸ء اور میولر ہپور فیر دس؛ Fr. H. G جلد ۳ صفحہ ۷۰۸ وغیرہ جسے کالنٹن بھی (۳۱۲) ملحوظ رکھتا ہے؛ فرینکل: "نوشتہ جات پرگامم" گیبلر: "ایریتھرائے" صفحہ ۲۹ وغیرہ؛ ہمیں جنگ انگورہ کی تاریخ ۲۳۵ ق م بتائی گئی ہے۔

باب۱۲ شہروں کے باشندوں پر یقیناً نہایت اچھا اثر پڑا ہوگا۔
بہرنہج سلیوکوس کے عہد حکومت کے آخری حصوں سے کسیطرح وہ اس خطاب کا مستحق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اول تو اُس کی چچی استراتونیس نے اُسے دق کیا۔ استراتونیس نے پہلے تو دیمتریوس والیِ مقدونیہ کے ساتھ نکاح کیا تھا، اور جب اُس کے شوہر نے اُس سے علیحدگی اختیار کر کے پرھوس کی بھتیجی فتلیہ کو اپنے گھر میں ڈالا تو وہ فوراً شام گئی اور اپنے بھتیجے سے نکاح کرنے کے لیے کہا، اور جب اُس نے اُس سے انکار کیا تو اُس نے ملک میں خلفشار پیدا کیا اور اسی میں اپنی جان دے دی۔ اُس کی موت کو بادشاہ کے حق میں کامیابی سمجھنا چاہیے۔ مگر اس کے بعد واقعات نے پیچیدگی اختیار کر لی۔ پہلے تو یوستی نوس کا بیان دیکھیے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ یوستی نوس اپنے بیانات میں نہایت بے پردائی دکھاتا ہے، چنانچہ وہ اتالوس شاہ برگامم کو یومنیس شاہ بتھی نیہ کہتا ہے، بہرحال اس اتالوس نے انطاکوس اور غالویوں پر حملہ کیا اور انھیں شکست دے کر اُس ملک کے زیادہ تر حصے پر قبضہ کر لیا۔ اب سلیوکی بھائیوں کو چاہیے تھا کہ آپس میں صلح کر لیتے، مگر اس کے برعکس انھوں نے ایک دوسرے سے برابر لڑائی جاری رکھی۔ انطاکوس اپنے خسر (؟) اریار امنیس والی کاپادوسیہ کے پاس بھاگ گیا، اور جب اس سے کوئی بہتری کی شکل نہ دیکھی تو دربار بطلیموس میں پناہ لی۔ لیکن بطلیموس نے اُسے قید میں ڈال دیا جہاں سے اُس کی ایک محبوبہ نے اُسے قید سے چھڑا لیا، مگر جب وہ فرار ہو رہا تھا تو ڈاکوؤں نے اُس کا کام ہی تمام کر دیا۔ تقریباً اُسی زمانے میں ایک روز سلیوکوس گھوڑے پر سوار تھا کہ گھوڑے نے اُسے گرا دیا اور اُس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ یہاں تک تو یوستی نوس کا بیان تھا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مورخ صرف حسن و عشق کے افسانے تلاش کر لیتا ہے

اور اُسے مختلف واقعات کے باہمی تعلق کا خود بھی پتا نہیں۔ وہ ہم سے یہ نہیں کہتا کہ سلیوکوس کے بعد کون بادشاہ ہوا، اور اسی ضمن میں بانترو گوس کی تمہید سے بھی واقعات پر روشنی نہیں پڑتی۔ ہم نے یوسے بیوس کے جس تذکرے کا اوپر حوالہ دیا ہے اُس میں اُنھیں جنگوں کی تھوڑی بہت تفصیلات دی ہوئی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ انطاکوس ہیئے راکس اولمپیاد ۱۳۷، ۴ (۲۲۹ ق م) میں اتالوس سے ضلع کولوئے میں جو سار دس کے قریب واقع ہے برسرپیکار ہوا، لیکن کاریہ میں ایک اور لڑائی کے بعد ۲۲۸ ق م میں تھریس فرار ہونے پر مجبور ہوا اور آخر کار اُس کا انتقال ہو گیا۔ اگلے برس سلیوکوس نے بھی وفات پائی۔ یہ اہم ترین واقعات ہیں جن کا ذکر ہم قدیم تالیفات میں پڑھتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ مؤلفوں نے اُنھیں توڑ مروڑ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانۂ حال کے علماء نے ان ٹوٹے پھوٹے اجزا کو ملا ملا کر مسلسل تاریخ بنا دی ہے، لیکن صرف چند ہی ایسے واقعات ہیں جن کا تیقن ممکن ہے، فہو ہذا:۔

اگر قانونی جواز اور جغرافی اعتبار سے سلطنت کے تخیل کا کوئی سوال اُٹھ سکتا ہو، تو معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت سوریہ کا جائز حکمراں سلیوکوس دوم "کالینی کوس" ("فاتح اعظم") تھا جسے "پوگون" یا "ریشائیل" بھی کہتے تھے۔ اس کا عہد حکومت ایک خلفشار کا زمانہ تھا جس میں کبھی اُس کی قسمت کا پلڑا جھک جاتا تھا کبھی اُٹھ جاتا تھا۔ بطلیموس یوئرگی تیس ("مہربان") بہت سے ان علاقوں میں جن کا سلیوکوس دعویدار تھا، گزرا، اور اغلباً اُس نے بہت سی فتوحات کو اپنے قبضے میں رکھا۔ یہی کیفیت ایشیائے کوچک کی بھی تھی، جس کا دعویدار پوگون کا بھائی انطاکوس ہیئے راکس ("شہباز نما") بھی تھا۔ اس دعویدار نے اپنی بادشاہت کا اعلان

باب ۱۵

کردیا اور ایشیائے کوچک کی بہت سی آزاد اقوام مثلاً بتھی نیہ والے، کاپادوسیہ والے اور غالطی اُس کے ہمنوا بن گئے۔ اس کے برعکس اتالوس فرمانروائے پرگامم انطاکوس کا مخالف تھا۔ اس حوصلہ مند سردار کے لئے جس کا ساتھ دینے کو کوئی قوم تیار نہیں تھی، وہ شخص جو اپنے آپ کو ایشیائے کوچک کا بادشاہ کہتا تھا وہ بہ نسبت بعید سلیوکوس کے زیادہ خطرناک اور مضرت رساں تھا۔ یوسے بیوس کہتا ہے کہ وہ ملک جو خاص طور پر ہیئے راکس کا مطیع تھا وہ افروجیۂ کبریٰ تھا اور اسی سے وہ خراج وصول کرتا تھا۔ مگر اگر افروجیۂ کبریٰ سے غالطیہ کو نکال دیا جائے تو باقی رہ ہی کیا جاتا ہے؟ اور اگر یہ باقی ماندہ افروجیہ انطاکوس کا سمجھا جائے تو پھر ایشیائے کوچک میں سلیوکوس کے لئے کیا باقی رہا؟ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سلیوکوس کے قبضے میں ساردس نہیں تھا، اور ساحلی شہر یا تو خود مختار تھے ورنہ بطلیموس کے زیر حمایت تھے، اور پرگامم خود آزاد تھا، چنانچہ سلیوکوس اپنا حکم محض مشرقی لیدیہ پر چلا سکتا ہوگا۔ اور پھر جنوب کی طرف بھی سلیوکوس کا علاقہ زیادہ دور تک نہیں جاتا تھا۔ ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحلی علاقے کا مغربی حصہ بہ نسبت شامی اثر کے مصری اثر کو زیادہ مانتا تھا، اور سلیوکوس کے قبضے میں شامی ساحل کا بہت ہی کم جزو ہوگا اس لئے کہ خود شہر سلیوکیہ پیئے ریہ پر مصریوں کا قبضہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعاً سلیوکوس اندرونی سوریہ کے شمالی حصہ اصطخر اور ہمدان تک اندرون ملک کلیکیہ کے علاقوں پر قابض تھا اور ساحلی لاؤدیسیہ سے بندرگاہ کا کام لیتا تھا۔ دونوں بھائیوں کے خصائص کی بابت کچھ حکم نہیں لگایا جا سکتا؛ اور ڈرواسے سن نے ان کے موافق جو رائے ظاہر کی ہے اُس کا ثبوت واقعات سے نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ہم کالیتی کوس جیسے عالی شان خطابات اور ایشیائی مصری طرز کے

باب ۱۰

اعلانات سے چونکہ صیانہ جائیں تو باقی ماندہ واقعات بس یہ رہجاتے ہیں کہ ہیلیس پونٹ اور سندھ کے درمیانی ممالک کی ملکیت کے لیئے بہت سے دعویدار جنگ آزما ہوئے اور شہر کی صنعتی آبادی کی حفاظت کبھی تو جنگ آزما ہوکر، کبھی اُس حکمراں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرکے کرتے ہیں جو اپنی فوج لیئے نزدیک پڑا ہوا ہو۔ اس حصۂ ایشیا کی یہ صورت حال اُس وقت تقریباً اُسی طرح کی تھی جیسے جنگ سی سالہ کے دوران میں جرمنی کی حالت۔

۲۲۶ ق م سے ۲۲۳ یا ۲۲۲ ق م تک ملک شام کا حکمراں سلیوکوس سوم "کیرانوس" یا "سوتر" تھا جو سلیوکوس دوم کا بیٹا تھا۔ اُس نے پرگامم کے حکمرانوں سے ایشیائے کوچک واپس لینے کے لئے زنجیرۂ طارُوس کو عبور کیا، اور اپنے مقصد کے حصول میں اپنے رشتہ دار اکائیوس کی مدد سے کامیاب ہوا۔ لیکن اسے اس کامیابی کا پھل زیادہ مدت تک نصیب نہیں ہوا اس لیئے کہ اُس کی تھوڑی مدت بعد ہی اُسے نکانور نامی ایک شخص اور اپاتوریوس نامی غالوی نے قتل کردیا۔ سرکاری فہرست کے مطابق اُس کے بعد اُس کا بھائی انطاکوس سوم "اعظم" جو اس وقت تک بابل میں رہتا تھا، تخت نشین ہوا، لیکن نوشتوں اور سکّوں کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک اور حکمراں انطاکوس نامی بھی تخت نشیں ہوا تھا جو سلیوکوس سوم کا بیٹا ہوگا۔ ہم باب ۱۵ میں دیکھیں گے کہ اکائیوس نے آیکواس کے چنگل سے چھڑانے کی کوشش کی، لیکن یہ دعویدار انطاکوس ہیئے راکس کے برابر کامیاب نہیں رہا ۳۵

۳۵ بھائیوں کی موت یوستی نوس، ۷، ۲، ۳؛ تروگوس تمہید، ۲۷؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۳، ۱۹، ۲۰ - راسے ناش (تین سلطنتیں Reinach: Trois Roy. ۱۴) کہتا ہے

باب ۱

۲۲۲ ؁ ق م میں بطلیموس چہارم "فلو پاتر" مصر کے تخت پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - کریوستی نوس کا یہ خیال غلط ہے کہ ہیئے راکس شاہ کاپادوسیہ کا داماد تھا؛ اسی خیال کو کلنٹن (۳۱۴) نے بھی ظاہر کیا ہے۔

انطاکوس ولد سلیوکوس سوم کے لیئے دیکھو ڈر وائے سن ۳، ۲، ۱۲۱، ۱۲۳-

ڈر وائے سن (۳، ۱، ۴۰۰) دونوں بھائیوں کے خصائص نہایت رجائی انداز میں بیان کرتا ہے؛ لیکن ۳، ۲، ۲۲ وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ "یہ دونوں نوجوان ہمارے سامنے ہوکر چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتے ہیں"۔

سکّے: بطلیموس سوم "یورگی تیس" وہ پہلے تو اپنے باپ کے سکّے قبرص و فینیقیہ میں جاری رکھتا ہے؛ اس کے بعد جب جنگ سوریہ کی وجہ سے وہ مشکلات میں پھنستا ہے (پوُل: فہرست سکّہ جات بطالسہ" Poole : Cat Ptol. تصویر ۴۳) تو مصر میں سکّے بناتا ہے - اس کی بیوی برے نیس کے سکّے جن پر لفظ "بازی لیسس" کندہ ہے ان میں سے ایفی سوس والی آٹھ درہمی بھی ہے (فہرست، تصویر ۱۳، ۲؛ دیکھو بابلون: "ذخیرۂ مسکوکیات" Babelon : Mél. numis. پیرس ۱۸۹۳؁ء ص ۱/۸ -

بطلیموس چہارم "فلو پاتر" ("پدر پرست") (۲۲۲/۲۰۴ ؁ ق م) نے قبرص میں دیونی سوس کی نوع کے سکّے بنائے، اور اس کا اتباع بطالسہ ۶، ۸، ۹ نے بھی کیا۔

سلیوکوس سوم "کالینی کوس" اور انطاکوس ہیئے راکس: بابلون: "شاہان سوریہ" LXV LXXX سیلوکوس ۲ کا خطاب "پوگون" پولی بیوس ۲، ۷۱ میں ملتا ہے لیکن اس کے زیادہ تر سکّوں میں اس کی ڈاڑھی نظر نہیں آتی - ان میں اپالو بجائے بیٹھے ہوئے کے کھڑا نظر آتا ہے - سلیوکوس سوم کے بعض سکّوں کی ہیئے رون دوم خودسر سرقوسہ کے سکّوں سے مشابہت؛ تصویر ۶۶ - ارتے مس والے سکّوں کی اسی سے ابتداء ہوتی ہے - بابلون نے جن سکّوں کو ہیئے راکس

باب ۱

بٹیھا۔ ہم اس کا ذکر ابواب ۱۳ و ۱۵ میں کریں گے۔
مشرق میں تو مختلف حکمراں اپنے معمول کے مطابق ایک دوسرے سے جھگڑوں میں مصروف ہیں، یونان میں آزادی کی تحریک برابر روبترقی نظر آتی ہے[۱] اس کی ابتدا تو ایتھنز نے کی تھی، لیکن

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کی طرف منسوب کیا ہے۔ انھیں بعض مورخ دوسرے حکمرانوں کا بتاتے ہیں۔
سلیوکوس سوم "کیرانوس" کا سرکاری خطاب "سوتر" تھا؛ بابلون XXXIII۔ دیکھو نوشتہ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان C.I.G ۴۴۵۸ جہاں XXXVII ایک انطاکوس کا ذکر ہے جو بظاہر اُس کا بیٹا معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو ڈروائےسن ۳، ۲، ۱۲۱، ۱۳۳، جس سے بابلون متفق ہے۔
یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ایشیا میں جو سیدان گرم ہو رہا تھا اُسمیں مقدونیہ بھی شریک تھا؛ یہ استدلال تروگوس کی تمہید ۲۷ سے کیا جاتا ہے۔ جہاں ایک مشتبہ فقرے میں مذکور ہے کہ بطلیموس نے انتی گونس پر اندروس کے قریب ایک بحری لڑائی میں فتح پائی۔ ایشیا اور جزائر کے ساتھ مقدونیہ کے جو تعلقات تھے وہ نہایت تاریک ہیں۔ نیز دیکھو نیچے، حواشی ۱۱ و ۱۵؛ مہافی: "سلطنت" ۱۵۴۔

[۱] اس عہد کے خصائص جو اب شروع ہونے والا ہے "اکائیائی لیگ کا آغاز، آگس اور عالی نقش کلیومنیس کے مجوزہ اصلاحات، سپرٹہ کا جمہوری دستور ایپائرُوس کی عمومیت، فلوپوئےمن کی تخلیقی توانائی، مقدونیہ میں جمہوریہ کی بنیاد اور روما میں برادران گراکی کے خیالات کی ترویج، ان سب امور کو اس قابل یادگار صدی کے ممتاز ترین واقعات سمجھنا چاہیئے"؛ ڈروائےسن ۳، ۱، ۴۲۵۔ یہ تاریخ کا ایک نہایت عالی تخیل ہے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس فقرے میں مقدونیہ کا جمہوراجاتا، جسے عام طور پر روما کے ظلم وستم کا ایک نتیجہ سمجھا جاتا ہے اسے خیالات آزادی کا مظاہرہ بیان کیا گیا ہے۔ کتنا افسوس ہے کہ ڈروائےسن

باب ۱۔

وہ اسے جاری نہیں رکھ سکتا اس لیے کہ وہ مقدونیہ کا طوق غلامی اپنے گلے سے نہیں اُتار سکتا۔ اس کی بجائے پیلوپونیز میدان میں اُترتا ہے اور اس تحریک کی ابتداء شہر میگالوپولس کی طرف سے ہوتی ہے جیسا ہم نے باب ۹ میں کہا تھا، اب ہم اس عہد کے محض سنوی حدود سے باہر نکلتے ہیں تاکہ واقعات کا اندرونی تسلسل ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہم جلد ۳، باب ۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ میگالوپولس کی تعمیر میں فلسفیانہ خیالات کا بھی حصہ تھا، اور اس شہر کے باشندے سوچ سمجھ کر عمل کرنے میں نہایت ممتاز تھے ابتدا میں تو انھوں نے تھیبز کا اور پھر مقدونیہ کا ساتھ دیا تھا لیکن اب وہ آزادی کے بڑے بھاری حامی نظر آتے ہیں، مگر جو اُصول اُن کے پیش نظر ہیں وہ بجائے عملی ہونے کے زیادہ تر محض نظری اور خیالی ہیں۔ اس زمانے میں میگالوپولس پر ایک خودسر ارسطودیموس حکمراں تھا جو ابتداء میں تو مقدونیہ کی سیادت تسلیم کرتا تھا لیکن بعد میں آزاد ہو گیا تھا۔ اس سے لڑائی کے دوران میں ہی اسپارٹا کے بادشاہ اکروستاتوس ولد آریوس نے اپنی جان دے دی۔ گو ارسطودیموس ایماندار مشہور تھا، لیکن خودسرانہ حکومت سے لوگوں کو جو نفرت تھی اُس کی بنا پر دو شہریوں مسمی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اس تصویر کی تکمیل نہیں کر سکا؛ لیکن دوسرے حصے کی رنگ آمیزی پہلے کی رنگ آمیزی سے یقیناً مختلف ہوتی۔

مہافی: "ادبیات یونان" باب ۱۶ میں "ہمعصر سیاسی خیالات" پر بعض دلچسپ واقعات دیئے ہوئے ہیں۔

۵ میگالوپولس۔ پلاس: "خودسری" ۲، ۱۶۳۔ زوسے میل ۱، ۲۲۸۔ اکائیائی لیگ کے آغاز کیلئے دیکھو تیوپفر (Toepfer) کا مضمون پاؤلی کے "محیط" (Pauly's Realencycl) میں جہاں حوالے بھی دیئے ہوئے ہیں۔

باب ۱

ایکدیموس و دیموفانیس نے، جو اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر اتھینز کی اکادیمی کے فلسفی ارکے سی لاؤس کے مرید ہو گئے تھے (دیکھو اوپر باب ۶) اسے جان سے مار ڈالا۔ اس فعل کی ایک ایسے شخص نے نقل کی جو آخر کار تمام یونان کی قسمت پر نہایت ہی زبردست اثر ڈالنے والا تھا۔

سکیون بھی خودسرانہ حکومت کا شکار ہو چکا تھا، اور ابانتی داس، پاسیاس اور نکوکلیس نے یکے بعد دیگرے اس ملک پر مظالم کی بوچھار کی تھی۔ آرگوس میں ایک نوجوان سکیونی اراتوس رہتا تھا، جو اس دولتمند کلی نیاس کا بیٹا تھا جسے ابانتی داس نے قتل کرا دیا تھا۔ یہ کلی نیاس کسی زمانے میں سکیون کا دستوری آرخن رہ چکا تھا۔ سات برس کی عمر میں ۲۶۴ء ق م میں آراتوس کو آرگوس لے آئے اور یہاں مرفہ الحالی میں اُس کا نشو و نما ہوا۔ اُس نے وہاں اس زمانے کی تہذیب و تمدن سے پورے طور پر واقفیت حاصل کی جس میں ورزش جسمانی بھی شامل تھی۔ اس کے باپ کی اپنے زمانے میں بادشاہوں مثلاً انتی گونوس و بطلیموس کے درباروں میں نہایت عزت کی جاتی تھی، اور اراتوس نے عمر بھر اپنے اعیانی عادات و اطوار کو محو نہیں کیا۔ اب اُس نے یہ دل میں ٹھانی کہ کسی طرح سے اپنے باپ کی موت کا بدلہ لینا چاہیے اور سکیون کو آزاد کرنا چاہیے۔ وہ اسے بدرجہا ترجیح دیتا کہ اپنا کام بادشاہوں کی مدد سے نکالے، لیکن ایک طرف تو انتی گونوس نے وعدہ وعید بہت کیے اور واقعتاً خاموشی اختیار کی، اور دوسری جانب بطلیموس میدان کارزار سے بہت دور تھا۔ الغرض اُس نے یہ طے کر لیا کہ خود اپنے قوت بازو پر ہی بھروسہ کرے گا، اور چالیس جل کر اپنا کام نکالے گا۔ اُس نے اپنی دولت کے بل بوتے پر اپنے تیس غلاموں کو مسلح کیا اور ڈاکوؤں کے ایک سردار مسمی زینو فیلوس

باب

کی مدد سے چند تنومند اشخاص کو بھرتی کیا۔ اس کے بعد اُس نے نکوکلیس کے جاسوسوں کو دھوکا دینے اور انھیں حقیقت واقعات سے بھٹکانے کے لئے بظاہر عیش و عشرت کی زندگی اختیار کی۔ آخر کار سکیون کی فصیل میں ایک ایسا مقام مل گیا جس کے ذریعے سے کام نکالا جا سکتا تھا، چنانچہ یہ مٹھی بھر آدمی دیوار پر چڑھ گئے اور قبل اس کے کہ اراتوس یا نکوکلیس کی طرف کا ایک شخص بھی کام آئے، شہر پر قبضہ ہو گیا۔ خود نکوکلیس نے ایک سرنگ ہی سے فرار ہو کر اپنی جان بچائی۔ اراتوس نے سکیون والوں کو تماشا گاہ میں طلب کیا اور انھیں اطلاع دی کہ تم سب آج سے آزاد ہو۔ اس کے بعد جن جن کو جلاوطن کیا گیا تھا وہ واپس آ گئے اور ۲۵۱ق م میں اراتوس کے کہنے سے سکیون اکائیائی لیگ میں شامل ہو گیا۔ یہ شمول یونانیوں کی اندرونی تاریخ کے ایک جدید اور اہم باب کا آغاز تصور کرنا چاہیئے؎

؎ اراتوس ۔ حوالہ جات ۔ ہرمان "مملکت قدیمہ" Hermann : Staatsalterth ج ۵ ۱۰ (آگس اور کلیومنیس کے لئے ج ۹ ۴)؛ نیز شیومان: "پلوٹارک کی حیات آگس و حیات کلیومنیس پر مقدمہ" Schœmann : Prolegom. zur Ausg des Agis und Kleomenes Plutarchs مع اشاعت سنٹے نس Sintenis کلاٹ: "تحقیقات متعلق تاریخ لیگ اکائیہ" Klatt. Forschungen z. Gesch. des ach. Buemtes برلن ۱۸۷۷ء؛ اور اُس کی کتاب "مسائل سنوئیت" Chron. Beitraeg برلن ۱۸۳۲ء؛ "مقالہ متعلق اراتوس" Abhand.ueber Arat بریزلاؤ ۱۸۷۵ء ۔ نائوسے یر لائپزگ ۱۸۹۶ء؛ پاؤلی وسوداایں مضمون "اراتوس"۔

پولی بیوس ۴، ۸ میں اراتوس کے خصائص کا اندازہ کیا گیا ہے، اور گو یہ مورخ اراتوس کا طرفدار ہے لیکن وہ اُس کے کمزور پیرائے بھی عریاں کرنے میں

باب ۱ | اکائیہ کے شہروں کی لیگ قدیم زمانے سے برابر قائم تھی مگر حال

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نہیں چوکتا۔ پلوٹارک ("اراتوس ۱۰) اسے "تنفر خود سری" کا لقب دیتا ہے، لیکن وہ صرف چھوٹے چھوٹے شہری حکمرانوں کے خلاف اس قسم کا خیال دل میں لاتا تھا۔ وہ شاہ مقدونیہ کو صرف نظریے کے اعتبار سے "قابل نفرت" ہستیوں میں شامل سمجھتا تھا (پلوٹارک "اراتوس" ۴۳)، اور آخر کار اُس نے اُس کی اعزازی خدمت کی۔ پلوٹارک کہتا ہے (۱۰) کہ اراتوس اتنا "شدت پسند" نہیں تھا جتنا "اعتدال کا دشمن" گو یہ صفت بھی اُس میں ہمیشہ نہیں پائی جاتی۔ اُس کے نزدیک اراتوس ایک "معزز شخص" ہے، اپنی خانگی زندگی میں بے داغ، مگر اپنی پبلک زندگی میں اپنے فریق کے تعصبات پر ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار؛ اُس کی نظر تنگ اور اُس کے مقاصد پست تھے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اپنی زندگی کا کام ایسے برباد نہ کر دیتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ابتدا میں وہ اُسے ترجیح دیتا تھا کہ سیکیون کو کسی بادشاہ کی مدد سے آزاد کرائے؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۴۔

معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ فوجی کامیابی اراتوس کو ہوئی وہ سب اپنی چالبازی اور اپنی دولت کی وجہ سے تھی۔ پہلا داؤ وہ اس طرح کرتا ہے کہ ڈاکوؤں اور غلاموں کو بھرتی کر کے اُن کی مدد سے رات کے وقت سیکیون لے لیتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس $\frac{6}{8}$۔ اسی طرح سے وہ اکروکورنتھ پر وہاں کے سردار ارگی نوس کو ساٹھ تالنت رشوت دے کر قبضہ کر لیتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۱۹۔ (پاؤلی ۲، ۱۶ ۱، ۲۰۸ میں کلیس Cless یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ چاروں بھائی اور ساہوکار اسے گیاس یہودی تھے)۔ وہ ایتھنز کا قلعہ ڈیڑھ سو تالنت لے کر حوالے کر دیتا ہے (پلوٹارک ۳۴) اور پچاس تالنت دے کر آرگوس لے لیتا ہے (پلوٹارک ۳۵)۔ ہم اراتوس کی بابت یہ ضرور حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ روپے کے بہترین مصرف سے واقف تھا، اور اس بارے میں اُس کا طرز عمل پرسیوس اور یومنیس سے مغائر تھا جن پر پولی بیوس مضحکہ اڑاتا ہے (۲۹، ۱)، اور حرص و آز سے یہی وہ آزادی ہے جس کا پولی بیوس کو معترف ہونا پڑتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ وہ نہایت ہوشیار اور عملی شخص تھا۔

باب ۱ | میں اس میں زوال پیدا ہو گیا تھا، اور جب مقدونیوں کا اثر یونان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ہمارے نزدیک بھی اُس کی ان صفات کی ایک ممتاز حیثیت تھی - اُسکے خصائص میں یہ خصلت اتنی ممتاز تھی کہ جب اُسے کھلے میدان میں نیچا دیکھنا پڑتا تو چالبازی سے وہ شکست کو فتح کی شکل میں تبدیل کر لیتا تھا؛ مقابلہ کرو پلوٹارک ۲۴ جہاں یہ بیان ہے کہ جب وہ فیلاکیہ میں مغلوب ہوا تو وہاں سے بھاگ کر باوجود اس شکست کے آخر کار کامیاب ہو ہی گیا (۳۶)؛ اور اسی طرح کوہ لیکائیوس پر شکست کھانے کے بعد وہ مین تی تیہ پر قابض ہو کر ہر ایک کو تعجب و حیرت میں ڈال دیتا ہے؛ وہ عین میدان کارزار میں لیدیادیس میں چھوڑ کر چل دیتا ہے اور لیدیادیس مارا جاتا ہے - اراتوس اگاتھوکلیس کی لڑائی میں بوملکار کے قدم بہ قدم چلتا ہے؛ دیکھو اوپر باب ۔)؛ اب وہ سیاسی اعتبار سے بالکل ناکام نظر آتا ہے، لیکن وقت گزرتا ہے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے - ۲۸ سے ۳۲ تک اُس کے جو کارنامے لکھے ہیں وہ بھی اسی طرح کے ہیں کہ بجائے لڑائی کے وہ چالبازی سے کامیاب ہوتا ہے - ایتھنز میں جو ناکامی ہوتی ہے اُس کا الزام وہ ارگی نوس کے سر تھوپ دیتا ہے - جب بطور استثنار کے وہ کھلے میدان میں لڑ کر اپنا مطلب حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اُسے ناکامی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اس کا مرد نہیں؛ چنانچہ وہ جلدبازی میں میدان میں اُترتا ہے (پلوٹارک ۴۷) اور شکست کھاتا ہے - لیکن اب وہ اپنی فطری فضا میں واپس آتا ہے؛ وہ "بے تربیت اکائیائیوں" پر الزام رکھتا ہے (گویا کہ وہ خود فوجی قواعد سے غفلت برتی جانے کا ذمہ دار نہیں تھا) اور اس موقع پر بھی اسے معافی دی جاتی ہے -

پلوٹارک کی "حیات کلیومنیس" میں کلیومنیس کو اراتوس جو جواب دیتا ہے وہ بالکل اُس کے فطری خصائص کے مطابق ہے - کلیومنیس اراتوس کو رشوت دینا جو چاہتا ہے اُس سے اراتوس اپنی ناراضگی کا اظہار

باب ۔ب

یں فائق ہوا تو انھوں نے اُس کا خاتمہ کر دیا؛ لیکن جب مقدونوی اثر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ کہتا ہے کہ وہ ضرور اُسے ممنون کرتا لیکن اس کے لئے ایسا کرنا ناممکن ہے۔ یہ واقعے کے خلاف تھا اور اگر وہ ایمانداری سے کام لیتا تو وہ یہ کہتا کہ میں اس کے لئے تیار نہیں، لیکن وہ اپنی فطرت سے بالکل مجبور تھا۔

اراتوس اپنی بے لہو کامیابیوں پر ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا، اور وہ اس بابت حق بجانب تھا، اس لئے کہ اس طریقے سے اُسے اجیر سپاہی آسانی سے مل جاتے اور اُس کے دشمن آسانی سے مغلوب ہو جاتے تھے۔ شائد بعد میں اُس نے اپنے تذکرے میں اس قسم کی کامیابی میں مبالغہ آمیزی کی۔ اس ضمن میں سکیون کی آزادی حسب حال ہے، Ar.G. کہتا ہے کہ اس لڑائی میں ایک بھی شخص کام نہیں آیا۔ لیکن نہ صرف کسی انسان کی جان نہیں گئی بلکہ جانوروں کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ وہ کُتّے جو حملے کے وقت بھو نکنے لگتے، عین موقع پر چلے جاتے ہیں، چنانچہ اُنھیں بھی مارنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اراتوس کو اس قدر خیال ہے کہ وہ اپنے لوگوں سے صاف کہتا ہے کہ اگر "وہ ذرا بھی گڑبڑ مچی" تو وہ سکیون کے حملے ہی سے دست بردار ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھدار شخص جو ساتھ ہی اپنی تھیلی کھول دیتا تھا، اُس کی ایسے لوگ نہایت خوشی سے خدمت کرتے تھے۔ اُس زمانے کی صورت حال سے پندرھویں صدی عیسوی کے اٹلی کی یاد تازہ ہوتی ہے، جہاں سنہ ۱۴۴۰ء میں چہار روزہ جنگ انگیاری میں صرف ایک شخص کام آیا، اور وہ بھی صرف اس لئے کہ وہ بدقسمتی سے اپنے گھوڑے سے گر گیا اور کھوندڈالا گیا۔ ناکیاویلی: "تاریخ فلورنس" Macchiavelli : Istor (۳۳، ۵)۔ اراتوس کی پبلک زندگی کے ابتدائی دور میں لڑائی تو بس اسی طرح لڑی جاتی تھی، اور اکثر اُسے فریق ثانی کی رشوت خواری کی امید بھی ہوتی تھی، اس زمانے میں لڑائی میں جان کا نقصان نہیں ہوتا تھا، اور ہوتا بھی تھا تو کہا یہی جاتا تھا کہ نقصان نہیں ہوا۔ جب وہ وقت آیا کہ باوجود

یا بنل | ہیں کمی ہوئی تو یہ لیگ رفتہ رفتہ از سر نو عدم سے وجود میں آگئی - تقریباً

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - تھیلیوں کے منہ کھلے ہونے کے فوق ثانی کسی طرح ختم نہ کھاتا تو پھر صرف اراتوس کا فوق صحیح و سلامت رہنے لگا! مثلاً (" اراتوس" ۲۹) جب ارسطی فوس ساکن آرگوس نے کلیونائے پر حملہ کیا ہے تو مؤخر الذکر کے تو ڈیڑھ ہزار کام آئے اور اراتوس کا ایک سپاہی بھی نہیں مارا گیا۔ اراتوس کی محبوب ترین چالبازیوں میں سے یہ بھی تھی کہ جھوٹے اعلانات شائع کیے جائیں، اور اُس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اجیر سپاہیوں پر یہ اثر ڈالا جائے کہ اُس کی خدمت کرنے سے فائدہ ہی فائدہ ہے، نقصان کوئی نہیں۔

یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ اکائیائی لیگ بہت سے غیر اکائیائیوں مثلاً اراتوس، لیدیادیس، کلیومنیس اور فلوپوئے مین کی اس کوشش کی گویا آلۂ کار بن گئی کہ یونانیوں میں پہلے سے زیادہ اتحاد پیدا کیا جائے، لیکن عہد زیر بحث میں صرف اراتوس ہی کو کامیابی حاصل ہوئی - اس چالاک سکیونی کا مدمقابل لیدیادیس تھا، جس کا طرز عمل زیادہ جراءت آمیز تھا اور ساتھ ہی وہ مالدار طبقوں کے مملوکات کی عزت بھی کرتا تھا - لیگ میں لیدیادیس کی شرکت کے بعد اراتوس نے اُسے ایک طرف کر دیا - بعد میں جب جوش و خروش کے فقدان کی وجہ سے اراتوس کے طرز عمل کو پھر ناکامی ہوئی تو کلیومنیس نے لیگ کا دروازہ کھٹکھٹایا - اگر اُس وقت کلیومنیس کامیاب ہو جاتا تو امرا کی مملوکات کو بڑا خطرہ پیدا ہو جاتا؛ لیکن اراتوس نے صورت حال سے اتنی چالاکی سے فائدہ اٹھایا کہ کلیومنیس لیگ میں داخل ہی نہیں ہو سکا۔ جب بادشاہ نے پھر تشدد کا طرز عمل اختیار کیا تو اراتوس نے پیلوپونیزیوں کو فوراً مقدونیوں کے حوالے کر دیا۔

اکروکورنتھ کے قبضے کے وقت پر سائیوس کی وفات؛ زو سے میل ۱/۲۰۷

جنگ فیلاکیہ؛ پلوٹارک: " اراتوس" ۳۴ - کیا یہ مقام تھسلی کا شہر

باب ۱

سنہ ۲۸۰ ق م میں اکائیہ کے چار مغربی شہروں یعنی پاترد ے، دیمے، تریتائیہ اور فارائے نے مقدونوی جوا اپنے کندھوں سے اتار کر پھینک دیا، اور ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ اس موقع پر انھوں نے اپنے قدیم تعلقات کی تجدید کر لی ہوگی سنہ ۲۷۶ ق م میں ائے گیوم نے اپنی آزادی حاصل کر لی اور اس کے بعد بورا اور کری نیہ بھی آزاد ہو گئے - ائے گیوم کے قریب ہی زیوس اماریوس کا بت خانہ تھا اور شرکاء نے اسی مقام کو نئی لیگ کا مرکز قرار دیا - اس لیگ میں رفتہ رفتہ باقی ماندہ تمام اکائیائی شہر شامل ہو گئے جن کی وجہ سے اراکین کی جملہ تعداد دس ہو گئی - مقدونوی اس صورت حال کو کسی طرح سے روک نہیں سکے - لیکن سکیون کے شامل ہونے پر لیگ کی اہمیت میں چار چاند لگ گئے - سکیون اکائیائی شہر نہیں بلکہ نیم دوریانی شہر تھا اور اس کا اثر باقی ماندہ دس اراکین کے اثر سے کہیں زیادہ تھا، چنانچہ وہ لیگ جس میں یہ قدیم شہر شامل ہو گیا اب یونانیوں کی نظر میں کہیں زیادہ اہم ہو گئی - لیکن اکائیائی لیگ کی توسیع کا بانی اراتوس تھا جسنے اس معاملے میں بھی اسیطرح اپنے سیاسی تدبر کا سکہ جمایا جیسے دوسرے معاملات میں گو اسکا تدبر اور اسکی سیاست دونوں (پلوٹارک کے ظرافت آمیز پیرائے میں) اس نوع کی تھی کہ اس کے لئے بجائے روشنی کے تاریکی میں زیادہ سہولت ہو - گو اراتوس نے "مدرسۂ کشتی گری" میں تربیت پائی تھی، لیکن وہ فطرتاً سپاہی نہیں تھا، اور ایک سپہ سالار کی حیثیت سے بھی وہ زور پر چالبازی کو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - فیلا کیسے ہے؟ ڈرد ائے سن ۳، ۲، ۳۳ -
اسپارٹا کے ساتھ جنگ سے تعرض کیا جاتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس"

۳۰ - تھسلی اور مقدونیہ میں افتراق، پوستی نوس ۲۹، ۲ -
اراتوس دارسطوماخوس؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۳۵ -

باب ۱ ترجیح دیتا تھا جب اُس نے سکیون کو اکائیائی لیگ میں شامل کیا تو وہ دراصل خود اپنے مفاد کو دیکھ رہا تھا اور اُسے یہ گمان تھا کہ شاید وہ اس لیگ کا صدر بن جائے، چنانچہ اُس کا یہ گمان صحیح ثابت ہو کر رہا۔ سنہ ۲۵۵ ق م میں لیگ کے دستور میں جو تبدیلی کی گئی اس کی وجہ سے وہ معاملات یونان میں پہلے سے بھی زیادہ اہل ہو گئی، وہ تبدیلی یہ تھی کہ بجائے دو استراتیگی کے آئندہ سے صرف ایک استراتےگوس کمانڈر مقرر ہوا، جس کے باعث آئندہ کسی بڑھنے والے مدبّر کے لئے اپنی رائے کو تسلیم کرانے کا زیادہ موقع ملنا ممکن ہوا، چنانچہ اراتوس کو بھی اپنی جلبت پھرت کے لئے کافی میدان مل گیا۔ لیکن سب سے پہلے اُس نے اپنی تمام قابلیت سکیون پر صرف کی جب بطلیموس نے اُسے پچیس تالنت بھیجے تو اُس نے انھیں اسیران جنگ کی آزادی پر صرف کیا۔ لیکن جب جلاوطن واپس آئے تو انھوں نے بڑی سخت شرائط پیش کیں۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمیں اپنی پرانی مملوکات واپس دے دی جائیں، لیکن موجودہ قابض اُن سے دست بردار ہونے پر تیار نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی صورت حال میں ہمیشہ طرح طرح کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سنہ ۴۰۳ ق م کے بعد ایتھنز بغیر کسی قسم کی خارجی مدد کے محض ایثار اور حُبّ وطن کی بنا پر اسی قسم کی کیفیت سے اپنے آپ کو نکال لینے میں کامیاب ہوا تھا (دیکھو جلد ۳ صفحہ ۲۴۴ و ۲۵۰)۔ سکیون میں ایثار اور قربانی کا جذبہ اتنا بڑھا ہوا نہیں تھا۔ لیکن اگر کوئی مالدار حکمراں مدد کرنے پر شاید معاملات روبراہ ہو سکیں۔ انتی گونوس کی مدد تو خارج از بحث تھی اس لئے کہ سکیون کی آزادی اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی، اب صرف بطلیموس ہی باقی تھا اور ان دونوں میں یہی زیادہ متموّل تھا، چنانچہ اب اراتوس نے اپنے دوست کے دربار میں حاضری دی۔ اس سے پہلے ہی اُس نے بادشاہ کے حضور میں مشہور آفاق مسلک

سکیون کی تصاویر بھیج کر (جن میں پامفی لوبس اور میلا نتھوس کی بھی تصاویر تھیں) اُس کی خوشنودی حاصل کر لی تھی۔ بہر حال بطلیموس نے اُسے ڈیڑھ سو تالنت روانہ کیئے جو واپس شدہ جلا وطنوں کو معاوضہ دینے میں صرف ہوئے۔ اس رقم کے معاوضے میں اراتوس نے وعدہ کیا کہ یونان میں مصر کے مفاد کی نگرانی کرے گا۔

سکیون کے معاملات کو اس طرح سے قابل اطمینان طریقہ سے طے کرنے کے بعد اراتوس اب اکائیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اکائیائی سوارے میں شامل ہوا اور اس قدر جلد ہر دل عزیز ہوا کہ ستائیس سال کی نوجوانی میں ہی وہ استراتی گوس مقرر ہو گیا۔ اسے اپنے جدید فرائض میں بغایت کامیابی ہوئی۔ بلاشبہ وہ بیوتیہ نہیں لے سکا اسلیئے کہ جب وہ اس میں پہنچا تو بیوتیوں کو اتولی خیرونیہ کے مقام پر شکست دیکر اپنے ساتھ مل جانے پر مجبور کر چکے تھے۔ لیکن کورنتھ میں وہ کامیاب ہوا۔ کورنتھ تقریباً ایک سال سے مقدونیوں کے قبضے میں تھا اور مقدونیوں نے اُسے یونان پر اپنا قابو جمانے یا معاملات یونان کی نگرانی کرنے کے لئے اپنا مرکز بنا لیا۔ کچھ مدت تک قلعۂ کورنتھ کی کمان گوناتاس کے بھائی کراتیروس کا بیٹا اسکندر کر رہا تھا، لیکن اُس نے ہمیشہ مقدونوی مفاد کو مد نظر نہیں رکھا اور آخر وہ اکائیائیوں سے جا کر مل گیا تھا۔ اسے انتی گونوس نے زہر دے کر مار ڈالا تھا اور اب اُس کی بیوی نقیہ اُس کی جانشین ہو گئی تھی۔ گوناتاس نے نقیہ کو اپنے بیٹے دیمتریوس کے ساتھ نکاح کی امید دلا کر اُسے اکرو کورنتھ سے نکال لیا اور اس کے بعد ایک خانگی شخص کی حیثیت سے قلعے میں جانے کی اجازت چاہی جو اُسے مل گئی۔ قلعے میں داخل ہوتے ہی اُس نے اپنی سپہ سالاری کا اعلان کر دیا، اور رواقی فلسفی پرسائیوس کو شہر کا والی مقرر کیا۔ یہی وہ اہم عہدہ تھا جسے اراتوس نے چال چل کر حاصل کیا۔ سکیون کے ایک ساہوکار کی وساطت سے، جو اس کے

باب ۱

مالی معاملات کی نگرانی رکھتا تھا۔ اُس نے اُس کے ایک کاروباری دوست، ایک شامی مسمی ارگی نوس سے تعارف حاصل کیا جو اپنے تین بھائیوں کے ساتھ کورنتھ میں رہتا تھا۔ ان میں سے ایک جس کا نام دیوکلیس تھا، انتی گونوس کی فوج میں سپاہی تھا، اور باقی تین نے شاہی خزانے کو لوٹنے کا شیوہ اختیار کیا تھا، چنانچہ ارگی نوس پر مال مسروقہ کے سکّے بنا کر چلانے کا الزام عائد کیا گیا۔ جب یہ خبر اراتوس کو پہنچی تو اُس نے اپنے ساہوکار کے ذریعے سے ارگی نوس سے کہلوایا کہ اگر دیوکلیس اکرو کورنتھ اُس کے حوالے کر دے وہ اس قسم کی چوری چکاری سے کہیں زیادہ دولتمند ہو جائے گا، چنانچہ اراتوس نے ساٹھ تالنت ان بھائیوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے معاوضے میں اُنھوں نے اُسے فصیل میں ایسا موقع دکھا دیا جو زمین سے صرف پندرہ فٹ بلند تھا اور جس پر ہو کر کوئی آسانی سے چڑھ سکتا تھا۔ اراتوس کے پاس روپیہ تو تھا نہیں، لہذا اُس نے اپنا تمام مال متاع اور اپنی بیوی کا زیور ساہوکار کے یہاں گروی رکھوا دیا۔ پلوٹارک اراتوس کے ایک خطرناک مقصد کے حصول کے لیے اپنی دولت کے انتقال اور فوکیون واپامنونداس کی دولت سے بے پروائی کے درمیان بہت کچھ مشابہت دیکھتا ہے۔ بہرحال مقصد حاصل ہو گیا اور اکرو کورنتھ پر قبضہ ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکے میں پرسائیوس کام آیا۔[۲۵] اراتوس نے پچیس مقدونوی جہاز بھی گرفتار کر لیے۔ کورنتھ آزاد ہو گیا اور فوراً اکائیائی لیگ میں شامل ہو گیا، اور اسی طرح میگارا، ترو سے زین اور اپی دوروس آزاد ہو کر لیگ کے رکن بن گئے۔ اس کے بعد (پلوٹارک کے الفاظ میں) اراتوس نے بطلیموس کو اکائیائیوں کا حلیف بنا دیا اور اسے بری و بحری کمانڈر مقرر کرا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ مصر اراتوس کے میدان سے کافی دور ہونے کی وجہ سے آزاد شدہ یونانیوں

باب ۱

کے لئے باعث خطرہ نہیں تھا۔

اس کے بعد اراتوس نے آرگوس کو آزاد کرانے کی کوشش کی۔ دراصل وہ وہاں کے خودسر ارسطوماخوس کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا، لیکن سازشیوں میں سے ایک فریق ثانی سے جا ملا جس کی وجہ سے سازش منکشف ہوگئی۔ بعدازاں جب ارسطوماخوس کو اسکے غلاموں نے مار ڈالا اور ارسطیفوس اُس کا جانشین ہوا تو اراتوس نے اپنی کوشش دوبارہ شروع کی، اور آرگوس پر حملہ کردیا، لیکن چونکہ آرگوسیوں نے اُسے مدد دینے سے انکار کردیا اس لئے اُسے واپس آنا پڑا، چنانچہ اب ارسطیفوس نے اکائیائیوں پر نقض امن کا باضابطہ الزام لگادیا اور آخری تصفیے کے لئے مقدمہ مینتی نیہ والوں کے سپرد کردیا گیا، جنھوں نے حکم دیا کہ اکائیائی تیس مینا جرمانہ ادا کریں۔ (تقریباً سنہ ۲۴۰ ق م)۔ الغرض اراتوس کی آرگوس لینے کی کوشش بالکل بیکار ثابت ہوئی، اور بہت جلد وہ آرگوس سے کہیں زیادہ اہم شہر کے معاملات میں منہمک ہوگیا۔

اکائیائیوں نے اسپارٹا کے ساتھ ایک دفاعی محالفہ کرلیا تھا، اور اب اس شہر میں ایسے واقعات رونما ہو رہے تھے جن کی وجہ سے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اراتوس کی اب تک کی کوششوں سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ عزم و استقلال کی ضرورت تھی۔ یوں امید اس کے بیٹے آگس نے (سنہ ۲۴۴ ق م) تخت پر بیٹھتے ہی اسپارٹا کی قدیم تادیب کا اور اُس کے ساتھ اسپارٹا کی قدیم شان اور قوت و جبروت کا احیا کرنے کا تہیہ کرلیا [۱]

---

[۱] آگس۔ دیکھو ہرمان ٹومزر: "مملکت قدیمہ" Hermann-Thumser : Staatsalt (۴۵۔ سوئیت بالکل غیر متیقن ہے اس لئے کہ ہماری خاص سند پلوٹارک اس کی طرف بہت کم توجہ کرتا ہے۔ اس تمام عہد کا بہترین مواد کلاٹ کی

یاب ۱۶

چوتھی صدی ق م تک یعنی اگے سی لاؤس کے زمانے تک اسپارٹائیوں میں نفس کشی کا جو جذبہ تھا وہ اب باقی نہیں رہا تھا جس کی وجہ سے امرا و غربا کے درمیان کے تباین نے ایک نمایاں شکل اختیار کر لی تھی۔ اسپارٹائیوں کی تعداد گھٹتے گھٹتے صرف ۷۰۰ رہ گئی تھی، اور صرف ایک سو خاندان ایسے تھے جو مالک جائداد تھے اور ان میں سے بعض بے حد متموّل خاندان عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس ذی اختیار طبقے کی توانائی اور مستعدی ہیلوتوں اور پیریوئکی کو قابو میں رکھنے کے لئے کافی ہو، لیکن غیر ممالک میں اسپارٹا کا کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا اور نہ کوئی اُس کی قوت کو مانتا تھا۔ آگس نے سوچا کہ ذی اقتدار طبقے یعنی اسپارٹیوں کی تعداد بڑھائی جائے اور سو متموّل گھرانوں کی پیدا کردہ دولت کو زیادہ سے زیادہ خاندانوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس کا پیش نامہ یہ تھا کہ غربا اور مفلوک الحال طبقے میں جائداد اشتراکی انداز سے تقسیم کی جائے۔ آگس نے اپنی ماں آگسیسترا تا، اپنے چچا اگے سی لاؤس اور ذی اثر شہری لیساندر کو (جو فاتح ایتھنز کی نسل سے تھا) اپنا ہمنوا بنالیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ معاشری انقلاب حتی الامکان قانونی انداز سے ہو۔ موسم خزاں ۲۴۳ ق م میں لیساندر ایفور مقرر ہوا اور ہوتے ہی اُس نے مجلس سینات میں یہ تحریک کی کہ جملہ قرضے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔۔ تحقیقات سے مہیا ہوتا ہے۔ چوتھی صدی ق م میں ایفور اپی تادیوس نے اراضی کی علاحدگی کے لئے ایک قانون منظور کرایا تھا؛ اس کے لئے دیکھو پلوٹارک: "حیات آگس" ۵، اور پیولمان Pœhlmann ۴۵۔

دستاویزات کا جلنا: "حیات آگس" ۱۳؛ اس سے ۱۷۸۹ء میں فرانسیسی امرا کا اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کی یاد تازہ کرتا ہے، اور اُس کی طرح انہیں بھی انھیں بہت مالی نقصان اُٹھانا پڑا۔

باب ۱

معاف کردیئے جائیں اور اراضی کی تقسیم کردی جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ اراضی کے چار ہزار ٹکڑے اسپارٹیوں کے لئے اور پندرہ ہزار پیریوئیکیوں کے لئے کئے جائیں، اور کئی ہزار پیریوئیکیوں کو اسپارٹائی رتبہ دیا جائے۔ آگس خود متموّل ترین اسپارٹائیوں میں تھا، چنانچہ اس نے ایثار اور قربانی کی مثال قائم کی اور اپنی عظیم الشان زمینداری اور اپنا ذاتی خزانہ جس میں چھ سو ٹالنٹ یا تقریباً بیس لاکھ روپیہ تھا، حکومت کے حوالے کردیا۔ طالب علم کو سب سے زیادہ ان عظیم الشان رقوم سے تعجب ہوتا ہے جو غیر ممالک سے آکر اسپارٹا کے خزانے بھرتی تھیں، اور غور کیا جائے تو اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ راس تیےنارومؔ پر اجیر سپاہیوں کا جو بازار تھا اس کی وجہ سے اسپارٹائیوں کی جیبیں بھرتی ہوں گی اس لئے کہ ایک طرف تو دلالوں اور ٹھیکہ داروں کو اپنا کاروبار چلانے کی اجازت کے معاوضے میں خطیر رقمیں داخل کرنی پڑتی تھیں بلکہ جو اجیر سپاہی وہ مہیا کرتے تھے اسکا بھی فی کس کچھ روپیہ دینا پڑتا تھا۔ اسپارٹائیوں کو صرف یہ کرنا پڑتا تھا کہ بازار کی نگرانی کریں اور یہ وہ نہایت عمدگی سے کرتے تھے۔ بہرحال لیساندر کی تحریک کو مجلس سنیات میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی اس لئے کہ مستبد گروہ کو یہ پسند نہیں تھا کہ ان کی جائداد کو ان کے قبضے سے نکال لیا جائے۔ اصل میں اصلاح کا سب سے بڑا مخالف شاہ لیونی داس تھا، چنانچہ اُسے کوئی بہانہ ڈھونڈھ کر تخت سے اُتار دیا گیا اور اُسکی جگہ اُسکا داماد کلیومبروتوس تخت پر بٹھایا گیا جو خود بھی آگسیوں کے خاندان سے تھا لیکن اب ایک جدید مشکل پیدا ہوئی، وہ یہ کہ سنہ ۲۴۲ ق م کے الیفوربھی اصلاحات زیر بحث کے مخالف نکلے، چنانچہ انھوں نے لیساندر اور اُس کے ساتھی مندروکلی داس پر غیر دستوری طرز کار کا الزام لگایا اور اُن کا مواخذہ کیا۔ اس پر دونوں بادشاہوں نے مداخلت کرکے ایفوروں کو اس الزام

باب ۱

پر معزول کردیا کہ اُنھوں نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے، اور قرضداروں کے جیل خانوں کے دروازے کھول دینے کا حکم دیدیا۔ ان کارروائیوں سے عدیدی گروہ خوف زدہ ہوگیا اور لیونیداس تگیہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد دستاویزات قرضہ منظر عام میں جلا دیئے گئے، لیکن اراضی کی از سر نو تقسیم عمل میں نہیں آسکی۔ اسی دوران میں ایک جنگ بھی چھڑ گئی۔ ایتولی پیلوپونیز خصوصاً اکائیائی لیگ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، اور چونکہ اسپارٹا اکائیائی لیگ کا حلیف تھا اس لئے اُسے مدد دینا اُس کا فرض تھا۔[شہ] چنانچہ آگس کی کمان میں اسپارٹی میدان جنگ کو روانہ ہوئے اور راستے میں جہاں کہیں ہوکر گزرے وہاں اُن کی مستعدی اور اُن کی چال ڈھال کا لوگوں پر بہت کچھ اثر پڑا اور اُنھیں پرانے زمانے کی یاد تازہ ہوگئی۔ آگس خاکنائے کے پاس لڑائی لڑنا چاہتا تھا، لیکن اراتوس جو اکائیائیوں کا سپہ سالار تھا، حسب معمول خطرے میں اپنے آپ کو نہیں ڈالنا چاہتا تھا، بالخصوص ایسی حالت میں جب اُس کی مدد سے آگس کی شہرت میں چار چاند لگ جائیں۔ الغرض اراتوس نے اسپارٹائیوں کو برخاست کردیا۔ ایتولیوں کو پیلوپونیز میں داخل ہونے سے نہیں روکا، اور جب وہ شہر پیلینے میں داخل ہوگئے

شہ اراتوس، آگس اور ایتولی، پلوٹارک: "آگس" ۱۵؛ "آراتوس" ۳۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا نے اکائیائیوں کے حلیف کے طور پر اس مستحفظ لیگ کیساتھ شامل ہوا تھا جو ۲۲۱ق م میں ایتولی فنگالیہ پر قابض ہیں؛ پولی بیوس ۴، ۳۔

ایتولی حملہ ایتولیہ، پلوٹارک: "کلیومنیس" ۱۸؛ پولی بیوس ۴، ۳۴؛ مقابلہ کرو ڈرواسے سن ۳، ۱، ۴۲۹، ۴۳۰۔ وہ چاہتے تھے کہ "جلاوطنوں" کو واپس لائیں اور وہ لقونیہ سے پچاس ہزار جنگی قیدی لے گئے۔ بلاشبہہ یہ سب اجیر سپاہی ہوں گے۔

تو یک بیک ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں شکست دے دی۔ اگر اس شخص باب ۱
کی وجہ سے جو امیروں کو غریب اور غریبوں کو امیر بنانے والا تھا، اکائیائیوں کو فتح حاصل ہو جاتی تو پھر اراتوس کا اور عام طور پر پیلوپونیزی اعیان کا تو کام تمام ہو جاتا اس لئے کہ ایسی حالت میں اکائیائیوں میں سے جو غریب تھے وہ یقیناً اسی کا ساتھ دیتے۔ لیکن اب یہ سب ناممکن ہو گیا تھا اور اراتوس اب آسانی سے سانس لے سکتا تھا جو کچھ باقی رہا تھا وہ اسپارٹی عدیدیوں اور اگے سی لاؤس کی حماقت سے پورا ہوا اس لئے کہ اگے سی لاؤس کے سپرد اصلاحات کی تکمیل کا فرض کیا گیا تھا، اور اس نے یا تو اپنے فرض کو ادا ہی نہیں کیا ورنہ ادا کیا تو نہایت ناقابل اطمینان انداز سے۔ دستاویزات ضرور نذر آتش کر دی گئی تھیں، لیکن تقسیم اراضی کے لئے کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ اس پر آگس کے مخالفین کہنے لگے کہ اگے سی لاؤس کا جو قرضہ ہے اس سے وہ دست بردار ہونا چاہتا اور ساتھ ہی اپنی اراضیات حسب سابق اپنے قبضے ہی میں رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے برعکس یہ دلیل پیش کی جا سکتی تھی کہ قرضے اتارنا آسان ہو لیکن اراضی کی تقسیم کرنے کے لئے وقت درکار ہے، بالخصوص ایسی حالت میں کہ یہ نہیں معلوم کہ فلاں قطعہ کس کے سپرد کیا جائے گا۔ بہرنہج اصلاحات کی ناقص تکمیل سے احساس عامہ میں کچھ ایسا ردّ عمل ہوا کہ لیونیداس واپس آ گیا اور اس کی جگہ اگیسی لاؤس کو شہر چھوڑ دینا پڑا۔ یہ وہی اگے سی لاؤس تھا جس کا بیٹا ہپومیدون بعد میں تھریس کا مصری صوبہ دار مقرر ہوا۔ لوگ اصلاح پسند گروہ کے اس قدر مخالف ہو گئے کہ آگس اور کلیومبروتوس دونوں کو ملک کے حرموں میں پناہ لینی پڑی لیکن اس سے آگس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کلیومبروتوس کی بیوی خلی ودفس نے تو اپنے شوہر کو بچا لیا، لیکن آگس نے دام تزویر میں پھنسکر حرم چھوڑ دیا اور جب وہ سڑک پر ہو کر نکل رہا تھا تو ایفور

باب ۱۰

امفاریس نے، جس نے اُس کی دوستی کا دم بھرا تھا، اسے گرفتار کر کے داخل محبس کر دیا، اور یہاں اُس کا کام تمام کر دیا گیا۔ اس کے بعد اُسکی ماں اور اُس کی دادی بھی جبیل خانے میں آگس کو دیکھنے کے بہانے سے لائی گئیں اور وہاں اُنھیں بھی موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ چونکہ آگس کی بیوہ اگیاتس اسپارٹا کی سب سے متمول وارثہ تھی اس لئے لیونیدا س نے اسے اپنے بیٹے کلیومنیس سے نکاح کرنے پر مجبور کیا۔ الغرض اسپارٹا میں امن وامان دوبارہ قائم ہو گیا اور اعیانیوں کو اطمینان نصیب ہوا (سنہ ۲۴۰ق م)[۹]

پیلوپونیز کی اعیانی جماعت میں اب کہیں جان میں جان آئی۔ مقدونیہ کے عدیدی اور فرماں رواد ونوں کے اشتراکی اُصول کے خلاف متحد ہونے کی وجہ سے اس ملک کا مستقبل بھی درخشاں نظر آنے لگا۔ اکائیائیوں نے انتی گونوس کے ساتھ صلح کر لی اور معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے اکروکورنتھ پر قبضہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ انتی گونوس نے سنہ ۲۳۹ ق م میں پختہ عمر میں انتقال کیا۔

انتی گونوس کے بعد اُس کا بیٹا دیمتریوس تخت نشین ہوا اور سنہ ۲۲۹ ق م تک حکومت کی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُس نے شامی استراتونیس کے ساتھ نکاح کیا تھا لیکن اس کے ساتھ قطع تعلق کر کے ایپائروس پر اپنا دعویٰ جتانے کی غرض سے وہاں کی شاہزادی فتھیہ کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔ ایپائروس کی حالت اندرونی خلفشار کی وجہ سے نہایت زبون تھی۔ پرھوس کے جانشین ایک دوسرے

۹؎ پیڑوسانیاس (۸، ۱۰، ۸ : ۲۷، ۲، ۱۴) کہتا ہے کہ آگس مین تی نیہ کی ایک لڑائی میں کام آیا تھا لیکن ہم اس بیان کو قابل وثوق نہیں سمجھتے اور معلوم ہوتا ہے کہ پیڑوسانیاس کو غلط فہمی ہوا ہے۔

باب ۱

کے ساتھ برسرپیکار تھے اور یکے بعد دیگرے قتل ہو رہے تھے تا آنکہ پرھوس کی اولاد سے صرف ایک لڑکی دئی دامیہ رہ گئی اور اُس کا بھی امبریسیہ کے بت خانۂ ارتےمس میں باغیوں نے کام تمام کر کے ایپاٹروس میں جمہوری وفاقی مملکت قایم کر دی گئی۔ دیمتریوس نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی اس لئے کہ اول تو اُسے خود مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور دوسرے وہ چاہتا تھا کہ آندھی چل کر خود بخود بند ہو جائے۔ دردانیوں نے مقدونیہ پر یک بیک حملہ کر دیا تھا، اور ایتولی بھی حرکت کر رہے تھے اور اکارنانیوں پر حملہ کر رہے تھے۔ چونکہ اس موقع پر مقدونیہ اکارنانیوں کی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے آخرالذکر نے رومنوں سے مدد طلب کی اور کہلوایا کہ اُن کے ہی آباواجداد ایسے تھے جو ٹروا کے خلاف برسرپیکار نہیں ہوئے تھے۔ اس پر رومن سینات نے ایتولیوں سے کہا کہ تم فوراً اکارنانیوں کو چھوڑ دو، لیکن اکارنانیوں نے اس کی مطلق پروا نہیں کی۔ غالباً اسی زمانے میں ایتولیوں نے آرکیڈیا کے شہر فگالیہ پر قبضہ کر لیا ہوگا اس لئے کہ کچھ مدت کے بعد ہم یہ شہر اُسی کے قبضے میں دیکھتے ہیں۔ اب اراتوس نے ایتولیوں کے ساتھ اس شرط پر محالفہ کر لیا کہ اگر وہ فگالیہ پر قابض رہیں گے تو وہ ہمسایۂ ہرایہ پر قبضہ کر لے گا۔ اس کے علاوہ بھی وہ اکائیائی لیگ کا اثر وسیع کرنے میں ہر طرح کی کوشش کر رہا تھا، اور اس کوشش میں اُس نے اپنے محبوب طرزِ عمل یعنی چالبازی سے کام لیا۔ اس کا مسلک یہ نہیں تھا کہ جنگ آزمائی کرے، لیکن جب لڑائی سر پر آجاتی تھی تو کوئی شخص اُس کے اقوال و افعال میں شمہ برابر بھی نقص نہیں نکال سکتا تھا، گو وہ خود طعنۃً ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میدانِ جنگ میں ہمیشہ میرا دل ڈھرکنے لگتا ہے اور دست ہو جاتے ہیں! لیکن وہ کبھی کسی خطرے کا سامنا حتی المقدور نہیں کرتا تھا، اور اگر دوسروں کی مدد

باب ۱

کرنے میں کوئی اندیشہ ہوتا تھا تو وہ اپنے رسالے کو عقب ہی میں رکھنے پر اکتفا کرتا تھا۔ ان ہی ترکیبوں سے اُس نے آرگوس کے خودسر ارسطیفوس کو شکست دی، لیکن اس کے بعد بھی وہ آرگوس پر قبضہ نہیں کر سکا۔ ارسطیفوس کے بعد نوجوان ارسطوماخوس خودسر ہوا، اور اُس کے دربار میں بزدل اراتوس کا خوب مضحکہ اڑایا گیا۔ اس کے برعکس میگالوپولس میں اکائیائی طرزِ عمل کو کامیابی حاصل ہوئی۔ باوجود حال کے واقعات کے اس شہر میں اعلیٰ خیال نوجوان لیدیادیس خودسر بن بیٹھا تھا، اور اب اُس سے کہہ سُن کر اراتوس نے اُس سے خودسری سے دست برداری دلوا دی جس کے بعد میگالوپولس بھی اکائیائی لیگ میں شامل ہو گیا۔ اکائیائی لیدیادیس کے اس فعل سے اس قدر خوش ہوئے کہ انھوں نے اُسے ۲۳۴ ق م میں استراتی گوس مقرر کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اکائیائیوں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ لیگ کے طرزِ عمل میں ذرا زیادہ جوش اور ذرا کم انحصار روپے اور چالبازی پر ہونا چاہیئے، اور اس قسم کی حکمتِ عملی کے لئے لیدیادیس سے بہتر کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ بہرحال اراتوس، جو ہر دوسرے سال استراتی گوس مقرر ہوتا تھا اور جو لیگ کی گویا روحِ رواں تھا، اس کا مانع ہوا۔ لیکن جب اُس نے ایتھنز کو مقدونوی اثر سے نکالنا چاہا تو اُسے ابتدا میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ انتی گونوس گوناتاس کی زندگی ہی میں اُس نے پرائیوس پر حملہ کیا، لیکن جب اُسے ناکامی ہوئی تو (خود اراتوس کے خود نوشتہ تذکرے کے بموجب) اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ حملہ اُس نے نہیں بلکہ ارگی نوس نے کیا تھا، اور موخرالذکر نے اپنی فراری کے وقت اراتوس کا نام اس لئے پکارا تھا کہ جو لوگ اُس کا تعاقب کر رہے تھے وہ راہ راست سے ہٹ جائیں۔ الغرض اس ناکام آور حملے کا الزام ارگی نوس جیسے بدمعاش کے سر تھوپا گیا، ورنہ

باب ۱۰

پھر ایتھنز کے حکمران ممکن ہے کہ ارسطیفوس کی طرح اکائیائیوں کا نقضِ امن کی بنیاد پر مواخذہ کر دیتے۔ دیمتریوس کے تخت نشین ہونے پر دیار شمالی میں اراتوس کی کوششیں اس سے زیادہ کامیاب نہیں رہیں۔ اسے دیمتریوس کے سپہ سالار بی تیس نے فیلاکیہ کے مقام پر شکست دی اور افواہ یہ گرم ہوئی کہ اراتوس لڑائی میں کام آیا ہے پرائیوس میں شاہی صوبہ دار دیوجانس نے اکائیائیوں سے مطالبہ کیا کہ اس خبر کی بناء پر کورنتھ کا تخلیہ کر دیں، اور سب سے تعجب آمیز بات یہ ہے کہ ایتھنزیوں نے اراتوس کی وفات کی خبر سنتے ہی پتوں کے گھیرے تک پہن لیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکائیہ سے باہر کوئی شخص اس کی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جب دیوجانس کا پیام کورنتھ پہنچا تو اُس وقت خود اراتوس موجود تھا اور محض ایتھنزیوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ میرا اب بھی زندوں میں شمار ہے اُس نے فوراً اٹیکا کا رخ کیا اور اُسے تاراج کر دیا۔ لیدیادیس چاہتا تھا کہ اکائیوں اور اسپارٹا کی لڑائی ہو جائے، لیکن اراتوس نے اُنھیں باز رکھا۔ اصل یہ ہے کہ جیسا ہم دیکھ چکے ہیں، اسپارٹی عدیدی اُس کے دوست اور ہمنوا تھے۔

سنہ ۲۲۹ ق م میں دمیتریوس کی موت پر صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اُس کا بیٹا فیلقوس جو اُس کا جانشین ہوتا، صرف سات برس کا تھا، اور عام خیال یہ ہو گیا کہ اب مقدونیہ کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ لیکن مقدونیہ کو فیلقوس کے ایک قریب کے رشتہ دار انتی گونوس ساکن سرنہ نے متولی سلطنت بن کر بچا لیا۔ تاریخ میں اس کا لقب دوسون یا "فراخ دست" ہے یہ شاید اس لئے کہ وہ ہمیشہ قوت و اقتدار سے دست بردار ہونے کے لئے تیار رہتا تھا۔ سلطنت سے باہر مقدونوی اثر کی حالت بہت بری تھی، اس لئے کہ تھسلی علیحدہ ہو گیا اور ایتولی پھر وسطی یونان میں پیش پیش

باب ۱۔ ہو گئے؛ پیلوپونیز میں ارسطوماخوس والی آرگوس خودسری سے دست بردار ہو گیا، اور گو لیدیادیس استرائی گوس تھا پھر بھی اراتوس نے اُسے ڈیڑھ سو تالنت بھیج دئیے۔ جب لیدیادیس نے ارسطوماخوس کا معاملہ اکائیوں کے سامنے پیش کیا جو اغلباً آرگوس کے شمول لیگ پر مشتمل تھا، تو اراتوس نے اُس سے مخالفت کی اور اکائیوں نے ارسطوماخوس کی درخواست مسترد کردی۔ لیکن اس کے بعد اراتوس نے اُس کے موافق تقریر کی جس پر فیلقوس اور آرگوس دونوں لیگ میں شامل کر لئے گئے اور ارسطوماخوس سپہ سالار منتخب ہو گیا۔ یہ ایک مدبر کے لئے ایک نہایت ہی عجیب وغریب طرز عمل تھا۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ اراتوس کی نظر میں ہر شئے کی صرف اتنی قیمت تھی جتنی وہ اُس کے مقاصد کے حصول میں کام آئے، اور سیاسیات اُسکے نزدیک ایک طرح کا کاروبار تھا، چنانچہ وہ اقتدار کے حصول میں روپیہ خرچ کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔ مثلاً اُس نے اسی طرح کا کاروبار ایتھنزیوں کے ساتھ، یا یوں کہو کہ ایتھنزیوں کے لئے کیا گو اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلا جس کی امید تھی۔ دیمتریوس کی موت کے بعد سپہ سالار دیوجانس نے اس پر رضامندی ظاہر کی کہ وہ اُن مقامات کو جو اُس کے قبضے میں تھے، یعنی پرائیوس، مونی خیہ، سالامس اور سونیوم کو ڈیڑھ سو تالنت کے معاوضے میں ایتھنزیوں کے حوالے کر دے گا۔ اس پر اراتوس نے یہ روپیہ بھیج دیا اور دیوجانس نے ان قلعوں کا تخلیہ کر دیا۔ ایتھنزیوں نے پہلے تو دیوجانس کا اظہار تشکر کیا، پھر اپنے ہم وطنوں یورقلیدیس اور میکیون کا اس خدمت کے لئے شکریہ ادا کیا، لیکن اُنھوں نے اراتوس کو بالکل نظرانداز کر دیا اس لئے کہ شاید وہ اُسے محض ایک کاروباری آدمی سمجھتے تھے جس کا پہلا کام محض اپنے غرض مطلب کو دیکھنا تھا؛ ساتھ ہی ایتھنز اکائیائی لیگ میں بھی شامل نہیں ہوا۔ آخر اس حکمت عملی کا اصل سبب

باب ۱

کیا تھا؟ ڈرواۓسن کا قیاس ہے کہ اراتوس کو اس سے اس لئے اختلاف تھا کہ وہ لیگ میں کسی قسم کے "جدید خیالات" کے شمول کا خواہاں نہیں تھا، یا دوسرے الفاظ میں اُسے یہ خوف تھا کہ کہیں لیگ میں اعلیٰ تمدن یافتہ ایتھنزیوں کا اقتدار حد سے متجاوز نہ ہو جائے اور اُسے اپنے اثر سے دست بردار ہونا پڑے۔ گو یہ قیاس عجیب وغریب ہے، لیکن اس میں حقیقت کا عنصر ضرور ہے، لیکن ساتھ ہی یہ پوری حقیقت کا اظہار نہیں کرتا۔ اوّل تو خود ایتھنزی اس لیگ میں شرکت کے خواہاں نہیں تھے اس لئے کہ یہ اُن کے لئے ایک طرح کی ترقی معکوس ہوتی، چنانچہ اُن کی عدم رضامندی اس شمول کے لئے سب سے بڑی سدِّراہ ثابت ہوئی۔ علاوہ ازیں اغلباً ایک دوسری سدِّراہ بھی ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ سوال یہ ہے کہ اراتوس کو یہ سب رقمیں کہاں سے مل جاتی تھیں؟ اس کا جواب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ مصر سے یہ بات تحریر میں موجود ہے کہ بطلیموس اُسے چھ تالنت سالانہ دیتا تھا، اور اگر اُسے کسی خاص کام کے لئے مزید رقم کی ضرورت ہوتی تو بطلیموس یقیناً اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ اس کے معاوضے میں بطلیموس چاہتا تھا کہ اُس کے مفاد کی حتی الامکان نگرانی کی جائے۔ اب بطلیموس کی یہ بھی خواہش تھی کہ ایتھنز آزاد رہے، چنانچہ اگر اراتوس چاہتا بھی تو بھی ایتھنز کو اکائیائی لیگ میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔ اسکے برعکس مقدونیہ نے جو یک بیک ایتھنزی علاقے میں سے اپنے محافظ رسالے ہٹا لیئے اس کی وجہ سے ائی گینا، ہرمیونے اور بیشتر آرکیڈی اکائیائی لیگ میں شامل ہو گئے اور اُن کے شمول کی وجہ سے یہ لیگ بیحد ذی اقتدار ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو تالنت سے کام ضرور نکلا[۱]

---

[۱] بلاشبہ انتی گونوس کا لقب "دوسون" اس کے اس قول کے سبب سے تھا

باب ۱۰

اسی دوران میں انتی گونوس مقدونوی سرحد کی حفاظت کر رہا تھا؛ اُس نے ازسرِنو تھسلی کے ایک حصے کو اپنا مطیع کر لیا، لیکن وہ ایتولیوں کو ملک سے نہیں نکال سکا، نہ اُنھیں لیز یماخیہ، کیوس، اور خالکدون میں آباد ہونے سے باز رکھ سکا[۱۱] اپنی سلطنت کے مزید استحکام کے لئے بھی اُس نے ایتھنز پر حملہ نہیں کیا اسلئے کہ ایتھنز مصر سے یا روما سے کمک حاصل کر سکتا تھا؛ اس نے ایتھنز کو چھوڑ کر اپنی توجہ پیلوپونیز کی طرف مبذول کی جہاں پہنچ کر اُس نے انتظار کیا اور آخر کار اُسے موقع مل گیا۔

اس نواح میں مداخلت کا موقع اس مدافعت سے حاصل ہو گیا جو اراتوس نے اسپارٹا کی جدید تحریک کی کی تھی۔ اس تحریک کا بانی شاید لیونیداس کا بیٹا کلیومنیس تھا جس نے آگس کے مقاصد

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جس کا اعادہ یوستی نوس ۲۸، ۳، ۱۵ میں کیا گیا ہے: "میں ترکِ سلطنت کے لئے اور خود اپنے ہاتھ سے اُسے دوسرے کے نذر کرنے کے لئے تیار ہوں"۔

قلعوں سے دست برداری اور ایتھنز یوں کی آزادی؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۵۶۔ اراتوس کے مقاصد کی بابت واخسموت کی رائے ڈروائے سن سے مختلف ہے: "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth : Die Studt Athen ۱، ۶۲۳ (نیز ۶۳۰ وغیرہ)۔

Koehler : Ein Verschollener ہرمیس، ۷، $\frac{1}{6}$ - نیز دیکھو پلوٹارک: "اراتوس" ۲۴۔ اراتوس کو بطلیموس باضابطہ تنخواہ دیتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۴۱۔

[۱۱] ڈروائے سن ۳، ۲، ۱۸ کے بموجب انتی گونوس نے کاریہ پر بھی قبضہ کر لیا؛ وہ اُسکا ثبوت تروگوس کی تمہید ۲۸ سے دیتا ہے، جہاں لفظ "کاریائی" ضرور ملتا ہے لیکن یہ فقرہ مشتبہ ہے؛ اسکے علاوہ پولی بیوس ۲۰، ۵ میں لکھا ہے کہ انتی گونوس ایکمرتبہ اپنا بیڑا لیکر ایشیا کی طرف گیا تھا؛ لیکن یہاں الفاظ تکمیل کار رہ نہیں؛ پھر کیا یہ امر قرینِ قیاس ہے کہ یہ مہم فاتحانہ تھی؟ نیز دیکھو عقب، حاشیہ ۱۵، اور فوق، حاشیہ ۳۔

اسکا خون بہا کر خاتمہ کر دیا تھا۔[۱۲] کلیومنیس کو مجبوراً آگس کی بیوہ سے نکاح کرنا پڑا تھا، لیکن اسی اتحاد سے آگس کی کوششوں کی یاد تازہ رہی، اور چونکہ اُس کا فطری میلان اعلیٰ مقاصد کی طرف تھا اسلیئے اُس نے آگس کا طرزِ عمل خود اختیار کر لیا، اور تہیہ کر لیا کہ اسپارٹا کی حالت بدل دینی چاہیئے۔ اس کے ساتھ بہت سے نوجوان اسپارٹی تھے جن کے نزدیک بھی مملکت کے دستور میں تبدیلی ہونی ضروری تھی، اور اس کا صلاح کار، یا یوں کہو کہ ان کا اُستاد رواقی فلسفی مسمی اسفائروس تھا۔ کلیومنیس تخت پر ۲۳۵ سنہ ق م میں بیٹھا باب ۱

۱۲ـ کلیومنیس۔ گیلرٹ کا رسالہ "کلیومنیس" Gehlers : De Cleomene لائپزگ، ۱۸۸۳ء۔ اسفائروس کے لئے دیکھو ڈرواسے سن ۳،۲،۵،۷؛ زو سے میل ۱،۳،۷،۴،۷۔

پولی بیوس ۵، ۲۷۔

پولی بیوس ۵، $\frac{۳۷}{۳۹}$ میں کلیومنیس کے خصائص کیساتھ انصاف برتتا ہے۔

اُسکی بہت سی صفات خودسروں جیسی تھیں۔ آگس اور کلیومنیس دونوں اشتراکیت پسند تھے، لیکن قدیم زمانے میں یہ مسئلہ اسقدر اہم نہیں تھا جیسا آجکل ہے، اس لئے کہ اُس زمانے میں غلامی سے کسی کو کوئی سروکار نہیں تھا، اور اسکے علاوہ بہت سے غیر مطمئن شہری اجیر سپاہیوں یا بحری قزاقوں کا پیشہ اختیار کر سکتے تھے۔

پلوٹارک نے اسمیں اس مشابہت کو ملحوظ رکھا ہے جو براوران گراکھی میں پائی جاتی ہے؛ لیکن یہ دونوں اسپارٹی براوران گراکھی سے کہیں زیادہ گرم تھے اور کائیس گراکھوس کلیومنیس سے زیادہ نتائج سے بے پروا تھا؛ مثلاً ساہوکاروں کو اپنا طرفدار بنانے اور انتقام کے طرزِ عمل کی تائید حاصل کرنے کیلئے اس نے نہ صرف صوبۂ ایشیا کے باشندوں بلکہ خود روما کے شہریوں کو لبطور مالِ غنیمت کے اُنکے سپرد کر دیا۔ کلیومنیس کا خاتمہ اسپارٹا کے دشمنوں کے ہاتھوں ہوا، کائیوس گراکھوس کا خود اُس کے ہموطنوں کے ہاتھوں۔

واقعات کیلئے دیکھو تیولیفر کا مضمون "اکائیہ" پاؤلی وسوداکے محیط المحیط جلد اول میں۔

باب ۱۷

لیکن اُسے اپنی تدابیر چلانے میں ذرا دیر لگی۔ اُس کے مقاصد آگس کے مقاصد سے بھی بڑھے ہوئے تھے، اور اُس کی اسکیم کے لئے پوری تیاری کی ضرورت تھی، لیکن ساتھ ہی ایسی نہ تھی کہ اُس کا پہلے سے اعلان کر دیا جائے۔ اصل میں اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ایفوروں کے اقتدار کی جگہ بادشاہوں کو اقتدار حاصل ہو جائے، جس کے دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہوئے کہ عدیدی حکومت کی جگہ شخصی حکومت قائم ہو جائے، اور جب اس تبدیلی کی وجہ سے اسپارٹا میں قوت و سطوت پیدا ہو جائے تو اُس وقت اُسے یونان کا، یا کم از کم پیلوپونیز کا رہبر بنا دیا جائے۔ اس نے پہلے تو اسپارٹا کا تگیہ اور اَمن تی نیہ کے ساتھ مخالفہ کرایا، جس کی وجہ سے اُس کی اکائیائیوں سے مخالفت ہو گئی جو کچھ مدت سے آرکیڈیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اور آخر کار ۲۲۷ ق م میں فریقین کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اکائیائیوں کا سپہ سالار اراتوس تھا جس نے پہلے تو حسب سابق کھلے میدان کی لڑائی سے گریز کیا، لیکن یہ تدبیر نہیں چلی، اور فریقین کے مابین میگالوپولس کے علاقے میں کوہ لیکائیوس کے دامن میں لڑائی ہوئی جس میں میدان کلیومنیس کے ہاتھ آیا۔ اراتوس بھاگ گیا، اور گو مشہور یہ ہوا کہ وہ لڑائی میں کام آیا ہے، لیکن اُس نے یہ معجزہ کر دکھایا کہ فوراً ایک فوج جمع کی، اُسے لے کر مَن تی نیہ پہنچا، اور وہاں والوں کو اکائیائی لیگ میں شامل ہونے اور اپنے شہر کے غیر ملکی باشندوں کو شہری حقوق دینے پر مجبور کیا۔ اب کلیومنیس نے آگس کے بھائی ارخی داموس کو جلا وطنی سے واپس بلا کر آگس کے شیر خوار بچے کی جگہ اسپارٹا کے دوسرے یعنی یوری پونتی بادشاہ کی حیثیت سے تخت نشیں کر دیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کلیومنیس کو کسی دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہے، لیکن بہت جلد شاید عدیدی گروہ کے ہاتھوں ارخی داموس کا کام تمام ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ کلیومنیس چاہتا

باب ۱۰

تو یہ فعل قبیحہ نہ ہونے دیتا، بلکہ بعض مورخ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آرخی دامس کو خود اسی نے قتل کر دیا گو اس کا کوئی ثبوت نہیں بہرحال اگر یہ بھی قیاس کیا جائے کہ اس نے جان بوجھ کر عدیدیوں کو اس قتل سے باز نہیں رکھا، تو بھی اُس کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ ضرور لگ جاتا ہے۔ اکائیائیوں سے جنگ جاری رہی اور اس میں کلیومنیس کو میگالوپولس کے علاقے ہی میں لیوکترا کے مقام پر پھر فتح ہوئی۔ یہ جنگ لیدیادیس کی موت کی وجہ سے یاد رکھنے کے قابل ہے۔ لیدیادیس اکائیائی سوارے کی کمان کر رہا تھا، اور اُسے لے کر اُس نے اسپارٹیوں پر زبردست حملہ کیا، لیکن عین نازک موقع پر اراتوس نے جو ہوپ لیتوں کا سپاہ دار تھا، اُسے مدد نہیں دی جس کی وجہ سے لیدیادیس کو سخت نقصان پہنچا اور وہ خود بھی کام آ گیا۔ یہ خبر سنتے ہی اکائیائیوں میں غیظ و غضب کی ایک لہر دوڑ گئی، چنانچہ وہ اےگیوم کے مقام پر جمع ہوئے اور ایک قرارداد منظور کی جس سے اس لیگ کی خاص حیثیت کا پتا چلتا ہے۔ اس قرارداد کا ماحصل یہ تھا کہ اراتوس کو اجیر سپاہیوں کی تنخواہوں کے لئے کوئی مزید رقم نہ دی جائے، اور اگر وہ اس پر بھی جنگ جاری رکھنا چاہتا ہے تو اس کے اخراجات اُسے خود برداشت کرنا پڑیں گے۔ لیدیادیس کی موت اراتوس کے لئے نہایت مبارک تھی، اور اگر وہ میدان جنگ میں اپنے معمولی تدبر سے کام نہ لیتا تو اُس پر غداری کا الزام گویا بنا بنایا تھا۔ جب اُسے عدم اعتماد کی اس قرارداد کی خبر ملی تو پہلے تو اُسکا خیال ہوا کہ اپنے عہدے سے استعفا دے دینا ہی مناسب ہے، لیکن اُس نے بہت جلد اپنا ارادہ بدل دیا اور ایک ایسی چال چلی جو اُس کی فطرت کے عین مطابق تھی، یعنی اورخومینوس پر حملہ کیا، دشمن کے تین سو سپاہیوں کو تہ تیغ کیا اور کلیومنیس کے سوتیلے باپ

باب۲ ناگستونوس کو گرفتار کرلیا۔ اب اول تو (جیسا اوپر بیان کیا جاچکا ہے) وہ ہر دوسرے سال ہی استراتے گوس ہونے لگا تھا، اور دوسرے کلیومنیس بھی اسپارٹا کے دستور میں انقلاب کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا جس کی وجہ سے صورت حال میں معتدبہ تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، اور (اراتوس کے دشمنوں کے قول کے مطابق) وہ اب یہ چاہتا تھا کہ بانبی میں کوئی دوسرا شخص اپنا ہاتھ ڈالے۔ بہرنہج اراتوس اب اپنے عہدے سے ہٹ گیا اور اُس کی جگہ تموکسے نوس استراتے گوس مقرر ہوا۔

کلیومنیس نے کچھ تو بعض سربرآوردہ اسپارٹیوں کو اپنا ہمنوا کرکے اور کچھ رشوتوں کے ذریعے سے دستور اسپارٹا میں انقلاب کیا۔ اول تو وہ اسپارٹی فوج کو لے کر پیلوپونیز میں ادھر اُدھر پھرتا پھرا، اور جب سپاہی اس کوچ در کوچ سے تھک کر لیست پڑ گئے تو اُس نے انھیں چھوڑ کر اور اجیر سپاہیوں کی ایک فوج لے کر سیدھا اسپارٹا کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر یک بیک الفوروں پر ٹوٹ پڑا، پانچ میں سے چار کو تہ تیغ کیا، اور اسّی اسپارٹائیوں کو شہر سے نکال کر اگس والی اصلاحات کا اعلان کر دیا یعنی قرضے منسوخ کردیے جائیں گے اور اراضی دوبارہ تقسیم کردی جائے گی۔ ساتھ ہی اس غرض سے کہ اصلاحات پر اپنے عہدہ داروں کی وجہ سے کالعدم نہ ہو جائیں، اُس نے اسپارٹا کا دستور ہی بدل دیا۔ اول تو الفوروں کا عہدہ توڑ دیا گیا۔ کلیومنیس چاہتا تھا کہ اس اعیانی قابو یافتہ مجلس کی نگرانی سے اپنے آپ کو آزاد کرے، چنانچہ اُس نے یہ تاریخی اکتشاف کیا کہ الفوروں نے امتداد زمانہ سے اپنے اختیارات میں ناجائز توسیع کرلی ہے، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا فرض ہے کہ اس سقم کو رفع کردوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجلس سینات کا بھی خاتمہ کر دیا گیا، چنانچہ دوہری ملوکیت عملاً

باب ۱۲

شخصی حکومت کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ اس تبدیلی کی تائید کسی تاریخی واقعے سے نہیں ہوتی تھی۔ اُس نے ایک نئی مجلس قائم کی جس کے ارکان "پاترو نومی" یا "صاحبان اقتدار ابوی" کہلاتے تھے۔ اسکے علاوہ اسپارٹی اقتدار کے عہد شباب کی طرح پیریوئکی کو بھاری ہتھیاروں والے رسالوں میں شمول کی اجازت دے دی گئی اور فوج میں مقدونوی رسالوں کی طرح لمبے مقدونوی نیزے رائج کئے گئے، حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں مقدونوی جتھے کا اتنا ہی اوہام پرستانہ احترام کیا جاتا تھا جتنا زمانہ ماقبل میں نیز لقونیہ کو چھوٹے چھوٹے مقامی اضلاع یا صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا کلیومنیس کا برتاؤ شہریوں کیساتھ نہایت اچھا تھا اور اُس نے جو طریقہ اختیار کیا وہ متمدن یونانی مفکروں کا سا تھا اور ایک طرف اکائیائیوں سے اور دوسری طرف شاہ مقدونیہ سے بالکل مختلف تھا۔ اکائیائی دراصل متمول اعیانیت کے قائم مقام تھے اور انتی گونوس کا نقطۂ نظر ایسے بادشاہوں کا تھا جن کا سب سے پہلا خیال خود حکمران اور مخصوص حقوق والے امرا کے مفاد کے حصول کا ہوتا ہے اور اس کے لئے وہ کسی ظلم وستم کو نا روا نہیں رکھتے۔ اراتوس، انتی گونوس اور کلیومنیس میں آخر الذکر سب سے زیادہ جدت طراز، شدید العمل اور ساتھ ہی سب سے کم خود غرض تھا۔ اکائیائی اُسے خودسر کہتے تھے، اور حقیقت میں بھی وہ خودسر تھا لیکن اُس کی خودسری پرانے قسم کی خودسری سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ تھی۔ آخر تک وہ اپنی قوم کے ساتھ اور اُس کی قوم اُس کیساتھ پورے طور پر وابستہ رہے۔

خارجی معاملات میں بھی کلیومنیس نے وہی مستعدی دکھائی جو اُس نے ۲۲۶ ق م کے انقلاب میں دکھائی تھی اور وہ مین تی نیہ کو اکائیائیوں سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ اب اکائیائیوں میں اراتوس کی طرف سے اور بھی زیادہ بےچینی

باب ۱

پھیل گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اکائیائیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہو گا کہ اُن کی عہدیت کا سربراہ کار ایک ایسا شخص بہتر ہو گا جسے ہر طبقے کے ساتھ مساویانہ ہمدردی ہو اور جو بہادری کے ساتھ لڑے، بجائے ایک ایسے شخص کے جس کی واحد تدبیر رشوت اور چالبازی ہو اور جو غربا کی روزی تو درکنار، امن وامان کی ضمانت بھی نہیں کر سکے۔ اراتوس کا تدبر ایسے لوگوں کے نزدیک ایک ایسے جہاز کے مماثل تھا جس میں مسلسل پانی آنے کے سبب سے جہاز والوں کو ہر آن ڈوب جانے کا اندیشہ رہتا ہو۔

اب اراتوس کے لئے یہ ظاہر تھا کہ وہ اپنی اور اپنے ہموطنوں کی دولت اور امارت کو جو گویا ایک ہی کشتی میں سوار تھے، ایک قابل رہبر اور ایک انبوہ کثیر کی مداخلت سے نہیں بچا سکتا اس لئے اب وہ غیر ممالک کی طرف نگاہ دوڑانے لگا۔ مصر سے تو اُس کے حسب دلخواہ مدد ملنی ناممکن تھی اس لئے کہ گو روپیہ وہاں سے آسکتا تھا لیکن فوجی کمک خارج از بحث تھی، اور کلیومنیس کے خلاف محض اجیر سپاہیوں کی مدد سے کسی قسم کی کامیابی خارج از بحث تھی؛ رہے اکائیائی، تو وہ اراتوس کے مقاصد کے حصول کے لئے اپنی جانیں معرض خطر میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں جو روپیہ بطلیموس کے پاس سے آیا وہ اتنا نہیں تھا کہ اُس سے کافی اجیر سپاہی مہیا ہو سکیں۔ بطلیموس کو اس کی کیا پروا تھی کہ یونان میں امراغربا پر حاوی ہو جائیں، بلکہ اس مُلک میں جتنا خلفشار ہو اُتنا ہی اُس کے لئے اچھا تھا۔ مقدونیہ کی کیفیت اس سے مختلف تھی اُس کے بادشاہ کو یہ صاف نظر آتا تھا کہ اگر یونان میں عوام الناس کو کسی قسم کی کامیابی حاصل ہو تو نہ صرف متمول شہریوں کے لئے بلکہ کم و بیش کُل جائز حکمرانوں کے لئے بھی خطرے سے خالی نہیں لیکن بلکہ انکی راجدھانیوں اور یونان کے درمیان چوڑے سمندر حائل

باب ۱۰

نہ ہوں اور بشرطیکہ وہ پطالسہ کی طرح ایسے مطلق العنان حکمراں نہوں جو کسی غیر قوم پر محض قوت و جبروت سے حکومت نہ کرتے ہوں۔ الغرض اکائیائی اعیانیوں نے انتی گونوس کے سامنے دست استمداد پھیلانا چاہا لیکن اس میں یہ مشکل تھی کہ اس طرزِ عمل سے لیگ کی تمام پچھلی حکمت عملی پر کلیۃً پانی پھر جاتا۔ اب اراتوس کی باری آئی۔ اُسے اس قسم کی مشکلات سے آسانی کے ساتھ نکلنا خوب آتا تھا، اور اُس نے میگالوپولس والوں کو، جن کے تعلقات مقدونیہ کے ساتھ ہمیشہ اچھے رہے تھے، اس کیلئے تیار کیا کہ اکائیائی لیگ سے اسپارٹا کے خلاف انتی گونوس سے دست استمداد پھیلانے کی اجازت طلب کرے اُنھیں اس کی اجازت مل گئی اور اس طرح اکائیائیوں اور مقدونیہ کے درمیان تعلقات قائم ہوگئے، چنانچہ صورت حال کچھ ایسی ہوگئی کہ آیندہ اگر خود اکائیائیوں نے براہ راست بادشاہ سے مدد چاہی تو کچھ ایسا خلاف فطرت نہیں ہوگا۔ لیکن اراتوس اک قدم آگے بڑھا، یعنی اُس نے میگالوپولسی سفرا کو جو انتی گونوس کے پاس جارہے تھے، خفیہ ہدایات دیں کہ اگر بادشاہ نے کلیومنیس کو شکست دے دی تو مقدونیہ کے لئے کس قدر مفید ہوگا انتی گونوس نے جواب دیا کہ میں مدد دینے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ اکائیائی اُس کی تائید کریں، چنانچہ اراتوس نے غایت چالاکی کیساتھ اکائیہ کی مجلس میں تحریک کی کہ بادشاہ کی آمادگی کا شکریہ ادا کیا جائے اور مقدونیہ کی مدد صرف اُس حالت میں طلب کی جائے اگر اکائیہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ تنہا نہ کرسکے۔ اس طرح بجائے میگالوپولس کے واسطے کے اب مقدونیہ اور اکائیہ کے درمیان اب براہ راست گفت و شنود شروع ہوگئی۔ پہلے تو اکائیہ نے تنہا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی اور اُنھیں ۲۲۴ ق م میں کلیومنیس نے ہکاتومبیوم کے ضلع میں دیمائے کے مقام پر شکست

دے دی۔ اس شکست سے نہایت خاص نتائج مرتب ہوئے، یعنی اس کے بعد اکثر اکائیائیوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کلیومنیس کیساتھ لڑنے میں اُن کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ کلیومنیس ظلم کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف یہ چاہتا ہے کہ متحدہ یونان کا رہبر بن جائے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس قسم کی رہبری تسلیم کر لینے میں مضائقہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اراتوس نے ان شرائط کی بنار پر کسی قسم کی گفت وشنود کی مخالفت کی، لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی، اور اس کی مخالفت کو نظر انداز کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ قرار پایا کہ اکائیہ کے سفرا اور کلیومنیس کی ملاقات لرنا میں ہو جہاں آئندہ کے لئے قطعی انتظام کیا جائے۔ لیکن کلیومنیس بیمار ہو گیا اور اندرونی جریان خون کی وجہ سے لرنہ نہ آسکا۔

جو موقع اس وقت ہاتھ لگا تھا وہ جاکر واپس نہیں آیا۔ اراتوس نے اپنے ہم وطنوں پر دوبارہ اثر قائم کر لیا، اور جب کلیومنیس کی طبیعت درست ہوئی اور فریقین کی ملاقات کے لئے آرگوس مقرر ہوا تو اراتوس نے مجلس میں ایک قرارداد منظور کرالی کہ بادشاہ آرگوس کو تنہا بغیر مسلح ساتھیوں کے آئے۔ اس سے کلیومنیس ناراض ہو گیا، اور فوراً اکائیائیوں کے خلاف ازسرنو جنگ ٹھان لی۔ یہ اُس کی غلطی تھی، اس لئے کہ اگر کلیومنیس مدبر بھی ہوتا تو وہ اس مشکل کو عبور کر لیتا اور اکائیائیوں کا رہبر بن جاتا؛ لیکن ظاہر ہے کہ اراتوس کی طرح کلیومنیس کو عقبی دروازے سے داخل ہونا پسند نہیں تھا۔

ابتدا میں تو کلیومنیس کو بعض نہایت درخشاں کامیابیاں ہوئیں۔ اُس نے آرگوس کو فتح کر لیا، اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ مدت دراز سے آرگوس برابر اسپارٹا کی دست اندازی کی ہمیشہ مدافعت کرتا رہتا تھا، تو ہمیں اس فتح کی صحیح اہمیت کا

باب ۱۰

اندازہ ہوتا ہے۔ گو اراتوس سکیون پر قابض تھا، لیکن پیلیے نے اور دوسرے شہر کلیومنیس سے جا کر مل گئے، اور کورنتھ نے بھی اُسکے لئے اپنے دروازے کھول دیئے۔ کورنتھ میں اراتوس کے مکانات اور دوسری جائداد تھی، اور اس وقت وہ اُسی شہر میں تھا، لیکن عین موقع پر وہ کسی نہ کسی طرح سے شہر سے نکل گیا۔ کلیومنیس نے اس جائداد کو ضبط نہیں کیا بلکہ اُلٹے اراتوس کو اس شرط پر بارہ تالنت پیش کیئے کہ وہ اُسے اکائیائیوں کا سپہ سالار بننے میں مدد دے؛ لیکن اراتوس نے جواب دیا کہ مجھے واقعات پر قابو نہیں رہا اور میں کسی قسم کی مدد دینے سے قاصر ہوں۔ اس کے لئے کذب و افترا اس قدر عادت ثانیہ ہو گیا تھا کہ وہ بے ضرورت بھی جھوٹ بولنے میں مضائقہ نہ سمجھتا۔ اکرو کورنتھ میں ایک اکائیائی حرس محافظ رہ گیا تھا جس کے اکثر سپاہی اراتوس کے تنخواہ یاب تھے؛ اور یہی حرس یونان کی تباہی کا باعث ہوا۔

اب اراتوس نے آمر مطلق کی حیثیت اختیار کر لی، اور اکائیائیوں نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کر کے اُسے "مطلق العنان استراتےگوس" مقرر کر دیا۔ اس وقت اراتوس سکیون میں تھا، چنانچہ کلیومنیس اس شہر کی فصیل کے سامنے نمودار ہوا، جس کی وجہ سے اراتوس پس و پیش میں پڑ گیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اُس نے یہ دیکھ کر کہ ایتولیہ یا ایتھنز سے کمک طلب کرنا بیکار ہے اسلیئے کہ وہ اسپارٹا کی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں، انتی گونوس سے مدد کی التجا کی جب وہ سکیون سے چلا ہے تو اُس کے ساتھ اُس کے روتے ہوئے ہم وطنوں کا ایک گروہ عظیم تھا جنھیں خوف تھا کہ اُسے کلیومنیس گرفتار نہ کر لے۔ سکیون سے وہ سیدھا ائیگوم پہنچا جہاں اس نے ایک قرارداد منظور کرائی کہ انتی گونوس سے مدد کی استدعا کی جائے اور اکرو کورنتھ اُس کے حوالے کر دیا جائے۔ اب اکائیائی لیگ کی

باب۱۰ حالت اس درجہ زبوں ہوگئی تھی کہ اُس نے اپنی وفاداری کی ضمانت کے طور پر شاہ مقدونیہ کے پاس یرغمال بھیجے جن میں اراتوس کا بیٹا بھی شامل تھا، اور یہ یرغمال دربار مقدونیہ بظاہر نہایت درخشاں مستقبل کا وعدہ کرتے پہنچے لیکن درحقیقت اُن کے مُلک کا مستقبل نہایت ہی تاریک تھا - چونکہ ایتولی تھرموپلی پر بادشاہ کا راستہ روکے ہوئے تھے اس لئے اس نے یوبیہ ہوکر بیس ہزار پیدل اور چودہ سو سوار لے کر خالکیس کا رخ کیا - اب خالکیس پر قبضے کی اہمیت عیاں ہوگئی - گو کلیومنیس کا میگارا کے علاقے پر قبضہ تھا، لیکن اراتوس کے فریق نے ارگوس کو ملا لیا، اور چونکہ اس کے عقب کو اس چال کی وجہ سے خطرہ پیدا ہوگیا اس لئے اُس نے کورنتھ چھوڑ کر ارگوس مسخر کرنے کی ناکام کوشش کی اور آخرکار اُسے اسپارٹا واپس ہونا پڑا (۲۲۳ ق م) - ارسطوماخوس جو کسی زمانے میں آرگوس کا خودسر اور اس کے بعد اکائیائیوں کا سپہ سالار رہ چکا تھا اور جس نے آرگوس کلیومنیس کے حوالے کیا تھا اُسے شکنجے میں دیا گیا اور سمندر میں ڈبو دیا گیا - یہ حرکت خود اراتوس کے لئے نہایت ذلیل تھی[۳۱۳] - اب اکائیائیوں نے ایئگیوم میں ایک قرارداد منظور کی کہ انتی گونوس لیگ کا صدر بنایا جائے اور غیر ممالک کے فرماں رواؤں سے جو بھی تعلقات ہوں وہ

---

۳۱۳ ارسطوماخوس کیساتھ سختی کا برتاؤ: پلوٹارک: "اراتوس" ۴۵ - مقدونیہ کی صدارت میں ایک بڑی لیگ کا قیام: پولی بیوس ۲، ۴۵، ۴۹ - اس کا انتظام: پولی بیوس ۴، ۲۶ - کورنتھ میں جلسہ، اس کے بعد مختلف "اتحادوں" کو پیغامات تاکہ "قرارداد کی ازسرنو" کی توثیق ہوجائے - چونکہ اسپارٹا لیگ کا رکن نہیں ہے اسلئے یہ لیگ جنگ سیلاسیہ سے پہلے ہی بنی ہوگی - دوسون کے یک بیک چلے جانے اور قبل از وقت موت کیوجہ سے یہ اسکیم تکمیل کو نہیں پہنچی -

جو آجکل تونس کی ہے۔ اس کے بعد مقدونیہ کی صدارت میں ایک بڑی لیگ قائم ہوئی جس کے ارا کین میں اکائیائی بھی تھے۔

انتی گونوس نے بالفعل اسپارٹا پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ صورت حال زیادہ دن تک جاری نہیں رہ سکتی تھی۔ انتی گونوس اور اراتوس ایک طرح پر اس لئے فائدے میں تھے کہ وہ ایک جدید طرز عمل پیش کر رہے تھے جو بہت سے لوگوں کی نظر میں ملک کے لئے مفید تھا۔ رہا کلیومنیس تو وہ ابھی سے گویا تھک سا گیا تھا۔ اگر وہ غربا کا نجات دہندہ تھا، تو یہ دونوں بھی موجودہ معاشرے کے بچانے والے تھے؛ پھر وہ کامیاب بھی تھے اور یہی وہ چیز ہے جو رائے عامّہ پر اثر ڈالتی ہے۔ کلیومنیس کو اسی طرح بیرونی مدد کی ضرورت تھی جیسے اراتوس کو، اور صرف مصر ہی ایسا ملک تھا جو اسے مدد دے سکتا تھا، اس لئے کہ اراتوس مصر کا تنخواہ دار تھا، لیکن اب وہ مصر کے دشمن مقدونیہ سے جا ملا تھا۔ الغرض یوئرگی تیس نے سرزمین یونان میں از سر نو اپنے قدم جمانے سے خوش ہو کر کلیومنیس کی درخواست منظور کر لی۔ گو ہم تک شاہ مصر کے جواب کے الفاظ نہیں پہنچے تاہم اُس کا لب لباب اس واقعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کلیومنیس کی ماں کراتے سکلیہ اور اُس کی بیوی آگیاتس کے بطن سے اُس کے بیٹے کو یرغمال کے طور پر مصر جانا پڑا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں محض پیامبروں کی حیثیت سے مصر گئے ہوں۔ اس میں شبہہ نہیں کہ بطلیموس نے کوئی لشکر نہیں بھیجا؛ ممکن ہے کہ اُس نے کلیومنیس کی رقمی امداد کی ہو، لیکن اُس کے مخصوص وسائل محض مدبرانہ گفت و شنود اور دھمکیوں پر مشتمل تھے اور ان کے لئے ایک پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مصر نے اسپارٹا کی اس قدر کم جو مدد کی تو اس کی ظاہری وجہ وہ پیچیدگیاں تھیں جو ایشیا میں پیدا ہو رہی تھیں،

بانڈ

اور اس سے کلیومنیس کی حالت بہت دگرگوں ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے شائد اس کی ایک وجہ یورگی تیس کی علالت بھی ہوئی ہو جس کے باعث اُس کے عہد کے دوسرے حصّے میں پہلے کی سی مستعدی نظر نہیں آتی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب سلیوکوس سوم "سوتر" نے ایشیائے کوچک پر حملہ کر دیا تھا اور یہ وہ مُلک تھا جہاں مصری اقتدار مسلّمہ تھا اور اُدھر اُس کے پرگامم سے نہایت اچھے تعلقات تھے۔ بعد ازاں جب ۲۲۲ءق م میں افروجیہ میں سلیوکوس قتل ہوا تو اُس کے رشتہ دار اکائیوس نے جنگ کو جاری رکھا اور سلیوکوس کے بھائی انطاکوس سوم نے بابل سے شام آکر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اکائیوس نے اتالوس کو ہر طرح سے دبایا، اُس کی پرگامم میں ناکہ بندی کر لی ساتھ ہی جتنے یونانی شہر تھے وہ سب شاہ سوریہ سے جا ملے لیکن مصر نے اپنی قوت، ایفی سوس اور ساموس میں برابر قائم رکھی۔ اب انطاکوس نے یونتوس کے بادشاہ متھرادائیس کی بیٹی لاؤدیچے کے ساتھ اپنا نکاح رچایا۔ بلاشبہ سلیو کی اقتدار کی ترقی کی وجہ سے ہی یورگی تیس کلیومنیس کے پاس کمک نہیں روانہ کر سکا ہوگا؛ لیکن اسے کم سے کم مقدونیہ کے ساحل کو تاراج کرنا چاہیئے تھا جس سے اسپارٹا کو یقیناً فائدہ ہوتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۲۲ءق م میں پیلوپونیز میں جنگ نہایت آہستگی سے جاری ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انتی گونوس کی جلت پھرت کو بطلیموس کی مداخلت کے امکان سے یقیناً صدمہ پہنچا ہوگا۔

انتی گونوس نے پہلے تگیہ اور پھر مین تی نیہ کو فتح کیا، اور موخر الذکر مقام پر اکائیائی، جنھوں نے اُس کی تسخیر میں بہت کم حصہ لیا تھا، نہایت ہی بے رحمی سے پیش آئے یعنی یہاں کے باشندوں کا قتل عام کیا اور اُنھیں غلام بنایا۔ انتی گونوس نے اس شہر کو آرگوسیوں کے نذر کیا، جنھوں نے اراتوس کے کہنے سے

باب ۱ یہاں ایک نوآبادی کی بنیاد ڈالی جس کا نام اکائیائی سپہ سالار نے مقدونوی محافظ معاشرے کے نام پر انتی گونیہ رکھا[114] کلیومنیس کو صرف ایک جگہ کامیابی ہوئی اور وہ بھی غیر مکمل؛ اُسنے میگالوپولس لے لیا، لیکن اس سے پہلے ہی اس شہر کے اکثر باشندے فلیوپے من کی سرکردگی میں شہر کو خیر باد کہہ کر نکل گئے تھے۔ کلیومنیس نے اُنسے یہ کہلوایا کہ اگر تم اسپارٹا کے ساتھ مل جاؤ گے تو میں تمھیں واپس آجانے دوں گا، لیکن فلیوپوئے من کے کہنے سے انھوں نے اُس کا پیام مسترد کر دیا جس پر کلیومنیس نے شہر تاراج کر دیا۔ انتی گونوس نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔ میگالوپولس والوں کی اس استقامت سے اُن کے اعلیٰ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ

[114] مین تی نیہ میں اکائیائیوں کے مظالم؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۴۵۔ پولی بیوس نے ۲، ۵۸ پر جو عذر کیا ہے وہ محض لفاظی ہی لفاظی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مین تی نیوں نے جن تین سو اکائیائیوں کو تہ تیغ کیا تھا وہ خود اہل مین تی نیہ کی استدعا پر آئے تھے، اور اس لئے مین تی نیہ والوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا وہ بالکل درست تھا۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جن مین تی نیوں نے اکائیائیوں کو بلایا تھا وہ وہ نہیں تھے جنھوں نے ۳۰۰ کو قتل کیا، بلکہ فریق مخالف کے ارکان تھے۔ اسی طرح پولی بیوس کہتا ہے کہ تگیہ کے ساتھ جو سلوک اکائیائیوں نے روا رکھا وہ مین تی نیہ کے سلوک سے زیادہ نرم تھا، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مظالم مین تی نیہ میں روا رکھے گئے وہ محض "بربریت" کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ انصاف پر مبنی تھے؛ یہ خیال بھی واقعات پر مبنی نہیں ہے۔ تشدد اور نرمی سے انصاف یا بے انصافی نہیں بلکہ غصے کے مدارج کا اظہار ہوتا ہے۔ اکائیائی بہ نسبت تگیہ کے مین تی نیہ سے کہیں زیادہ برافروختہ تھے؛ اس کی وجہ یہ تھی کہ (پلوٹارک: "اراتوس" ۲۵ کے بموجب) ایکمرتبہ مین تی نیہ نے اکائیائیوں پر تیس مینائے جرمانہ کیا تھا، اور گو یہ رقم نہایت ہی قلیل ہو لیکن اس سے اکائیائیوں کی بڑی بھاری توہین متصور تھی۔

باب ۵

فلپوئےمن کی خصلت میں سازشی اراتوس سے کہیں زیادہ علو پایا جاتا ہے، اور اس کے ذریعے سے اکائیائیوں نے جو سیدھے سچے طرز عمل کا اعلان کیا اس سے طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ شائد اسی زمانے میں انتی گونوس اور بطلیموس کے درمیان وہ گفت و شنود شروع ہو گئی ہو گی، جس میں انتی گونوس نے کوشش کی کہ مصری بادشاہ نے جو بھی اسپارٹا کی تھوڑی بہت مدد کی ہے اس سے بھی وہ دستبردار ہو جائے۔ اس تحریک کو بطلیموس نے منظور کر لیا۔ ہمیں اس کے اسباب نہیں معلوم اور ہم محض قیاسات دوڑانے پر اکتفا کر سکتے ہیں بلاشبہ اس موقع پر بھی ایشیائی پیچیدگیاں ملحوظ ہوں گی اور مصر کو یہ پسند نہیں ہو گا کہ ایسے دور و دراز میدان میں اپنی فوج روانہ کرے۔ لیکن اگر یہ واقعہ ہے کہ مقدونیہ اور مصر کے درمیان گفت و شنود ہوئی تو ہمارا یہ قیاس کرنا حق بجانب ہو گا کہ کلیومنیس کا ساتھ چھوڑنے کے معاوضے میں مصر کو کچھ نہ کچھ ضرور مل گیا ہو گا۔ ڈروائےسن نے یہ امکان پیش کیا ہے کہ انتی گونوس نے کاریہ بطلیموس کے حوالے کر دیا ہو گا، لیکن ڈروائےسن کے متبع یہ جو فرض کر لیتے ہیں کہ مقدونیہ کاریہ پر قابض تھا، تو اس کا ہمیں کوئی قطعی ثبوت نہیں مل سکا۔ ممکن ہے کہ یونان کے اندرونی معاملات مصری مداخلت کے خاتمے کی اصلی وجہ یورُ گیتیس کی ناقص تندرستی ہو گی جس کی وجہ سے اُس کا بہت جلد انتقال ہو گیا[۱۵] بہرحال وجہ کچھ بھی ہو، انتی گونوس آئندہ مصری مداخلت کے خوف کے بغیر جنگ جاری رکھ سکا۔ اسنے دیمتریوس والیِ فاروس کے الیریائیوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا، چنانچہ ان میں سے ۱۶۰۰ عین اس وقت (یعنی ۲۲۲ق م میں) آکر اُس سے

---

۱۵ کاریہ کو انتی گونوس بطلیموس کے حوالے کر دیتا ہے؛ ڈروائےسن ۳، ۲، ۵ ۴؛ دیکھو ۳، ۲، ۸، ۱، اور بالا حاشیہ ۱۱۔

باب ۱

الاتھا یہاں ضرب لگانے والا تھا یہاں
مل گئے جب وہ کلیومنیس پر ایک کاری ضرب لگانے والا تھا یہاں
اس کے ساتھ ۱۸۶۰۰ مقدونوی، ۱۰۵۰ ایپائروسی، ۲۰۰۰ بیوتی،
۱۰۰۰ اہالیان میگالوپولس اور ۳۳۰۰ اکائیائی تھے۔ کلیومنیس نے
اس کے مقابلے کے لئے لشکر جمع کرنے کی حتی المقدور کوشش
کی لیکن اس پر بھی وہ صرف بیس ہزار سپاہی ہی جمع کر سکا۔ جب
ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس لڑائی میں اکائیہ اور میگالوپولس کی مشترک
فوج کی تعداد صرف ۴۳۰۰ تھی اور ان کے ساتھ ۱۸۶۰۰ مقدونوی
تھے تو ہمیں اکائیہ کے فوجی نظام کی خراب حالت کا اندازہ ہوتا
ہے اور رہ رہ کر افسوس ہوتا ہے کہ کیوں یونان نے اراتوس
جیسے شخص کے قبضے میں اپنی قسمت دے دی جو چاہتا تھا کہ
سیاسیات میں بڑے پیمانے پر حصہ لے لیکن ساتھ ہی نہ اس کے
پاس اس کی قوت تھی اور نہ اپنے پیرؤں پر اثر ڈالنے کی اہلیت۔
بہر حال، فریقین کے درمیان سیلاسیہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔
کلیومنیس اور اس کی فوج نے بڑی بہادری دکھائی، لیکن انتی گونوس
اور فلیوپےمن کی شاندار فوجی قابلیت کے سر سہرا رہا۔
کہتے ہیں کہ بیس ہزار میں سے صرف چار ہزار اسپارٹی باقی رہے
اور کلیومنیس نے آیندہ کسی قسم کی مدافعت کا خیال چھوڑ
دیا۔ وہ کچھ روز تک اسپارٹا کے ایک فصیل پائے سے لگا
کھڑا رہا اور کھانے پانی سے بالکل انکار کرتا رہا۔ اس کے
بعد اسپارٹا سے وہ گیتھیوم گیا اور وہاں سے ایک جہاز میں
بیٹھ کر اسکندریہ کا رخ کیا۔ انتی گونوس نے اسپارٹا کے پرانے
دستور کا احیا کیا، لیکن ملوکی ادارے کو بالکلیہ منسوخ کر دیا،
اور بیوتی براخیلاس کو اسپارٹا کا مقدونوی صوبہ دار بنا کر اسپارٹا
کو کلیتہً عہدیداروں کے سپرد کر دیا۔ انتی گونوس اسپارٹا ہی میں
تھا کہ اسے خبر ملی کہ الیریائیوں نے مقدونیہ پر حملہ کر دیا ہے،

باب ۱۴

چنانچہ جس قدر جلدی ممکن ہوا وہ واپس مقدونیہ گیا۔ اگر یہ خبر ایک ہفتہ پہلے آجاتی تو شائد جنگ سیلاسیہ لڑی ہی نہیں گئی ہوتی۔ انتی گونوس کی واپسی اور اُس کے تھوڑی ہی مدت کے بعد اُس کی موت نے یونان کو ایک سیاسی تنظیم کی بنا پر غلامی کی زنجیروں سے نجات دی۔ انتی گونوس نے الیریائیوں کو شکست دی۔ لیکن چند ہی روز بعد جریان خون سے مرگیا (اواخر ۲۲۱ سنہ ق م یا اوائل ۲۲۰ سنہ ق م)۔ اس کے بعد میگالوپولس کی ایرانی حیثیت عود کرآئی، لیکن فلیوپوئے من کریٹ چلا گیا اس لئے کہ وہ پیلوپونیز کی آنے والی تاریکی میں حصہ لینے پر جنگی فنون میں مشق کرنے کو ترجیح دیتا تھا۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ ایسے ایماندار لوگ جن میں خود رائی کا نقص نہ ہو، خود اپنی کامیابیوں سے گھبراتے تھے۔ رہا اور خومینوس، تو وہ مقدونیہ ہی کے قبضے میں رہا۔

ہم کلیومنیس کی افسوسناک موت کا ذکر، جو مصر میں واقع ہوئی، اور اراتوس کی وفات کا بیان پندرھویں باب میں کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ اراتوس نے اپنے طرز عمل سے اُن لوگوں کے ہاتھوں جنکی قربان گاہ پر اُس نے اپنی عزت تک چڑھادی تھی، اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر موت اور تذلیل وتوہین کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک نہ صرف یہ کہ شاہ اسپارٹا اراتوس سے کہیں بڑا آدمی تھا بلکہ اُس سے زیادہ قسمت والا بھی تھا۔ دونوں کی زندگی کا خاتمہ اپنے نام نہاد دوستوں یعنی شاہان مقدونیہ ومصر کے ہاتھوں ہوا؛ لیکن کلیومنیس کی ضمیر تو کبھی اُصول کے توڑنے پر نفرین نہیں کرتی ہوگی، اور جب اُس نے دیکھا کہ عزت ووقار سے زندگی ناممکن ہے تو اُس نے جان بوجھ کر اپنے ہاتھوں کام تمام کردیا۔

باب یازدہم

رومن اور یونانی ۳۲۰ھ ق م تک

پہلی فنیقی جنگ

اب کچھ دیر کے لئے مغرب کا رخ کیجئے ہم دیار مغرب کی تاریخ اُس وقت تک کی بیان کر چکے ہیں جب روما نے تارنتوم کو فتح کر لیا تھا اور تمام جزیرہ نمائے اٹلی کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے بعد رومن خاکنائے سسلی کو عبور کرتے ہیں۔ سسلی میں پرھوس کی واپسی کے بعد ایک نوجوان قابل شخص ہیئے رون ولد ہیئے روکلیس نے اپنے آپ کو اس قدر طاقتور بنا لیا تھا کہ اُسے سرقوسی فوج اور سرقوسی شہریوں نے اپنا حکمران تسلیم کر لیا (۲۷۵ھ ق م)۔ اس پُر آشوب زمانے میں اس کی ضرورت تھی کہ کوئی ایک شخص برسر اقتدار ہو۔ صورت حال یہ تھی کہ مغربی سسلی میں قرطاجنیوں کو اور شمال و مشرق میں مسانہ کے مامرتینیوں کو سیادت حاصل تھی۔ اگر سرقوسہ والے یہ چاہتے تھے کہ لوگ اُن کی عزت کریں تو یہ بسا ضروری تھا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کو نیچا دکھائے۔

باب۱۱ چونکہ قرطاجنہ پر کسی قسم کا اثر ڈالنا ناممکن تھا اس لئے ہیئے رون نے مامرتی نیوں کو مغلوب کرنا چاہا اور اسے اس لئے اور بھی آسانی معلوم ہوئی کہ مسانہ سرقوسہ سے قریب تر تھا۔ وہ مسانہ پر قبضہ کرنے ہی کو تھا کہ قرطاجنی سپہ سالار ہنی بعل نے شہر میں اپنے سپاہی لا داخل کئے اور ہیئے رون کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن باوجود اس پسپائی کے اُس نے اپنی قابلیت کا کچھ ایسا سکہ جمایا کہ سرقوسیوں نے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا (۲۶۹ء ق م)۔ اس طرح مامرتی نیوں کی آزادی قائم رہی لیکن مستقل طور پر نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ بالکل خود مختار رہنے کو دل سے پسند کرتے۔ لیکن یہ ناممکن تھا۔ اگر وہ سرقوسہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے تو یہ ان کے لئے بڑی توہین ہوتی اور انھیں نقصان ہی نقصان پہنچتا۔ سرقوسہ کو نظر انداز کر کے دو مملکتیں اور اُن پر دانت لگائے بیٹھی تھیں، یعنی قرطاجنہ اور روما۔ روما سے انکے نسلی تعلقات تھے، چنانچہ ۲۶۵ء ق م میں جب مسانہ کا قلعہ قرطاجنیوں کے قبضے میں تھا تو مامرتی نیوں کی سفارت روما یہ استدعا کرنے گئی کہ رومن قوم مسانیوں کو اپنی حمایت میں لے لے۔

رومنوں نے اُن کی اس استدعا کو منظور کر لیا۔ وہ جانتے تھے کہ اس تصفیئے کی وجہ سے انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا اور قرطاجنہ سے جس کے ساتھ اُن کے تعلقات اچھے تھے جنگ جیسی شدید اور ہلاکت آفرین چیز میں حصہ لینا پڑے گا۔ لیکن اگر مسانہ پر قرطاجنیوں کا قبضہ ہو گیا تو بھی قرطاجنہ کے ساتھ جنگ لابدی تھی اس لئے کہ ایسی حالت میں رہیگیوم پر رومن اور مسانہ پر قرطاجنی ایک دوسرے کے مقابل آجائیں گے، اور سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہو جائے گا کہ آخر یہ آبنائے کس کی عملداری میں رہے۔ پھر قرطاجنہ کے ساتھ جنگ اس وقت اور بھی زیادہ مشکل العمل ہو جائے گی

باب

اگر اُس کے قبضے میں مسانہ بھی آگیا۔ ان تمام امور کو ملحوظ رکھ کر روما نے خود اپنے مفاد کی خاطر مامرتی نیوں کو اپنی حمایت میں لے لیا، اور گو قرطاجنی نہایت درجہ ہوشیار تھے تاہم رومنوں نے مسانہ میں اپنا لشکر پہنچا دیا اور اس کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اس پر روما اور قرطاجنہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی، اور سسلی کے دو اہم یونانی شہروں یعنی سرقوسہ اور اکراگاس نے قرطاجنہ ہی کا ساتھ دیا۔ لیکن سرقوسہ زیادہ دن تک جنگ میں شریک نہیں رہا، اس لئے کہ جوں ہی رومن فوج کو کامیابی ہوئی اور جزیرے کے مشرقی شہر اسکے جانبدار ہوئے، فوراً (۲۶۳ ق م) ہیرون نے ان سے ایسے شرائط پر جو اس کے لئے مُضر نہیں تھے، صلح کر لی۔ اُسے ایک سو یا دو سو تالنت ضرور ادا کرنے پڑے، لیکن علاوہ سرقوسہ کے اُس کا قبضہ جنوب میں ہیلوروس سے شمال میں توروم نیوم تک اور اندرون ملک میں اکرائے تک قائم رہا۔ اس کے بعد وہ رومنوں کا حلیف بن گیا اور جنگ کے دوران میں نہایت وفاداری سے ان کا ساتھ دیئے گیا اور اپنی طویل زندگی کے اختتام تک برابر ان کا وفادار دوست بنا رہا۔

ہم اس جنگ کے مزید واقعات کا جسے رومن "جنگ سسلی" کہتے تھے، اور جسے آجکل پہلی فینیقی جنگ کہا جاتا ہے، اس جگہ اعادہ نہیں کر سکتے، بلکہ صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ۲۶۲ ق م میں رومنوں نے اکراگاس پر جو اُس وقت تک قرطاجنیوں کا محروسہ تھا، سات مہینوں کے محاصرے کے بعد قبضہ کر لیا، اور پچیس ہزار سے زیادہ لوگوں کو غلام بنا لیا۔ ۲۴۱ ق م کے صلح نامے کی رو سے علاوہ ہیرون کی سرقوسی سلطنت کے اور مسانہ کے مضافات کے تمام جزیرہ رومنوں کے قبضے میں آگیا، اور اس جزیرے کو سب سے پہلے "صوبے" کا لقب دیا گیا جس سے مراد ایک ایسے

باب ۱۱ رقبے کی تھی جو کسی واحد عہدہ دار کے زیر انتظام ہو، اور جسے "علاقے" کی اہمیت حاصل نہ ہو۔ اس عہدہ دار کے اختیار کا دار و مدار محض جغرافی حدود پر نہیں بلکہ واقعات و حالات پر تھا۔

آبنائے مسانہ کو عبور کرنے کی کچھ ہی مدت بعد رومیوں نے اڈریاٹک پار کے ملکوں میں دست اندازی کر کے دنیائے یونان کے مرکز کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے۔ اس کا سبب الیریا کے حالات تھے۔

جب ۲۳۱ ق م کے قریب ایتولی میدون کے اکارنانی شہر پر قبضہ کرنے والے تھے تو ایک سو الیریائی جہاز پانچ ہزار سپاہیوں کو لئے ہوئے خلیج امبریسیہ گئے اور چھاپہ مار کر ایتولیوں کو محاصرے سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔ الیریائیوں کے اس مہم کا اصلی باعث دیمتریوس شاہ مقدونیہ تھا۔ اس مہم کا رہبر اور سپہ سالار اگرون شاہ الیریہ تھا، اور جب اسے اس میں کامیابی ہوئی تو وہ اتنا خوش ہوا اور عیش و عشرت میں اس قدر مبتلا ہوا کہ اس کے اثرات سے جاں بر نہ ہو سکا۔ اس کی موت کے بعد اس کی بیوہ تیوتہ نے اپنے نابالغ بیٹے کی جانب سے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس نے اپنی الیریائی رعایا کو اختیار دیا، یا یوں کہو کہ اجازت دی کہ جہاں چاہیں چھاپے ماریں، اور جب یہ اجازت انھیں مل گئی تو انھوں نے ایلس اور میسینیہ کے بہت سے مقامات کو تاراج کیا اور اس کے بعد ایپائروس کا اہم شہر فینیکے مسخر کر لیا؛ لیکن جب ایپائروسیوں کے پاس ایتولیوں اور اکارنانیوں کی کمک آگئی تو انھیں اس شہر کو چھوڑ دینا پڑا۔ لیکن ایپائروسی اتنے پست ہو گئے تھے کہ انھوں نے الیریائیوں کے ساتھ میل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حال میں الیریائی بحری قزاقوں نے چند رومی جہازوں کو بھی گرفتار کر لیا تھا جس کی وجہ سے کائیوس کورنکانیوس اور

لوسیوس کورنکانیوس کی سیادت میں ایک رومن سفارت تیوتہ کے دربار میں پہنچی۔ تیوتہ نے ان سفیروں کو جواب دیا کہ رسم و رواج کے مطابق الیریائیوں کو بحری قزاقی کا بلا شرکت غیرے حق حاصل ہے جس پر رومن سفیر نے برجستہ جواب دیا کہ بہت اچھا رومادالے اس رواج کو بدل دینے کی تدبیر کریں گے۔ واضح ہو کہ ایتولی بھی مدت دراز سے بحری قزاقی میں حصہ لیتے تھے۔ بہرحال جب یہ سفیر روما واپس جا رہے تھے تو ان میں سے ایک یعنی لوسیوس کو تیوتہ نے قتل کرا دیا۔ اس کے بعد روما کو جنگ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں باقی رہا اور جنگ ۲۳۰ق م میں چھڑ گئی۔ باب ۱۲

آئندہ سال تیوتہ نے اس سے بھی بڑی فوج روانہ کی۔ اسنے دیراکیوم پر حملہ کیا اور وہاں کے باشندوں نے اس حملے کی مدافعت کی، لیکن باوجود اکائیائیوں اور الیریائیوں کی مدد کے کورکائرا پر الیریہ کا قبضہ ہو گیا۔ اب سگنےیوس فلویوس کی سرکردگی میں ۲۰۰ جہازوں کا ایک رومن بیڑا نمودار ہوا چنانچہ کورکائرا کے ایک الیریائی عہدہ دار مسمی دیمتریوس ساکن فاروس نے باشندگان کورکائرا کی رضامندی سے اس شہر کو رومنوں کے حوالے کر دیا۔ ساتھ ہی رومنوں نے دیراکیوم پر بھی قبضہ کر لیا، اور بہت سے الیریائی قبیلوں اور شہر ایسا بھی ان کے مطیع ہو گئے۔ اب الیریائیوں کی دماغ داری کا خاتمہ ہوا اور ۲۲۸ق م میں تیوتہ نے جو خلیج کتارو کے قلعہ بند شہر رھیزون چلی گئی تھی، امن کے لئے درخواست کی اور یہ اعلان کیا کہ میں ہمیشہ خراج ادا کیا کروں گی اور دو غیر مسلح جہازوں سے زیادہ کبھی لیسوس سے آگے نہیں بھیجوں گی۔ اس طرح ادریاٹک پر رومن اقتدار کا بیج بویا گیا۔ ۲۲۹ق م کے قنصل، پوستومیوس نے، جو چالیس جہازوں سمیت رہ گیا تھا، اپنے ایلچی اکائیائی اور ایتولی لیگوں کے پاس رومن طرز عمل کے اسباب سمجھانے کے لئے روانہ کئے اور

باب ۱۱

وہاں سے بے حد تشکر و امتنان کے ساتھ جواب موصول ہوئے۔ اس کے بعد رومنوں نے ایتھنزیوں اور کورنتھیوں کے پاس ایلچی بھیجے؛ وہاں سے بھی شکریہ ادا کیا گیا، اور کورنتھیوں نے رومنوں کو خاکنائی کھیلوں میں اور ایتھنزیوں نے اسرار ایلیوسس تک میں شریک کرلیا اور رومنوں کو اپنے شہر کے اعزازی شہری بنالیا۔

الغرض ۲۲۸ ق م میں رومنوں کو خود یونانی یونانیوں کے زمرے میں اس حد تک شامل کر لیتے ہیں جتنے ٹروائے والوں کے جانشین (جس کے ہونے کے رومن دعویدار تھے) ہوسکتے تھے، اور یہ یونان کے رومن عہد کی گویا تمہید تھی۔

یادداشت

اس باب کے لئے میں مشہور و معروف تاریخہائے روما کا حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ میں نے اپنی تاریخ سسلی کی دوسری جلد میں پہلے روم کی ابتدائی زندگی کا حال بیان کیا ہے اور ساتھ ہی اس جزیرے کی سیاسی کیفیت کا مستقل پیرائے میں ذکر کیا ہے۔ پہلی فنیقی جنگ کے لئے مقابلہ کرو میلتزر: "تاریخ اہل قرطاجنہ" Meltzer: Geschichte der Karthager، جلد ۲، صہ ۲۵۲ — ۳۵۶

باب دوازدہم

دنیائے یونان تقریباً ۲۲۰ء ق م میں

(۱) دیارِ مغرب اور ارضِ یونان

۲۲۰ء ق م یا اُس کے قریب کے زمانے میں اس تاریخ کا دوسرا عہد شروع ہوتا ہے جس کا اس جلد میں بیان کیا گیا ہے، اور اس عہد میں مشرق اور مغرب دونوں کے معاملات میں روما کا اثر فایق ہے ۔ اس امر کو ملحوظ رکھ کر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر تمام یونان کی جو کیفیت تھی اُس کا ذکر کیا جائے، اور یہاں سب سے پہلے ہم یونان کی سیاسی کیفیت کا تذکرہ کریں گے۔

مغرب اقصیٰ کا سب سے اہم شہر فوکسی بلدیہ مسالیہ تھا، جس نے یونان کی بڑی بڑی تحریکات میں بہت کم حصّہ لیا تھا، چنانچہ ہم نے نہ تو اپنی تاریخ میں اس وقت تک زیادہ تذکرہ کیا ہے اور نہ آئندہ زیادہ تذکرہ کرنے کا خیال ہے[1] وہ ایک اہم تجارتی

[1] مسالیہ۔ دیکھو جلد ۱، باب ۲۰؛ پاؤلی ۴، ۱۶۲۴/۱۶۳۴ میں کلیس کا مضمون؛

شہر تھا، جو ایک محدود مرکز میں اپنا اقتدار جمائے ہوئے تھا لیکن ایک وسیع حلقے پر تہذیب وتمدّن پھیلانے کے ساتھ ساتھ سیاسیات کی وسیع دُنیا کے ساتھ صِرف اتنا ہی تعلق قائم رکھتا تھا جو اُس کے لئے اشد ضروری تھا۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نہایت ہی بعید زمانے میں بھی مسالیہ کے روما سے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان دونوں شہروں کا دیلفی میں جو خزانہ تھا وہ مشترک تھا اور یہی وہ مقام تھا جہاں ۲۹۵ سنہ ق م میں روما نے ویائی کا ایک حصہ بطور پیشکش کے جمع کیا تھا۔ جب غالویوں نے روما پر قبضہ کیا ہے تو مسالویوں نے اپنے مجبور و معذور دوستوں کی روپے پیسے سے امداد کی، جس کے معاوضے میں انھیں رومنوں نے چند حقوق دیئے جنھیں ایزو پولیتیہ، اتے لیہ اور پروئدریہ کہتے تھے، اور جن کے بموجب اگر وہ چاہتے تو رومن شہری بن سکتے تھے، اگر وہ روما آکر رہ پڑتے تو وہ فوراً وہی محاصل ادا کرتے جو رومن شہریوں کو ادا کرنے پڑتے اور تماشائے عامّہ میں انھیں اچھی نشستیں ملتیں۔ اس کے بعد دوسری فینقی جنگ میں مسالویوں نے روما کو عملی مدد دی۔ وہ اپنے رسم ورواج کے لئے مشہور تھے اور ان کا دستور اعیانیت لئے ہوئے تھا، جس کے بموجب اکثر امور کے تصفیے کا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ سکہ جات، ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ، ۷، ۸؛ ان کے مطابق شہر کے خاص معبود الفی سوس، ارتےمس اور اپولو دیلفی نیوس تھے۔ پی تھیاس؛ کرسٹ، ج ۲، ۳۶۳؛ اس کا سب سے مفصل بیان میولن ہوف: "قدیمیات المانیہ" Muellenhoff : Dentsche Alterthums.Kunde جلد ۱، دیکھو اشٹارک: "جنوبی فرانس میں شہری زندگی، فنون لطیفہ وقدیمیات" Stark : Staedteleben, Kunst und Alterthum in Sued-Frankreich لیپزگ، ۱۸۵۵ء، ص ۳۴–۵۸۴، مع نقشہ، جس میں توصیفی اور تاریخی خاکہ دیا ہوا ہے۔ نیز نیزے Niese جلد ۱، ص ۴۸۹–۴۹۴۔

باب ۱۲ اختیار رچہ سوسیناتیوں کو دے دیا گیا تھا جنھیں تموخی کہتے تھے۔ اندرونِ غالیہ کے ساتھ مسالیہ کی تجارت ترقی پر تھی اور وہاں کے باشندوں کی نوآبادیاں دریائے رھون کے کنارے کنارے واقع تھیں اور تجارتی تعلقات برطانیہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ مسالیہ کے ذریعے سے یونانی تہذیب غالوی قبیلوں میں پھیل گئی چنانچہ یہاں کے یونانیوں نے غالویوں کو زیتون اور انگور کی کاشت کے طریقے بتائے اور پتھر سے شہروں کی فصیل بنانا بھی سکھایا۔ خود مسالیہ حقیقی یونانی علوم و فنون کا مرکز تھا اور اس شہر میں صرف و نحو، لسانیات اور جغرافیے کا خاص طور پر مطالعہ کیا جاتا تھا۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسالیہ نے جو مصنّف پیدا کیے اُن کی تعداد کچھ زیادہ ہو گی، بلکہ اگر ہم غائر نظر ڈالیں تو انمیں سے حقیقی معنوں میں صرف ایک ہی اہم شخص گزرا ہے، اور وہ پی تھیاس تھا جس نے چوتھی صدی ق م کے اختتام پر جزائر برطانیہ کے شمال میں تھولے کے مقام تک بحری سفر کیا اور اپنے سفر کے دوران میں عرض البلد کے متعلق ہیئتی مشاہدات کیے۔ لیکن جتنی تعریف کی مستحق اُس کی محنت اور اُس کی تحقیقات تھی وہ اُسے نہیں ملی، اور پولی بیوس اُسے "کذّاب" کا لقب دینے میں باک نہیں سمجھتا۔

اٹلی کی یونانی آبادی محض چند بلدیات تک محدود ہے، اور اہم مقامات میں صرف نیاپولس، تاراس، رھے گیوم، اور لوکری ہی باقی ہیں ^۵۲^ ۱۹۳ ق م میں ان میں سے پہلے تین روما کے

^۵۲^ تارنتوم، لوکری، ایلیہ اور نیاپولس پہلی فینقی جنگ میں (پولی بیوس ۱، ۲۰) اور نیاپولس، رھے گیوم اور تارنتوم ۱۹۳ ق م میں رومنوں کے پاس جہاز روانہ کرتے ہیں۔

تاراس اور اس کے سکوں کے لئے دیکھو ایونز: "سواران تارنتوم" جریدۂ مسکوکیات Num. Chron. ۱۸۸۹ء۔ تاراس نے اپنا معیار تقریباً بہ ۲۸/۲۹ ق م

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - میں تبدیل کیا اور اپنی دو درہمیان دکمپانیہ کے معیار کے مطابق) ۱۱۶ گرین کی اور پھر صرف ۰۰ اگرین کی کردیں - ہرقلیہ اور تھوریٔی میں بھی اسی قسم کی تبدیلی کی گئی، لیکن میتاپونتوم اور کروتون میں اس قسم کے سکے نہیں نکلے - ایونز کہتا ہے کہ سنہ ۳۰۰ ق م سے ذرا پہلے لوکانیوں نے میتاپونتوم پر قبضہ کرلیا تھا، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ اس کے ساتھ ہی سنہ ۲۹۹ ق م میں کروتون پر اگاتھوکلیس کا قبضہ ضرور ہو گیا (دیودوروس ۲۱، ۳) - پرھوس کا جاتر تارنتوم میں تھا وہ بھی سکوں سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے پرھوس نے سرقوسہ میں جو سکے ڈھالے تھے اُن کی طرح یہاں کے سکوں پر بھی ہاتھی، زیوس کے سر اور پالاس پروماخوس کی شبیہیں نظر آتی ہیں (ایونز، ۱۴۰-۱۷۰) -

سنہ ۲۷۲ ق م کے بعد بھی تارنتوم میں برابر سکے بننا جاری رہا - ہرقلیہ کی طرح یہ بھی "حلیف بلدیہ" تھا، اور سسرو کی تقریر "بالبوس" ۲۲ کے بموجب اُس کا محالفہ خاص قسم کا تھا جس کی رو سے اُسے سکے بنانے کا اختیار تھا؛ اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ اس اختیار کو کام میں لایا ہوگا اس لئے کہ اس مقام پر سکے پائے گئے ہیں جو زمانۂ بعد میں مسکوک ہونے کے باوجود بھی پرھوس کے سکوں کے نمونے پر بنائے گئے ہیں (ایونز ۱۶۵، ۱۶۹) - ایونز کہتا ہے کہ سنہ ۲۶۸ ق م میں روما نے جو دینار مسکوک کئے اُس کے بعد بھی تارنتوم برابر اپنے سکے بناتا رہا (۱۷۱) - اس زمانے میں تاراس اور رنیاپولس کے سکوں میں ایک قسم کی مشابہت پائی جاتی ہے (ایونز ۱۷۵)، اور اسی قسم کے اسی وزن کی دو درہمیاں تیاتے (تیانوم) میں (جو اپولیہ میں واقع ہے) ملے ہیں (ایونز ۱۷۶) - اسکے برعکس (ایونز ۱۹۳ کے بموجب) سنہ ۲۲۸ ق م میں رومنوں نے حکماً تارنتوم کی سکہ سازی بند کرادی؛ اور اسی زمانے میں دوسرے مقامات پر بھی اُنھوں نے کمپانی "وکتوریاتوس" (تقریباً ۵۲ گرین، اور ہیڈ کی رائے کے بموجب) لصف کمپانی فینقی استاتر کے برابر رائج کردیا، اور سنہ ۲۲۹ ق م میں اپولونیہ اور کورسائرا نے بھی وکتوریاتی

باب ۱۲ کے خلاف جنگ آزما ہوتا ہے تو وہ اُس کی مدد کے لئے جہاز مہیا کرتے ہیں۔ ان بلدیات کی خود مختاری کا ثبوت اُن کے حق پناہ سے ہی نہیں بلکہ اُن کی سکہ سازی کے اختیار سے حاصل ہوتا ہے، چنانچہ وہ چاندی اور تانبے دونوں کے سکے ڈھالتے ہیں یں نے اپنے حاشیے یں اس پر مفصل بحث کی ہے

رھے گیوم ۲۷۹ ق م میں روما کے زیر حمایت آگیا تھا، اور اُس نے دیسیوس یوبیلیوس کی سیادت میں ایک لیجن وہاں مقرر کردی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ۲۷۱ ق م میں انھوں نے ایک ترکیب چل کر شہر پر قبضہ کیا اور مسانہ کے مارتی نی کی طرح اُس کو تاراج کیا تھا۔ لیکن رومنوں کا اس شہر پر زیادہ دن تک قبضہ نہیں رہا، اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۷۱ ق م یا ۲۷۰ ق م میں رومن قنصل گینوکیوس نے اُسے باغیوں سے دوبارہ لے لیا۔ اب رھے گیوم نے اپنی آزادی از سر نو حاصل کرلی اور برابر سکے بناتا رہا، اور چونکہ ان کا معیار وہی تھا جو سسلی کے سکوں کا تھا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا مقصد زیادہ تر یہ تھا کہ سسلی کے ساتھ تجارت میں سہولت ہو۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کے نمونے پر اپنے درہم بنانے پڑے۔ (الیونز ۱۹۳)۔ اٹلی میں وکتوریاتی کروتون، لوکیریہ وغیرہ میں ڈھالے جاتے تھے۔

آخر میں تھوڑی ہی ایسا شہر رہ گیا تھا جو سکوں کے معاملے میں تاراس کا اتباع کرتا رہا۔ الیونز ۱۶۷/۱۶۸)۔

رھے گیوم؛ ہیڈ، ۹۵،۷۶–۵۰ اور ۸ گرین والے سکے ۴ اور ۱/۲ ۱ اشرفی کے ہیں۔

لوکری؛ ہیڈ ۸۹،۸۸؛ تصویر ۵۹ ایک استاتر کی ہے جس پر زیوس کا سر بنا ہوا ہے جس کے ایک طرف پستس بتوں کا گھیر اروما کے سر پر رکھتی ہوئی نظر آتی ہے۔

باب ۱۲

لوکری کی تاریخ بھی اُس کے سکوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ ۲۷۷ق م میں لوکریوں نے وہ لشکر جو پرھوس نے اس شہر کی حفاظت کے لئے رکھا تھا، نکال باہر کیا، اور گو ۲۷۶ق م میں اُنھیں دوبارہ بادشاہ اپیائروس کا مطیع بننا پڑا لیکن بہت جلد اپنی آزادی بھی حاصل کرلی۔ پرھوس نے لوکری میں بعض نہایت نفیس سکے ڈھلوائے، جن کا بیان حواشی باب ۸ میں کیا جاچکا ہے؛ آزاد ہونے کے بعد لوکریوں نے استاتر ڈھالے جن کے ایک طرف زیوس کا سر تھا اور دوسری طرف ایک تشبیہی سر یعنی ایستادہ پستس نشستہ روما کے سر پر پتوں کا گھیرا رکھتی ہوئی نظر آتی تھی۔ واضح ہو کہ زیوس کا سر پرھوسی سکوں والے زیوس کے سر سے بہت کچھ مشابہ تھا۔

جہاں تیسری صدی ق م میں لوکری چاندی کے سکے بنانا بند کردیتا ہے، وہاں اسی زمانے میں بریتی قوم نہایت ہی نفیس چاندی اور سونے کے سکے پرھوسی معیار پر بناتی ہے اور اپنی نفیس طبیعت اور تموّل کا ثبوت دیتی ہے [۵۳] نہ صرف ان کا معیار پرھوسی ہے بلکہ جو شبیہیں اُن پر بنی ہیں وہ بھی پرھوس کے سکوں کی یاد تازہ کرتی ہیں اس لئے کہ وہ پوسیدون اور تھیتس کے (جو اکی لیس کی ماں تھی) مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس قسم کے کثیر و وافر سکوں سے روما سے مکمل آزادی کا پتا لگتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ مدت بعد بریتیوں نے آخر کار روما کا ساتھ چھوڑ دیا۔ گو بریتی اصل میں مُلک کے اصلی باشندے تھے، لیکن تہذیب و تمدن کے اعتبار سے وہ بالکل یونانی تھے۔ ان کا مستقر کونسن تیہ تھا۔ ہمیں ان کے دستور کا علم نہیں نہ یہ معلوم ہے کہ ان کا تعلق مُلک کے چھوٹے چھوٹے یونانی شہروں سے کیسا تھا، جن میں پیتے لیہ، کولونیہ، لوکریہ، تیرینہ اور

۵۳ بریتی؛ ہیڈ، ۷۷، ۷۸، اور ایونز لوکانی؛ ہیڈ ۷۵۔

باب ۱۲ تیمیسہ اُس زمانے میں غالباً ایک نہایت ناکارہ انداز سے موجود تھے۔

لوکانی قوم نے، جس پر یونانیت کا اثر کم تھا، صرف تانبے کے سکّے بنائے۔

سسلی میں ۲۲ سنہ ق م میں، علاوہ رومن صوبے کے ہئے ردن

ـــــــــــــــــــ

سسلی۔ اس زمانے کے سکّوں کی مختصر تاریخ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۰۱؛ مقابلہ کرو "مسکوکیات سرقوسہ" اور الیونز: "سواران تارنتوم"۔

اگاتھوکلیس، دیکھو اوپر باب ۷۔ عمومیت ۲۸۹ سنہ تا ۲۸۷ سنہ ق م؛ تانبے کے سکّے جن پر زیوس الیوتھے ریوس۔ ہکیے تاس ۲۸۷ سنہ ق م تا ۲۷۸ سنہ ق م۔ سونے کے سکّے جن پر اس کا نام ہے؛ نقرئی سکہ جس پر پرسی فونے کا سر بنا ہے اور دوسری طرف چوکڑی کی شبیہہ ہے اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ تانبے کا سکہ جس کی ایک طرف زیوس ہیلے نیوس اور دوسری جانب ایک عقاب گرتی ہوئی بجلی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ ان آخری سکّوں کی ہو بہو نقل مامرتی نیوں نے بھی کی، صرف فرق یہ تھا کہ ان میں زیوس کے سر کو آریس بتایا گیا ہے۔

پرھوس کے متعلق عام بحث کے لئے دیکھو باب ۸۔ اس نے سسلی میں جو روپیہ ڈھالا اُس کی انواع مفصلۂ ذیل ہیں:۔ (۱) وہ سکّے جن پر اس کا نام کندہ ہے؛ ان میں سے تانبے اور چاندی کے سکّوں کے ایک طرف کھلے بالوں والی پرسی فونے جس کی نقل ہکیے تاس کے سکّوں سے کی گئی ہے اور دوسری طرف لڑتی ہوئی اتھینے نظر آتی ہے۔ ان سکّوں کی نوع مقدونوی ہے۔ نقرئی سکّوں کا وزن ۸۰ گرین تھا۔ علاوہ ازیں مفصلۂ ذیل سکّے بھی پرھوس ہی کے زمانے کے ہیں: طلائی:۔ ایک طرف پرسی فونے اور دوسری طرف "گھوڑوں کی جوڑی" ہیڈ: دو سکہ جات سرقوسہ، تصاویر ۱۰ و ۹؛ مسی: ایک طرف پرسی فونے کا سر، دوسری جانب شاہ بلوط کے گھیرے میں مشعل؛ تصاویر ۱۰-۱۱، اور دوسری نوع کے سکّے کے ایک طرف ہرقل کا سر اور دوسری جانب لڑتا ہوا پالاس۔

کی سلطنت بھی تھی جس میں جزیرے کے مشرقی ساحل کا ایک بڑا حصہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہرقل کا سر مقدونوی نوع کا ہے؛ پرھوس نے ایرکس کی فتح کے بعد ورزشی کھیل قائم کرکے ہرقل کی یادگار قائم کی؛ پلوٹارک: "پرھوس ۲۲؛ دیودوروس ۲۲، ۱۰۔

ہیئے رون دوم۔ ہیڈ کے بموجب اسکے طلائی سکے: ایک طرف پرسی فونے کا سر دوسری جانب لفظ "ہیئے رونوس" مع جوڑی کے۔ نقرئی:- (۱) ایک طرف "ہیئے رونوس"، پالاس کا سر، دوسری جانب پیگاسوس؛ وزن وہی جو پرھوس کے سکوں کا ہے یعنی ۹۰۔ (۲) ایک طرف "بازی لیوس ہیئے رونوس" بغیر ڈاڑھی کے، ایک طرف، جوکڑای دوسری طرف؛ ۴۳۲ گرین = ۳۲ لترائے۔ (۳) الفاظ "سیراکیوزیوں کے گیلونوس"، بے ڈاڑھی کا سر، دوسری جانب جوڑی؛ ۸ لترائے؛ ایک طرف سر دوسری طرف گرتی بجلی پر عقاب"؛ ۴ لترائے بعض سکوں پر XII بھی کندہ ہے۔ (۴) الفاظ "بازی لیساس فلیستی زدوس" مع ملکہ فلیستس کے سر کے (جس کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی"، ۲، ۴۹۱) جس طرح پرھوس کے سکوں پر فتیہ اور فلادیلفوس کے سکوں پر ارسی نوے کی نقاب پوش شبیہہ ہے اسی طرح اس ملکہ کے چہرے پر بھی نقاب ہے، اور سکے کی دوسری طرف گھوڑوں کی ایک جوڑی نظر آتی ہے۔ یہ سکے ۱۶، ۱۸ اور ۵ لترائے کے ہیں۔ (۵) سونا اور چاندی:- ان پر لفظ "صقیلیوتون" کندہ ہیں، جن سے مراد اغلباً تیتون، ہیلوروس، اکسائے، میگارا، لیونتی نی اور تورومےنیوم سے ہوگی۔ ان سکوں پر جو شبیہیں ہیں وہ قابل لحاظ ہیں، یعنی سب سے وزنی سکوں پر خود ہیئے رون کی تصویریں، ان سے ہلکوں پر اس کی بیوی کی، اس کے بعد کے سکوں پر اس کے بیٹے کی اور تانبے کے سکوں پر خود اس کی شبیہیں بنی ہیں۔ ہیئے رون اور بطلیموس کے سکوں کے معیار کی مشابہت دلچسپی سے خالی نہیں۔ مقابلہ کرو امہوف کے خیالات اس کی کتاب "شبیہوں کی تصاویر" Portrætkopfe ۲۱ میں۔

باب ۱۲

اور مسانہ کے یامرتینی شامل تھے۔ سیرقوسہ کے علاوہ ہیئے رون شمال میں لیون تینی، میگارا، اور تورومے نیوم اندرون ملک میں آکرائے اور جنوب میں نیتون اور ہیلوروس پر قابض تھا۔ وہ اُس زمانے کے حسب حال اور ایک ہوشیار حکمراں تھا اور اسکے ہر ایک سے اچھے تعلقات تھے۔ اُس نے ہر طرح سے رومنوں کی خدمت کی، اور اُس کی حیثیت مغرب میں بجنسہ وہی تھی جو مشرق میں اتالوس کی تھی۔ لیکن قرطاجنہ سے بھی اُس کے تعلقات بُرے نہ تھے، اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کے نزدیک ان دونوں مملکتوں کے امن وامان کے تعلقات خود اُس کے وجود کی گویا ضمانت تھی۔ ساتھ ہی اُس نے مشرقی ممالک، مصر و رھوڈز کے ساتھ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہیئے رونیموس نے سونے، چاندی اور تانبے کے سکے ڈھلوائے جن کے ایک طرف خود اُس کا سر اور دوسری جانب پردار گرتی ہوئی بجلی کندہ تھی۔

عمومیت (۲۱۵–۲۱۲ ق م) کے زمانے میں اتنی انواع کے سکے بنے کہ ہم یہاں تفصیل درج نہیں کر سکتے؛ دیکھو ہیڈ: "سکہ جات سرقوسہ" تصاویر ۱۲ تا ۱۳۔

ہیئے رون کے سکوں سے مصر کے تعلقات ظاہر ہوتے ہیں؛ ہیڈ: "سرقوسہ" ۷۲۔ ہیئے رون کی حکومت کے خصائص، پولی بیوس ۷، ۸۔ اسکے تعلقات ممالک غیر سے: اولمپیا، پوسانیاس ۶، ۱۲، ۲ تا ۴؛ ۶، ۱۵، ۶۔ روما، دیودوروس ۱۵، ۱۴، ۱۔ لیوی ۲۲، ۲۱؛ Plut. Marc. ۸؛ مصر، جہاز، Althen ۵، ۲۰۹۔

تورومے نیوم: سکے؛ ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" ۱۶۶۔ ۹۰ گرین کے سکے جنھیں ہیڈ آٹھ اوبول کہتا ہے ("تاریخ سکوکیات" ۶۰) جو بریٹیوں میں بھی پائے گئے ہیں اور رھے گیوم کے قریب اور اکراگاس میں ملے ہیں (ہیڈ ۹۵)۔

رومن ایسے شہروں کو بھی تانبے کے سکے بنانے کی اجازت دیتے ہیں جہاں پہلے کہیں دار الضرب نہیں تھا۔

مساوات کے اصول پر اچھے تعلقات رکھے۔ غالباً اگاتھوکلیس نے بطلیموس اول کی سوتیلی بیٹی تھیوکسینہ کے ساتھ شادی کی تھی، اور اسلئے دونوں ممالک کے تعلقات اچھے تھے۔ جب مصر میں ایک سال قحط پڑا تو ہیئے رون نے اناج بھرا ہوا جہاز روانہ کیا جس کا مفصل بیان اتھے نائیوس نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ سرقوسہ کے سکوں سے بھی اس کے اور مصر کی دوستی کا پتا لگتا ہے، اور اسکندریہ اور سرقوسہ کے ذہنی اثرات کا جو ایک دوسرے پر پڑتے تھے، تھیوکری توس کے اشعار سے پتا چلتا ہے جن پر باب ۱۴ میں بحث کی جائے گی۔ ہیئے رون کے رھوڈز کے ساتھ بھی دوستانہ تعلقات تھے، اور جب اولمپیاد ۱۳۸ (۲۲۷ قم) میں اس جزیرے کو زلزلے نے تہ و بالا کر دیا تو اس نے روپے پیسے، کلوں، محاصل درآمد و برآمد کی کمی وغیرہ کے ذریعے سے اس جزیرے کو مدد پہنچائی۔ زمانہ حال میں سسلی میں بہت سے ایسے برتنوں کے دستے ملے ہیں جن میں رھوڈزی شراب ملک میں آئی تھی اور جن پر رھوڈزی نشان بنائے ہوئے تھے، اور اس سے سسلی اور رھوڈز کے درمیان رسل و رسائل اور تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ ہیئے رون نے اپنی سلطنت پر نہایت نرمی سے حکومت کی اور شاہی اقتدار کے ظاہری ٹیم ٹام کی زیادہ پروا نہیں کی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت بھی جب سسلی پر رومن حکومت قائم ہو گئی اس وقت بھی ہیئے رون ہی کے قانون "عشر" کا ہی نفاذ ہوتا رہا، اور اس سے اس جزیرے کے مرکزی کاروبار یعنی زراعت سے ہیئے رون کو جو دلچسپی تھی اسکا اظہار ہوتا ہے۔

یونان میں دو اہم مملکتیں اور دو لیگیں نظر آتی ہیں یعنی ایتھنز، اسپارٹا، ایتولی لیگ اور اکائیائی لیگ۔

اسپارٹا کی حیثیت افسوسناک ہے۔ اس کی فطری ارتقا میں

باب ۱۲

باب ۲۱

خلل پیدا ہو گیا ہے۔ اُس نے اپنے سیاسی نقائص کا انسداد کرنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے یونانیوں نے مقدونیہ کی مدد سے محض رشک وحسد کی بناء پر اسے اس نہایت قابل تعریف کوشش سے باز رکھا تھا۔ چونکہ اسپارٹا کے لئے زندہ رہنا ناممکن تھا اور مرنا بھی مشکل تھا اس لئے وہ خود اپنے لئے اور یونان کے لئے ایک بارِ گراں ہو گیا۔

اس کے برعکس ایتھنز اپنے دائرۂ اقتدار کو عاقلانہ طور پر محدود کر کے اپنی قدیم قوّت کو قائم رکھتا ہے[۵]۔ وہ یونان کے معاملات

---

[۵] اسپارٹا۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ تیسری صدی ق م میں یہاں شاہی سکّے ڈھالے جاتے تھے۔ وہ سکّے جن کی بابت ہمیں معلومات حاصل ہے اور جو حال ہی میں منکشف ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں: آریوس کی چودرہمی، ہیڈ، تاریخ مسکوکیات، ۳۶۴۔ حال ہی میں نابس کی ایک چودرہمی ملی ہے جس پر لفظ "نابیوس" کندہ ہے۔ جریدۂ مراسلات یونان Bull. Corr. Hell. سنہ ۱۸۹۱ء، ۴۱۶؛ لامبروس "اناگرانے" ایتھنز سنہ ۱۸۹۱ء۔ ممکن ہے کہ بعض کی چودرہمیاں جنھیں بومپولس، دوسون کی طرف بحیثیت حکمران اسپارٹا منسوب کرنے کی طرف مائل تھا (دیکھو ہیڈ ۳۴۶) کلیومنیس کی ہوں۔

ایتھنز۔ پولی بیوس (۵، ۱۰۶) یوریقلیدیس اور میکیون کے عہد میں اس شہر کی حالت پر مخالفانہ حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دونوں ہر بادشاہ کی چاپلوسی کیا کرتے تھے۔ اس رائے کا ہرمان ٹومزر (ص ۱۳۵) نے اعادہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں طمّاع خطیب تھے۔ یہ بالکل خلاف حقیقت ہے۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فیلقوس نے بالآخر انھیں زہر دلوا دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایسے حکمران کی چاپلوسی نہیں کی جو سب سے طاقتور اور ایتھنز کیلئے سب سے خطرناک تھا، اور اس انجام سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے حب وطن کا ناقابلِ تردید ثبوت دیا۔ عام صورت حال کا صحیح اندازہ کر کے،

باب ۱۲

کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے، اور ایتولی و اکائیائی لیگوں میں شامل نہیں ہوتا بلکہ ان کی بجائے پرگامم اور رھوڈز کی صلح کُل لیگ سے دوستانہ تعلقات قائم رکھتا ہے۔ اس طرز عمل کی ابتدا یوریقلیدس اور ملکیون برادران سے ہوتی ہے، چنانچہ فیلقوس شاہ مقدونیہ نے انھیں زہر دلوا دیا۔

لیگوں میں ایتولی لیگ قدیم ترین ہے۔[۶] اس قوم کی تاریخ کا کئی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ انھوں نے مصر کے ساتھ پرانے تعلقات کی تجدید کی؛ دیکھو پلوٹارک: "اراتوس" ۴۱۔ ان کے نام سکوں پر؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۳۱۹؛ مگر غالباً جن لوگوں کی شبیہہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ان دو مشہور لوگوں کے جانشین ہوں گے قبیلوں کے نام ہراں تومزرکم ۱۳۵؛ گلبرٹ ۱ (۲) ۲۲۳۔

۶ لیگیں۔ حال کے مورخ: ا۔ فریمین: "تاریخ حکومت وفاقیہ" A. Freeman: History of Federal Government. جلد ا، لندن ۱۸۶۳ء؛ اشاعت جدیدہ ۱۸۹۳ء۔ و۔ فیشر: "تحقیقات" W. Vischer: "مکتوبات مختصر" جلد ا۔ Abh. in Kleine Schr م۔ دیوبوا: "ایتولی و اکائیائی لیگیں" M. Dubois: Les Ligues étolienne et achaéen پیرس ۱۸۶۴ء۔

ایتولیوں کے لئے دیکھو گلبرٹ ۲، ۲۱/۳۲، اور برانڈشٹاٹر Branslatter کی وہ تحریریں جن کا وہاں اقتباس دیا گیا ہے (" ایتولی لیگ کی تاریخ Gesch. desaito aitol. Landes ۱۸۴۴ء؛ کون: " قیام بلدیات قدیمہ" Kuhn: Enstehung der Staedte der A lten صفحہ ۸۷ وغیرہ۔

اکائیائیوں کے لئے گلبرٹ ۲، ۱۰۴/۱۲۳، اور ہیل ونگ Hellwing ۱۸۲۹ء، مرلیکر ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۷ء (مرلیکر Merlekcir نے جنگ کلیومنیس کی بابت بھی لکھا ہے)؛ وانر Wahner ۱۸۵۴ء، دے نرٹ Weinert ۱۸۸۱ء بیئے یر: "مطالعات لیگ اکائیہ" Baier: Stud: Z ach. Bundesverf ورتزبرگ ۱۸۸۶ء؛ ہماتی پے "مسائل" ۱۷۶/۱۸۶؛ بوسولٹ: "قدیمیات یونان" Busolt: Gr. St

باب ۱۷

مرتبہ حوالہ دیا جا چکا ہے۔[۵۵] خیرونیہ کے میدان میں وہ فیلقوس کے حلیف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اشاعت دوم، سنہ ۱۸۹۲ء صفحہ ۲۷، ۴۴ وغیرہ؛ تیبو پفر: "اکائیہ" پاؤلی کی محیط المحیط میں؛ ایتولیوں کے لئے اسی محیط میں دِلکن Wilcken کا مضمون جلد ۱، $\frac{1115}{1127}$۔

۵۷ ایتولی۔ دیمتریوس فتیہ کا تہوار ایتھنز میں مناتا ہے (پلوٹارک: Dem. ۴۰)، اس لئے نہیں کہ ڈرواۓسن کے مفروضے کے مطابق ایتولیوں نے یونانیوں کو دیلفی آنے سے روکا تھا، جس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس ان کا مقصد تو یہ ہوگا کہ ان کی صدارت میں یہ تہوار بخیر و خوبی ختم ہو، اور اس کی اصلی وجہ یہ ہوگی کہ دیمتریوس کسی بہانے سے اپنے آپ کو ممتاز کرنا چاہتا تھا۔

ایتولیوں اور بیوتیوں کے باہمی تعلقات: دیکھو اوپر باب ۱۰۔

امفکتیونوں کی طرف سے آریوس ایتولیوں کی مخالفت کرتا ہے؛ یوستی نوس ۲۴، ۱؛ ڈرواۓسن ۲، ۲، ۲۴، ۲۲۵، فون ولاموونز ۲۵۹۔ لیکن ایتولی امفکتیونی لیگ پر قابو یافتہ تھے۔ آریوس اسپارٹا میں مقدونوی مفاد کی نگرانی کرتا تھا (دیکھو اوپر باب ۹) یہ غالباً امفکتیونیوں میں مقدونوی گروہ کی اس کوشش کا ایک مظاہرہ تھا کہ ایتولیوں کو لیگ میں جو رتبہ حاصل تھا اس سے محروم کردے؛ دیکھو اوپر باب ۲، حاشیہ ۲۳۔

ایتولیوں اور امفکتیونی لیگ کے باہمی تعلقات: لیوڈرز: "ڈیونی سی نقاشش" Luders : Die dionysichen Kuenstler ۸۳، ۱۱۲، ۱۱۳۔

لیگ میں ایتولیوں اور گوناتاس کا اکائیوں کا مدمقابل بننا؛ پولی بیوس ۲، ۴۳، ۹؛ ۴، ۳۴۔ اگر ایتولی لیزی ماخیہ، آۓ نوس اور مارونیہ کے حلیف تھے (پولی بیوس ۱۵، ۲۳، ۱۷، ۳) تو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس محالفے کا منشاء مقدونیہ کی مخالفت تھی اور اسی لئے فیلقوس ان مقامات کے پیچھے پڑا تھا۔

ایتولی تمارخوس ایونیہ میں لڑتا ہے؛ پولیاۓنوس ۵، ۲۵ Front. ۳، ۲، ۱۱۔

تھے، لیکن جب انھوں نے اوئے نیاداے پر سکندر کی خواہش کے خلاف اس پر قبضہ کرلیا (جلد ۳ باب ۴۶) تو وہ اس فعل سے مقدونیوں سے برسرپیکار ہو گئے اور ایتھنزیوں سے قریب تر ہو گئے، چنانچہ جنگ لامیہ میں وہ ایتھنزیوں کے حلیف تھے اور یونانیوں میں وہی ایک قوم تھی جنھوں نے انتی پاتر کے سامنے سرتسلیم خم نہیں کیا۔ انھوں نے کاساندر کے خلاف پولیس پرخون کا ساتھ دیا اس لئے کہ وہ ایتولیہ کے قریب ہی کے پہاڑی علاقے کا باشندہ تھا، اور ۳۰۵ق م تک ان کی قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایتھنزیوں کے ہمنوا ہو کر انھوں نے دیمتریوس کو پیام بھیجا کہ اس کے لئے یونان آنا اور کاساندر کی زیادتیوں کی مدافعت کرنا رھوڈز کے محاصرے سے بدرجہا بہتر ہو گا۔ لیکن جب دیمتریوس نے یونان کے بیشتر حصے پر قبضہ کرلیا تو ان میں اور اس میں جو اچھے تعلقات تھے ان کا خاتمہ ہو گیا۔ اس وقت ایتولی لوکرس اور فوکس تک کے گویا مالک تھے، اور ان کے قبضے میں دیلفی تھا؛ جس کی وجہ سے دیمتریوس کو ایک بہانہ ہاتھ آیا (باب ۲) اور اس نے فتیہ کو ایتھنز منتقل کر دیا جہاں سے وہ ان کے سرپرست ہونے کا دم بھر سکتا تھا۔ ۲۸۹ق م میں ایتولیہ دیمتریوس اور اس کے مدمقابل پرھوس کے باہمی نزاعات کا میدان بن گیا۔ دیمتریوس نے ایتولیہ پر حملہ کر دیا اور جب وہ ایپائروس کی طرف چلا تو اپنی جگہ اپنے سپہ سالار پانتوخلیس کو چھوڑ دیا۔ اب پرھوس نے نمودار ہو کر اس پانتوکیس کو شکست دیدی۔ کیرانوس کے سلیوکوس کو قتل کرنے کے بعد ایتولیوں نے گوناتاس کو مقدونیہ پر قبضہ کرنے میں مدد دی۔ اب آریوس اور ایتولیوں کی عجیب وغریب جنگ آتی ہے، اور غالوی قوم کے یونان میں گھس آنے کے بعد ایتولیوں کا طرز عمل اور حیثیت صاف ہو جاتی ہے:

باب ۱۲

وہ تھرمویلی کی دشمن کے حملوں سے حفاظت کرتے ہیں اور امفکتیونی لیگ کے مسلم محافظ بن جاتے ہیں، اور اسی حیثیت سے سوتیریہ کے جدید میلے کا آغاز کرتے ہیں جسے باقی تمام یونانی بھی تسلیم کر لیتے ہیں۔ ۲۲۷ق م میں موکوسی شاہ سکندر اکارنانیہ کا کچھ حصّہ خود لے لیتا ہے اور کچھ ایتولیوں کو دے دیتا ہے۔ چونکہ اب وہ دیلفی، تھرمویلی اور نئوپاکتوس جیسے اہم نقاط پر قابض تھے اس لئے یونان میں اُن کی حیثیت نہایت ارفع و اعلیٰ تھی اور جب بیوتیہ بھی اُن کی لیگ میں شامل ہو گیا تو اس میں پہلے سے بھی اضافہ ہو گیا، لیکن بیوتیہ کا شمول مستقل نہیں رہا۔ پولی بیوس کہتا ہے کہ اکائیائیوں کو زیر کرنے کی غرض سے اُنھوں نے گوناتاس کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا، اور امتداد زمانہ سے اُن کا حلقۂ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اُنھوں نے نہ صرف اپنے یک جدی باشندگان ایلیس کو مغلوب کیا، بلکہ فگالیہ، تگیہ، مین تی نیہ، اور خومینوس اور جزیرۂ کیفالے نیہ کو فتح کر لیا، اور آخر الامر جزیرۂ کیوس، لیزی ماخیہ اور خالکدون بھی انکی لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۲۲۰ق م میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا مصر کے حلفاء میں شمار ہے۔ ان کے اثر کی اس عظیم الشان وسعت سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر پر بھی اُن کی قوت بڑھی ہوئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی بحری قزاقی مشہور آفاق تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف رضاکارانہ بیڑے سے اُنھوں نے اپنی قوّت کو بڑھایا، چنانچہ جب لیگ کے اعلےٰ عہدہ دار چاہتے اس سے اپنی بے تعلقی کا اعلان کر دیتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ایتولی لیگ کا دستور کیا تھا؟ خارجی امور مثلاً مختلف عہدوں، مجالس مباحثہ ورائے دہی کے ناموں سے ہم بخوبی واقف ہیں، لیکن ایک امر ایسا ہے جس سے ہمیں کماحقہٗ واقفیت حاصل نہیں ہے، وہ یہ کہ آخر لیگ کے احکام کا منتقذ کیا تھا؟[۵۸] لیگ

۵۸ فریمین کی رائے کے مطابق ایتولیوں کے دستور کا مقابلہ سوئیزرستان کے

باب ۱۲

کا اعلیٰ ترین عہدہ دار استراتے گوس تھا، اور اس کے علاوہ ایک هپارخ، ایک گراماتیوس اور ایک تامیاس تھے۔ غور کنندہ اور رائے دہندہ مجالس میں سے ایک الوکلے تو سے، ایک سونیدریون یابولے اور ایک کوئے سونودوس، ایک پان ایتولیکون یا مجلسِ اقوام ایتولیہ تھی، جو ہر سال نقطۂ اعتدال ربیعی کے بعد ماہ تھرمون میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ قدیم دستور سے کیا جاسکتا ہے، جس میں ان مقامات کو بھی کچھ حقوق حاصل تھے جن کا مختلف اجزائے وفاقیہ سے تو گہرا تعلق تھا لیکن جن کے حقوق اتنے وسیع نہیں تھے؛ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اسی طرح اکائیائی دستور کا مقابلہ ممالک متحدۂ امریکہ کے دستور سے کیا جاسکتا ہے۔ نیز ایتولی اجیر سپاہی سوئیزرستانیوں کی طرح تھے۔

ایتولیوں کے تعلقات مصر کے ساتھ نہایت عمدہ تھے۔ پولی بیوس ۴، ۳۰۔

بعض مصنف کہتے ہیں کہ ۳۳۸ ق م جیسے بعید زمانے میں ایتولی امفکتیونی لیگ میں شامل ہو جاتے ہیں، لیکن بعض کے نزدیک وہ ۲۷۰ ق م تک شامل نہیں ہوتے۔ اکائیائی ایتولیوں کے امفکتیونی معاملات میں مداخلت کی شکایت کرتے ہیں؛ پولی بیوس ۴، ۲۵۔

ایتولی ان ریاستوں کی جو خود اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوتیں، حمایت کرتے ہیں۔ لیکن فی الجملہ ان میں بربریت پائی جاتی ہے۔ مقابلہ کرو پولی بیوس کتاب ۴۔ فیلقوس اپنے دشمنوں ایتولیوں کے خصائص بیان کرتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۴، ۵۔

ایتولی خود اجیر سپاہی ہیں لیکن اکائیائی اجیروں کو اپنی فوج میں بھرتی کرتے ہیں؛ ایک طرف دولت ہے دوسری طرف زور۔

نفیس نقرئی سکے؛ ہیڈ، "تاریخ مسکوکیات" ۲۸۳؛ ان پر صرف "ائے تولون" کندہ ہے اور کسی خاص مقام کا نام نہیں ہے۔ انواع: مقدونیوں اور غالویوں پر جو فتوحات حاصل ہوئیں انکے حوالے۔ گارڈنر: "انواع" صفحہ ۲۲۵، ۱۰؛ تصویر ۱۲، ۴، ۲، ۴۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ وہی اقوام سکوں کی خوبروئی پر زور دیتی ہیں جو سب سے کم متمدن اور تہذیب یافتہ ہیں، جیسے کریٹی اور ایتولی؛ اسکے بالکل برعکس ایتھنزی ہیں۔

باب ۲۱

جمع ہوتی، جنگ وصلح کے مسائل طے کرتی اور لیگ کے عہدہ داروں کا انتخاب کرتی۔ بولے اس سے ذرا زیادہ مختصر مجلس ہے: ایوسیا توئے سے مراد یا تو سی نیدروئی کی جماعت ہوگی ورنہ اس کی کوئی ذیلی مجلس لیکن وہ کون لوگ تھے جنھیں لیگ کی جمعیت میں رائے دینے کا حق حاصل تھا؟ بلاشبہہ وہ ایتولی ہی ہوں گے، لیکن کیا یہ حق صرف ان ہی تک محدود تھا؟ اور جب لیگ حدود ایتولیہ سے باہر تک پہنچی تو عام صورت حال کیا تھی؟ اس توسیع کا مظاہرہ خود ایتولیوں نے ایک نہایت ممتاز طریقے سے کیا یعنی ان میں اور ڈیلفی کی امفک تیونی سے اس قدر مطابقت ہوگئی کہ علاوہ تھرمون والی پان ایتولیکوں کے بعض مرتبہ ایتولی جمعیت کا کام تھرمو پلی یا ڈیلفی والی مجالس ارکان امفکتیوں سے لیا جانے لگا بعد ازاں پیلو پونیز کی مملکتیں، دور و دراز کے جزیرے اور ہیلیس پونت کے بلدیات بھی لیگ میں شامل ہوگئے۔ ان ارکان کے حقوق کیا کیا تھے؟ کیا وہ بھی تھرمون والی مجلس میں حصہ لیتے اور رائے دیتے تھے؟ کیا لیگ نے ان کے فرائض کا تعین کر دیا تھا، اور وہ فرائض کیا تھے؟ آجکل عام خیال یہ ہے کہ توسیع شدہ ایتولی لیگ کا واحد مقصد یہ تھا کہ بیرونی حملے سے حفاظت کیلئے ایک طرح کا مخالفہ قائم کیا جائے یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان ریاستوں کو خود ایتولی بحری قزاقوں اور ڈاکوؤں سے جو خطرہ تھا اس سے وہ مامون و محفوظ رہ سکیں۔ ایسی حالت میں دور و دراز حصہ جات یونان کے ارکان کو اندرونی ایتولی معاملات میں رائے دینے کا حق نہیں ہوگا۔ مگر اس کے بعد بھی سوال باقی رہتا ہے کہ آیا تمام غیر ایتولی اسی ایک زمرے میں آتے تھے؟ اور آخر الامر کون کون سے اجزائے لیگ کے مباحث میں حصہ لینے کے مختار تھے؟ شائد ان ہی ریاستوں کو اس کا اختیار ہو جو اقلیم یونان کے وسط میں ہوں۔ بہر حال

باب ۱۲

ہمیں ان سب امور کا علم نہیں۔ لیکن اغلب امر یہ ہے کہ اگر لیگ کی مجلس تھرموپلی میں منعقد ہوتی تو کم سے کم ان سب ارکان کو جو وسطی یونان میں رہتے تھے، رائے دہی کا حق ہوگا، بلکہ قیاس یہ بھی چاہتا ہے کہ ایسی جمعیت کا مقصد ہی یہ ہوگا کہ لیگ کی توسیع شدہ شکل کے معاملات پر بحث و مباحثہ کرے۔

ایتولی لیگ کے علاوہ اکائیائی لیگ ایسی ہے جس نے تاریخ میں سب سے زیادہ حرکت پیدا کی ہے[۵۹] ۲۸۰ء ق م میں اس میں صرف چار شہر شریک تھے، لیکن رفتہ رفتہ اس میں پہلے تو اکائیائیہ کے تمام شہر شامل ہوئے، اور ۲۵۵ء ق م میں بجائے متعدد استراتے گوئے کے صرف ایک ہی استراتے گوس رکھا گیا تو اس میں مرکزیت اور قوت پیدا ہوگئی اور جب ۲۵۵ء ق م میں اسمیں سکیون شامل ہوا تو ارض یونان میں اس کا ایک خاص رتبہ پیدا ہوگیا۔ اب اس میں مفصلۂ ذیل شہر شامل ہوگئے، جن میں سے اکثر ارا توس لیگ میں لانے کا باعث ہوا تھا: کورنتھ (۲۴۳ء ق م)، میگارا، تروئے زین، ایپی دوروس، پھر ہیرائیہ اور کلیونائے، ۲۳۳ء ق م میں میگالوپولس، اس کے بعد اکثر آرکیڈی شہر، اور پھر آرگوس، ہرمیونے، فلیوس اور شائد ائی گینا بھی اس میں شامل ہوگیا۔ جوں ہی لیگ نے انتی گونوس دوسون کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا، وہ مقدونیہ کا آلۂ کار بن گئی۔ بعد ازاں تھوڑی سی مدت کے لئے اس میں تمام پیلوپونیز شامل ہوگیا، لیکن ۲۲۰ء ق م میں صورت حال مختلف تھی اور اسپارٹا اب بھی آزاد تھا۔

---

۵۹ اکائیائی۔ اکائیائی لیگ کے قیام کے لئے مقابلہ کرو گلبرٹ ۲، ۱۰۶، حاشیہ ۵۔ ابتدائی چار ارکین کا محل وقوع اقصائے مغرب میں تھا۔ ۲۲۰ء ق م میں ایتولی پاترائے، فارائے، اور تریتیہ ہو کر فنگالیہ جاتے ہیں؛ پولی بیوس ۴، ۶۔

باب ۱۳

اکائیائی لیگ کا دستور ایتولی لیگ کے دستور کے مماثل بلکہ شاید اسی پر مبنی تھا؛ ایتولیوں کی طرح اکائیائیوں میں بھی لیگ

سنہ اکائیائیوں کا دستور - اس کی تعریف و توصیف، پولی بیوس ۲، ۳۸ - لیکن اسکی تکمیل کی نوبت کبھی نہیں آئی؛ فلوپوئے مین نے اس میں تبدیلی کی جس کے لئے دیکھو نیچے، باب ۱۸ - آخر تک بہت سی اہم دستوری نزاعات برپا رہے، اور دستور کو کبھی ضبط تحریر میں نہیں لایا گیا؛ علی العموم تصفیے کا دار و مدار رسم و رواج پر تھا، اور رسم و رواج میں ہمیشہ نزاعات کا امکان ہوتا ہے - گلبرٹ (۲، ۱۱۴) کہتا ہے کہ یہاں کوئی علیحدہ بولے نہیں تھی، لیکن پولی بیوس ۲، ۳۷ میں جو الفاظ ہیں اُن سے یہ ہرگز نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ لفظ "بولیو تائے" سے مراد اراکین جمعیت مقننہ سے ہوگی؛ اور پولی بیوس ۲۲، ۱۰ کے الفاظ سے کیا یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ "بولے" ضرور ایک ذیلی مجلس ہوگی؟ بلا شبہہ وہ مؤلف راہ راست پر نہیں ہیں جو اس فقرے سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مجلس خاص کے ایک سو بیس رکن تھے - آخر میں، چونکہ یونانی وقائع نگار اکثر فنی امور میں غیر درست ہوتے ہیں اس لئے ہمیں مختلف ادارات کے اُصول سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور ایسا کرنے میں یہ استناج جائز ہے کہ اگر ایتولیوں کے یہاں ایک مجلس خاص تھی تو اکائیائیوں میں جو ان سے کہیں زیادہ اعیانیت پسند تھے، ایسی مجلس ضرور ہوگی - اراتوس کی چلت پھرت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضرور ایک ایسی مجلس خاص ہوگی جس کے ساتھ مل کر وہ اپنے منصوبے پورے کر سکتا تھا - گلبرٹ بھی (۲، ۱۱۵) عملاً تسلیم کرتا ہے کہ دس دیمیورگی ایک چھوٹی سی مجلس مباحثہ تھی - بوسولٹ فرض کر لیتا ہے کہ لیگ کی جمعیتیں دو طرح کی تھیں، ایک تو معمولی، جو چھوٹی سی تھیں، اور غیر معمولی، جو بڑی تھیں - بہر حال یہ سب باتیں نہایت تاریک ہیں - اگر پولی بیوس ۴، ۵ وغیرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عہدہ داران لیگ کی اجازت کے بغیر ایتولی بعض مرتبہ چھاپے مارتے تھے، تاہم قرارداد مندرجۂ پلوٹارک: "اراتوس" ۳۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکائیائیوں میں بھی بعض مرتبہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ استراتے گوس کو خود اپنی ہی ذمہ داری پر جنگ آزمائی یعنی چھاپے مارنے کی اجازت دے دی جاتی تھی لیکن اس قسم کی نبرد آزمائی کے اخراجات خود اسی کو برداشت کرنے پڑتے تھے ۔ پلوٹارک کی "ارآتوس" ۲۵ میں جو قصہ نقل کیا گیا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے ۔ ارآتوس شہریوں کی فوج کو آرگوس کے خلاف لے جاتا ہے (مقابلہ کرو پولی بیوس ۴، ۹) لیکن پھر پسپا ہوتا ہے جس پر اکائیائیوں کا مواخذہ ارسطی فوس خودسر آرگوس کے سامنے کیا گیا کہ انھوں نے امن میں خلل ڈالا ہے اور رمین تی نیہ ان پر تیس مینا کے کا جرمانہ کرتا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہری فوج اپنے استراتے گوس کی سیادت میں ایک حلیف پر حملہ آور ہوتی ہے ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسے واقعات پیش آئیں تو پھر جمعیت کے ہونے نہ ہونے سے آخر فائدہ ہی کیا ہوا؟ بعض مرتبہ خود فوج ہی سے جمعیت عوام کا کام نکالا جاتا ہے ۔ جمعیت لیگ کے تفویض اختیارات کے بعد فوج ایک سیاسی حیثیت اختیار کر لیتی ہے ۔ اس صورت حال سے نسبتۂ کم متمدن اقوام مثلاً مقدونیوں اور قدیم جرمانیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جب ہم رومنوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے رائے دہندہ قوم اور مسلح قوم کے مابین ایک صریح فرق نظر آتا ہے ۔

دیوبوا Dubois (۴، ۱۷) پولی بیوس ۲، ۵۸ سے یہ استدلال کرتا ہے کہ لیگ کا کوئی رکن رکنیت سے علیحدہ ہو سکتا تھا ۔ لیکن باب ۵۷ میں جو لفظ "وا ایتھے لون تیس" استعمال کیا گیا ہے اس سے علیحدگی صرف رضامندی سے عمل میں آئی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی اجازت دی گئی ہوگی ۔

اکائیائیوں نے لیگ کے جو سکے ڈھلوائے وہ اپنے حسن میں کچھ زیادہ ممتاز نہیں تھے ۔ چاندی کے سکوں پر حروف "اخ" کندہ ہیں اور تانبے کے دلچسپ تر سکوں پر دو نام نظر آتے ہیں، مثلاً "اخائیون اے ئے تیون"، "اخائیون آگیون"، "دو آ ۔ سکونیوں"، "دو آ ۔ انتی گونیون" (مین تی نیہ) وغیرہ ۔ ہیڈ: تاریخ مسکوکیات

باب ۱۲

اہم استراتے گوس تھا جس کے دس ساتھی اُس کے فرائض میں مدد دیتے تھے جنھیں دمیورگی کہتے تھے؛ ان کے بعد ایتولیوں کی طرح ہپارخ، اس کے بعد ناؤ آرخ کا شمار ہوتا تھا (واضح ہو کہ یہ آخری عہدہ دار ایتولیون میں نہیں تھا حالانکہ وہ اکائیائیوں سے کہیں زیادہ بحری لڑائیوں میں حصہ لیتے تھے)؛ ان سب کے بعد گراماتیوس آتا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایک لوکے بھی تھی، لیکن ہم اس سے واقف نہیں کہ یہ کن اجزاء سے مرکب ہوگی۔ ہر سال دو مرتبہ لیگ کے جلسے ہوتے تھے، اور یہ بات بالکل صاف ہے کہ لیگ کی ہر ایک آخری ریاست کو جلسوں میں رائے دینے کا اختیار تھا۔ لیکن ہمیں اس کا علم نہیں کہ لیگ کے اراکین اپنے خیالات کو کیسے منواتے ہوں گے۔ ہر شہر کو ایک رائے دینے کا حق تھا لیکن یہ رائے کیسے منضبط کی جاتی تھی؟ کیا ہر شہر اپنے مندوب مقرر کرتا تھا، یا ہر شخص جو آسکتا اور آتا وہ جلسوں میں حصہ لیتا اور اس مسئلے پر کہ شہر کی مجموعی طور پر کیا رائے ہو اپنے ساتھیوں سے استفسار کرتا؟ یہ فرض کرنے کے بعد کہ جمعیت کے لئے ہر شہر اپنے قائم مقام منتخب کرتا، یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا ہر قائم مقام اپنی صوابدید پر رائے دیتا یا اسے پہلے سے ہدایات کر دی جاتیں۔ جو حالات ہم تک پہنچے ہیں، اُن کی بناء پر مختلف استدلال کیے گئے ہیں؛ ہمارا خیال ہے لیگ کے جلسوں پر اراکین موقع و محل کی بناء پر عمل کرتے ہوں گے۔ پولی بیوس کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ اکائیائیوں کے قوانین، اوزان، پیمانے، سکے، عہدہ دار، مجالس اور عادل سب مشترک تھے۔ ہم یہ کہتے میں غالباً حق بجانب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ۳۵۱/۳۵۲۔ مقابلہ کرو فہرست سکہ جات اکائیائی لیگ" مولفہ میجر جنرل کلارک، لندن ۱۸۹۵ء۔

باب ۱۲

ہوں گے کہ اکائیائی دستور فی نفسہ اچھا تھا، اور یونان کی سیاسی زندگی میں اس سے ایک قدم ترقی کا اظہار ہوتا ہے؛ لیکن یہ بھی عیاں ہے کہ یہ دستور ہر ایک تفصیلی معاملے میں مکمل نہیں تھا، اور اس کا انطباق ہر معاملے میں صحیح انداز سے نہیں کیا جاتا تھا، حقیقت یہ ہے کہ اس دستور سے جو خوش آیند امیدیں وابستہ تھیں انکو یونانیوں کے مرکز گریز میلانات اور اغیار کی مداخلت سے بڑی بھاری ٹھیس لگی۔ کسی شخص کا انتخاب بطور استراتے گوس مسلسل نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ اراتوس ایک سال منتخب ہوتا اور کوئی دوسرا اگلے سال۔ لیدیاذیس کے انتقال کے بعد جو واقعہ پیش آیا جس کا اعادہ کیا جا چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استراتے گوس کی حیثیت کس قدر عجیب وغریب تھی۔ اکائیائی اے گیوم میں جمع ہوئے اور طے کیا کہ اراتوس کو لڑائی جاری رکھنے کے لئے مزید رقم نہ دیجائے اور اگر وہ لڑائی جاری رکھنا چاہے تو اُس کے اخراجات خود ہی برداشت کرے۔ اس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ بحیثیت استراتے گوس کے اگر اریوس کو جنگ کے آغاز کرنے کا حق نہیں تھا تو کم از کم اُسے یہ حق ضرور تھا کہ اپنی خوشی خاطر جنگ کو جاری رکھے اور ایسی حالت میں مہم کے دوران میں سپاہیوں کو اُس کے احکام کی تعمیل کرنا پڑے گی۔ اگر اکائیائی چاہتے تھے کہ استراتے گوس کوئی ایسا کام نہ کرے جو اُن کی خواہش کے خلاف ہو تو وہ روپیہ منظور کرنے سے انکار کر سکتے تھے، اور یہ زمانہ حال کے دستوری طرز عمل کے عین مطابق ہے۔ اس مشابہت پر اس وقت تک کسی نے غور نہیں کیا۔ ساتھ ہی استراتے گوس کو جو آزادی اپنی صوابدید پر عمل کرنے کی دی گئی ہے اس سے محض ان لوگوں کی سادگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس قصے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی اکائیائی استراتے گوس کے پاس کافی روپیہ ہوتا تو پھر جو جی چاہے کر سکتا تھا؛

باب ۲۱

آراتوس کے پاس بلاشبہہ کافی روپیہ تھا، اور وہ ان تمام رقوم کو جو بادشاہوں کے پاس سے آتا تھا، اجیر سپاہیوں کی تنخواہوں اور غداروں کو رشوت دینے پر صرف کرتا تھا۔ اس طرح ایک متمول چالاک شخص چاہتا تو کسی قسم کی شخصی پالسی پر عمل کر سکتا تھا۔

گو اکائیائیوں اور ایتولیوں کا دستور ایک دوسرے سے مشابہ تھا تاہم دونوں لیگوں کے اصول میں بہت فرق تھا، اور یہ فرق دونوں کے خاص خاص حصوں کی کیفیات کی وجہ سے تھا۔ ایتولی دیہاتی لوگ تھے جن کا ہمیشہ سے ایک مرکز اور ایک لیگ تھی؛ ان کے برعکس اکائیائی شہری زندگی بسر کرنے کے عادی تھے جن کے بلدیات ایک دوسرے سے ممتاز اور آزاد تھے۔ ایتولیوں کو عام طور پر عمومیت کا اور اکائیائیوں کو اعیانیت کا طرفدار سمجھا جاتا ہے، لیکن میں دیوبوا کی رائے سے متفق ہوں کہ یہ رائے واقعات کے مطابق نہیں، گو یہ واقعہ ہے کہ اکائیائیوں پر اپنی تاریخ کے زیادہ تر حصے میں متمول لوگ حکومت کرتے تھے، اور یہ حکم ایتولیوں پر نہیں لگایا جا سکتا، اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اراتوس کی ماتحتی میں اکائیائیوں نے متمول لوگوں سے اشتراکیت پسند کلیومنیس کی مخالفت کرائی۔ فی الجملہ ایتولی ذرا غیر مہذب اور اکائیائی ان سے زیادہ متمدن نظر آتے ہیں؛ ایتولی نتائج کی پروا نہیں کرتے اور جو چاہتے ہیں کرنے میں نہیں چوکتے، اور ساتھ ہی اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا پورا الزام خانگی اشخاص کے سر رکھ دیتے ہیں کہ انھوں نے لیگ کی رضامندی کے بدون فلاں فلاں بات کی ہے؛ اس کے برعکس اکائیائی مختلف امور کو چکنے چپڑے لفظوں اور میٹھی میٹھی باتوں میں چھپا دیتے ہیں لیکن ان کے افعال اور ایتولیوں کے افعال میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔

لیکن یہ ضرور ہے کہ لیگوں کے قیام کی کوششیں نہایت درجہ

باب ۱۲

قابل لحاظ ہیں، اور اس میں شبہہ نہیں کہ مقدونوی اقتدار سے پہلے کے یونانی شاہراہ اتحاد پر اتنے آگے نہیں بڑھے تھے۔

ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ لیگوں کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی پہلے سے کہیں زیادہ ایک دوسرے کے قریب تر آ گئے تھے؛ یہ واقعہ بالکل درست ہے، اور اس کا ثبوت نہ صرف ان لیگیوں کے وجود سے دیا جا سکتا ہے بلکہ اس خاص واقعے سے بھی کہ اگر اراتوس سد راہ نہ بنتا تو اسپارٹا اور اکائیائی مل کر ایک بڑی لیگ بنا لیتے، اور گو بلاشبہہ یہ لیگ بغیر تبدیلیوں کے جاری نہ رہتی لیکن اس کا وجود یونان کے لئے یقیناً نہایت درجہ خوش آیند ہوتا[۱۱]۔

[۱۱] سکندر کے بعد یونانیوں کا ایک دوسرے کیساتھ پہلے سے زیادہ اختلاط؛ دیوبوا ۲۱۳/۲۱۶ -

تیسری صدی ق م میں صورت حال یہ ہے: ایتھنز پہلے کی طرح یونانیوں کی ذہنی تعلیم کا مرکز اور سیاسی آزادی کے حوصلوں کا آماجگاہ بنا ہوا ہے؛ اسپارٹا کی قوت و سطوت اپنے منتہائے زوال کو پہنچ چکی ہے؛ ایتولی نسبتہً کم متمدن مغربی یونانیوں کے اتحاد کا مرکز بنے ہوئے ہیں لیکن اس میں اکارنانی شامل نہیں ہیں اس لیئے کہ وہ ان کے روایتی دشمن ہیں، اور نہ بیوتیہ شامل ہے جس نے اس لیگ کے سامنے کبھی اپنا سر تسلیم خم نہیں کیا؛ رہے اکائیائی تو وہ پیلوپونیز کے ان تمام عناصر کو متحد کر لیتے ہیں جن کی ان کے مقاصد کے ساتھ ہمدردی ہے، جیسے آرکیڈی قوم۔ لیکن مِن تی نیہ، اور خومینوس اور ٹگیہ اکائیائی نو آمدوں کی اطاعت پر تیار نہیں ہوتے، اور نسبتہً حال کا قائم شدہ شہر میگالوپولس اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ کسی نہ کسی کی رہبری میں آگے گامزن ہو، چنانچہ پہلے تو مقدونیہ اور اس کے بعد اکائیائیوں کا کہنا مانتا ہے، اور ویسے بھی وہ محض مجرد اُصول کا پابند نظر آتا ہے۔

باب ۱۲

ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۲۱ء ق م میں اور اس سے پہلے یعنی کلیومنیس کے عروج سے پہلے یونان کی جو حالت تھی وہ ایک ایسی صورت حال کا قدرتی نتیجہ تھی جو اس سے پہلے ہو گزری تھی، اور اس سے صاف استنتاج ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی لیگ کی آیندہ زندگی امن و امان سے نہیں گزرے گی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ۲۲۱ء ق م میں یونان میں چار مملکتیں تھیں یعنی دو لیگیں اور دو فردی مملکتیں۔ ایتولی لیگ میں پیلوپونیز میں وسطی یونان اور ایلس اور اکائیائی لیگ میں پیلوپونیز کا ایک بڑا حصہ اور میگارا شامل تھے؛ لیکن وسطی یونان میں ایتھنز آزاد رہتا ہے اور اس کے ایتولیوں سے نہایت اچھے تعلقات ہیں؛ اسی طرح پیلوپونیز میں اسپارٹا آزاد ہے اور علی العموم اکائیائیوں کا مخالف بنا رہتا ہے۔ حقیقت میں اسی ضمن میں یونانی نسلوں کے سیاسی ارتقاء کی کیفیت صاف ظاہر ہوتی ہے۔ پانچویں صدی ق م میں یونان میں صرف دو ہی اہم مملکتیں تھیں یعنی اسپارٹا اور ایتھنز، اور چوتھی صدی ق م میں تھبز بھی اسی صف میں آگیا۔ بعد ازاں تیسری صدی ق م میں، جب تھبز کی اہمیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو وہ مملکتیں جو ان کے سامنے ہیچ تھیں آگے بڑھ جاتی ہیں اور لیگیں قائم کر لیتی ہیں۔ یہ واقعہ کہ یہ لوگ بھی صف اول میں آجاتے ہیں نہایت درجہ اہم ہے، اور ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ یونان کی ایسی تاریخ جس میں ان لوگوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پولی بیوس ۴، ۹ (دیکھو اوپر باب ۱۰، حاشیہ ۳۱) مقدونیہ کے زیر سیادت جس اتحاد کا ذکر کرتا ہے اس میں اکائیائی، اکارنانی، فوکسی اور بیوتی شامل تھے؛ لیکن ۴، ۵ میں پولی بیوس فوکسیوں اور بیوتیوں کا ذکر نہیں کرتا۔ الغرض دوسون کے مرنے کے بعد اس لیگ کی اہمیت میں ضرور کمی ہو گئی ہوگی۔ پولی بیوس ۴، ۱۳ کے بموجب اس کی جمعیت کی نشست گاہ کورنتھ تھی اور اس کا صدر شاہ فیلقوس تھا۔

باب ۱۲

کے ارتقا پر بحث نہ کی جائے، بالکل نامکمل ہوگی، اس لیے کہ اسکی ترقی سے یونان کی قوت حیات کا بین مظاہرہ ہوتا ہے۔

لیکن ہم اس سے بھی زیادہ کہہ سکتے ہیں، وہ یہ کہ یونان میں سیاسی ادارات کے ارتقاء نے وہی راستہ اختیار کیا جو یونانی قوم کی فطری تقسیم پر مبنی تھا، اس لیے کہ یہ چار مجموعے یا مملکتیں آخر مشہور و معروف قدیم اقوام یعنی دوریانیوں، ایونیائیوں، اکائیائیوں اور ایتولیوں کے قائم مقام ہی تو ہیں! ظاہر ہے کہ ان کے حدود قطعی طور پر متعین نہیں ہیں؛ مثلاً اکائیائی لیگ میں علاوہ ایلیس کے جو ایتولیوں کے اقربا ہونیکی وجہ سے ان سے مل جاتا ہے، پیلوپونیز کی وہ سب ریاستیں شامل ہیں جنھوں نے دوریانی قابو کو تسلیم نہیں کیا۔ کلیومنیس کے زمانے میں آرگوس اور کورنتھ کبھی اکائیائی لیگ کی طرف ہوجاتے ہیں کبھی اسپارٹا کی طرف، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی حالت دوریانی اور اکائیائی قوموں کے درمیان ڈانواڈول تھی، پھر ایتولیوں نے امفکتیونی لیگ کو اپنے مفاد کی خاطر جو ایک جدید قالب میں ڈھالا وہ بھی پرانے دنوں کی یاد تازہ کرتا ہے، اس لیے کہ یہ لیگ آخر وسطی یونان کی چھوٹی قوموں کی ایک وفاقیت ہی تو تھی، اور یہ بالکل حالات اور کیفیات کے مطابق تھا کہ ان حصہ جات یونان میں جہاں دولوپیں اور اے نیانیں کسی زمانے میں ذی اقتدار تھے وہاں کے معاملات میں اب ایتولی ایک نمایاں حصہ لے سکیں۔ اس طرح لیگ ایک طور پر اپنی قدیم صوبہ داری جزریت کی طرف ازسر نو پھر گئی۔

یہ سب باتیں بیان کرنا ہمارے واسطے یہ صاف کرنے کے لیے ضروری تھا کہ تیسری صدی ق م میں بھی ہم یونان کے فطری ارتقا کی پوری منجدھار میں ہیں اور تیسری صدی ق م اور پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے درمیان کوئی اُصولی فرق نہیں ہے۔ تیسری صدی ق م ایتھنز میں

باب ۱۲

کم وبیش قدیمی خصائص نظر آتے ہیں، اور یہی کیفیت اسپارٹا کی ہے؛ اور جہاں اول الذکر متمدن مستقر ہے، آخر الذکر کی حالت غیر متمدن مستقر کی سی ہے۔ اُدھر اکائیائی صوبہ داری شہروں کے باشندوں کے مماثل ہیں اور ایتولی دیہاتیوں کی طرح ارالوس اُس منفصلات کے باشندے کی طرح ہے جس نے بڑے پیمانے کی سیاسیات کو اختیار کیا ہو، اور وہ تاجداروں کی اس قدر عزت کرتا ہے کہ خود سروں اور طبقۂ اسفل کے حملوں سے صاحب جائداد طبقوں کو بچانے میں ان تاجداروں میں سے ایک کی تائید کو نہایت خوشی سے قبول کرتا ہے۔ ایتولیوں کے طرز عمل میں ناشائستہ سختی نمایاں ہے اور اکائیائیوں کی حکمت عملی محدود اور ذہنی افق اور چالاکی پر مبنی نظر آتی ہے۔

چوتھی صدی ق م سے تیسری صدی ق م تک ارتقار کی کیفیت کی صراحت کے لئے دو باتیں اور کہنی ہیں۔ چوتھی صدی ق م میں بھی ایتھنز اور اسپارٹا کے قریب ایسی یونانی بستیاں تھیں جو محض طوعاً وکرہاً ان دونوں کا حکم مانتی تھیں۔ ان بستیوں میں جو سب سے زیادہ زور دار تھیں وہ دونوں لیگوں میں مل گئیں اور اس کے بعد انھوں نے اپنے پلڑے میں کافی وزن پیدا کر دیا۔ لیکن ایتھنز اور اسپارٹا اب بھی زندہ ہیں، اور ان ہی کی وجہ سے مکمل اتحاد ایک نہایت دشوار معاملہ ہو گیا۔ اگر ایتولیوں اور ایتھنز کے درمیان کسی طرح سے گھرے محالفے کی کیفیت ممکن ہو بھی جائے تو بھی اس کی امید کرنا لاطائل تھا کہ اکائیائی مستقل طور پر اسپارٹا کے یا اسپارٹا مستقل طور پر اکائیائیوں کا دست نگر بن جائے گا۔

اب مقدونیہ آئیے جس کی حالت کی طرف (منجملہ دوسرے امور کے) پانچویں باب میں ناظرین کی توجہ مبذول کی گئی تھی[۱۲] بعض مورخوں کا

[۱۲] منقدونیہ۔ پولی بیوس ۵، ۱۰ کے مطابق انتی گونوس کے خاندان کے افراد

باب ۱۲

کا خیال ہے کہ تیسری صدی ق م میں اس سلطنت کا وجود یونان کے لئے مغتنمات سے تھا، لیکن میں ان کی رائے سے متفق نہیں ہوں۔ چوتھی صدی ق م میں صورت حال ذرا مختلف تھی۔ فیلقوس ولد امین تاس نے یونان کو گزند ضرور پہنچایا، لیکن اس نقصان کا باعث ایک حد تک یہ تھا کہ دیموس تھنیس اور اُس کے فریق کی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُسے ایشیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کا جو حوصلہ تھا اس میں اس کی تائید کرنی چاہیئے، اور اس میں شبہہ نہیں کہ سکندر نے بجائے نقصان کے فائدہ ہی پہنچایا۔ لیکن سکندر کے جانشین یونانیوں کو نقصان ہی نقصان پہنچا سکتے تھے اس لئے کہ وہ ان کے معاملات میں مداخلت کرتے تھے لیکن اس مداخلت کا معاوضہ مطلق کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ ۲۸۰ سنہ ق م سے ۲۲۰ سنہ ق م تک یونان میں اسی قسم کی مداخلت کے خلاف ایک ردعمل نظر آتا ہے۔ انتی گونوس کی اولاد میں ایسے لوگ موجود تھے جن کی ذات کی ہر شخص عزت کرتا تھا، لیکن اس خاندان کے ابتدائی حکمرانوں میں سے ایک میں تو سنجیدگی اور دوسرے میں لہو و لعب کے ساتھ ساتھ فطری قابلیت نظر آتی ہے، اور یہ صورت حال ہمارے لئے غایت دلچسپی کے قابل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تینوں انتی گونوس ہوشمند ہیں، دونوں دیمتریوس، پولیورکی تیس، اور دیمتریوس خوبرو بدرجۂ دو سوئم لہو و لعب کے پرستار ہیں، اور گوناتاس کے بیٹے دیمتریوس کی بابت ہمیں اس قدر کم معلومات ہیں کہ ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فیلقوس اور پرسیوس جسمانی اعتبار سے تنومند نظر آتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اپنے آپ کو سکندر کا "ہم نسل" ثابت کرنا چاہتے تھے، لیکن ہمیں امید ہے کہ یہ استدلال محض اس بیان کی بناء پر نہیں کیا جاتا جو آرین ۷، ۹، ۲ نے سکندر کی زبان سے کرایا ہے؛ یہی وجہ اس خاندان کے آخری بادشاہ پرسیوس کے نام کی ہے اور اسی سبب سے فیلقوس پنجم کے سکوں پر پرسیوس کی شبیہہ کندہ ہے۔

باب ۲۱

ہے کہ اس خاندان میں جسمانی نہیں بلکہ ذہنی زوال پیدا ہو گیا تھا۔ اسکے برعکس مقدونوی قوم میں وہی پہلے کی سی تنومندی باقی تھی اور وہ اب بھی پہلے کی طرح محنتی کاشتکار ہی تھے۔

تھسالوی اب بھی بظاہر خود مختار تھے لیکن جہاں تک اُنھوں نے ایتولیہ کے ساتھ اپنے آپ کو مدغم نہیں کیا تھا وہاں تک اُن کے کان شاہ مقدونیہ کی آواز پر لگے ہوئے تھے[۱۳]۔

کریٹی جمہوریتوں میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہونے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ اور جب پردیسی سپہ سالار کسی کی مدد کے لئے آتے تھے تو اُن کی آمد پر خوش ہوتی تھیں[۱۴]۔ یہ جزیرہ گویا کہ عہدہ داران جنگی کے لئے مستقل تربیت گاہ تھا، اور کوئی شخص جو گھر پر مصروف جنگ نہ تھا اور جسے نامشق ہونے کا خوف تھا وہ اس جزیرے میں آسکتا اور چند روز جنگی خدمت کر کے اپنے آپ کو

---

[۱۳] پولی بیوس ۴، ۶، تھسالویوں کے ساتھ ذرا ہلکا سا برتاؤ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان پر مقدونیوں کا قابو تھا۔

[۱۴] کریٹ کے لئے پولی بیوس ۶، ۴۶۔

رھوڈز اور کریٹ کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھو نیچے، باب ۲۱۔

کنوسوس، کیدونیہ، لیکتوس کے لئے گلبرٹ ۲، ۲۱۷۔

گورتینا کی قلعہ بندی بطلیموس فلوپاتر کے ہاتھوں؛ استرابو ۱۰، ۴، ۶۷۸۔

یہ امر قابل غور ہے کہ بعض کریٹی شہر حالفہ خریمونڈیس میں شریک ہوتے ہیں؛ دیکھو اوپر باب ۹؛ بلاشبہہ یہ مصر کو خوش کرنے کے لئے شریک ہوئے ہوں گے۔

مغربی اور وسطی یونان کے نہایت نفیس سکّے؛ پ. گارڈنر: ''انواع'' تصاویر ۱۱ و ۱۲۔

باب ۱۲

مکمل کر دیتا۔ کریٹ فن حرب کا گویا میدان امتحان تھا جس پر فارغ التحصیل لوگ تجربے کر سکتے تھے۔ آریوس وہاں گیا اور اسی طرح سے سیلاسیہ کے بعد فلوپوئے من نے بھی وہیں کی راہ لی، اور اس کا اتباع اس کے بعد بہت سے دوسروں نے کیا۔ متھرادائیس کا سپہ سالار کنوسوس کی فوج میں گورتینا کے خلاف لڑا۔ جزیرے کے شہروں میں یہ دونوں جنگ جوئی کے لئے ممتاز تھے، اور یا تو ایک دوسرے کے ساتھ ورنہ ایک دوسرے سے مل کر دوسرے شہروں مثلاً کیدونیہ یا لیکتوس سے لڑتے رہتے تھے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ گورتینا کی بطلیموس فلوپاتر نے قلعہ بندی کر لی، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کریٹ کے اندرونی حصے میں مصری حکمران کو کوئی شہر قلعہ بند کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہوگی۔ کیا گورتینا اس کے لئے اجیر سپاہی مہیا کرتا تھا، یا اس نے اتالوس کی طرح (دیکھو باب ۱۳، حاشیہ ۶) رقم کے معاوضے میں ٹھیکہ دار کی حیثیت سے یہ قلعہ بندی کی تھی؟ کریٹی بستیوں، بالخصوص کنوسوس اور ہیئے راپیت نا کے تعلقات رھوڈز کے ساتھ بھی تھے، اور ان دونوں فریقوں نے مل کر بحری قزاقوں کے انسداد کی کوشش کی جن کا زیادہ تر حصہ کریٹ ہی سے آتا تھا۔ ہیئے راپیٹ نا بحری ساحل پر آباد تھا؛ اس نے پرائی سوس کا الحاق کر لیا، جو اس سے ذرا مشرق کی طرف واقع تھا، اور جس کے قبضے میں معتدبہ اراضی تھی؛ چنانچہ دوسری صدی ق م میں یہ کریٹ کا ایک اہم شہر بن گیا۔ اس سے مشرق کی جانب سمندر کے ساحل پر اتالوس تھا جہاں سنہ ۳۰۰ ق م سے سنہ ۲۵۰ ق م تک اسکندری سکے ڈھالے گئے۔

یادداشت

تیسری صدی ق م میں لیگوں کی جو تنظیم کی گئی اس سے پہلے کی وفاقیتوں، مثلاً اٹیکا کی وفاقیت سے بہت آگے قدم بڑھایا گیا۔ لیکن یہ ترقی اتنی واقعات میں نہیں نظر آتی جتنی اُصول میں۔ لیگوں کے انفرادی ارکان کو آزادانہ رائے دہی کا زیادہ حق تھا، مختلف مسائل کا تصفیہ بظاہر رائے دہندہ بستیوں کی کثرت رائے سے کیا جاتا تھا اور نیابتی دستور کے لئے کوشش کی گئی تھی۔ نظریاتی یہ سب بہت اچھی بات تھی، لیکن عملاً صورت حال ذرا مختلف ہو گئی اس لئے کہ اراکین لیگ ہمیشہ اپنے فرائض پورے کرنے کے کوشاں نہیں رہتے تھے، اور جو لوگ استراتے گی مقرر ہوتے تھے وہ بھی اپنے فرائض کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ بعض مرتبہ نیابت چند روز کے لئے معطل کر دی جاتی تھی اور نائبوں کی بجائے خود عموم پر تصفیے کا دار و مدار ہو جاتا تھا، اور بعض مرتبہ استراتی گوس مختار کلی بنا دیا جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ رہبر کی شخصیت ہی فیصلہ کن ہوتی تھی اور اسی سے لیگ کا طرز عمل معین ہوتا تھا (اراتوس، فلوپوئے مین)۔ حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کی نظر میں اشکال دستوری اور الفاظ قانونی کا اتنا احترام نہیں تھا جو

یادداشت

نیابتی ادارات کے مستقل قیام کے لئے لازمی ہے، اور یہی وہ احترام ہے جو قدیم ایام میں رومنوں میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ رومنوں میں ایک بڑی حد تک قانون کی جگہ ذاتی عناصر نے لے لی۔

باب سیزدہم

دنیائے یونان تقریباً ۳۲۲ ق م میں

(۲) دیار شرقی

جو تصویر ہم یہاں بے نقاب کرنے والے ہیں اس کے حصے بغایت متنوع ہیں۔ اس میں جمہوریتیں اور ملوکیتیں نظر آتی ہیں لیکن دونوں کی کیفیت غیر متیقن ہے اور نہ اول الذکر کی آزادی کے مدارج نہ آخرالذکر کے حدود ملکی کا صحیح تعین کیا جا سکتا ہے۔ ان سب پر ایسی اقوام کا اثر پڑا ہے جو یونانی الاصل نہیں اور جو ہمیشہ اُن کے لئے باعث خطرہ رہی ہیں۔ بہت سے ممالک میں تو یہ حکم لگانا بھی دشوار ہے کہ آخر کسی مملکت کا اصلی معنی میں سرے سے وجود بھی ہے اس لئے کہ ذی اقتدار ہمسایوں کے واقعی اثرات میں اور اس مسئلے میں کہ آیا اُنھیں اس قسم کے اثرات ڈالنے کا کوئی حق بھی ہے، بہت کم تطابق ہوتا ہے۔

شمال میں یعنی بوسفورس سے تورک خرسونیز تک (جس کی طرف میں باب ۲۵ میں ناظرین کی توجہ رجوع کروں گا) یونانی عنصر کلیۃً ساحلی شہروں میں نظر آتا ہے، اور گو ان شہروں کو اندرون ملک کے بربریوں سے

باب ۱۳

ہمیشہ دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن فی نفسہ ان قبائل کے قطعی طور پر غیر مہذب ہونے اور یونانیوں پر کسی نوع کا ذہنی دباؤ ڈالنے کے بالکلیہ نااہل ہونے کے باعث یہ شہر اپنی آزادی کو قائم رکھتے ہیں[1]۔ اس کے برعکس مقدونیہ سے بوسفورس کے تھریسی شہر اکثر و بیشتر مقدونیہ، مصر اور شام کے زیرنگیں ہیں لیکن اس سیادت میں استقلال نہیں پایا جاتا۔ بلاشبہ جب فیلقوس پدر سکندر نے ابدیرا پر

---

[1] تھریس۔ دوسری صدی ق م کے قریب مورونیہ اور اائے نوس کی تاریخ کے لئے دیکھو نیچے باب ۱۸۔

تقریباً ۲۲۰ ق م میں لیزی ماخیہ اائے نوس اور رہورونیہ مصری قبضے میں؛ پولی بیوس ۵، ۳۴۔ اس کے بعد لیزی ماخیہ پھر ایتولیوں کا ساتھ دیتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۳؛ اسے تھریسی تاراج کر دیتے ہیں اور اس کا احیا رانطاکوس سوم کرتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۵۱۔

کلائن زورگے: "بحر افشین کے دہانے پر یونانی بلدیات" Kleinsorge: De civ. graec in Ponti ora occ. St. rebus، ہالے ۱۸۸۶ء۔

بیزنطہ کے لئے دیکھو پاؤلی ۱، ۲، ۱۰۲۶ وغیرہ میں فریک (Frick) کا مضمون، اور تیسری صدی کے لئے، خاص طور پر، ۲۶۰۹۔ بیزنطہ غالویوں کو خراج ادا کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۴۶۔ سکہ جات؛ "تاریخ مسکوکیات" ۲۳۰ وغیرہ۔ ۲۸۰ ق م کے بعد ان مقامات میں اٹیکائی معیار کے جو سکے ڈھالے جاتے ہیں وہ سکندری یا لیزی ماخی نوع کے ہیں۔ بیزنطہ اور رہوڈز (پروسیاس) کے مابین جنگ؛ پولی بیوس ۴، ۳۸، ۳۹، $\frac{42}{52}$۔ باب ۵۰ کے مطابق بیزنطی از سر نو پروسیاس کے مقابلے کے لئے تبوئے تیس کو پیش کرتے ہیں (دیکھو اوپر، باب ۹، حاشیہ ۱۰) لیکن تبوئے تیس کا خاتمہ ہی ہو جاتا ہے۔ رہوڈزی اب "سردار بحر" کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں (باب ۴۷)، اور اسطرح الیسقر اطیس کے زاویۂ نگاہ کو اختیار کر لیتے ہیں (یہی کتاب، جلد ۳، تتمہ..)۔ دیکھو نیچے، حاشیہ ۳، اور باب ۲۲۔

باب ۱۳ قبضہ کیا ہے تو اس کے بعد اس شہر میں سکے بننا بند ہو گیا اور اس کے بعد سے اس کا سلطنت مقدونیہ میں الحاق سمجھنا چاہئے؛ لیکن مارونیہ اور اے نوس نے مدت دراز تک نہایت افراط سے سکے بنا کر اپنی آزادی کا ثبوت دیا اور یہی کیفیت تھاسوس کی ہے؛ رہا ساموتھریس، تو اس کی حرمت کی وجہ سے ایک حد تک اس کی خود مختاری قائم رہی۔ سستوس اور لیزبی ماخیہ کو خارجی مدد کی ضرورت تھی، اور لیمنوس وامبروس پر ایتھنزیوں کا قبضہ تھا۔ بیزنطہ کو کلٹوں کے حملے کی وجہ سے نقصان پہنچ چکا تھا، اور اب بھی اسے خراج ادا کرنا پڑتا تھا، جس کی مقدار پہلے تو دس ہزار طلائی سکے تھی جو اسے کبھی کبھی ادا کرنے پڑتے تھے، اور پھر رفتہ رفتہ اسی تالنت سالانہ ہو گیا۔ ۲۲۰ ق م میں بیزنطہ کا خزانہ اس قدر زبوں حالت میں تھا کہ انھوں نے اپنے حلیف یونانیوں کے سامنے دست استمداد پھیلایا اور جب وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا تو یونتوس کے مال پر محصول درآمد لگا دیا۔ اس کا تمام تجارتی ریاستوں پر سخت دباؤ پڑا، چنانچہ ان کی طرف سے رھوڈز نے مطالبہ کیا کہ اس محصول کو منسوخ کر دیا جائے گا، اور بیزنطہ نے انکار کرنے پر اس کے خلاف لڑائی ٹھان لی۔ رھوڈزیوں کی طرف پروسیاس حکمران بتھنیہ تھا اور دوسری جانب بیزنطہ کے دعاوی کا مؤید آتالوس جو اس وقت صرف پرگامم کے ہمسایہ ملک پر قابض تھا، اور سلیوکیوں کا رشتہ دار اکائیوس تھا جس نے عین اس وقت اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن جب رھوڈزیوں نے زر فدیہ دیکر اکائیوس کے باپ اندروماخوس کو اسکندریہ کے محبس سے رہا کرا دیا تو اکائیوس نے انھیں دانت دکھا دئے، اور جو جنگ رھوڈز اور بیزنطہ کے درمیان ہوئی اس میں بیزنطہ کو رھوڈز سے نہیں بلکہ پروسیاس سے اس قدر نقصان پہنچا کہ آخر کار انھیں محصول سے دست بردار ہونا ہی پڑا۔

باب ۱۳

تیسری صدی ق م میں ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل اور ہمسایہ شمالی ساحل والے بلدیات کی تاریخ میں بہت کچھ مدوجزر نظر آتا ہے ۲۰۹

۲۰۹ ایشیائے کوچک، اتالوس اور اکائیوس اور یونانی شہر؛ پولی بیوس ۵، ۷۷۔ یہ شہر "پہلے کی طرح رضامندی کے ساتھ" اتالوس کے قبضے میں آجاتے ہیں۔ ائے گئے کا موجودہ نام نمرود قلعہ سی ہے؛ دیکھو نیچے باب ۲۱ حاشیہ ۶۔ تیمنوس کے لئے دیکھو ریمزے: "تاریخی جغرافیہ" Ramsay : Hist Geog

۱۰۸۔ شاہان پرگامم، ایشیائے کوچک کی شہری زندگی کے محافظ، سلیوکیوں، مصر اور رھوڈز کے مدمقابل۔ انطاکوس سے ایک میدان خریدنے کے موقع پر غلے تارتریں روپے سے پتانے کی مدد کرتا ہے؛ فرنیکل، صفحہ ۱۵۰۔ نیز دیکھو نیچے، باب ۲۱۔ سمرنا؛ مجموعۂ نوشتہ جات یونان C. I. Gr. ۳۱۳۷؛ دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۲۔ ایفی سوس؛ دیکھو اوپر باب ۵، حاشیہ ۱۲۔ تمارنوس وغیرہ۔ باب ۹۔ حاشیہ ۴۔ تقریباً ۲۰۰ ق م میں ایفی سوس کے تعلقات ارادوس کے ساتھ؛ ہیڈ؛ "تاریخ مسکوکیات" ۶۶۷؛ ان دونوں شہروں کے سکندری سکے؛ میولر: "مسکوکیات سکندر اعظم" Mueller : Numism.d'Alex.le.Gr. نیز دیکھو نیچے، باب ۱۷؛ سکہ جات ایونیہ، $\frac{۳۰۱}{۱۹۰}$ ق م؛ "فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ" Cat. Br. Mus., Ionia XLVI XLVII مرتبہ ہیڈ لیزی ماخوس کی اٹیکائی جو درہمیاں سمرنا، ایریتھرائے، ایفی سوس اور مگنیشیہ میں۔ بطلیموسی سکے ایفی سوس میں مختلف بلدیات کی آزادانہ تسکیک نقرہ میں بہت کمی پیدا ہو جاتی ہے، تاہم اس کے نمونے تیوس میں (فینیقی معیار کے)، ایریتھرائے، ایفی سوس، ساموس اور ملطہ میں (رھوڈزی معیار کے)، مگنیشیہ میں (اٹیکائی معیار کے) اور سنہ ۲۵۰ ق م سے سنہ ۱۹۰ ق م تک ملطہ میں (ایرانی معیار کے) پائے جاتے ہیں۔ تیسری صدی ق م تک پری اینے میں سکے نہیں بنتے، اور یہ امر باعث تعجب ہے کہ کولوفوس کافی ذی اقتدار تھا، لیکن اس میں سنہ ۲۵۰ ق م سے سنہ ۱۹۰ ق م تک کوئی سکہ نہیں ڈھالا گیا۔

باب ۱۳

ان کے قانونی رتبے کی جو کیفیت پانچویں باب میں بیان کی گئی ہے وہ اس وقت تک حسب سابق تھی۔ ہرقلیہ، قبرص، لیسماکوس، اور ابی دوس ۲۲۰ ق م میں اتنے ہی آزاد تھے جتنے ۲۷۵ ق م میں؛ ایونی شہر سلیوکی، بطلیموسی، آتالوسی اور انتی گونوسی جھگڑوں میں برابر ملوث رہے، لیکن چونکہ رھوڈز اور مصر ہی کاریہ کے معاملات میں دلچسپی لیتے تھے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے راستے میں زیادہ حائل نہیں ہوتے تھے۔ نہ ایکدوسرے کے دست نگروں پر مظالم ڈھاتے تھے اسلئے کاریہ کا ان جھگڑوں سے نسبتہً کم تعلق تھا۔ ۲۱۸ ق م میں کیمئے سمرنا، فوکیئہ، ائے گئی، تیمنوس اور کولوفون اکائیوس سے آتالوس کیطرف چلے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان شہروں کے آتالوس کے ساتھ پہلے سے تعلقات تھے، اور انھوں نے اکائیوس کے سامنے صرف جبراً و قہراً سر تسلیم خم کیا تھا۔ سمرنا ایک بڑی حد تک سلیوکیوں کا طرفدار تھا اور اُدھر ایفی سوس اور ساموس بطالسہ کی قوت و اقتدار کے مستقر بنے ہوئے تھے اور نہ صرف مصری بیڑے کی قیامگاہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ایفی سوس میں بولس؛ پولی بیوس ۸، ۱۸۔ ایفی سوس اور ساموس میں مصری پڑاؤ؛ ایضاً ۵، ۳۵۔

مغربی ایشیائے کوچک میں مصر کا اثر، وغیرہ؛ پولی بیوس ۵، ۳۴۔

لیوی ۳۳، ۱۹، ۲۰ سے ایشیائے کوچک میں مصر کی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔ باب ۱۹ میں کلکیہ لیکیہ اور سوریہ کے بعض شہروں کو، جن کے نام نہیں دئے گئے، "زیر اقتدار بطالسہ" بیان کیا گیا ہے اور باب ۲۰ میں کاؤنوس، میدنوس، ہالی کارناسوس اور ساموس کو "حلفائے بطلیموسی" کا لقب دیا گیا ہے۔ بطالسہ اپنے حد امکان تک اپنا اقتدار جمائے رکھتے تھے؛ اور نیز: "کتبۂ کنیدوس" Usener : Epigr. von Knidos ۴۹۔

خیوس کی وساطت؛ پولی بیوس ۵، ۲۴؛ لیوی ۲۷، ۳۰۔ ابی دوس کی آزادی اور جرأت؛ ایضاً ۱۶، ۲۹ وغیرہ۔

باب ۱۳ ب

بلکہ ان ہی کو مرکز بنا کر اجیر سپاہیوں کو جمع کیا جاتا تھا۔ خیوس کو جو ۲۱۸ ق م میں رھوڈز اور ایتھنز کے ساتھ مل کر فیلقوس اور ایتولیوں کے بیچ میں پڑا تھا، ان سے زیادہ اختیارات حاصل تھے۔ پولی بیوس نے ان پاروں میں جن میں وہ بطلیموس چہارم سے پہلے کے زمانے میں مصر کی اہمیت بتاتا ہے، ان ہی میں ان حصہ جات ایشیا میں مصر کے اثرات کا بھی ذکر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابتدائی بطالسہ نے کیلے سوریہ اور قبرص پر قبضے کر کے شاہان شام کو یہ تسلیم کرایا کہ ہم شاہان ایشیا و جزائر کے نہایت ذی سطوت ہمسایہ ہیں اس لئے کہ ہم پمفیلیہ سے ہلیس پونت تک کے ساحل تک کے اہم ترین مقامات پر قابض ہیں، اور چونکہ ہم اے نوس، مارونیہ اور ان سے بھی بعید شہروں کے مالک ہیں اس لئے تھریس و مقدونیہ کی صورت حال پر اپنی نظر جمائے بیٹھے ہیں۔ پولی بیوس کے ان فقروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نویں، اور دسویں بابوں میں ادولے والے کتبے اور تھیوکری توس کے سرکاری یا شاعرانہ بیانات میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے۔ مصریوں کا صرف ساموس اور شاید کوس اور بعض چھوٹے چھوٹے جزیروں پر قبضہ ہوگا؛ ایشیائے کوچک میں ان کے قبضے میں ساحل کے صرف تھوڑے ہی سے مقامات تھے اس لئے کہ یہاں کے جو اہم بستیاں تھیں وہ اُنکے حلیف تھیں دست نگر نہیں تھیں۔ الغرض چونکہ ابھی نیا ایک امن پسند ملک تھا اس لئے بحیرۂ اسود کا راستہ کھلا ہوا تھا؛ لیکن مقدونیہ اور شام دونوں نے اس پر قابو حاصل کرنا چاہا اور مصر اور ایتولیہ نے فاصلے سے اس کی حفاظت کرنے کی کوشش کی۔

ہم ابھی رھوڈز کی صورت حال سے واقف ہو چکے ہیں ۵۳۔

---

۵۳ رھوڈز ۲۲۷ ق م کا زلزلہ اور بادشاہوں کی اعانت؛ پولی بیوس ۵، ۸۸ تا ۹۰؛ مقابلہ کرو، ڈروائے سن ۳، ۲، ۸، ۱ وغیرہ (باقی حاشیہ بر صفحہ دیگر)

باب ۱۳

اُس کی حیثیت اس وقت وہی تھی جس کی ایتھنز ہمیشہ تمنا کیا کرتا تھا، یعنی کمزور بحری شہروں کا ایک طرح پر وہ حامی و مددگار تھا۔ لیکن جہاں ایتھنز اس سے تابع ہونے کی بجائے حکومت چلانے کا بھی خواہاں رہنے کی وجہ سے غیر مقبول تھا وہاں رھوڈز نے کبھی اپنے دوستوں پر اپنا اقتدار جمانے کی کوشش نہیں کی چنانچہ وہ ان میں ہمیشہ ہر دل عزیز رہا۔ سچی، بلا معاوضہ حمایت صرف سکندر کے بعد ہی ممکن تھی اور چونکہ بجائے ایرانیوں کے اب صرف بحری قزاقوں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا اس لئے ایک واحد ذی اقتدار مملکت کافی تھی۔ رھوڈز کے اس اقتدار پر دنیائے یونان کی رضامندی کا سبب یہ تھا کہ انھیں ۳۰۵ - ۳۰۴ ق م کا وہ واقعہ یاد تھا کہ اُس نے نہایت بہادری سے دشمن کی مدافعت کر کے سب کی تعریف و توصیف کا اپنے آپ کو مستحق ثابت کر دکھایا تھا۔ اس کی ہر دل عزیزی کی وسعت کا اظہار اُس خوفناک زلزلے کے وقت ہوا جس نے ۲۲۷ء میں شہر رھوڈز کو ہلا کر ویران کر دیا، جب رھوڈز کے اطراف و جوانب کے بلدیات کی طرف سے اُسکی جانب تحفہ و تحائف گویا بہنے لگے تاکہ ویراں شدہ حصص کی دوبارہ تعمیر ممکن ہو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ پولی بیوس کی یہ رائے (باب ۔۹) قابل لحاظ ہے کہ بادشاہوں کے لئے "ہیلی نیس" پر تحفوں سے مالامال کرنا نہایت مناسب تھا اس لئے کہ اس کے معاوضے میں "عزت" اور "وقعت" حاصل ہوجاتی ہے (باب ۔۹) چنانچہ ان تحائف کے بدلے میں جن اعزاز کی ان پر بوچھار کی جاتی تھی وہ بالکل درست تھے، اور پولی بیوس یہ بھی کہتا ہے کہ ہیلی نیس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ "وہ ہر شخص کا اس کی بساط کے مطابق خیال رکھتے تھے۔ اس وصف سے ایتھنز کا بھی متصف تھے"۔ دیکھو اوپر باب ۶، حاشیہ ۱۔

اہالیان رھوڈز دیمتریس والیٔ فاروس کا مقابلہ اس وقت کرتے ہیں جب وہ اپنی کشتیوں کو لے کر جزائر مدور کو تاراج کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۱۶، ۱۹۔

باب ۱۳
(بالکل اسی طرح جیسے ۱۸۴۲ء کی آتش زدگی کے بعد ہامبرگ کو ہدیوں اور تحفوں سے مالا مال کیا گیا)، اور یہ تحفے خاص طور پر مختلف بادشاہوں کی طرف سے آئے اس لئے کہ وہ اپنا روپیہ اس طرح خرچ کرنے میں اپنی عزت سمجھتے تھے، رہے جمہوری یونانی، تو وہ نہایت خوشی سے ان بادشاہوں کو یہ امتیاز حاصل کرنیکی اجازت دے کر خود علیحدہ ہو گئے۔

ہمراں بادشاہوں کی حوصلہ مندیوں سے دوسرے درجے پر غالوی ہیں جن کا ایشیائے کوچک کے سیاسی ارتقاء میں اب بھی بہت کچھ اثر ہے۔ یہ اس ملک میں جو قومی عناصر موجود تھے انہیں یہ ایک اور عنصر کا اضافہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے دوسرے عناصر میں جسمانی افتراق پیدا ہو گیا ہو لیکن اخلاقاً وہ ان کے باہمی اتحاد کے کبھی کبھی ضرور معاون ہوتے ہیں۔ ہم اب ہم میں دیکھ چکے ہیں کہ ان کے تین قبیلے تھے جن کی ابتداء میں تین ہی آباجگاہیں تھیں، یعنی تولستوبوئی (تولستو گوئی) مغرب کے ایوس اور ایونیہ میں، تروکمی شمال اور ہیلیس پونٹ کے ساحل پر، اور تیکتوساگیس اندرون ملک میں۔ لیکن زمانہ مابعد میں تولستوبوئی نے مغرب کو، تیکتوساگیس نے دیار وسطی کو

۵۴ ایشیائے کوچک میں غالسطیوں کے قیام کی تاریخ اور واقعات کے لئے دیکھو کیوپ کا مضمون Rhein. Mus. ۴، ۱۳۳۔ اس کی رائے ہے کہ لیوی کا بیان (۳۸، ۱۶) سب سے زیادہ قابل وثوق ہے اور اسکے لئے پوسانیاس ۱، ۸، ۲، استرابو ۱۲، ۵۶۶ اور یوستی نوس ۲۵، ۲ کا حوالہ دیتا ہے۔ اتانوس، پرسیاس اور اسکے گوساگاسے، پولی بیوس ۵، ۷۷، ۸، ۱۱۱۔

غالسطیوں کے دستور کے لئے دائناش: "متصرادا تمیس" ۸۷۔

شمالی غالسطیہ کی زرخیزی کے لئے دیکھو Allgem. Zeitung. Beilage، ۱۲ جنوری ۱۸۹۳ء۔

باب ۱۳ اور تروکمی نے مشرقی حصوں کو اپنا مستقل مسکن بنا لیا۔ بعض مورخوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ غالوییوں نے جن ممالک پر قبضہ کیا وہ ایشیائے کوچک کے قابل زراعت حصوں میں سب سے کم زرخیز ہے؛ ہم اس رائے سے یقیناً متفق ہیں، لیکن ہمارے خیال میں اس پر زیادہ زور دینا بھی نہیں چاہیئے اور اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ غالطیہ قدیم افروجی تمدن کا مرکز تھا اور زراعت اس کے لئے لابد اور ضروری تھی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گوردیوس عین اس ملک کے قلب میں رہتا تھا جو بعد میں غالوییوں کا مسکن بن گیا، اور زمانہ حال میں انگورہ کو جو ریل بنائی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی یہ اضلاع بہت کچھ زرخیز ہیں۔ بہر حال غالطی قوم ان اضلاع کو مرکز بنا کر قرب وجوار کے ملکوں پر چھاپے مارتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان حملوں کا مخصوص نصب العین یونانی بستیوں کی زرخیز اراضی اور پرگامم کی سلطنت تھی، اور بادشاہ اور چھوٹے چھوٹے حکمران اپنے ذاتی جھگڑوں اور خانگی لوٹ مار میں ان سے مدد لینے سے نہیں چوکتے تھے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تعلقات نہ صرف بیتھی نیوں کے ساتھ بلکہ شاہان اشیئین اور انطاکوس ہیئراکس کے ساتھ بھی اچھے تھے اور دوسری طرف علاوہ شاہان پرگامم کے سلیوکوس دوم ان کے خاص مخالفوں میں سے تھا۔ وہ غالوی جنہیں اتالوس نے طلب کیا تھا اور جن کا پروسیاس نے خاتمہ کیا وہ خاص یورپ سے آئے تھے۔ آجکل کے ایک مورخ نے کیا خوب کہا ہے کہ جس دستور کے ذریعے سے غالوییوں پر حکومت کی جاتی تھی اس میں جمہوریت اور ملوکیت دونوں کے جملہ نقائص پائے جاتے تھے۔ ہر قبیلہ مختلف کنٹوں میں منقسم تھا جو ایک دوسرے سے آزاد تھے اور جن پر نام نہاد تترارخ حکومت کرتے تھے۔ ان سرداروں کے دوش بدوش عادل اور سپہ سالار تھے۔ تترارخوں کی مجلس کا انعقاد شاہ بلوط کے ایک باغیچے میں ہوتا تھا،

باب ۱۳

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس مجلس کو صرف عادلانہ اختیارات حاصل تھے، ورنہ ہر کٹم جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

ملوکیتوں میں سب سے پہلے بتھی نیہ کو لیجیے۔[۵] تھریسی بتھی نوی غالباً ساتویں صدی ق م میں یورپ سے ایشیائے کوچک آئے اور وسطی وزیرین سنگاریوس کے کنارے آباد ہو گئے، جو قلب افروجیہ سے نکل کر بجائے خلیج کیوس یا خلیج استاکوس میں جا گرنے کے، جہاں کی جھیلیں اور دریا گویا اُسے اپنی طرف دعوت دیتے معلوم ہوتے ہیں، شمال کی طرف جا کر بحیرۂ اسود میں گر جاتا ہے۔ میم نون ہمیں بتھی نیہ کے تین حکمرانوں یعنی دِ دالسوس، بوتیئی راس اور یاس کے نام بتاتا ہے، جنھوں نے سنہ ۴۳۷ ق م سے سنہ ۳۲۵ ق م تک اس ملک پر حکومت کی۔

۵۔ بتھی نیہ۔ رائناش: "ایشیائے کوچک کی تین سلطنتیں" Th. Reinach: Trois royaumes de l'Asie Min. پیرس، سنہ ۱۸۸۸ء، ص $\frac{۸۹}{۱۵۲}$؛ دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۱۔

بتھی نیہ کے شہروں مثلاً استاکوس، نکومیدیہ وغیرہ کے لئے دیکھو کون: "قیام بلدیات عہد قدیم" Kuhn: Enstehung der Staedte d. Alten ص $\frac{۲۷۳}{۲۷۶}$

وسطی سنگاریوس کے خصائص۔ Ritter (۸)، ۶۵۰۔

اہل بتھی نیہ فتوحات کے شائق نہیں؛ وہ اپنے چاروں طرف کمزور یا نیم بربری اقوام کو، جیسے میزیہ کی چھوٹی چھوٹی بستیوں، غالطیوں اور پفلاگونیوں کو اپنے چاروں طرف جمع رکھتے ہیں۔

اس زمانے میں افروجیہ ایپک تے توس، دریائے تیم بریس (ترساک)، اور اُسکے شہروں یعنی کوتیائیوم (قوتاہیہ) اور دوری لائیوم (عسکی شہر) کی (جو غالباً متھرادائیس کے کسی سپہ سالار نے آباد کئے ہوں گے) کیا کیفیت تھی؛ یہ ضلع مشکل سے سلیوکیوں کے زیر نگین ہوگا، اور صرف کاوی ہی ایسا شہر ہے جس پر شاید اُن کا قبضہ تھا، دیکھو نیچے، حاشیہ ۷۔ عام طور پر، ریمزے: "ایشیائے کوچک" ص ۱۴۵۔

سنہ ۳۲۵ ق م سے سنہ ۲۷۸ ق م تک زیوئے تیس ولد باس نے پہلے تو باب ۳۱
بطور خود مختار حکمراں کے حکومت کی اور بعد ازآں اپنی بادشاہت
کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا نکومدیس تخت نشین ہوا، اور
یہی وہ نکومدیس ہے جس نے اپنے بھائی کا مقابلہ کرنے کی غرض
سے غالویوں کو ایشیا میں بلایا اور استاکوس کے قریب شہر نکومیدیہ
آباد کیا جو اس وقت روبزوال تھا۔ ہم آگے چل کر ابواب ۱۸
و ۲۱ میں بیان کریں گے کہ کس طرح اس نے اور اس کے جانشینوں
نے یونانی تمدن کی حفاظت کی۔ نکومدیس نے سنہ ۲۵۰ ق م تک
حکومت کی۔ ہم اس سے پہلے باب ۹ میں لکھ چکے ہیں کہ نکومدیس
کے بعد اس کی وراثت کی بابت جھگڑے پیدا ہوئے، اور آخر کار
زیئے لاس تخت پر بیٹھا، لیکن اسے سنہ ۲۲۸ ق م کے قریب غالوی
اجیر سپاہیوں نے جان سے مار ڈالا۔ ہم آگے چل کر اس کے بیٹے اور
جانشین پروسیاس کا ذکر کریں گے، جس نے تقریباً سنہ ۲۲۸ ق م سے
تقریباً سنہ ۱۸۵ ق م تک حکومت کی۔ واقعہ یہ ہے کہ باوجود بتھی نیہ
کے حکمرانوں کے ادنیٰ اخلاقی معیار کے، چونکہ اس کے ذریعے سے
بحیرۂ اسود کی آزاد جہاز رانی کی حفاظت ممکن تھی اس لئے ہمارے
نزدیک وہ تہذیب و تمدن کا ایک بھاری پشتی بان تھا۔

اب ہم بتھی نیہ اور غالطیہ کے باہمی تعلق پر بحث کریں گے۔
گو غالطیہ کا خاص دریا سنگاریوس ہے، اور اس صوبے کا مغربی
حصے کو بتھی نیہ کا حصہ ہی سمجھنا چاہیئے، تاہم ان دونوں کے مابین
بہت ہی کم اندرونی تعلق تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو
دریائے سنگاریوس ملاتا ہوگا، لیکن ایسا نہیں تھا۔ اس کا وسطی حصہ
جہاں وہ مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے ایک دشوار گزار گھاٹی بن گیا ہے،
اور اس سطح مرتفع کو جو سڑکیں عبور کرتی ہیں وہ اس سے کچھ تو پہلے ہی عبور
کرتی ہیں، بلکہ نکومیدیہ سے انگورہ کو جو ریل جاتی ہے وہ بھی اس سے

باب ۱۳

گریز کر کے جاتی ہے۔ رومنوں کے عہد تک بتھی نیہ اور غالطیہ کے درمیان رسل ورسائل کا سلسلہ نہایت دشوارگزار تھا۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالطیوں سے وہ کام آسانی سے نکل سکتا تھا جو شاہان بتھی نیہ ان سے لینا چاہتے تھے، یعنی بتھی نیہ کی فوجی سرحد کی حفاظت کرنا، لیکن ساتھ ہی راستوں کی خرابی کی وجہ سے وہ ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتے تھے جہاں سے وہ حکمرانوں کو مشکلات میں پھنسا سکیں۔ غالطیہ کے فطری راستے (جو دراصل افروجیہ ہی کا دوسرا نام تھا) رومنوں کے زمانے تک مغربی جانب جاتے تھے، لیکن کائے کوس کی وادی اور پرگامم تک پہنچنے کی بجائے جنوب کی طرف بالائی پرھوس اور وہاں سے سارڈس اور سمرنا تک پہنچتے تھے۔

اس کے بعد پرگامم کا نمبر آتا ہے جس کی اہمیت روز بروز بڑھ رہی تھی[۶]۔ اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں اور ایشیائے کوچک

---

[۶] پرگامم۔ دیکھو ابواب ۲ و ۵، باب ۱، حاشیہ ۲، اور باب ۲۱۔ تصانیف حالیہ: Meier : Pergamon, Ersch u. Gruber. میئر: "پرگامم ابتدا و اختتام" Hesselmeyer: Die urspruenge. "قیام سلطنت پرگامم" ۳۵۲ وغیرہ؛ ہیسل میئر: Reinach : der Stadt P. "ٹیوبنگن، ۱۸۸۵ء؛ رائناش: شہر پرگامم کی ابتدا" Les origines de la ville de P. "جریدۂ تاریخی، ۱۸۸۶ء۔ نیز دیکھو مہافی: "ملوکیت پرگامم" جریدۂ ہرماتھینا، ۹، نشان ۲۲؛ میں مہافی کے خیالات سے ایک بڑی حد تک متفق ہوں۔ تیبر تھرائنا کا قدیم یونان کے افسانوں سے تعلق تھا۔ ترمیر: "پرگاموس" Thraemer : Pergamos لائپزگ، ۱۸۸۸ء۔

پرگامم کے شمال میں اس کے دوسرے مقبوضات اور مشرق میں پہاڑوں کے زنجیرے تھے، اور صرف جنوب ہی میں ایک قوت دار ہمسایہ یعنی سلیوکی تھے، جنھیں اس نے کامیابی کے ساتھ ہیلیس پونٹ پہنچنے سے روکا۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ دیگر)

باب ۱۳ | کی دوسری سلطنتوں میں کس قدر فرق تھا اس میں بتھی نیہ یا کاپادوسیہ کی طرح

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اتالوسیوں اور غالطیوں کی باہمی لڑائیوں کے لئے میں نے کیوپ کے مضمون کا اتباع کیا ہے جو Rhein. Mus ۴۰ $\frac{۱۱۴}{۱۳۲}$ میں چھپا ہے۔ لیکن مقابلہ کرو گیبلر: "ایریتھرائے" Gaebler ; Erythrae برلن سنہ ۱۸۹۲ء عام طور پر یہ فرض کیا جاتا تھا کہ صرف ایک ہی میدان میں فتح ہوئی، اور نی بوُر Niehhur کہتا ہے کہ یہ غالویوں پر ہوئی تھی جو اس وقت انطاکوس کی فوج میں ملازم تھے، لیکن ڈرواےسن کہتا ہے کہ یہ کامیابی غالوی قوم پر بحیثیت ایک قوم کے حاصل ہوئی۔ لیکن پولی بیوس (۱۸، ۴۱) سے ظاہر ہوتا ہے کہ غالویوں سے صرف اجیروں کی ٹولیوں سے مراد نہیں تھی۔ لیکن جب سے نی بور اور ڈرواےسن نے اپنی رائے کا اظہار کیا متعدد نوشتے ایسے برآمد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح بہت سے میدانوں میں ہوئی ہوگی۔ تکتوساگیس پر جو کامیابی ہوئی وہ منبع کائےکوس کے قریب ہوئی اور یہ وہی لڑائی ہے جسے پوسانیاس "میتریہ میں" ہونا بیان کرتا ہے (۱، ۸، ۲)، اور غالباً یہی وہ فتح تھی جس کے بعد اتالوس نے بادشاہ ہونے کا اعلان کردیا۔ پولیائےنوس ایک جنگ کا حال بیان کرتا ہے (۴، ۱۹) جس سے پہلے اتالوس نے جانوروں کی آنتوں پر الفاظ "فتح شاہی" لکھوا دئے تھے۔ چونکہ اس وقت بادشاہ انتی گونوس تھا اس لئے یہ لڑائی صرف غالویوں کے خلاف لڑی گئی ہوگی، اور کیوہلر اس کی تاریخ کا تعین سنہ ۲۴۰ ق م کرتا ہے۔ تقریباً اسی زمانے میں (جسے گیبلر تقریباً سنہ ۲۳۵ ق م بتاتا ہے اور جس کے لئے دیکھو اوپر، حاشیہ ۲) تولستواگیون نے انطاکوس اور متھرادائیس کی طرف سے سلیوکوس کو ایک بڑی بھاری فتح انگورہ کے مقام پر دی تھی، اور یہی وہ جنگ ہے جس کا حوالہ تروگوس کی تمہید ۲۷، اور یوستی نوس ۲۷، ۲، ۱۱ میں دیا ہوا ہے۔ اب غالطی انطاکوس کے طرفدار ہو کر سنہ ۲۲۹ ق م میں پرگامم پر چڑھائی کرتے ہیں لیکن انھیں پرگامم کے نواح میں افرودیزیون پر شکست ہو جاتی ہے۔ شائد یہی زمانہ ہوگا جب

ایک ہی قوم نہیں رہتی تھی بلکہ پونتوس کی طرح جزو قوم اور جزو صوبہ سے
مرکب تھی، اور اس کا آغاز ایک ایسے شہر کے حکمرانوں نے کیا جسکے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ انطاکوس نے اپنے خسر زے لاس کے یہاں پناہ لی
وہی زے لاس جسے بعد میں غالویوں نے قتل کر دیا۔ ایک نوشتے میں ہیلیس پونتی افروجیہ
کی تیسری لڑائی کا ذکر ہے، لیکن کسی دوسرے ماخذ سے اس کا پتا نہیں چلتا
معلوم ہوتا ہے کہ پردسیاس اول نے، جو ۲۲۸ ق م میں تخت پر بیٹھا تھا،
انطاکوس کا ساتھ چھوڑ دیا ہوگا، جس کے بعد انطاکوس ایشیائے کوچک
چھوڑ کر چلا گیا۔ یوستی نوس ۲۷، ۳ اسی لئے کہتا ہے کہ اتالوس کے قبضے میں
"ایشیا کا زیادہ تر حصہ" آگیا لیکن یہ اُس کے پاس زیادہ مدت تک نہیں رہا۔
اتالوس اور ریئے راکس کے مابین جو لڑائی ہوئی اس کی بابت یوسیبیوس
Sch. ۲۵۳، ۱ پورفیریوس سے حوالہ دیا ہوا ہے۔ واضح ہو کہ کولوئے سار دس کے
قریب تھا۔

اتالوس نے ایتولیوں کے لئے شہر ایلاؤس کی فصیل کی تعمیر کی (پولی بیوس
۴، ۶۵) اور خاندان اتالوس کی روایت کے بموجب اس طرح کچھ روپیہ
کمایا۔

حکمرانان پرگامم اور مرمنادیوں کے درمیان جو مقابلہ ہم نے کیا ہے
اُسے آگے بھی بڑھایا جا سکتا ہے۔ ان دونوں میں مفصلۂ ذیل مشابہت
پائی جاتی ہے:- (۱) جغرافیہ: دونوں کے علاقے کم و بیش ایک ہی تھے؛
اتالوس نے جو شہر آباد کئے ان میں سے اکثر لیدیہ میں واقع تھے (۲) دونوں
کی قوت کی بنیاد روپے پر تھی؛ سکّوں کی اہمیت؛ ایلکترون، کستونوری۔
(۳) دونوں کا تمدن یونانی گی گیس سے کریسوس سب حکمرانوں کے یونانی
حرموں کے ساتھ نہایت اچھے تعلقات تھے، اور ایفی سوس کے ساتھ
برا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی کیفیت اتالوسیوں کی تھی، اور ایفی سوس ایک طرح
سے انکا دوسرا پائے تخت تھا۔ پئوسانیاس ۱، ۶، ۳ کے مطابق اتالوس کو ایک

باب ۱۳ نام سے یونانی سورمائی عہد کی یاد تازہ ہوتی ہے لیکن جو ایک بستی کی حیثیت سے کبھی زیادہ اہم نہیں ہوئی اور جس کے حکمرانوں سے نام یونانی مقدونوی نوع کے ہیں۔ پرگامم کی اہمیت کا راز اس کے قلعے کے استحکام میں مضمر تھا اور اس طرح پوری سلطنت گویا ایک جاگیردار کی مملوکہ تھی۔ یہ امر بھی عیاں ہے کہ اتالوسی خاندان یونانی الاصل تھا، مقدونوی الاصل نہیں، اور اس کے ارکان سپاہی منش ہونے کی بجائے مدبّر تھے۔ ان کی جو حیثیت تھی وہ ان کے کاردیہ والے ہمنام کی حیثیت سے تھوڑی بہت مشابہ تھی۔ لیکن قلبے تائروسی یومنیس حکمران کاردیہ کی طرح (جس کی سب سے پہلی صفت یہ تھی کہ وہ ایک سیاسی اور روپئے والا آدمی تھا) مطمحِ خیال کا نہیں تھا بلکہ وہ اس کی بہ نسبت بطلیموس سے زیادہ مشابہ تھا اور دونوں کے عادات پر اسی اصول کا اثر تھا کہ کوئی چیز تھوڑی ہی ہو لیکن وہ تھوڑی یقینی ہو۔ پرگامم کا قطعۂ رقبہ چھوٹی سی ندی کئیکوس کی وادی کے مساوی ہے جو لسبوس کے جنوب میں خلیج ایلائیہ میں سمندر میں گر جاتی ہے۔ اس کی شمالی سرحد پر ایک زنجیرۂ کوہ ہے جس پر ہو کر ایک سڑک اَدرامی تیوم کو جاتی ہے۔ اسی زنجیرے کی دو شاخیں جنوب کی طرف جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک پر دو دریاؤں سے گھرا ہوا سطحِ سمندر سے تقریباً ایک ہزار فٹ بلند قلعۂ پرگامم واقع ہے۔ قدیم روایت ہے کہ اس علاقے میں جس کا نام تیوتھرانیا کہتے تھے کسی زمانے میں یونانی رہتے تھے۔ ہم اس سے پہلے دوسرے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ لیزی ماخوس کا پرگامم والے خزانہ دار قلبے تائروس ساکن کیئوس نے

لقبیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایتھنزی کہتے ہیں "میزوی" کا لقب دیا گیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان پرگامم نے اپنے اقتدار کی بنیاد مضبوط کر دیا تھا۔

اپنے آقا سے باغی ہو کر خزانے پر مالکانہ قبضہ کرلیا اور سلیوکوس سے جا ملا۔ باب ۱۳
اُس نے اور اُس کے جانشینوں نے اس خزانے کو نہایت عاقلانہ طور پر جو استعمال کیا وہ اُس کے خاندان کی عظمت میں ممد و معاون ہوا۔ اُن شاہان پرگامم کی قوت کا دار و مدار روپے پر تھا اور اُس قوت کے مماثل تھا جو چار سو برس پہلے اسی حصۂ ملک میں مرمنادیوں کی تھی۔ جب غالویوں نے اپنی یورشوں کی ابتدا کی ہے تو دُنیا کے اس حصے میں کوئی ایسا نہیں تھا جو بغیر کسی خاص سبب کے روپے والے اور عقلمند فلے تائے روس کے ساتھ بیکار جھگڑا مول لے۔ اسکے برعکس لوگوں نے اُس کی پناہ ہی ڈھونڈی۔ الغرض جس طرح مرمنادیوں نے کیمیریوں کی مخالفت کی تھی اسی طرح پرگامم نے غالویوں کی مدافعت کی۔ آخر کار جاگیردار امیر ملکی حکمران بن گیا۔ فلے تائے روس کا ۲۶۳ ق م میں انتقال ہوگیا اور اس کے بعد اس کا بھتیجا یومنیس اول (۲۶۳ تا ۲۴۱ ق م) اور اس کے بعد ایک دوسرا بھتیجا اتالوس اول (۲۴۱ تا ۱۹۷) تخت نشین ہوئے اور آخر الذکر نے غالویوں کو شکست دینے کے بعد (جسکے لئے دیکھو باب ۱۰ اور اس موجودہ باب کے حواشی) اپنی باضابطہ بادشاہی کا اعلان کردیا۔ اتالوس کے عہد حکومت میں اسے بہت سے نشیب و فراز دیکھنے پڑے۔ کچھ دنوں کے لئے وہ (ہمعصر مبالغہ آمیزی سے) گویا ایشیا کا مالک بن گیا، لیکن چونکہ اُس کی تائید میں کوئی قوم نہیں تھی اسلئے اُسے پھر اپنے قلعے میں اپنی حکومت کو محدود کردینا پڑا۔ اس کے بعد قلب ایتولیہ تک اپنا اثر پھیلا کر اور یونانی مقاصد کی پشت پناہی کرکے اُسے غالویوں کو اپنی مدد کے لئے بلا لینا پڑا، گو ان کے آنے کے بعد بھی وہ کوئی ممتاز کام انجام نہ دیسکا۔ لیکن بدقسمتی کے زمانے میں بھی اتالوس کی قوت باقی رہی اور اسے زیر نہیں کیا جاسکا۔ واضح ہو کہ پرگامم اسی کے عہد حکومت میں اپنے فنونِ لطیفہ کے لئے شہرۂ آفاق ہوگیا تھا۔

باب ۱۳

ایشیائے کوچک آنے سے پہلے، جن پر بالکل مختلف نوع کی ملوکیتیں قبضہ کئے ہوئے ہیں، ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ مغرب اور جنوب میں سلیوکیوں کی حکومت کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہے [۵]۔ قدما کے خیال کے مطابق ان کا ایشیائے کوچک کیساتھ

[۵] ایشیائے کوچک میں سلیوکیوں کے قائم کردہ شہر۔ مقابلہ کرو ڈرواے سن کا مشہور و معروف تتمہ، ۳، ۲، خاصکر ۸، ۲۷، ریمزے اور دوسرے سیاحوں کے مضامین، جن کا شمار یہاں ممکن نہیں اور جن کی بابت بہت کچھ معلومات رائناش کے "اخبار مشرقیہ" Sal: Reinach: Chroniques d'Orient سے مل جائیں گے؛ شچہارٹ: "معلومات متعلقۂ ایتھنز" Schuchhardt : Athen. Mittheil. ۱۳، ۱ وغیرہ

گ۔ رادے: "ایشیا میں مقدونیوں کی نوآبادیاں طاروس سے اس طرف"
G. Radet : De Coloniis a Macedonibus in Asian cis Taurem deductis

پیرس ۱۸۹۲ء (اس کتاب میں ایک نہایت نفیس نقشہ بھی ہے)؛ اسی مورخ کی کتاب مسمیٰ "لیدیہ" La Lydie پیرس ۱۸۹۳ء۔ رادے کے نقشے کے علاوہ مفصلۂ ذیل کا مطالعہ مفید ہوگا۔ کیپرٹ Kiepert کا بنایا ہوا ایشیائے کوچک کا بڑا نقشہ (۱۸۸۶ء) اور اسی کا تیار کردہ نقشہ سٹیریٹ کے ولفی مہم کے لئے، بوسٹن ۱۸۸۸ء۔

قدیم اسناد میں سے بہت کچھ معلومات نوشتوں (جن کے لئے دیکھو رادے اور سکوں (جن کے لئے دیکھو ہیڈ؛ "تاریخ مسکوکیات") سے بہم پہنچ سکتی ہیں۔ استیفان ساکن بیزنطہ کے انطاکیہ اور تھیاتیرا کے متعلق دو پارے ایسے ہیں جن کا اکثر اقتباس دیا جاتا ہے لیکن ان کا مفہوم سمجھنا نہایت دشوار ہے۔

سلیوکوس اول نے جو شہر آباد کئے ان کے لئے دیکھو اوپر، باب ۵۔ رادے (۵۰) مفصلۂ ذیل شہروں کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے: لاؤدیکیہ کتالیکومینے اور تھیاترا مع دوئے دسے (قریب تھیاترا)، اکراسوس، نکراسہ؛ انطاکوس اول کی طرف وہ اپامیہ، سلیوکیہ سیدیرہ یلیتیہ، بلوندینی، کادینی، میزومقدونیز (جو غالطیوں کے مقابلے کے لئے آباد کیا گیا تھا)، لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس انطاکیہ بدریائے میاندر، نیسہ،

کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ اگر ہم ادیوئے کے نوشتے محض فریقانہ کاغذ قرار باب ۱۳

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ = مگنیشیہ قریب کوہ سیپی لوس منسوب کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے نزدیک انطاکوس دوم نے ایریزا اور تھیمی سونیوم آباد کئے اور سیپی لوس والے زنجیرے پر جو مگنیشیہ تھا اُس کے چاروں طرف ہیرکانیوں میں چار بستیاں قائم کیں۔ انطاکوس سوم کے لئے دیکھو نیچے۔

سلیوکیہ بدریائے کالی کادنوس۔ کلیس کا مضمون پاؤلی ۶، ۱، ۹۵۶ پر؛ نیز دیکھو اوپر، باب ۵ ب، حواشی۔ اس نے پہلی صدی ق م سے برابر خود مختارانہ سکے ڈھالے؛ ہیڈ، ۷۲۱؛ استرابو ۱۴، ۶۷۰؛ استیفان ساکن بیزنطہ "سلیوکیہ د "ہیریہ"۔ سالانہ اولمپیائی کھیل؛ سارپیدونی اپولو کی فال گاہیں۔ زراد سے سلیوکیہ گیا اور ۹۱ ۱۸ء میں ایک آسٹروی مہم وہاں پہنچی جس کے سرگروہ ہیرڈے اور ولہلم تھے۔ اس کے قابل لحاظ خصائص: (۱) برآمدے دار سڑک (۲) دوسری صدی ق م کی لوح جس پر ۴۹ سطروں کا ایک کتبہ ہے؛ اس میں انطاکوس سوم کے ایک درباری یودیموس ساکن سلیوکیہ کے اعزاز میں مختلف یونانی شہروں کی قراردادیں کندہ ہیں۔ اس کے محل وقوع کے لئے دیکھو کیپرٹ کا نقشہ سٹیریٹ کی کتاب میں۔

لاؤدیکیہ کتاکیکومینے۔ یہ ملک آتش فشاں نہیں ہے۔ کلیس کا مضمون پاؤلی ۴، ۷۲۲ میں؛ ریمزے: "معلومات اتھنز" Ramsay: Athen. Mithheil. ۱۳، ۲۳۳ وغیرہ؛ "ایشیائے کوچک" ۸۶۔ اس کا نقشہ ایک تماشاگاہ کی طرح ہے۔ یہ جنوبی فوجی سڑک کی شمالی شاخ پر واقع ہے اور چونکہ مزاکا والی سڑک اسی سے نکلتی تھی اس لئے اس کی حیثیت مرکزی تھی۔ سکے؛ ہیڈ ۵۹۶۔ موجودہ نام یرغان لادق؛ کیپرٹ کا نقشہ سٹیریٹ میں

انطاکیہ (لیسیدیہ والا) یہ میاندر والے مگنیشیہ کی ایک نوآبادی تھی؛ استرابو ۱۲، ۵۷۷۔ اس کا نام بعد میں قیصریہ پڑ گیا اور اس میں مین اسکینوس Men Askenos. کا ایک بت خانہ تھا (استرابو ۱۲، ۵۵۷، ۵۷۷ میں عبارت ٹھیک نہیں پڑھی گئی)۔ سکے،

باب ۲۱ دے کر نظر انداز کر دیں، تو یہ خیال پولی بیوس سے ظاہر ہوتا ہے، جو علی العموم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہیڈ ۵۸۹۔ موجودہ نام یلووج۔ انطاکیہ میں پولوس رسول کا پہلا وعظ غیر اقوام کے سامنے اور اُن کا عیسوی مذہب اختیار کرنا: "رسولوں کے اعمال" ۱۳۔ کیپرٹ: "مغربی ایشیائے کوچک" Kiepert: Westl. Kleinas. ۱۰۹ اور اسٹیریٹ۔

اس کے قریب ہی سلیوکیہ (واقعہ پسیدیہ) جسے "سدیرہ" اور "قریب طاروس" بھی کہتے تھے؛ ہیڈ ۲۵۲؛ کلیس کا مضمون پاؤلی میں ۱، ۱۲۰۶؛ رٹر Ritter ۱۹، ۴۸۲۔ محل وقوع اغندیر گیول کے مغرب میں؛ کیپرٹ کا نقشہ اسٹیریٹ میں۔

اسی کے قریب اپولونیہ تھا؛ دیکھو نیچے، باب ۲۱۔ اس تمام ملک میں مقدونوی آثار؛ رادے: "نوآبادیات" ص $\frac{۳۵}{۳۷}$۔

اپامیہ کبوتس۔ کبوتس = سینہ۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، جنکی کشتی کا یہاں آکر ٹھہرنا بیان کیا جاتا ہے؛ اس افسانے کو اس مقام کی طرف ان یہودیوں کو منسوب کیا جو انطاکوس سوم کے زمانے میں یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ مقابلہ کرو بابلون: "مجموعۂ مسکوکیات" Babelon: Mel. numismat ۱، $\frac{۱۶۵}{۱۷۴}$۔ ہیڈ کی بھی یہی رائے ہے، ۵۵۸۔ اپامیہ دریائے میاندر کے منبع کے قریب اس کے معاون مارسیاس کے نکلنے کی جگہ واقع تھا۔ قریب کے شہر کیلینے کی جگہ لے کر وہ مغربی ایشیائے کوچک کا سب سے اہم تجارتی شہر بن گیا۔ کیلینے کو خاص فائدہ تھا کہ وہ شمالی شاہراہ (مہم زرکستر) پر واقع تھا، جو اپسوس پولیہ تک جنوبی شاہراہ کی شاخ بھی تھی؛ چنانچہ وادیٔ میاندر اور اندرون ملک کے درمیان جو کچھ بھی تجارتی مال اسباب تھا وہ سب کیلینے ہو کر جاتا تھا۔ اپامیہ کی کیفیت بھی یہی تھی اور جنوب کی طرف اس کا تعلق افروجیہ سے اُس سڑک کے ذریعے سے تھا جو سگالاسوس ہو کر جاتی تھی۔ یہی وہ سڑک پمفیلیہ سے افروجیہ تک تھی جس پر ہو کر سکندر گیا تھا۔ صندوق والے سکے جن پر دو شخصوں کی شبیہہ بنی تھی اور جن کے اوپر فاختہ اور شاخ زیتون اور لفظ "نوح" کندہ تھا؛ ہیڈ ۵۵۸، تصویر ۳۱۶۔

باب ۱۳

ایشیائے کوچک کے حکمرانوں کا حوالہ دیتا ہے، اور صرف ملک شام

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مقابلہ کروگ۔ ہرشفیلڈ، Berl. Ak. ۱۸۷۵ء اور ہوگرتھ: "جریدہ مطالعات یونان" Jour. Hell. St. ۱۸۸۸ء؛ رادسے ۳۱۔ دنیر کے قریب باقیات کیپرٹ: "مغربی ایشیائے کوچک" ۹؛ سٹیریٹ؛ رادسے: "لیدیہ"، نقشہ۔

لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس۔ کلیس کا مضمون پاؤلی ۴، ۴۴، ۷۶، ۶۵، ۷ میں اس نے لیدیہ، افروجیہ، اور کاریہ کے جائے اتصال پر ہونے کی وجہ سے قریب کے شہر کولوسائے کی جگہ لے لی۔ استیفان ساکن بزنطہ کہتا ہے کہ اسے انطاکوس دوم نے آباد کیا تھا، لیکن رادسے (۵۳) کا ("لاؤدیکیہ") خیال ہے کہ چونکہ استیفان کے بیان میں صراحت نہیں ہے اس لئے غالباً اس کا بانی انطاکوس اول ہوگا۔ یہ موجودہ عسکی حصار کے محل وقوع پر آباد تھا بھیڑوں کی پرورش، اون کی صنعت، کاریہ کے مین کی پوجا؛ مدرسۂ طبیہ۔ سکّے؛ ہیڈ، ۵۶۵۔ قدیم ترین سکّے کستوفوری ہیں، اور بعد میں تانبا سکوک ہونے لگا لیکن ان سکّوں کے انواع مختلف تھے۔ زمانۂ وسطیٰ میں اس کی جگہ اس کے قریب کے شہر خونائے نے لے لی۔ لاؤدیکیہ کے شمال میں ہیئے راپولس تھا جو اپنے متحجر پانی کے لئے مشہور تھا؛ استرابو ۱۴، ۶۳۰۔ پرونتس سے پمفیلیہ جو سڑک جاتی تھی وہ یہاں ہوکر (رادسے: "لیدیہ" ۳۴)، اور راستے میں ساردس، فلادیلفیہ، لاؤدیکیہ، کلیمی سونیوم، کبیرہ اور اتالیہ ہوتی ہوئی جاتی تھی۔ دیکھو کیپرٹ ۱؛ رادسے: "لیدیہ"، نقشہ۔

انطاکیہ بدریائے میاندر۔ استیفان ساکن بزنطہ کے مضمون "انطاکیہ" کے گنجلک اور نیم درست بیان کی بنا پر اُسے انطاکوس اول سے منسوب کیا جاتا ہے، لیکن بابلوں ("مسکوکیات" Babelon : Mel صفحہ ۱۷) کہتا ہے کہ یہ دراصل انطاکوس سوم کے زمانے تک آباد نہیں ہوا تھا، اور اس شہر کی ایک چہ دربہمی کی تاریخ کا تعین ۱۶۸ء ق م کے بعد کی کسی تاریخ کا کرتا ہے۔

باب۱۳ | اور اُس کے مشرقی جانب والے ملکوں کو سلیوکیوں کی طرف منسوب

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مقابلہ کرو ہیڈ ۵۲۰۔ اس میں شک نہیں کہ انطاکوس سوم نے دو ہزار یہودی خاندانوں کو لیدیہ اور افروجیہ منتقل کر دیا (Jos. Ant.12, 2, 3)، لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ۱۹۷ق م اور ۱۹۰ق م کے درمیان اس قدر اہم شہر وہاں آباد ہوا ہو؟ آج کل اسے چرکس کوئی کہتے ہیں، کیپرٹ، ۹؛ رادسے کا نقشہ۔

استرانونیکیہ بدریائے مارسیاس (بالائی) واقع ملک کاریہ۔ استیفان ساکن بیزنطہ کہتا ہے کہ اسے انطاکوس اول نے خری ساؤری زیوس کے تبخانے کے قریب آباد کیا تھا جسے کاریہ والے خاص طور پر عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ بیت خانہ "خریزاری قوم" کا مرکز تھا اور "کومائے" پر مشتمل تھا جو استرابو کے زمانے میں مختلف شہروں سے متعلق تھے (۱۴، ۶۶۰)۔ مقابلہ کرو کون: "قیام بلدیات قدیمہ" ۳۶۸-۳۷۰۔ سکے؛ ہیڈ، ۵۳۰؛ دوسری اور پہلی صدی ق م سے چاندی اور تانبا بھی مسکوک ہوتے تھے موجودہ "عسکی حصار"۔ کیپرٹ، ۹۱۔ یہ شہر خلیج کیرامیکوس پہ اس سڑک پر واقع تھا جو ایفی سوس سے مگنیشیہ، ترالیس، الابندہ ہو کر ادی موس جاتا تھا۔ شیرارڈ Sherard کو اسی مقام پر دیوکلی تیان کا مشہور حکم موسومہ "قیمت اشیاء" منکشف ہوا تھا۔

کھیمی سونیوم بدریائے کرانیس۔ کرانیس دریائے سندرو کے ایک معاون ندی کا نام تھا؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۲۷۰-۱ اسے آجکل کر لوک بازار کہتے ہیں؛ کیپرٹ ۱۲۔

ایریزا کیتبے؛ رادسے ۳۵؛ "اسخیان بازار" ریمزے کہتا ہے کہ یہ کھیمی سونیوم کے جنوب میں واقع تھا۔ کیپرٹ ۱۲۔ سٹرک؛ ریمزے As. M. ۴۹؛ رادسے: لیدیہ ۳۴، ۳۵۔

کبیراتس کے لئے پولی بیوس ۳۰، ۹ (حکمران، پنکراتیس) اور Ritter ۹، ۸۰۰ تا ۸۴۵۔

باب ۱۴

کرتا ہے۔ ان کا مطلق کوئی اقتدار سانگاریوس، ہالیس بالائی سار دس

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ نیا جسے استیفان ساکن بیزنطہ کے گنجلک بیان "انطاکیہ"
کے مطابق کسی ایک انطاکوس نے بسایا تھا؛ اس بیان پر ڈروائے سن ۳، ۲، ۲۰۲
میں بحث کی گئی ہے۔ یہ کوہ میسوگس کے جنوبی ڈھال پر سلطان حصار کے قریب
واقع تھا۔ کیپرٹ ۱۱، نقشہ رادے میں۔
ترالیس مقابلہ کرو پاؤلی ۶، ۲، ۲۰۷۳۔ پلینی (۵، ۱۰۸) کہتا ہے کہ اسے ایوانتھیا،
سلیوکیہ اور انطاکیہ بھی کہتے تھے۔ اصل میں یہ آرگوس کی ایک نوآبادی تھی۔ یہ
وادیٔ میاندریں موجودہ ایدن کے قریب ہی واقع تھا جو آج کل ریل کا اسٹیشن بھی ہے۔
کیپرٹ ۱۱، نقشہ رادے میں۔ رومن عہد کے تانبے کے سکے جن پر یونانی لفظ
"سلیوکیون" کندہ ہے، ہیڈ، ۵۵۵؛ رادے ۲۶۔ ترالیس تھریسی اجیر سپاہیوں
اور الیریہ کے ایک ضلع دونوں کو کہتے تھے۔ دیکھو فرینکل "کتبات" Fraenkel : Inschr.
صفحہ ۱۶۔ اسے انطاکوس سوم نے آباد کیا تھا؛ رادے ۴۵۔ خاص طور پر مقابلہ کرو
ریمزے کے دلچسپ خیالات (As. M. ۸، ۱، ۱۱۲): "اپنے محل وقوع کی وجہ سے
وادیٔ میاندریں ترالیس سب سے اہم قلعہ تھا، جس کی وجہ سے پہلے تو وہ سلیوکی
بادشاہوں کا قلعہ رہا، جیسا اس کے دوسرے ناموں سلیوکیہ یا انطاکیہ سے ظاہر
ہوتا ہے، بسنہ ۱۹۰ ق م کے بعد اس پر پرگامم کا قبضہ ہو جاتا ہے اور یہ قبضہ ان
کستوفوری سکوں سے ظاہر ہوتا ہے جو یہاں پائے جاتے ہیں۔
الابندہ بملک کاریہ، جو دریائے مارسیاس کے قریب واقع تھا۔ اس کا
نام انطاکیہ بھی تھا۔ یہاں بہت سے سکے ملے ہیں جن پر ایک ہی عامل کا نام کندہ ہے
لیکن بعض پر لفظ "الانبدیون" اور بعض پر "انطاکیون" لکھا ہے۔ بالبون: "مسکوکیات"
میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی گئی ہے، اور وہ کہتا ہے کہ اس کا نام انطاکیہ صرف
انطاکوس سوم کے زمانے میں پڑا تھا۔ اسے اب "عرب حصار" کہتے ہیں، کیپرٹ ۱۱۔
تھیاتیرا؛ استرابو ۱۳، ۶۲۵۔ استیفان ساکن بیزنطہ کہتا ہے کہ اسے سلیوکوس
اول نے آباد کیا تھا (وہ کہتا ہے کہ اس کا اصلی نام "تھیوگاتیرا" تھا!)۔ یہ دریائے

باب ۱۳ | دیپرامُوس کے طاسوں پر یاٹّا جھیل اور کوہ ارگایوس کے قریب نہیں ہے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہرموس کے شمال میں دریائے لیکوس پر واقع تھا، اور روایت ہے کہ اسے سلیوکیوں سے پہلے پیلوپیا کہتے تھے۔ اب اس کا نام "اق حصار" ہے اور یہ اس ریل پر واقع ہے جو سمرنا سے وادیٔ کئےکوس جاتی ہے۔ کیپرٹ ۸؛ رادے میں نقشہ۔ دوسے وسے کے لئے رادے ۱۶۔

نکراسہ۔ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان C. I. G. ۲۲ ۳۵"؛ شمہارٹ: "معلومات ایتھنز" ۱۳ ۱٫ وغیرہ۔ بکیر کے قریب تھیاتیرا کے شمال میں؛ ہیڈ، ۵۵۱؛ کیپرٹ ۸؛ نقشہ رادے میں۔ یہ قریب کے شہر اکراسوس سے مختلف تھا (رادے "لیدیہ" ۳۰۶)۔

مقدونیز، ہیرکانی اور میزومقدونیز؛ پلینی ۵، ۱۲۰۔ اول الذکر دریائے ہرموس کے زیرین حصے میں مگنیشیہ کے مقابل، اور آخر الذکر وسطی میاندر پر واقع ہیں۔ مقابلہ کرو ریزے: "معلومات ایشیا" ۱۲۴ و رادے ۱۷، جہاں مگنیشیہ بدریائے سپی لوس کے قریب والی دوسری مقدونوی نوآبادیات کا ذکر کیا گیا ہے؛ مقابلہ کرو "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۳۱۳۷ = ہکس ۱۷۶ = ڈٹن برگرا ۱۷۱ (انطاکوس اول و دوم نے مگنیشیہ میں جو دلچسپی لی اس کا ذکر اس کی سطر۔ ۱۰ میں دیکھو) رادے ۲۸ میزومقدونیز کے لئے۔

بلیندوس۔ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۳۸۶۶۔ یہ میاندر کے شمال میں اسی جگہ تھا جہاں موجودہ سلیمانلی واقع ہے۔ ہیڈ ۵۵۹۔ اس کے خودمختارانہ سکے دوسری اور پہلی صدی ق م کے؛ کیپرٹ ۸۔ نقشے کے لئے رادے قریب کا شہر دیونی سوپولس اتالوسی تھا؛ دیکھو نیچے باب ۲۱۔ بظاہر نکراسا، بلیندوس اور باقی ماندہ دو شہروں کے نام نہیں بدلے گئے۔ "ایندوس" کا لاحقہ کاریہ کے شہروں کے ناموں میں بھی ملتا ہے، مثلاً مینداوس، اور یہی کیفیت لاحقہ "اسا" کی بھی ہے، جیسے "میلاسا"۔ "دا" (دیکھو نیچے، سینادا) یہ لاحقہ کاریہ اور کلیکیہ کے شہروں میں پایا جاتا ہے۔

باب ۱۳ب

لیکن اس سے جنوب و مغرب کی جانب مصر اور رھوڈز کا اقتدار بالا ہے۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - پیلتائے - اپامیہ کے شمال و مغرب میں دریائے گلاؤکوس پر تھا جو میاندر کا معاون ہے؛ ہیڈ، ۵۶۷ - یہاں کے خود مختارانہ تانبے کے سکے غالباً پہلی صدی ق م کے ہیں - اس کے قریب ہی یومینیہ تھا جس کے لئے دیکھو نیچے باب ۲۱ - کیپرٹ ۹؛ رادسے میں نقشہ -

کاوی دریائے ہرموس کے منبع پر، ایزانوئے کے قریب؛ دیکھو نیچے باب ۲۱ - رادسے، ۲۳؛ ہیڈ ۵۶۰ -

مقدونوی آبادی والے شہر دریائے ہرموس اور اس کے معاون دریاؤں پر جو میونیہ میں واقع تھے - رادسے ص ۲۰/۲۲ اور نقشہ -

لیسیاس - اپسوس اور اپامیہ کے درمیان - ریمزے As, M: ۴۴، ۳؛ رادسے ۳۹ - معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام سلیوکوس نکاتور کے سپہ سالار لیسیاس کے نام پر رکھا گیا ہوگا (پولیائے نوس ۴، ۹، ۵)؛ قریب کرج یورن کیپرٹ ۹ -

سینادا - استیفان ساکن بیزنطہ؛ دیودوروس ۲۰، ۱۰۷، ۱ سنہ ۳۲۰ ق م میں؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۲۶۷، ۲۶۸ (مع دوکی میوم کے) - دوکی موس کے لئے رادسے ۴۷ - موجودہ جیفوت قصبہ؛ کیپرٹ ۹؛ رادسے کا نقشہ؛ ہیڈ ۵۶۹ - خود مختارانہ تانبے کے سکے پہلی صدی ق م کے -

دوکی میوم - ہیڈ ۵۶۲؛ رادسے ۴۸؛ ریمزے: "معلومات ایتھنز" ۱۳۹؛ کیپرٹ ۹ - موجودہ اچی قراحصار - افیوم قراحصار، جو سینادا کے شمال والے میدان میں ایک ڈھلوان چٹان کی چوٹی پر واقع ہے، ہرشفیلڈ (ہفتہ وار جریدۂ لسانیات برلن Berl. Phil. Woch. سنہ ۱۸۹۱ء نمبر ۴۴) کی رائے کے مطابق جس کی تائید رادسے کرتا ہے، اسی جگہ واقع ہے جس جگہ پلوٹارک: "تسطاکلیس" ۳۰ والا "لیونتون کیفائے" تھا؛ لیکن کیپرٹ ("جدید کتابچۂ نقشہ جات دنیائے قدیمہ") کے نزدیک یہ فریا کی جگہ اور ریمزے: "کتابچہ" ۱۳۱ کے نزدیک اکروئے نوس کی جگہ ہے -

ہمسایہ مقامات پر مینے سوس و اکروئے نوس کے لئے مقابلہ کرو رادسے و ریمزے -

باب ۱۳

مفصلۂ ذیل بیان سے ظاہر ہو جائے گا کہ ممالک مذکورۂ بالا کے علاوہ کون کونسے ملک شاہان سوریہ کے زیر نگیں تھے:۔ اگر ہم مشرق سے مغرب کی طرف جائیں تو ہمیں بہت سے ایسے شہر ملیں گے جن کے ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد سلیوکیوں نے ڈالی ہوگی۔ اگر ہم اس سلیوکیہ کو چھوڑ دیں جو ملکِ شام کے قریب کالیکادنوس پر واقع تھی، اور جسے سلیوکوس "فاتح" نے آباد کیا تھا، تو یہ شہر مفصلۂ ذیل ہیں:۔ لاودیکیہ کاتاکیکومنے، جو اقونیوم کے شمال میں لیکاؤنیہ میں واقع تھا؛ انطاکیہ پسیدیہ اور افروجیہ کی سرحد پر؛ اپامیہ کبوتوس دریائے میاندر کے منبع کے قریب (جسے غالباً کولوسائے کے بدلے میں انطاکوس دوم نے آباد کیا تھا، استراتونیکیہ کاریہ میں جو انطاکوس اول کی نو آبادی تھی)، سندھی ملک کے شمال میں تھیمیسونیوم جس کا نام انطاکوس دوم کے ایک درباری کے نام پر رکھا گیا تھا، اور اپامیہ و اپسوس کے درمیان لیسیاس، جس کا نام بظاہر سلیوکوس نکاتور کے ایک سپہ سالار کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اگر یہ خیال درست ہے تو لیسیاس کی بنیاد غالویوں کے حملے سے پہلے کے دور میں رکھی گئی ہوگی، اس کے بعد استراتونیکیہ، اپامیہ اور غالباً انطاکیہ بدریائے میاندر کو اسکے بعد انطاکوس اول نے آباد کیا، تھیمیسونیوم اور غالباً لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس انطاکوس دوم نے بنیاد ڈالی اور لاؤدیکیہ کاتاکیکومینے و انطاکیہ (اپیریہ) کسی بعد کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یہ عجیب بات ہے کہ پیسی نوس کے جنوب میں ارموریم میں مقدونوی آبادی تھی، شائد اس لئے کہ وہ سکندر کی شاہراہ پر واقع تھا کیا یہ ممکن ہے کہ وہ غالطیوں کے خلاف سلیوکیوں کی آخری چوکی تھی؟ رادسے، ۱۰۴؛ ڈرواۓ سن ۳، ۲، ۱۹۸؛ ریمزے ۲۳۰۔ اب یہ مقام حمزہ حاجی کہلاتا ہے۔

انطاکیہ بدریائے کراگوس سلیکیہ اسپرا کے ساحل پر۔ دیکھو پاؤلی، ۱۱۲۸؛ ۱۸۹۱ء میں ہیبرڈے اور ولہلم یہاں آئے تھے (یہ آمدوں کی سڑک؛ نہایت نفیس مصری بتخانہ؛ مقابلہ کرو رٹر: "ایشیائے کوچک" ۱۹، ۳۸۹)۔ کیا یہ اغلب نہیں کہ اس شہر کا قیام انطاکوس سوم کے عہد میں ہوا تھا؟ ہم جانتے ہیں کہ اُس کے پاس جہازوں کا ایک بیڑا تھا۔

باب ۱۳

زمانے میں قائم ہوئے جن کا ہم تعین نہیں کر سکتے۔ اسی لئے لیسیاس کے ذریعے اسے سلیوکوس نکاتور نے تو غیر مزروعہ میدانوں کے قریب اپنے اثرات کو مستحکم کر لیا، انطاکوس اول وہاں سے سیدھا جنوب و مغربی سمت چل کر کاریہ کے قلب میں جا گھسا اور انطاکوس دوم نے ضلع کبی راتس میں اپنا اقتدار مستحکم کر کے (تھیمی سونیوم واریزا: دیکھو حاشیہ) اس راستے پر قبضہ کر لیا جو وہاں سے لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس سے ہوتا ہوا وادئ میاندر کو جاتا ہے۔ علاوہ ان مقامات کے، جن کے ناموں اور دوسرے اسناد سے انھیں کلیتہً سلیوکی قرار دیا جا سکتا ہے، بعض دوسرے مقامات بھی ہیں جن کی بابت ہمارے پاس ایسے کافی اسناد نہیں ہیں کہ ہم انھیں قطعی طور پر سلیوکی آبادیاں قرار دے سکیں۔ یہ شہر نیسا (جو میاندر کی وادی میں ہے) اور ترالیس والابندہ ہیں جن کے کچھ عرصے تک سلیوکی نام تھے۔ بعض دوسرے مقامات جن کے نام مقدونوی نہیں ہیں، بعض قابل وثوق نوشتوں کی رو سے مقدونوی آبادیاں تھیں، مثلاً سارڈس کے شمال میں تھیاتیرا، تھیاتیرا کے شمال میں نکراسہ، بالائی ہرموس پر کادیٔ اور میاندر کے علاقے میں بلیندوس اور پیلیتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان شہروں کے ابتدائی آبادکار سلیوکی تھے، بلکہ یہ بالکل ممکن ہے کہ اس سے پہلے ہی یہاں مقدونوی آباد ہو گئے ہوں۔ اس طرح میزو مقدونیز اور مقدونیز ہرکانی کے بستیوں کی آبادی کی تاریخ جو زیرین ہرموس پر تھیں بالکل غیر متیقن ہے۔ اس کے برعکس سینادا اور دوکی میوم کی مقدونوی نو آبادیاں، جو اندرون افروجیہ میں واقع تھیں۔ انھیں بہت کچھ وثوق کے ساتھ جانشینان سکندر کے ساتھ منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ان واقعات سے ایشیائے کوچک میں سلیوکیوں کی قوت کی توسیع اچھی طرح سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ان کے مستقر افروجیہ، جنوبی لیدیہ اور وسطی کاریہ میں تھے، اور اس کے علاوہ ان کے قبضے میں وہ راستہ بھی تھا جو ریگستان کے کنارے کنارے کلیکیہ کا مستقر

باب ۱۳ کو جاتا تھا۔ ان ہی نے اس راستے کو سب سے پہلے دریافت کیا تھا۔ اگر ہم اموریوم کو نظر انداز کر دیں، جو شمال و مشرق میں کیلینے اپامیہ سے افروجی غالطی مستقر کی سڑک پر پیسی نوس کے قریب واقع تھا اور جس میں مقدونوی آباد کئے، تو اس علاقے میں پیسیدی انطاکیہ اور لیسیاس انکی آخری آبادیاں تھیں۔ شائد وہ اس راستے پر بھی قابض تھے جو پمفیلیہ سے کیبیرہ اور تھیمی سونیوم ہوتا ہوا الیکوس اور میاندر کو جاتا تھا۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ وہ ضلع کبیر الس ہیں شمال کیطرف سے صرف میاندر کی طرف ہو کر گھسے ہونگے کم از کم انکے خاص خاص علاقے میاندر اور رہرموس کی وادیوں میں اور دریائے کیستر کی وادی کے شمالی حصے میں واقع تھے۔ چونکہ دریائے کیستر کے جنوبی حصے کے بالکل قریب الیفی سوس تھا جو بطالسہ کی طرف زیادہ مائل تھا اس لئے اس حصے پر ان کا اثر مشکل سے ہوگا۔ اسی طرح کاریہ اور لیکیہ کے ساحلی علاقے اُن کی سیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اور پسیدیہ اور پمفیلیہ بجائے سلیوکیوں کے بطالسہ کو زیادہ مانتے تھے[۸]، اور یہی حالت دریائے کالی کادنوس کے دہانے (جہاں سلیوکیہ آباد تھا) اور ساحل کے بعض مقامات مثلاً انطاکیہ بہ دریائے کراگوس کے علاوہ کلیکیہ اسپرا کے ملک کی تھی۔

اب شمال و مشرق آئیے۔ یہاں ہمیں پفلاگونیہ کی بابت کچھ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے[۹]۔ ہومری زمانے سے برابر اُسکے حکمرانوں کے نام یونانی تھے، چنانچہ اُسے ہمیشہ نیم یونانی ریاست شمار کیا جاتا تھا۔ یہ ملک مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا اور باقی دُنیا سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ اس ملک کی واحد سڑک جنوب میں تھی، اور یہ مغرب سے مشرق کی طرف جاتی تھی۔ اس کے ساحل پر

---

[۸] مصر اور اسپنڈوس کے درمیان تعلقات، Ath. ۴/۴۲/۱۔

[۹] پفلاگونیہ۔ رائناش: "مسٹرڈاتیس" ۸۸؛ نیز دیکھئے As. M. ۱۹۱؛ ایضاً ۲۸، استوف کے لئے۔

اسنوف تھا جس کا اندرون ملک سے ضرور کسی نہ کسی قسم کا تعلق ہوگا۔ باب ۱۲
پفلاگونیہ سے زیادہ اہم اُسکے جنوب و مشرق میں مُلک کاپادوسیہ
واقع تھا جس میں بالائی ہالیس، پیراموس اور سارودس کا بالائی حصہ اور
کوہ آتش فشاں ارگائیوس کے قریب و جوار کا علاقہ شامل تھا[۱]۔ اس کا
قدیم ترین تاریخی حکمراں اریار اتھیس اول تھا جسے ۳۲۲ سنہ ق م میں پردکاس
نے صلیب پر چڑھایا۔ یہ ملک کچھ مدت کے لئے یومنیس والی کاردیہ
کے اور اس کے بعد انتی گونوس کے قبضے میں رہا، جسکے بعد اریار اتھیس
اول کا بیٹا اریار اتھیس دوم تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اریار امنیس
(تقریباً ب ۲۸۰ سنہ ق م) اور اراراتھیس سوم (تقریباً ب ۲۳۰ سنہ ق م) ملک
کے بادشاہ بنے اور موخر الذکر نے انطاکوس دوم کی ایک بیٹی استراتونیس
سے شادی کی۔ واضح ہو کہ اس استراتونیس کی بہن متھرادائیس شاہ
افتیس کی ملکہ بنی، اور جہاں استراتونیس کو غالباً کاتاؤنیہ کا علاقہ جہیز کے
طور پر ملا وہاں اس کی بہن کو افروجیہ عظمیٰ دیا گیا۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ

---

[۱] کاپادوسیہ۔ رائناش: "تین سلطنتیں" ا تا ۸؛ نیز متھرادائیس" کے مختلف پارے۔ رائناش اول الذکر کتاب کے صفحہ ۵ اور دوم الذکر کے صفحہ ۹ پر اس سے پہلے کی کتابوں کے اقتباس دیتا ہے۔
دیودوروس (۳۱، ۱۹) کے مطابق قدیم کاپادوسی بادشاہوں کا ایک سلسلہ تھا، جن میں سے پہلا بادشاہ فرناسیس کورش کے باپ کیکاؤس کی بہن کو بیاہا تھا لیکن یہ درست نہیں معلوم ہوتا؛ دیکھو "تین سلطنتیں" ۱۰، وغیرہ۔
بلاشبہہ استراتونیس کو کاتاؤنیہ جہیز میں ملا تھا؛ "تین سلطنتیں" ۱۸، جہاں رائناش استرابو ۱۲، ۵۳۴ کا اتباع کرتا ہے۔ اسی کتاب (تصویر ۱، ۷) میں اریار اتھیس کے ایک سکے کی شبیہہ ہے جو لیزی ماخوس اور فلاتیردس کے سکوں کی نقل معلوم ہوتی ہے؛ اس کے ایک طرف جو پالاس ہے اُس سے غالباً مراد تادیہی ہے ہوگی اس نقل سے مقدونوی استراتونیس کے اثر کا پتا چلتا ہے۔

باب ۱۲

زمانۂ مابعد میں کاتادُنیہ پر کاپادوسیہ کا قبضہ تھا، چنانچہ یہ بالکل ممکن ہے کہ جہیز دراصل موجودہ صورت حال کو تسلیم کرنے پر مشتمل ہوگا۔ اسکے برعکس دوسری صدی ق م میں افشین کے حکمرانوں کے پاس افروجیۂ عظمیٰ زیادہ سے زیادہ صرف دو سال کے لئے رہا، چنانچہ غالباً جہیز سے مراد یہ تھی کہ داماد کو اجازت دیجائے یا دعوت دیجائے کہ اُس ملک پر قبضہ کرے، اور چونکہ افشین اور افروجیۂ عظمیٰ کے ابین غالطیہ کا ملک حائل تھا اس لئے اُس پر قبضہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اریارتھیس سوم کا جانشین اریارتھیس چہارم مشرق کے حکمرانوں میں پہلا تھا جس نے یوسے بیس (متقی) کا منکسرانہ خطاب اختیار کیا۔ ہم اسکی طرف بعد میں متوجہ ہوں گے۔ ابتدا میں لفظ کپت پتوکا سے مراد تمام تیسرے ایرانی صوبے سے تھی، لیکن بعد میں اس سے اس صوبے کی مشرقی سمت سے مراد لی جانے لگی اور آخر میں یہ لفظ اس حصے کے صرف وسطی حصے پر منطبق ہونے لگا۔ ان تنگ معنیٰ میں کاپادوسیہ سے مطلب سطح مرتفع سے ہے جس کا گرما نہایت گرم اور سرما نہایت سرد ہوتا ہے اور جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں اس حصے میں شہر نہیں بلکہ گاؤں پھیلے ہوئے تھے اور اُس کے باشندوں کا پیشہ شبانی تھا۔ ان کے سب سے بڑے معبود کی پوجا جسے یونانی زیوس کہتے تھے، وینا ساکے بت خانے میں ہوتی تھی جو موری مینے کے صوبے میں تیانہ کے قریب منبع اسباسہ پر واقع تھا؛ اس کے علاوہ ایک دوسرے دیسی معبود کو یونانی اپولو بتاتے تھے، اور ما نامی معبودہ کا جائے قیام دریائے سار وس پر شہر کومانا میں تھا۔

اب ہم پونتوس یا افشین آتے ہیں جس کا اصلی نام "کاپادوسیہ بہ ساحل افشین" ہونا چاہئیے۔ یہ ملک اس زنجیرۂ کوہی کے شمال میں واقع ہے جو ہالیس کے مشرق میں پھیلا ہوا ہے اور وسطی سطح مرتفع کو ساحل سے جدا کرتا

ہے[۱۱۵] جتنا یہ حدب خشک اور بعض جگہ بنجر ہے اتنا ہی ساحلی علاقہ سیراب اور پیداوار میں ممتاز ہے۔ اس کا خاص دریا ایرس ہے، اور یہ ایشیائے کوچک کے دوسرے دریاؤں کی طرح پہلے مشرق سے مغرب کی طرف بہتا ہے اور پھر شمال کی طرف مڑ جاتا ہے۔ اس کے مشرقی کنارے پر دریائے لیکوس اس سے مل جاتا ہے، اور ان دونوں کی وجہ سے دو نفیس متوازی وادیاں پیدا ہوتی ہیں جو مل کر ایک وادی بن جاتی ہیں جس کا رخ شمال کی طرف ہے۔ ایرس کے دہانے کے مشرق میں ایک تیسری وادی دریائے تھرمودون کی ہے جو امیزنوں کا روایتی مسکن تھا۔ اس کے مشرق کی طرف زنجیرۂ پریادریس ہے، اور یہ ساحل کے اتنے قریب آتا ہے کہ کسی دوسرے دریا کے لئے گویا جگہ ہی نہیں چھوڑتا؛ تاہم یہ ساحل بھی (جو ضلع طرابزون

---

۱۱۵ پونٹوس یا فشین۔ دیکھو رائناش کی تصانیف۔ اپنی کتاب "متھراداتیس" (پیرس ۱۸۹۰ء) میں وہ اس سے پہلی کتابوں کے اقتباس دیتا ہے۔ ابتدائی متھراداتیس کے لئے مقابلہ کرو رائناش: "تین سلطنتیں" ۱۵۸؛ "متھراداتیس" ۵۔ لیکن ان حکمرانوں کا نہ تو حسب نسب متعین ہے نہ سنوی تسلسل؛ میں نے رائناش کا اتباع کیا ہے۔ اریوبارزان وہی حکمراں ہے جس کا ذکر اسی کتاب کی جلد ۳، باب ۲۱ میں کیا گیا ہے۔ یوستی نوس ۳۸، ۵ کے مطابق متھراداتیس دوم کو سلیوکوس کالی نی کوس نے افروجیہ اپنی بیٹی کے جہیز میں دی۔ اس سے پہلے وہ ہیئےراکس کا حلیف تھا، اور جب اس سے افروجیہ کا وعدہ کیا گیا تو وہ بے کھٹکے افروجیہ کے دشمن سے جا ملا۔ شاید افروجیہ ایپک تے توس زیر بحث ہوگا؛ دیکھو اوپر، حاشیہ ۵۔ بظاہر خود سلیوکوس کا اس ملک پر قبضہ نہیں تھا، اور شاید اسی لئے اس نے اس ملک کو تحفۃً دیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ متھراداتیس کبھی اس پر قبضہ نہیں کر سکا۔

متھراداتیس اور راسوف؛ پولی بیوس ۴، ۵۶۔

پئوسانیاس ۵، ۹۰ کے مطابق ۲۲۲ ق م کے قریب ایشیا میں لیسانیاس، اولمپی خوس اور لمنایاس ایشیا میں "مصروف" تھے؛ دیکھو نیچے، باب ۲۹۔

باب ۱۳ سمجھنا چاہیئے) اچھی طرح سے سیراب اور زرخیز ہے۔ ۳۰۲ء ق م میں ایک نوجوان ایرانی نبیل مسمی متھرادائیس، جسے انتی گونوس قتل کر دینا چاہتا تھا، بھاگ نکلا اور یہاں آکر پناہ لی۔ یہ متھرادائیس کیوس کا باشندہ تھا جس پر اُس کے آبا و اجداد کا قبضہ رہا تھا۔ اس کا جدّ اعلیٰ پہلا متھرادائیس تھا جس کا ہمیں علم ہے؛ اس کا دادا امری اریوبارزان ہے جس نے چوتھی صدی ق م میں تاریخ میں اپنا نام پیدا کیا؛ اس کے باپ کا نام بھی متھرادائیس تھا۔ اس دوسرے متھرادائیس نے انتی گونوس کو ناراض کر دیا، چنانچہ اُسے سزائے موت بھگتنی پڑی۔ باپ کی طرح بیٹے کے خلاف بھی اسی سزا کا حکم لگایا گیا لیکن اُسے اُس کے دوست دیمتریوس پولیورکیتیس نے بچا لیا دیمتریوس نے متھرادائیس سے وعدہ کیا تھا کہ اُس کے لئے جو کچھ تجویز ہوگا اس سے اُسے مطلع کر دیگا چنانچہ اُس نے بالوپر الفاظ "اڑ جا، متھرادائیس"، لکھ دیئے۔ الغرض اُس نے افشین کا رخ کیا، اور یہاں پہلے تو ڈاکوؤں کا سردار بنا اور آخر کار سنہ ۲۸۰ء ق م کے قریب اُس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس کی راجدھانی میں پفلاگونیہ کا ایک حصہ اور افشین والا کاپاذوسیہ شامل تھا۔ اس نے تقریباً ۲۶۶ء ق م تک حکومت کی۔ اور اسکے بعد اس کا بیٹا اریوبازان سنہ ۲۵۰ء ق م یا ۲۴۶ء ق م تک تخت پر بیٹھا رہا، اس کے بعد متھرادائیس دوم بادشاہ بنا۔ یہ وہی متھرادائیس تھا جس نے انطاکوس ہیئرراکس کو ۲۴۱ء ق م کے قریب غالطیوں کی ایک فوج سے جنگ انگورہ کے موقع پر مدد دی مگر اس کے بعد وہ سلیوکوس کی طرف چلا گیا جس کے معاوضے میں اُسے استراتونیس دلھن اور افروجیہ اعظمی جہیز ملا۔ متھرادائیس نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح اکائیوس کے ساتھ، دوسری کا انطاکوس سوم کے ساتھ کیا اور اس طرح فریقین کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر لئے۔ سنہ ۲۲۰ء ق م میں اس نے اسنوف پر حملہ کیا، لیکن اسنوف نے رھوڈز سے مدد طلب کی جس پر

باب ۱۳

رھوڈزیوں نے اسنوفیوں کو ایک لاکھ چالیس ہزار درہم (۲۳ ½ تالمنت) اسلحۂ جنگ خرید نے کے لئے تحفتہً دے دئے۔ ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا کہ شاہان افشین اس قدیم ملطی نو آبادی پر قبضہ کرلیں۔

اب ہم ایشیائے کوچک کے ہر ملک سے دوچار ہو چکے ہیں اور دیکھ چکے ہیں کہ اس کا شمالی حصہ غالوی آبادکاروں کی وجہ سے اور جنوب صحرا کی وجہ سے ناقابل گزر تھا۔ لیکن اس صحرا کے کنارے پر سلیوکیوں نے قلعبند شہروں کے ذریعے سے ایک شاہراہ قائم کردی تھی جس کی وجہ سے بڑی بھاری محنت کر کے ایونیہ اور کاریہ میں تھوڑا بہت کام کر سکتے تھے، لیکن چونکہ ان کے پاس بیڑا نہیں تھا اس لئے زیادہ کرنا ان کے امکان میں نہیں تھا؛ اُدھر قریب قریب تمام فینیقیہ مصریوں کے قبضے میں تھا۔

یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس خاندان کے اکثر اراکین مستعدی میں کسی سے کم نہ تھے۔ سب سے پہلے حکمران انطاکوس سوتر کا عہد نہایت جوش آفرین تھا۔ جہاں غالویوں کے خلاف جانبازیوں کی وجہ سے اُس نے اپنے آپ کو "سوتر" ("نجات دہندہ") کے خطاب کا مستحق ثابت کیا تھا تو دوسری جانب اپنی موت سے ذرا پہلے یومنیس شاہ پرگامم کے ہاتھوں اُسے نیچا دیکھنا پڑا تھا اسے مشرقی ممالک کے ساتھ جو دلچسپی تھی وہ اس لیے ظاہر ہوتی ہے کہ اُسنے شہر خراسان کے چاروں طرف ایک فصیل تعمیر کی[۱۲] اور ہندوستانی بادشاہ، مہاراجہ امترا گھاٹ ولد مہاراجہ چندرگپت کے ساتھ تعلقات

---

۱۲ خراسان کے چاروں طرف۔ دیکھو ۔ باب ۹ حاشیہ ۵ ۔ انطاکوس اول و دوم کے سکے، باب ۹ حاشیہ ۴؛ سلیوکوس دوم کے سکے وغیرہ، باب ۱۰، حاشیہ ۲۔

باب ۱۳ قائم کئے۔ لیکن ایک ایسا بادشاہ جو سوریہ یا بابلستان میں رہتا ہو ایونیہ یا خراسان میں اپنا مستقل اثر کیسے قائم رکھ سکتا ہے جب ایونیہ جانے کے لئے اُسے ایک نیم محفوظ سڑک پر ہو کر گزرنا پڑتا ہو اور خراسان جانے کے لئے ایرانی میدان کے کنارے پر سے صرف ایک تنگ راستہ ہو، خاصکر جب یہ میدان ایشیائے کوچک کے اس میدان سے جس پر ہو کر سکندر گیا تھا، کہیں زیادہ ناقص تھی۔ انطاکوس دوم معتھیوس" (سنہ ۲۶۱-۲۴۶ ق م) کے زمانے میں مشکلات المضاعف ہو گئیں۔ پہلے تو مصر سے جھگڑا کرنا پڑا، پھر ایشیائے کوچک کا اختلال جاری رہا، اور آخر میں مشرق اقصیٰ ہاتھ سے نکل گیا، اور یہ سب اس وقت جب بادشاہ نے اپنی بیوی یعنی لاؤدیس اور بیرے نیس سے جو سلوک کیا اس سے اس کی عدم استقامت کا پتا چلتا ہے۔ ابتدا میں انطاکوس دوم نے ہندوستان کے ساتھ قدیم تعلقات قائم رکھے۔ مگدھ کے تخت پر امترا گھاٹ کی جگہ اشوک بیٹھا جو بودھ مت کا پیرو ہو جانے کی وجہ سے تاریخ ہند میں ایک نہایت ممتاز رتبہ رکھتا ہے۔ لیکن جب انطاکوس کا کوئی علاقہ ایسا نہ تھا جو ہندوستان کے محاذ میں ہو اور جب اس کا اس تنگ راستے پر بھی کسی قسم کا قابو نہیں رہا تھا جس سے اُس کے سپاہی مشرق پہنچ سکتے تو پھر ہندوستان کی سلطنت سے کسی قسم کے دوستانہ تعلقات بالکل بیکار تھے۔ ہم باب ۹ میں کہہ چکے ہیں کہ اس بادشاہ کے عہد حکومت کے آخری زمانے میں دو سلطنتوں یعنی باختر اور پارتھیا کے قیام کی وجہ سے یہ صوبے اور راستے اس سے علیحدہ ہو گئے تھے، اس لئے کہ ان میں سے اول الذکر نے تو سلیوکیوں سے اُن کے باقی ماندہ مشرقی مقبوضات پر قبضہ حاصل کر لیا اور ثانی الذکر اُس راستے پر قابض ہو گئی جس کے ذریعے سے سلیوکی وہاں پہنچ سکتے تھے۔ الغرض سنہ ۲۴۰ ق م سے سنہ ۲۲۲ ق م تک مشرق اور مغرب دونوں میں سلیوکیوں کی حالت نہایت زبوں تھی، اور

باب ۱۳

ایران و ایشیائے کوچک دونوں میں تقریباً ہر ملک جو بیکار غیر مزروعہ میدان نہیں تھا وہ دشمنوں کے قبضے میں پہنچ گیا تھا۔ تاہم اس وقت بھی اُن کے پاس مغرب میں کلیکیہ اور مشرق میں پرسس (لارستان) کا میدان تھا، اور نہ صرف یہ کہ یہ ممالک نہایت قیمتی تھے بلکہ یہاں سے دور دراز ملکوں میں مہمیں لے جائی جاسکتی تھیں۔ الغرض سلیوکی سلطنت میں یورپیت اور ایشیائیت دونوں پائی جاتی تھیں۔ ایشیائیت اسلئے کہ اس کے دعاوی بڑے بڑے تھے لیکن اُس کی حدود تنگ تھیں اور یورپیت اس لئے کہ اُس کا مرکز سلیوکس دراصل یونانی بلدیات کا ایک مجموعہ تھا، اور یہی اُس کی قوت و اقتدار کی بنیاد تھی۔ اُنکی حیثیت مشرق میں نہایت ناقص تھی لیکن مغرب میں بھی کچھ اچھی نہ تھی۔

مشرق میں دیودوتوس صوبہ دار باختر نے تقریباً ۲۵۰ ق م میں علم بغاوت بلند کردیا اور سغدین و خراسان اس سے مل گئے تھے^۱۳ ان واقعات سے متاثر ہو کر اور پارنی قبیلے کے دو سرداروں یعنی ارشک و تیری دائیس نے جو آپس میں بھائی بھائی تھے، اپنی آزادی کا اعلان کردیا اور مغرب کی طرف چل دیئے۔ یہی دو بھائی جدید سلطنت پارتھیا

۱۳ سلطنت باختر ا، فون سالیٹ: "جانشینان سکندر باختر و ہندوستان میں"
A. V. Sallet : Die Nachfolgar Alexanders in Baktrien und Indien
۱۸۷۹ء: فون گٹشمٹ، جریدۂ مسکوکیات Zeitschr. f. Num
"تاریخ ایران" ۲۸/۵۱/۳/۶۳ V. Gulschimdt:Geschichte Irans (چینی ماخذ سے)۔
سکوں کیلئے علاوہ فون سالیٹ کے دیکھو ہیڈ ۱، ۷، وغیرہ: گارڈنر: "فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ" ۱۸۸۶ء۔ کننگھم کے مضامین "اخبار مسکوکیات" Num. Chro. خصوصاً ۱۸۸۸ء میں ۷/۱، ڈروئین: "سنویت و مسکوکیات شاہان ہندو اسکیتی" "جریدۂ مسکوکیات"

E. Drouin : chronol. et Num des rois indoscythes, Rev. Num. 1888.

مقابلہ کرو ٹیپ گارڈنر: "الواب جدید" صفحہ ۴۳۴۔

باب ۱۳ سکے بانی تھے۔[۱۴۱] پارتھی روایت کے بموجب اُنھوں نے سلیوکی صوبہ دار
پارتھیا کو قتل کر دیا اور سنہ ۲۵۰ق م ہی میں ارشک نے اپنی بادشاہی کا اعلان
کر دیا؛ واقعاً بھی سنہ ۲۴۸ق م میں سنہ ارشکی کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم باب ۱۰ میں
دیکھ چکے ہیں کہ کالی نی کوس نے اپنی شکست کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ مشرق
اور مغرب دونوں میں جنگ جاری رکھنے کی جی میں ٹھان لی تھی، لیکن
اُسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ ارشک نے اپنی سلطنت کو منظم کر کے
شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس نے سنہ ۲۱۱ق م میں وفات پائی اور
اپنی موت کے بعد اپنے مُلک میں اُس کی بہت کچھ عزّت و وقعت
کی گئی۔

پارنی، جن کا نام بدل کر پارتھی پڑ گیا، ایرانیوں کے قریب کے عزیز تھے۔
وہ تیر کمان لے کر گھوڑے پر سوار لڑتے تھے اور کبھی حملہ کرتے تھے
کبھی بظاہر بھاگتے نظر آتے تھے۔ مفتوحہ مُلک میں ان کی اعیانیت کی
تعداد نہایت قلیل تھی، اور جس فوج نے انٹونی کا مقابلہ کیا اس کے
پچاس ہزار سپاہیوں میں صرف ۴۰۰ آزاد تھے۔ ان کا مذہب ایرانی
تھا، لیکن اُس کے بادشاہ یونانی تمدن کی قدر کرتے تھے اور اپنے
سکوں پر اپنے آپ کو یونانی حروف میں "یونان دوست" کا لقب
دیتے تھے۔

ان سے بھی زیادہ یونانیت لئے ہوئے سلطنت باختر کی
حکومت تھی، جس کی تاریخ باب ۱۹ میں بیان کی جائے گی۔

سلیوکی فرماں رواؤں نے تو اپنی مستعدی مدت دراز تک
جاری رکھی لیکن مصری فرماں رواؤں کی بابت سنہ ۲۲۰ق م سے پہلے یہ
حکم نہیں لگایا جا سکتا اور جیسا جیسا زمانہ گزرتا گیا حالت بد سے بدتر ہی

---

[۱۴۱] پارتھی۔ مقابلہ کرو شپیگل "قدیمات ایران" Spiegel ; Eranische Alterthumsk.
جلد ۳۔ اس موضوع پر فصل؛ کلیس کا مضمون پاؤلی، جلد ۵، میں؛ اور فون گٹشمڈ۔

باب ۱۳

ہوتی گئی۔[۱۵] دنیا کے اس حصے میں شاہی حوصلہ مندیوں اور آرزوؤں کا خاتمہ بطلیموس چہارم کے ساتھ ہوجاتا ہے۔ بطلیموس فلادیلفوس کا بیان باب ۹ میں دیا جاچکا ہے۔ اس کی ممتاز صفت دور اندیشی تھی اور اس کا وقت زیادہ تر تدبیر میں صرف ہوتا تھا۔ روما اور قرطاجنہ دونوں کے ساتھ اس کے تعلقات عمدہ تھے اور اس نے دونوں میں سے ایک کے ساتھ بھی دشمنی مول نہیں لی۔ اسے علوم وفنون سے، جو کسی دربار کے لئے بھی باعث فخر ہوتے ہیں، خاص شغف تھا؛ وہ نئے شاہی خاندانوں کی دوسری پیڑھی کا صحیح قائم مقام تھا اور اسے اپنے پیش رؤں کے کارناموں سے محظوظ ہونے میں اسی طرح لطف آتا تھا جیسے حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ کو۔ گیلون کے بعد ہیرون اور کیپسی لوس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ "تاریخ ایران"، صفحہ ۲۸ وغیرہ؛ موم سین: "تاریخ روما"، ۵، ۳۴۱ Mommsen : R. G. ۔ہیڈ $\frac{۶۹۱}{۶۹۶}$ میں جو سکے ہیں اُن کا بیان گارڈنر کی کتاب: "سکہ جات پارتھیا"، لندن ۱۸۷۷ء پر مبنی ہے؛ پ۔ گارڈنر: "ابواب جدید" ۵ ۳۴۔ ایک حکمران اندراغورس کا سکہ (سنہ ۲۵۰ ق م سے پہلے) قابل لحاظ ہے؛ ہیڈ، ۶۹۱؛ پ۔ گارڈنر: "انواع" تصویر ۱۴، ۲۔

بابلی تختیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ارشکی کا آغاز ۲۴۸ق م میں ہوا؛ دیکھو شٹراس میر کا مضمون "جریدۂ اشوریات" Strassmeier:Zeitschr. F. Assyriologie ۳، ۲(سنہ ۱۸۹۲ء) میں۔

[۱۵] مصر۔ دیکھو کلیس کا مضمون لبطالسہ پر پاؤلی میں؛ کلیس فلادیلفوس کا مقابلہ لورینزو دی میدیچی سے مقابلہ کرنے میں حق بجانب ہے۔ سفائروس کے متعلق سنوی مشکلات؛ زوسے میل، ۱، ۳۷، ۴۷۔ ریول: "خزانۂ بطلیموس دوم" Ruehl : Der Schatz Ptol. II.N. Jahrl. ۱۸۷۹ء۔ بطلیموس ۴ کیلئے دیکھو مہافی: "سلطنت" $\frac{۳۴۳}{۲۸۸}$ ۲۳ق م؛ اسکی رائے ہے کہ یہ بادشاہ خارجی معاملات میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔ اس کے تعلقات یہودیوں کے ساتھ؛ دیکھو ایضاً ۲۶۷ وغیرہ۔

باب۱۳ کے بعد یری اندر کو، اور طرز عمل اور خصائص دونوں میں اس کا لورنیت سز و "ذی شان" کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ جغرافیہ اور موالید ثلاثہ میں خاص طور پر دلچسپی لیتا تھا، چنانچہ اُس نے افریقی ہاتھیوں کو پکڑوایا اور عربستان و ہندوستان کو وہاں کے حالات دریافت کرنے کے لئے مہمیں روانہ کیں۔ جب کبھی لوگ اُس کے محل میں مختلف اقلیموں کے عجائبات دیکھنے کے لئے آتے تھے تو وہ بغایت محظوظ ہوتا تھا۔ میں نے اُس کے دربار کے علمار و شعرار کا تذکرہ چودھویں اور بیسویں باب میں کیا ہے۔ وہ خود مشائی فلسفی استراتون کا شاگرد تھا۔ لیکن اُسے وہ اطمینان قلبی حاصل نہیں ہوتا تھا جس کا وہ خواہاں تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنے محل کی کھڑکیوں میں سے دیکھا کہ کچھ غریب مصری دریا کے کنارے ریت پر بیٹھے ہوئے اپنا غریبانہ کھانا کھا رہے ہیں، تو وہ بول اُٹھا کہ کاش کہ میں بھی ان ہی میں سے ہوتا۔ لیکن باوجود اس قسم کے جذبات کے اُس نے کوشش کی کہ کسی طرح ابدی زندگی کا راز دریافت کرے۔ حضرت سلیمانؑ کی طرح فلادیلفوس نے نہایت افسوس کے ساتھ یہ معلوم کیا کہ عیش پرست کو صرف ایک ہی چیز حاصل ہو سکتی ہے اور وہ تفاخر ہے۔

اس کا بیٹا بطلیموس یوئرگی تیس اپنے باپ سے مختلف تھا اور اس سے زیادہ مستعد تھا، جنگ کا شائق تھا اور میدان میں اُس کے کارنامے نہایت درخشاں ثابت ہوتے تھے۔ اس کے باپ کے زمانے میں جو رتبہ ارسی نوئے کا تھا وہی اب بیرے نیس کو حاصل تھا اور موخر الذکر اپنے پیشرو سے کہیں بہتر تھی۔

پہلے تین بطالسہ میں سے ہر ایک اپنے اپنے طور پر قابل افراد تھے، پہلا بطور ایک سپاہی اور مدبر کے، دوسرا میدان تدبیر میں اور تیسرا میدانِ جنگ میں؛ لیکن چوتھا بطلیموس عرف "فلو پاتر" ("پدر پسند") نہ سپاہی ہی تھا نہ مدبر۔ یہاں اس پر اس لئے بحث کرتا ہوں کہ دکھاؤں کہ اسکی تخت نشینی کے بعد مصر کی حالت میں زوال آنا لازمی تھا اس لئے کہ مصر